الہام - اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ - فبرّاہ اللّٰہ مما قالوا وکان عند اللّٰہ وجیھا - واللّٰہ موھن کید الکافرین - ولنجعلہم آیۃ
ماھذا الا تھدید الحکام - ان الذی فرض علیک القرآن لرادّک الی معاد - انی مع الافواج آتیک
والا رحمٰن ہوں - میں مخالفوں میں پھوٹ ڈالوں گا - (اس میں یہ اشارہ ہے کہ آخر عبدالحمید اوریادہ کی گرے اور فوری بھی
اس مقدمہ سے اٹھارہ برس پہلے دیا گیا تھا وہی وعدہ دوبارہ اس الہام میں لفظ براءت کے ساتھ دیا گیا
نیک دل قبول کر سکتا ہے کہ ایک جماعت بڑے بڑے معززوں کی جن میں تعلیم یافتہ ہے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

بماہ
جنوری ۱۸۹۸ء

کتاب البریّۃ

مع

آیات ربّ البریّۃ

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپی

تعداد جلد ۷۰۰

* اصل لفظ الہام کے بٹالوی کی نسبت بہت سخت تھے ہم نے نرم الفاظ میں ان کا ترجمہ کر دیا ہے پس کوئی شخص ہماری جماعت میں سے یہ خیال نہ کرے کہ وہ اصل الہامی الفاظ کیوں نہیں لکھے گئے۔
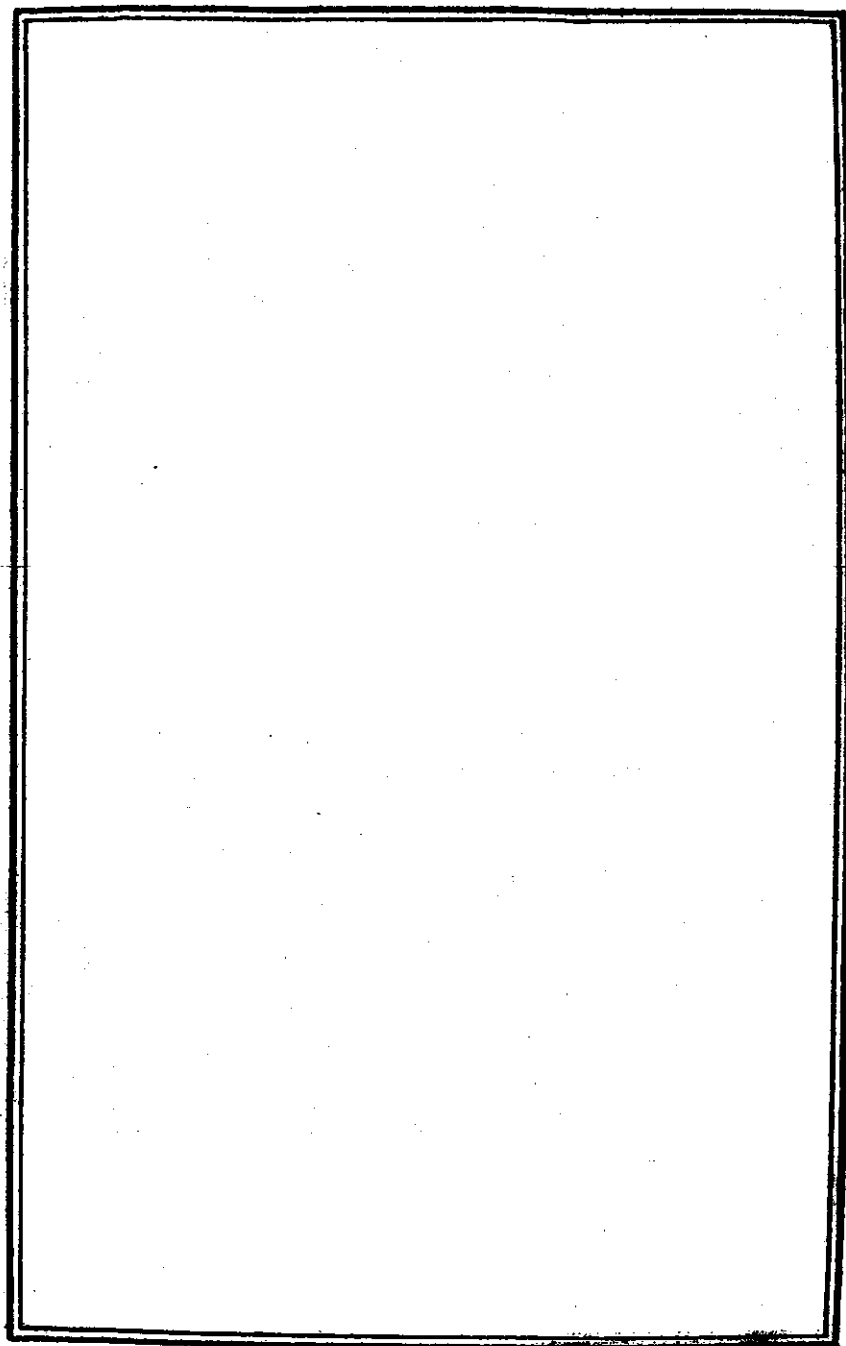
چونکہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر اضلاع میں میرے مرید ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اسلئے حکام کی واقفیت کیلئے یہ اشتہار ہدایت مضمون شائع کیا جاتا ہے [illegible]

واجب الاظہار اشتہار

جو خاص اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ قیصرہ ہند توجہ سے اسکو ملاحظہ فرماوے اور نیز اپنے مُریدوں کی آگاہی اور ہدایت کیلئے شائع کیا گیا ہے۔

میں اپنے دوستوں اور عام لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ جو میرے پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ گویا مَیں نے ایک شخص عبد الحمید نام کو ڈاکٹر کلارک کے قتل کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ وہ مقدمہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بے اصل متصور ہوکر ۲۳ ؍اگست ۱۸۹۷ء کو عدالت کپتان ایم، ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ سے خارج کیا گیا۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کو اس مقدمہ کی اصلیت ظاہر کرنی منظور تھی اسلئے اُس نے ایک ایسے حاکم بیدار مغز اور محنت کش اور منصف مزاج حق پسند خداترس یعنے جناب کپتان **ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر** بہادر ضلع گورداسپورہ کے ہاتھ میں یہ مقدمہ دیا۔ جس کا پاک کانشنس اس بات پر مطمئن نہ ہوسکا کہ جو اظہار یعنے پہلا بیان عبد الحمید نے امرتسر کے مجسٹریٹ کے

سامنے اور نیز اس عدالت میں دیا تھا وہ صحیح ہے۔ سو صاحب موصوف نے مزید تفتیش کے لئے جناب کپتان لیمارچنڈ ڈسٹرکٹ سوپرانٹنڈنٹ پولس کو حکم دیا کہ بطور خود عبدالحمید سے اصلیت مقدمہ دریافت کریں۔ پھر بعد اس کے جس احتیاط اور نیک نیتی اور فراست اور غور اور طریق عدل اور انصاف سے جناب کپتان لیمارچنڈ صاحب نے اس مقدمہ کی تفتیش میں کام لیا وہ بھی بجز خاص منصف مزاج اور نیک نیت اور بیدار مغز حکام کے ہر ایک کا کام نہیں۔ سو ان حکام کا نیک مزاج اور نیک نیت اور انصاف پسند ہونا اور قدیم سے عدالت اور انصاف پسندی کا عادی ہونا اور پوری تحقیق اور تفتیش سے کام لینا یہی وہ اسباب تھے جو خدا نے میری بریت کے لئے پیدا کئے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرانٹنڈنٹ پولس کی نیک نیتی اور انصاف پسندی اور بھی زیادہ کھلتی ہے جبکہ اس بات پر غور کی جائے کہ یہ مقدمہ درحقیقت ایک عیسائی جماعت کی طرف سے تھا اور گو بظاہر ان میں سے ایک ہی شخص پیروکار تھا۔ مگر مشورہ اور امداد میں کئی دلیسی کرسچنوں کو دخل تھا۔ درحقیقت پبلک کے دلوں میں اس عدالت اور انصاف نے صاحبان موصوف کی بہت ہی خوبی اور عدل قابل تعریف جما دی ہے کہ ایسا مقدمہ جو مذہبی رنگ میں پیش کیا گیا تھا اس میں کچھ بھی اپنی قوم اور مذہب کی رعایت نہیں کی گئی اور نہایت منصفانہ روش سے وہ طریق اختیار کیا گیا جس کو عدالت چاہتی تھی میرے خیال میں یہ ایک ایسا عمدہ نمونہ ہے کہ جو صفحہ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گا۔

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی نیک نیتی اور حق پسندی پر ایک اور بھی بڑی بھاری دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ باوجودیکہ انہوں نے عبدالحمید مخبر کا پہلا بیان تمام و کمال قلمبند کر لیا تھا اور اُس کی تائید میں پانچ گواہ بھی گذر چکے تھے اور صاحب بہادر ہر طرح پر اختیار رکھتے تھے کہ اُن بیانات پر اعتبار کر لیتے مگر محض انصاف اور عدالت کی کشش نے اُن کے دل کو پوری تسلی سے روک دیا اور اُن کا حق پسند کانشنس بول اٹھا کہ ان بیانات میں سچائی کا نور

نہیں ہے ۔ لہٰذا انہوں نے کپتان صاحب پولیس کو مزید تحقیقات کے لئے اشارہ فرمایا۔ ایسا ہی جب صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کو پولیس کے افسرون نے خبر دی کہ عبدالحمید مخبر اپنے پہلے بیان پر اصرار کر رہا ہے اس کو رخصت کیا جائے تو صاحب موصوف کے کانشنس نے یہی تقاضا کیا کہ وہ بذات خود بھی اُس سے دریافت کرین ۔ اگر حکّام کی اِس درجہ تک نیک نیتی اور توجہ اور محنت کشی نہ ہوتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ اس مقدمہ کی اصلیت کھلتی ۔ ہم تہ دل سے دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ایسے حُکّام کو جو ہر ایک جگہ انصاف اور عدل کو مدنظر رکھتے ہیں ۔ اور پوری تحقیق سے کام لیتے ہیں اور احکام کے صادر کرنے میں جلدی نہیں کرتے ہمیشہ خوش رکھے اور ہر ایک بلا سے ان کو محفوظ رکھ کر اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔

یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے محض ظلم اور جھوٹ کی راہ سے اپنے بیان میں کئی جگہ میرے چال چلن پر نہایت شرمناک حملہ کیا تھا ۔ اگر ایسے منصف مزاج مجسٹریٹ کی عدالت میں اُن تمام حملوں کے بارے میں میرا جواب لیا جاتا تو ڈاکٹر صاحب کے منصوبوں کی حقیقت کھُل جاتی ۔ مگر چونکہ حاکم انصاف پسند کے دل پر اُس مقدمہ کی مصنوعی بنیاد کی تمام حقیقت کھل گئی تھی جس کی تائید میں یہ تمام الزامات پیش کئے گئے تھے لہٰذا عدالت نے مقدمہ کو طول دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب کے اکثر کلمات جو نہایت دل آزار اور سراسر جھوٹھ اور افترا اور کم سے کم ازالہ حیثیت عُرفی کی حد تک پہنچ گئے تھے مجھے یہ حق دیتے تھے کہ اُن بیجا اور باطل الزامون کا عدالت کے ذریعہ سے تدارک کروں ۔ مگر میں باوجود مظلوم ہونے کے کسی کو آزار دینا نہیں چاہتا اور ان تمام باتوں کو حوالہ بخدا کرتا ہوں ۔

یہ بھی ذکر کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے اپنے بیان میں کہیں اشارۃً اور کہیں صراحتاً میری نسبت بیان کیا ہے کہ گویا میرا وجود گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے مگر میں اس اشتہار کے ذریعہ سے حکّام کو اِطلاع دیتا ہوں کہ ایسا خیال میری نسبت

ایک ظلم عظیم ہے۔ میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکّا خیر خواہ ہے۔ میرا والد میرزا غلام مُرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کُرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھکر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنے پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیات خوشنودی حُکّام اُن کو ملی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں مگر تین چٹھیات جو مدت سے چھپ چکی ہیں اُن کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں✤۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات

نقل مُراسلہ

(ولسن صاحب)

نمبر ۳۵۳

تہور پناہ شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضےٰ رئیس قادیان حفظہٗ

عریضہ شما مشعر بر یاد دہانی خدمات و حقوق خود و خاندان خود بملاحظہ حضور اینجانب در آمد ماخوب میدانیم کہ بلاشک شما و خاندان شما از ابتدائے دخل و حکومت سرکار انگریزی جان نثار وفا کیش ثابت قدم ماندہ اید۔ و حقوق شما در اصل قابل قدر اند۔ بہر نہج تسلی و تشفی دارید۔ سرکار انگریزی حقوق و

Translation of Certificate of
J. M. Wilson

To,

Mirza Ghulam Murtaza Khan
Chief of Qadian

I have persued your application reminding me of your and your family's past services and rights I am well aware that since the introduction of the British Govt. you and your family have certainly remained devoted faithful and steady subjects and that your rights are really worthy of regard. In every respect you may rest assured and satisfied that the

کے بعد میرا بڑا بھائی میرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا۔ اور جب تموں کے
گذر پہ مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی

خدمات شما غور و توجہ کردہ خواہد شد۔
باید کہ ہمیشہ ہوا خواہ و جان نثار
سرکار انگریزی بمانند کہ دریں امر خوشنودی
سرکار و بہبودی شما متصور است۔ فقط
المرقوم ۱۱ رجون ۱۸۴۹ء مقام لاہور انارکلی

British Govt. will never forget your family's rights and services which will receive due considera-tion when a favourable oppurtuni-ty offers itself.

You must continue to be faithful and devoted objects as in it lies the satisfaction of the Govt. and your wellfare.

11.6.1849 Lahore.

نقل مراسلہ

(رابرٹ کسٹ صاحب بہادر کمشنر لاہور)

تہور و شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضےٰ
رئیس قادیان بعافیت باشند۔

میں شریک تھا۔ پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم
سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ[١٧]

ازانجا کہ بہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ
۱۸۵۷ء از جانب آپ کے رفاقت و خیرخواہی
و مدد دہی سرکار دولتمدار انگلشیہ درباب
نگاہداشت سواران و بہمرسانی اسپاں
بخوبی بمنصہ ظہور پہونچی اور شروع مفسدہ
سے آج تک آپ بدل ہواخواہ سرکار رہے
اور باعث خوشنودی سرکار ہوا لہذا
بجلدوی اس خیرخواہی اور خیرسگالی کے
خلعت مبلغ دوصد روپیہ کا سرکار سے
آپ کو عطا ہوتا ہے اور حسب منشا چٹھی
صاحب چیف کمشنر بہادر نمبری ۵۷۶
مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۵۸ء پروانہ ہذا
باظہار خوشنودی سرکار و نیکنامی و
وفاداری بنام آپ کے لکھا جاتا ہے۔
مرقومہ تاریخ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء

Translation of
Mr. Robert Cast's Certificate

To,

Mirza Ghulam Murtaza Khan,
Chief of Qadian.

As you rendered great help in enlisting sowars and supplying horse to Govt. in the mutiny of 1857 and maintained loyalty since its beginning upto date and thereby gained the favour of Govt. a *Khalat* worth Rs. 200/- is presented to you in recognition of good services, and as a reward for your loyalty.

Moreover in accordance with the wishes of Chief Commissioner as conveyed in his no. 576 dt. 10th August 58. This parvana is addressed to you as a token of satisfaction of Govt. for your fedelity and repute.

برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں اُن سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت موثر تقریریں لکھیں۔ اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزارہا روپیہ

نقل مراسلہ
فنانشل کمشنر پنجاب

مشفق مہربان دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہٗ۔

آپ کا خط ۲۔ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گذرا مرزا غلام مرتضےٰ صاحب آپ کے والد کی وفات سے ہم کو بہت افسوس ہوا مرزا غلام مرتضےٰ سرکار انگریزی کا اچھا خیرخواہ اور وفادار رئیس تھا۔ ہم آپ کی خاندانی لحاظ سے اُسی طرح پر عزت کریں گے جس طرح تمہارے باپ وفادار کی کی جاتی تھی ہم کو کسی اچھے موقعہ کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابجائی کا خیال رہیگا۔ المرقوم ۲۹ جون ۱۸۷۶ء۔ الراقم سر رابرٹ ایجرٹن صاحب بہادر فنانشل کمشنر پنجاب

Translation of Sir Robert Egerton
Financial Commr's;
Murasala dt. 29 June 1876

My dear friend Ghulam Qadir

I have persued your letter of the 2nd instant and deeply regret the death of your father Mirza Ghulam Murtza who was great well wisher and faithful Chief of Govt.

In consideration of your family services I will esteem you with the same respect as that bestowed on your loyal father. I will keep in mind the restoration and wellfare of your family when a favourable opportunity occurs.

خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شایع کی گئیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت اُن کا اثر ہوگا۔ کیا اس قدر بڑی کارروائی اور اس قدر دور دراز مدت تک ایسے انسان سے ممکن ہے جو دل میں بغاوت کا ارادہ رکھتا ہو؟ پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لئے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا۔ کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر ہے؟ اگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیرخواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شایع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی؟ یہ سلسلہ ایک دو دن کا نہیں بلکہ برابر سترہ سال کا ہے اور اپنی کتابوں اور رسالوں کے جن مقامات میں مَیں نے یہ تحریریں لکھی ہیں اُن کتابوں کے نام معہ اُن کے نمبر صفحوں کے یہ ہیں۔ جن میں سرکار انگریزی کی خیرخواہی اور اطاعت کا ذکر ہے۔

نمبر	نام کتاب	تاریخ طبع	نمبر صفحہ
۱	براہین احمدیہ حصّہ سوم	۱۸۸۲ء	الف سے ب تک (شروع کتاب)
۲	براہین احمدیہ حصہ چہارم	۱۸۸۴ء	الف سے د تک ایضاً
۳	آریہ دھرم (نوٹس) دربارۂ توسیع دفعہ ۲۹۸	۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء	۵۷ سے ۶۴ تک آخر کتاب
۴	التماس شامل آریہ دھرم ایضاً	۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۴ تک آخر کتاب
۵	درخواست شامل آریہ دھرم ایضاً	۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء	۶۹ سے ۷۲ تک آخر کتاب
۶	خط دربارہ توسیع دفعہ ۲۹۸	۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء	۱ سے ۸ تک
۷	آئینہ کمالات اسلام	فروری ۱۸۹۳ء	۱۷ سے ۲۰ تک اور ۵۱۱ سے ۵۲۸ تک
۸	نور الحق حصہ اوّل (اعلان)	۱۳۱۱ھ	۲۳ سے ۵۴ تک

۹	شہادۃ القرآن (گورنمنٹ کی توجہ کے لائق)	۲۲ستمبر ۱۸۹۳ء	الف سے ع تک آخر کتاب
۱۰	نور الحق حصہ دوم	۱۳۱۱ھ	۴۹ سے ۵۰ تک
۱۱	سر الخلافہ	۱۳۱۲ھ	۱۷ سے ۳۷ تک
۱۲	اتمام الحجہ	۱۳۱۱ھ	۲۵ سے ۲۷ تک
۱۳	حمامۃ البشرٰی	۱۳۱۱ھ	۳۹ سے ۴۲ تک
۱۴	تحفہ قیصریّہ	۲۵مئی ۱۸۹۷ء	تمام کتاب
۱۵	ست بچن	نومبر ۱۸۹۵ء	۱۵۳ سے ۱۵۴ تک اور ٹائٹل پیج
۱۶	انجام آتھم	جنوری ۱۸۹۷ء	۲۸۳ سے ۲۸۴ تک آخر کتاب
۱۷	سراج منیر	مئی ۱۸۹۷ء	صفحہ ۴۷
۱۸	تکمیل تبلیغ معہ شرائط بیعت	۱۲جنوری ۱۸۸۹ء	صفحہ ۴ حاشیہ اور صفحہ ۶ شرط چہارم
۱۹	اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور عام اطلاع کیلئے	۲۷فروری ۱۸۹۵ء	تمام اشتہار یکطرفہ
۲۰	اشتہار دربارہ سفیر سلطان روم	۲۴مئی ۱۸۹۷ء	۱ سے ۳ تک
۲۱	اشتہار جلسہ احباب بر جشن جوبلی بمقام قادیان	۲۳جون ۱۸۹۷ء	۱ سے ۴ تک
۲۲	اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی حضرت قیصرہ دام ظلہا	۷جون ۱۸۹۷ء	تمام اشتہار یک ورق
۲۳	اشتہار متعلق بزرگ	۲۵جون ۱۸۹۷ء	صفحہ ۱۰
۲۴	اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ معہ ترجمہ انگریزی	۱۰دسمبر ۱۸۹۴ء	تمام اشتہار ۱ سے ۷ تک

اور حال میں جب حسین کامی سفیر روم قادیان میں میری ملاقات کے لئے آیا اور اُس نے مجھے اپنی گورنمنٹ کے اغراض سے مخالف پاکر ایک سخت مخالفت ظاہر کی وہ تمام حال بھی مَیں نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۴مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کر دیا ہے وہی اشتہار تھا جس کی وجہ سے بعض مسلمان اڈیٹروں نے بڑی مخالفت ظاہر کی اور بڑے جوش میں آکر مجھ کو

گالیاں دیں کہ یہ شخص سلطنت انگریزی کو سلطان روم پر ترجیح دیتا ہے اور رومی سلطنت کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم اس کی ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف اعتقاد کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیرخواہی کے سبب سے بھی ملامتوں کا نشانہ بن رہا ہے کیا اُس کی نسبت یہ ظن ہو سکتا ہے کہ وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے؟ یہ بات ایک ایسی واضح تھی کہ ایک بڑے سے بڑے دشمن کو بھی جو محمد حسین بٹالوی ہے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور میں اسی مقدمہ ڈاکٹر ہنری کلارک میں اپنی شہادت کے وقت میری نسبت بیان کرنا پڑا کہ یہ سرکار انگریزی کا خیرخواہ اور سلطنت روم کے مخالف ہے۔ اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کئے ہیں صاف ظاہر ہے کہ میں سرکار انگریزی کا بدل وجان خیرخواہ ہوں۔ اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے۔ اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ پرچہ شرائط بیعت جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے بعض اشخاص کی موت وغیرہ کی نسبت پیش گوئی کی ہے لیکن نہ اپنی طرف سے بلکہ اُس وقت اور اُس حالت میں کہ جب کہ اُن لوگوں نے اپنی رضا اور رغبت سے ایسی پیش گوئی کے لئے مجھے تحریری اجازت دی۔ چنانچہ ان کے ہاتھ کی تحریریں اب تک میرے پاس موجود ہیں۔ جن میں سے بعض ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں شامل مثل کی گئی ہیں۔ مگر چونکہ باوجود اجازت دینے کے پھر بھی ڈاکٹر کلارک صاحب نے اُن پیشگوئیوں کا ذکر کیا اور اصل واقعات کو چھپایا اس لئے آئندہ

* بعض ہمارے مخالف جن کو افترا اور جھوٹ بولنے کی عادت ہے لوگوں کے پاس کہتے ہیں کہ ڈپٹی کمشنر نے آئندہ پیشگوئیاں کرنے سے منع کر دیا ہے خاص کر ڈرانیوالی پیشگوئیوں اور عذاب کی پیشگوئیوں سے سخت ممانعت کی ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں ہم کو کوئی ممانعت نہیں ہوئی اور عذابی پیشگوئیوں میں جس طریق کو ہم نے اختیار کیا ہے۔ یعنے رضامندی لینے کے بعد پیشگوئی کرنا اس طریق پر عدالت اور قانون کا کوئی اعتراض نہیں۔ منہ

میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی درخواستوں پر کوئی انذاری پیشگوئی کی جائے بلکہ آیندہ ہماری طرف سے یہ اصول رہے گا کہ اگر کوئی ایسی انذاری پیشگوئیوں کے لئے درخواست کرے تو اس کی طرف ہرگز توجہ نہیں کی جائے گی جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے پیش نہ کرے۔ یہ ایک ایسا طریق ہے جس میں کسی مکر کی گنجائش نہیں رہے گی۔

یہ بات بھی میں تسلیم کرتا ہوں کہ مخالفوں کے مقابل پر تحریری مباحثات میں کسی قدر میرے الفاظ میں سختی استعمال میں آئی تھی۔ لیکن وہ ابتدائی طور پر سختی نہیں ہے بلکہ وہ تمام تحریریں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے جن کے مقابل پر کسی قدر سختی مصلحت تھی۔ اِس کا ثبوت اُس مقابلہ سے ہوتا ہے جو میں نے اپنی کتابوں اور مخالفوں کی کتابوں کے سخت الفاظ اکٹھے کر کے کتاب مثل مقدمہ مطبوعہ کے ساتھ شامل کئے ہیں جس کا نام میں نے **کتابُ البریّت** رکھا ہے اور با ایں ہمہ مَیں نے ابھی بیان کیا ہے کہ میرے سخت الفاظ **جوابی** طور پر ہیں **ابتدا** سختی کی مخالفوں کی طرف سے ہے۔

اور میں مخالفوں کے سخت الفاظ پر بھی صبر کر سکتا تھا۔ لیکن دو مصلحت کے سبب سے میں نے جواب دینا مناسب سمجھا تھا۔ **اوّل** یہ کہ تا مخالف لوگ اپنے سخت الفاظ کا سختی میں جواب پاکر اپنی روش بدلالیں اور آیندہ تہذیب سے گفتگو کریں۔ **دوم** یہ کہ تا مخالفوں کی نہایت ہتک آمیز اور غصہ دلانے والی تحریروں سے عام مسلمان جوش میں نہ آویں اور سخت الفاظ کا جواب بھی کسی قدر سخت پاکر اپنی پر جوش طبیعتوں کو اس طرح سمجھالیں کہ اگر اُس طرف سے سخت الفاظ استعمال ہوئے تو ہماری طرف سے بھی کسی قدر سختی کے ساتھ اُن کو جواب مل گیا اور اس طرح وہ وحشیانہ انتقاموں سے دستکش رہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ ایسی مذہبی تحریروں سے جیسا کہ **لیکھرام** اور **اندرمن**

اور دیانند اور پادری عماد الدین کی کتابیں اور پرچہ نور افشاں لودیانہ کے اکثر مضمون ہیں فتنہ اور اشتعال کا سخت احتمال تھا مگر چونکہ اُن کتابوں کے مقابل پر کتابیں تالیف ہوئیں اور سخت باتوں کا جواب کسی قدر سخت باتوں کے ساتھ ہو گیا اِسلئیے مسلمانوں کے عوام کا جوش اندر ہی اندر دب گیا ۔

یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر سخت الفاظ کے مقابل پر دوسری قوم کی طرف سے کچھ سخت الفاظ استعمال نہ ہوں تو ممکن ہے کہ اُس قوم کے جاہلوں کا غیظ و غضب کوئی اور راہ اختیار کرے۔ مظلوموں کے بخارات نکلنے کیلئے یہ ایک حکمت عملی ہے کہ وہ بھی مباحثات میں سخت حملوں کا سخت جواب دیں۔ لیکن یہ طرز پھر بھی کچھ بہت قابل تعریف نہیں بلکہ اس سے تحریرات کا روحانی اثر گھٹ جاتا ہے اور کم سے کم نقصان یہ ہے کہ اس سے ملک میں بداخلاقی پھیلتی ہے۔ یہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ عام طور پر ایک سخت قانون جاری کرکے ہر ایک مذہبی گروہ کو سخت الفاظ کے استعمال سے ممانعت کر دے تا کسی قوم کے پیشوا اور کتاب کی توہین نہ ہو۔ اور جب تک کسی قوم کی معتبر اور مسلم کتابوں سے واقعات صحیحہ معلوم نہ ہوں جن سے اعتراض پیدا ہو سکتا ہو کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ ایسے قانون سے ملک میں بہت امن پھیل جائیگا اور مفسد طبع فتنہ انگیز لوگوں کے مونہہ بند ہو جائیں گے اور تمام مذہبی بحثیں علمی رنگ میں آجائیں گی۔ اسی غرض سے میں نے ایک درخواست گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے طیار کی ہے اس کے ساتھ کئی ہزار مسلمانوں کے دستخط بھی ہیں مگر چونکہ اب تک کافی دستخط نہیں ہوئے اسلئیے ابھی تک توقف ہے۔ مگر درحقیقت یہ ایسا کام ہے کہ ضرور اس طرف گورنمنٹ کی توجہ چاہیئے۔ حفظِ امن کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ ہتک آمیز اور فتنہ انگیز الفاظ سے ہر ایک قوم پرہیز کرے۔ اور کسی مذہب پر وہ الزام نہ لگائے جس کو اُس مذہب کے حامی قبول نہیں کرتے اور نہ ان کی مُسلّم اور معتبر کتابوں میں اس کا کوئی اصل صحیح پایا جاتا ہے۔ اور نہ ایسا الزام

لگائے جو اُس کی مُسلّم کتابوں یا نبیوں پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اور جو شخص اس ہدائیت کی خلاف ورزی کرے اس کے لئے کوئی سزا مقرر ہو۔ بے شک بغیر اس تدبیر کے مذہبی فتنوں کا زہریلا بیج بکلی دور نہیں ہو سکتا۔

میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ ڈاکٹر کلارک نے میری بعض مذہبی تحریریں پیش کر کے عدالت میں یہ خلاف واقعہ بیان کیا ہے کہ یہ سخت لفظ خود بخود اُن کی نسبت کہے گئے ہیں۔ مَیں حکام کو یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز یہ میری عادت میں داخل نہیں کہ خود بخود کسی کو آزار دوں اور نہ ایسی عادت کو میں پسند کرتا ہوں۔ بلکہ جو کچھ سخت الفاظ میں لکھا گیا وہ سخت الفاظ کا جواب تھا۔ مگر مخالفوں کی سختی سے نہایت کم۔ تاہم یہ طریق بھی میری طبیعت اور عادت سے مخالف ہے۔ اور جیسا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ پر مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ آئندہ اشتعال کو روکنے کے لئے مباحثات میں نرم اور مناسب الفاظ کو استعمال کیا جائے میں اسی پر کاربند رہنا چاہتا ہوں اور اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے **تمام مُریدوں** کو جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہوں **نہایت تاکید سے سمجھاتا ہوں** کہ وہ بھی اپنے مباحثات میں اس طرز کے کاربند رہیں۔ اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے اِس سے شرائط بیعت کی **دفعہ چہارم** میں سمجھایا ہے سرکار انگریزی کی سچی خیر خواہی اور بنی نوع کی سچی ہمدردی کریں اور اشتعال دینے والے طریقوں سے اجتناب رکھیں اور پرہیزگار اور صالح اور بے شر انسان بن کر پاک زندگی کا نمونہ دکھلائیں۔ اور اگر کوئی ان میں سے ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو یا بے جا جوش اور وحشیانہ حرکت اور بدزبانی سے کام لے تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ اِن صورتوں میں ہماری جماعت کے سلسلہ سے **باہر متصوّر ہوگا اور مجھ سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا**۔ دیکھو! آج میں کھلے کھلے لفظوں سے آپ

لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ لوگ ہر ایک مفسدہ اور فتنہ کے طریق سے مجتنب رہیں اور صبر اور برداشت کی عادت کو اور بھی ترقی دیں اور بدی کی تمام راہوں سے اپنے تئیں دور رکھیں اور ایسا نمونہ دکھلائیں جس سے آپ لوگوں کی ہر ایک نیک خلق میں زیادت ثابت ہو۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ جو اہل علم اور فاضل اور تربیت یافتہ اور نیک مزاج ہیں ایسا ہی کریں گے۔ مگر یاد رہے اور خوب یاد رہے کہ جو شخص ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ✤

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں **اوّل** یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کر کے اس کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا۔ اُس کی عظمت کو دل میں بٹھانا۔ اور اُس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اُس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا اور اس کو واحد لاشریک جاننا اور اس کے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اُس کا مرتبہ نہ دینا۔ اور درحقیقت اُس کو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنے والا اور مالک یقین کرنا۔ **دوم** یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی کے ساتھ پیش آنا۔ اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا اور کم سے کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا۔ **سوم** یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے یعنے گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے اُس کی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دور رہنا جو اس کو تشویش میں ڈالیں۔ یہ اصول ثلٰثہ ہیں جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہیئے اور جن میں اعلےٰ سے اعلےٰ نمونے دکھلانے چاہئیں۔

اور یاد رہے کہ یہ اشتہار مخالفین کے لئے بھی بطور **نوٹس** ہے۔ چونکہ ہم نے

✤ میری جماعت میں بڑے بڑے معزز اہل اسلام داخل ہیں۔ جن میں بعض تحصیلدار اور بعض اکسٹرا اسسٹنٹ اور ڈپٹی کلکٹر اور بعض وکلاء اور بعض تاجر اور بعض رئیس اور جاگیردار اور نواب اور بعض بڑے بڑے فاضل اور ڈاکٹر اور بی اے اور ایم اے اور بعض سجادہ نشین ہیں۔ منہ

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے یہ عہد کر لیا ہے کہ آئندہ ہم سخت الفاظ سے کام نہ لینگے
اس لئے حفظ امن کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام مخالف بھی
اس عہد کے کاربند ہوں۔ اور یہی وجہ تھی کہ ہم نے عدالت کے سامنے اس بحث کو طول دینا
نہیں چاہا حالانکہ ہمارے تمام سخت الفاظ جوابی تھے اور نیز ان کے مقابل پر نہایت
کم۔ سو ہم نے **جوابی طور کے سخت الفاظ کو بھی چھوڑنا چاہا**۔ کیونکہ ہمارا
مدت سے یہ ارادہ تھا کہ تمام قومیں مباحثات میں الفاظ کی سختی کو استعمال نہ کریں۔ اسی
ارادہ کی وجہ سے ہم نے اُس درخواست پر دستخط مسلمانوں کے کرائے ہیں۔ جس کو
عنقریب بحضور جناب نواب گورنر جنرل بہادر بھیجنے کا ارادہ ہے۔ سو مخالفین مذہب
کو بذریعہ اس نوٹس کے عام **اطلاع** دی جاتی ہے کہ اس فیصلہ کے بعد وہ
بھی مباحثات میں اپنی روشیں بدلالیں۔ اور آئندہ سخت اور جوش پیدا کرنے والے
الفاظ اور ہتک آمیز الفاظ اپنے اخباروں اور رسالوں میں ہرگز استعمال نہ کریں۔
اور اگر اب بھی اس نوٹس کے شائع ہونے کے بعد انہوں نے اپنے سابق
طریق کو نہ چھوڑا تو انہیں **یاد رہے** کہ ہمیں یا ہم میں سے کسی کو حق حاصل ہوگا کہ بذریعہ
عدالت چارہ جوئی کریں۔ حفظ امن کے لئے ہر ایک قوم کا فرض ہے کہ فتنہ انگیز
تحریروں سے اپنے تئیں بچائے۔ پس جو شخص اس نوٹس کے شائع ہونے کے بعد
بھی اپنے تئیں سخت الفاظ اور بد زبانی اور توہین سے روک نہ سکے ایسا شخص درحقیقت
گورنمنٹ کے مقاصد کا دشمن اور فتنہ پسند آدمی ہے۔ اور عدالت کا فرض ہوگا کہ امن کو قائم
رکھنے کے لئے اس کی گوشمالی کرے۔

بحث کرنے والوں کے لئے یہ بہتر طریق ہوگا کہ کسی مذہب پر بے ہودہ طور پر
اعتراض نہ کریں بلکہ ان کی مسلم اور معتبر کتابوں کی رو سے ادب کے ساتھ اپنے شبہات پیش کریں
اور ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین سے اپنے تئیں بچاویں اور مباحثات میں حکیمانہ طرز اختیار کریں اور ایسے

اعتراض بھی نہ کریں جو اُن کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک مسلمان عیسائی عقیدہ پر اعتراض کرے تو اس کو چاہیئے کہ اعتراض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اور عظمت کا پاس رکھے اور ان کی وجاہت اور مرتبہ کو نہ بھلا دے۔ ہاں وہ نہایت نرمی اور ادب سے اس طرح اعتراض کر سکتا ہے کہ خدا نے جو بیٹے کو دنیا میں بھیجا تو کیا یہ کام اُس نے اپنی قدیم عادت کے موافق کیا یا خلاف عادت؟ اگر عادت کے موافق کیا تو پہلے بھی کئی بیٹے اس کے دنیا میں آئے ہوں گے اور مصلوب بھی ہوئے ہوں گے یا ایک ہی بیٹا بار بار آیا ہو گا۔ اور اگر یہ کام خلافِ عادت ہے تو خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا اپنی ازلی ابدی عادتوں کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ یا مثلاً یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے گناہوں کے سبب سے خدا کی نظر میں لعنتی ٹھہر گئے تھے کیونکہ لعنت کے معنے لُغت کے رُو سے یہ ہیں کہ خدا اُس شخص سے جس پر لعنت کی گئی ہے بیزار ہو جائے اور وہ شخص خدا سے بیزار ہو جائے اور دونوں میں باہم دشمنی واقع ہو جائے۔ اور شخص ملعون خدا کے قرب سے دور جا پڑے۔ اور یہ ذلیل حالت ایسے شخص کی کبھی نہیں ہو سکتی جو درحقیقت خدا کا پیارا ہے۔ اور جب کہ لعنت جائز نہ ہوئی تو کفّارہ باطل ہوا۔ غرض ایسے اعتراض جن میں معقول تقریر کے ساتھ کسی فرقہ کے عقائد کی غلطی کا اظہار ہو، ہر ایک محقق کا حق ہے جو نرمی اور ادب کے ساتھ پیش کرے اور حتی الوسع یہ کوشش ہو کہ وہ تمام اعتراضات علمی رنگ میں ہوں تا لوگوں کو اُن سے فائدہ پہنچ سکے اور کوئی مفسدہ اور اشتعال پیدا نہ ہو۔

اور یہ خدا تعالےٰ کا شکر کرنے کا مقام ہے کہ ہم لوگ جو مسلمان ہیں ہمارے اصول میں یہ داخل ہے کہ گذشتہ نبیوں میں سے جن کے فرقے اور قومیں اور اُمتیں بکثرت دنیا میں پھیل گئی ہیں کسی نبی کی تکذیب نہ کریں کیونکہ ہمارے اسلامی اصول کے موافق خدا تعالےٰ مفتری کو ہرگز یہ عزت نہیں بخشتا کہ وہ ایک سچے نبی کی طرح مقبول خلائق ہو کر ہزارہا فرقے اور قومیں اسکو مان لیں اور اُس کا دین زمین پر جم جاوے اور عمر پائے لہذا ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ہم تمام قوموں

کے نبیوں کو جنہوں نے خدا کے الہام کا دعویٰ کیا اور مقبول خلائق ہو گئے اور اُن کا دین زمین پر جم گیا خواہ وہ ہندی تھے یا فارسی۔ چینی تھے یا عبرانی خواہ کسی اور قوم میں سے تھے درحقیقت سچے رسول مان لیں۔ اور اگر ان کی امتوں میں کوئی خلاف حق باتیں پھیل گئی ہوں تو ان باتوں کو ایسی غلطیاں قرار دیں جو بعد میں داخل ہو گئیں۔ یہ اصول ایک ایسا دلکش اور پیارا ہے جس کی برکت سے انسان ہر ایک قسم کی بدزبانی اور بدتہذیبی سے بچ جاتا ہے اور درحقیقت واقعی امر یہی ہے کہ جھوٹے نبی کو خدا تعالیٰ اپنے کروڑہا بندوں میں ہرگز قبولیت نہیں بخشتا اور اُس کو وہ عزت نہیں دیتا جو سچوں کو دی جاتی ہے اور صدیوں اور زمانوں میں اُس کی قبولیت ہرگز قائم نہیں رہ سکتی بلکہ بہت جلد اس کی جماعت متفرق ہو جاتی اور اس کا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

سو اے دوستو اس اصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی ہماری جماعت میں کو مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کے رُو سے چارہ جوئی کرے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے مقابل پر سختی کر کے کسی مُفسدہ کو پیدا کریں۔ یہ تو وہ وصیت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی۔ اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اُس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے۔

مگر ہم اپنی عادل گورنمنٹ سے یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ جو لوگ آئندہ مخالفانہ حملے توہین اور بدزبانی کے ساتھ ہم پر کریں یا ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یا قرآن شریف پر یا اسلام پر تو ان کی بدزبانی کا تدارک بھی واجب طور پر کیا جائے۔ اور ہم لکھ چکے ہیں اور پھر دوبارہ لکھتے ہیں کہ ہماری یہ جماعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیرخواہ ہے اور ہمیشہ خیرخواہ رہے گی۔ اور میری تمام جماعت کے لوگ درحقیقت غریب مزاج اور

امن پسند اور اول درجہ کے خیر خواہ سرکار انگریزی ہیں۔ اور بایں ہمہ معزز اور شریف ہیں۔

اور بعض نادانوں کا یہ خیال کہ گویا میں نے افترا کے طور پر الہام کا دعوے کیا ہے غلط ہے بلکہ درحقیقت یہ کام اُس قادر خدا کا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اس جہان کو بنایا ہے۔ جس زمانہ میں لوگوں کا ایمان خدا پر کم ہو جاتا ہے اُس وقت میرے جیسا ایک انسان پیدا کیا جاتا ہے اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اُس کے ذریعہ سے اپنے عجائب کام دکھلاتا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ خدا ہے۔ میں عام اطلاع دیتا ہوں کہ کوئی انسان خواہ ایشیائی ہو خواہ یوروپین اگر میری صحبت میں رہے تو وہ ضرور کچھ عرصہ کے بعد میری ان باتوں کی سچائی معلوم کرے گا۔

یاد رہے کہ یہ باتیں حفظِ امن کے مخالف نہیں۔ ہم دنیا میں فروتنی کے ساتھ زندگی بسر کرنے آئے ہیں اور بنی نوع کی ہمدردی اور اس گورنمنٹ کی خیر خواہی جس کے ہم ماتحت ہیں یعنے گورنمنٹ برطانیہ ہمارا اصول ہے۔ ہم ہرگز کسی مفسدہ اور نقضِ امن کو پسند نہیں کرتے اور اپنی گورنمنٹ انگریزی کی ہر ایک وقت میں مدد کرنے کے لئے طیار ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کا شکر کرتے ہیں جس نے ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا ہے۔ فقط المرقوم ۲۰ر ستمبر ۱۸۹۷ء۔

المشتھر

میرزا غلام احمد از قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

مقدمہ

یہ کتاب جس کا نام **کتاب البریّت** ہے اِس غرض سے چھاپی جاتی ہے کہ تا اِس مقدمہ میں غور کرکے ہر ایک شخص سوچے اور سمجھے کہ کیونکر خدا تعالےٰ اُن لوگوں کو جو اُس پر توکّل کرتے ہیں دشمنوں کے بہتانوں اور افتراؤں سے بچالیتا ہے اور کیونکر وہ اپنے مخلص بندوں کے لئے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے ان تمام بہتانوں اور بناوٹوں کی حقیقت کھُل جاتی ہے جو اُن کے ہلاک کرنے کے لئے بنائی جاتی ہیں۔

درحقیقت وہ خدا بڑا زبردست اور قوی ہے جس کی طرف محبّت اور وفا کے ساتھ جھکنے والے ہرگز ضائع نہیں کئے جاتے۔ دشمن کہتا ہے کہ میں اپنے منصوبوں سے اُن کو ہلاک کر دوں اور بد اندیش ارادہ کرتا ہے کہ میں ان کو کچل ڈالوں۔ مگر خدا کہتا ہے کہ اے نادان کیا تو میرے ساتھ لڑے گا؟ اور میرے عزیز کو ذلیل کر سکے گا؟ درحقیقت زمین پر کچھ نہیں ہو سکتا مگر وہی جو آسمان پر پہلے ہو چکا۔ اور کوئی زمین کا ہاتھ اس قدر سے زیادہ لمبا نہیں ہو سکتا جسقدر کہ وہ آسمان پر لمبا کیا گیا ہے۔ پس ظلم کے منصوبے باندھنے والے سخت نادان ہیں جو اپنے مکروہ اور قابل شرم منصوبوں کے وقت اُس برتر ہستی کو یاد

نہیں رکھتے جس کے ارادہ کے بغیر ایک پتہ بھی گر نہیں سکتا۔ لہٰذا وہ اپنے ارادوں میں ہمیشہ ناکام اور شرمندہ رہتے ہیں اور ان کی بدی سے راستبازوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا بلکہ خدا کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور خلق اللہ کی معرفت بڑھتی ہے وہ قوی اور قادر خدا اگرچہ ان آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا مگر اپنے عجیب نشانوں سے اپنے تئیں ظاہر کر دیتا ہے۔ اور بداندیشوں کے حملے راستبازوں پر قدیم سے ہوتے چلے آئے ہیں۔ مجھ سے پہلے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بھی یہی ارادہ کیا تھا کہ ناحق مجرم ٹھہرا کر سولی دلا دیں۔ مگر خدا کی قدرت دیکھو کہ کس طرح اُس نے اپنے اُس مقبول کو بچا لیا۔ اُس نے پیلاطوس کے دل میں ڈال دیا کہ یہ شخص بے گناہ ہے اور فرشتہ نے خواب میں اس کی بیوی کو ایک رُعب ناک نظارہ میں ڈرایا کہ اس شخص کے مصلوب ہونے میں تمہاری تباہی ہے۔ پس وہ ڈر گئے اور اُس نے اپنے خاوند کو اس بات پر مستعد کیا کہ کسی حیلہ سے مسیح کو یہودیوں کے بدارادہ سے بچا لے۔ پس اگرچہ وہ بظاہر یہودیوں کے آنسو پونچھنے کے لئے صلیب پر چڑھایا گیا لیکن وہ قدیم رسم کے موافق نہ تین دن صلیب پر رکھا گیا جو کسی کے مارنے کے لئے ضروری تھا اور نہ ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ یہ کہہ کر بچا لیا گیا کہ "اُس کی تو جان نکل گئی"۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا تا خدا کا مقبول اور راستباز نبی جرائم پیشہ کی موت سے مر کر یعنے صلیب کے ذریعہ سے جان دے کر اُس لعنت کا حصہ نہ لیوے جو روز ازل سے اُن شریروں کے لئے مقرر ہے جن کے تمام علاقے خدا سے ٹوٹ جاتے ہیں اور درحقیقت جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے وہ خدا کے دشمن اور خدا ان کا دشمن ہو جاتا ہے۔ پس کیونکر وہ لعنت جس کا یہ ناپاک مفہوم ہے ایک برگزیدہ پر وارد ہو سکتی ہے؟ سو اِس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی موت سے بچائے گئے۔ اور جیسا کہ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے وہ کشمیر میں آکر فوت ہوئے اور اب تک نبی شہزادہ کے نام پر کشمیر میں اُن کی قبر موجود ہے۔ اور لوگ بہت تعظیم سے

اُس کی زیارت کرتے ہیں اور عام خیال ہے کہ وہ ایک شہزادہ نبی تھا جو اسلامی ملکوں کی طرف سے اسلام سے پہلے کشمیر میں آیا تھا اور اس شہزادہ کا نام غلطی سے بجائے یسوؔع کے کشمیر میں یوز آسف کرکے مشہور ہے جس کے معنے ہیں کہ یسوع غم ناک۔ اور جب پلاطوس کی بیوی کو فرشتہ نظر آیا اور اس نے اُس کو دھمکایا کہ اگر یسوع مارا گیا تو تمہاری تباہی ہوگی یہی اشارہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بچانے کے لئے تھا۔ ایسا دُنیا میں کبھی نہیں ہوا کہ اس طرح پر کسی راستباز کی حمایت کے لئے فرشتہ ظاہر ہوا ہو اور پھر رویا میں فرشتہ کا ظاہر ہونا عبث اور لاحاصل گیا ہو اور جس کی سفارش کے لئے آیا ہو وہ ہلاک ہوگیا ہو۔ غرض یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اُس وقت کے یہودی اپنے ارادہ میں نامراد رہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس کوٹھے میں رکھے گئے تھے جو قبر کے نام سے مشہور تھا اور دراصل ایک بڑا وسیع کوٹھا تھا وہ اُس سے تیسرے دن بخیر وعافیت باہر آگئے اور شاگردوں کو ملے اور اُن کو مبارک باد دی کہ میں خدا کے فضل سے دنیوی زندگی کے ساتھ بدستور اب تک زندہ ہوں اور پھر اُن کے ہاتھ سے لے کر روٹی اور کباب کھائے اور اپنے زخم ان کو دکھلائے اور چالیس دن تک اُن کے ان زخموں کا اُس مرہم کے ساتھ علاج ہوتا رہا جس کو قرابادینوں میں مرہم عیسےٰ یا مرہم رُسل یا مرہم حواریین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ مرہم چوٹ وغیرہ کے زخموں کے لئے بہت مفید ہے اور قریبًا طب کی ہزار کتاب میں اس مرہم کا ذکر ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے اُس کو بنایا گیا تھا۔ وہ پورانی طب کی کتابیں عیسائیوں کی جو آج سے چودہ سو برس پہلے رومی زبان میں تصنیف ہو چکی تھیں اُن میں اس مرہم کا ذکر ہے۔ اور یہودیوں اور مجوسیوں کی طبابت کی کتابوں میں بھی یہ نسخہ مرہم عیسےٰ کا لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرہم الہامی ہے اور اس وقت جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر کسی قدر زخم پہنچے تھے انہیں دنوں میں خدا تعالےٰ نے بطور الہام یہ دوائیں اُن پر ظاہر کی تھیں۔

یہ مرہم پوشیدہ راز کا نہایت یقینی طور پر پتہ لگاتی ہے اور قطعی طور پر ظاہر کرتی ہے کہ درحقیقت حضرت عیسےٰ علیہ السّلام صلیبی موت سے بچائے گئے تھے کیونکہ اِس مرہم کا تذکرہ صرف اہل اسلام کی ہی کتابوں میں نہیں کیا گیا بلکہ قدیم سے عیسائی یہودی مجوسی اور اطبّاءِ اسلام اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کرتے آئے ہیں۔ اور نیز یہ بھی لکھتے آئے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی چوٹوں کے لئے یہ مرہم طیّار کی گئی تھی۔ حُسن اتفاق سے یہ سب کتابیں موجود ہیں اور اکثر چھپ چکی ہیں اگر کسی کو سچائی کا پتہ لگانا اور راستی کا سُراغ چلانا منظور ہو تو ضرور ان کتابوں کا ملاحظہ کرے شاید آسمانی روشنی اس کے دل پر پڑ کر ایک بھاری بلا سے نجات پا جائے اور حقیقت کھُل جائے۔ اس مرہم کو ادنےٰ ادنےٰ طبابت کا مذاق رکھنے والے بھی جانتے ہیں یہاں تک کہ قرابادین قادری میں بھی جو ایک فارسی کی کتاب ہے تمام مرہموں کے ذکر کے باب میں اس مرہم کا نسخہ بھی لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہی مرہم حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لئے بنائی گئی تھی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ دُنیا کے تمام طبیبوں کے اتفاق سے جو ایک گروہ خواص ہے جن کو سب سے زیادہ تحقیق کرنے کی عادت ہوتی ہے اور مذہبی تعصبات سے پاک ہوتے ہیں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے طیّار کی تھی۔

ایک عجیب فائدہ اس مرہم کے واقعہ کا یہ ہے کہ اس سے حضرت عیسےٰ کے آسمان پر چڑھنے کی بھی ساری حقیقت کھُل گئی اور ثابت ہو گیا کہ یہ تمام باتیں بے اصل اور بیہودہ تصورات ہیں۔ اور نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ رفع جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے حقیقت میں وفات کے بعد ♣

♣ **نوٹ** ۔ ہم پہلی کتابوں میں ذکر کر چکے ہیں کہ امام بخاری اور امام ابن حزم اور امام مالک رضی اللہ عنہم اور دوسرے ائمہ کبار کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں۔ اب واضح رہے کہ **شیخ محی الدین ابن العربی** کا بھی یہی مذہب ہے۔ چنانچہ وہ نزول کی حقیقت اپنی تفسیر کے

تھا اور اُسی رفع مسیح سے خدا تعالےٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اُس جھگڑے کا فیصلہ کیا جو صد ہا برس سے اُن کے درمیان چلا آتا تھا یعنے یہ کہ حضرت عیسےٰ مردودوں اور ملعونوں سے نہیں ہیں اور نہ کفّار میں سے جن کا رفع نہیں ہوتا بلکہ وہ سچے نبی ہیں اور درحقیقت اُن کا رفع روحانی ہوا ہے جیسا کہ دوسرے نبیوں کا ہوا۔ یہی جھگڑا تھا اور رفع جسمانی کی نسبت کوئی جھگڑا نہ تھا بلکہ وہ غیر متعلق بات تھی جس پر کذب اور صدق کا مدار نہ تھا۔ بات یہ ہے کہ یہود یہ چاہتے تھے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو صلیب کا الزام دے کر ملعون ٹھہرا دیں یعنے ایسا شخص جس کا مرنے کے بعد خدا کی طرف روحانی رفع نہیں ہوتا اور نجات سے جو قرب الٰہی پر موقوف ہے بے نصیب رہتا ہے۔ سو خدا نے اس جھگڑے کو یوں فیصلہ کیا کہ یہ گواہی دی کہ وہ صلیبی موت جو روحانی رفع سے مانع ہے حضرت مسیح پر ہرگز وارد نہیں ہوئی اور اُن کا وفات کے بعد رفع الی اللہ ہو گیا ہے۔ اور وہ قرب الٰہی پاکر کامل نجات کو پہنچ گیا۔ کیونکہ جس کیفیت کا نام نجات ہے اسی کا دوسرے لفظوں میں نام رفع ہے اسی کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ[1]۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ[2] افسوس کہ ہمارے کج فہم علماء پر کہاں تک غباوت اور بلادت وارد ہو گئی ہے کہ وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ قرآن نے اس آیت میں کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ[3] رفع جسمانی

تتمہ ۱۹ تتمہ ۱

صفحہ ۲۴۲ میں یہ لکھتے ہیں "وَجَبَ نزوله في آخر الزمان بتعلقه ببدنٍ آخر" یعنے عیسےٰ نازل تو ہوگا مگر ان معنوں سے کہ دوسرے بدن کے ساتھ اُسکا تعلق ہوگا یعنی بطور بروز اُسکا نزول ہوگا جیسا کہ صوفیہ کرام کا مذہب ہے۔ پھر اُسی صفحہ میں لکھتے ہیں "رفع عیسےٰ علیہ السّلام باتصال روحه عند المفارقة عن العالم السفلي بالعالم العلوي"۔ یعنی عیسےٰ کے رفع کے یہ معنی ہیں کہ جب عالم سفلی سے اس کی روح جدا ہوئی تو عالم بالا سے اسکا اتصال ہو گیا۔ پھر صفحہ ۱۸۷ میں لکھتے ہیں کہ رفع کے یہ معنی ہیں کہ عیسےٰ کی روح اُس کے قبض کرنے کے بعد روحوں کے آسمان میں پہنچائی گئی۔ فتدبّر۔ منہ

[1] النساء: ۱۵۸ [2] النساء: ۱۵۹ [3] آل عمران: ۵۶

کا ذکر کیا ہے تو اس ذکر کا کیا موقعہ تھا اور کونسا جھگڑا اس بارے میں یہود اور النصارے کا تھا۔ تمام جھگڑا تو یہی تھا کہ صلیب کی وجہ سے یہود کو بہانہ ہاتھ آگیا تھا کہ نعوذ باللہ یہ شخص یعنے حضرت عیسےٰ علیہ السلام ملعون ہے۔ یعنے اُس کا خدا کی طرف رفع نہیں ہوا۔ اور جب رفع نہ ہوا تو لعنتی ہونا لازم آیا کیونکہ رفع الی اللہ کی ضد لعنت ہے۔ اور یہ ایک ایسا انکار تھا جس سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنے نبوت کے دعوے میں جھوٹے ٹھہرتے تھے کیونکہ توریت نے فیصلہ کر دیا ہے کہ جو شخص مصلوب ہو اُس کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا یعنے مرنے کے بعد راستبازوں کی طرح خدا تعالےٰ کی طرف اُس کی روح اٹھائی نہیں جاتی یعنے ایسا شخص ہرگز نجات نہیں پاتا۔ پس خدا تعالےٰ نے چاہا کہ اپنے سچے نبی کے دامن کو اس تہمت سے پاک کرے اس لئے اُس نے قرآن میں یہ ذکر کیا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ[1] اور یہ فرمایا یَا عِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ[2]۔ تا معلوم ہو کہ یہودی جھوٹے ہیں۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا اور سچے نبیوں کی طرح رفع الی اللہ ہو گیا اور یہی وجہ ہے جو اِس آیت میں یہ لفظ نہیں فرمائے گئے کہ رافعک الی السّماء بلکہ یہ فرمایا گیا کہ رافعکَ اِلیّ تا صریح طور پر ہر ایک کو معلوم ہو کہ یہ رفع روحانی ہے نہ جسمانی کیونکہ خدا کی جناب جس کی طرف راستبازوں کا رفع ہوتا ہے روحانی ہے نہ جسمانی۔ اور خدا کی طرف روح چڑھتے ہیں نہ کہ جسم۔

اور خدا تعالےٰ نے جو اِس آیت میں توفّیے کو پہلے رکھا اور رفع کو بعد تو اسی واسطے یہ ترتیب اختیار کی کہ تا ہر ایک کو معلوم ہو کہ یہ وہ رفع ہے کہ جو راستبازوں کیلئے موت کے بعد ہوا کرتا ہے۔ ہمیں نہیں چاہیئے کہ یہودیوں کی طرح تحریف کر کے یہ کہیں کہ دراصل توفّی کا لفظ بعد میں ہے اور رفع کا لفظ پہلے کیونکہ بغیر کسی محکم اور قطعی دلیل کے محض ظنون اور اوہام کی بنا پر قرآن کو اُلٹ پُلٹ دینا اُن لوگوں کا کام ہے جن کی روحیں یہودیوں کی روحوں سے مشابہت رکھتی ہیں۔ پھر جس حالت میں آیت فلمّا توفّیتنی[3] میں صاف

[1] النسآء: ۱۵۸ [2] آل عمران: ۵۶ [3] المآئدۃ: ۱۱۸

طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ عیسائیوں کا تمام بگاڑ اور گمراہی حضرت عیسےٰ کی وفات کے بعد ہوئی ہے تو اب سوچنا چاہیے کہ حضرت عیسےٰ کو اب تک زندہ ماننے میں یہ اقرار بھی کرنا پڑتا ہے کہ اب تک عیسائی بھی گمراہ نہیں ہوئے۔ اور یہ ایک ایسا خیال ہے جس سے ایمان جانے کا نہایت خطرہ ہے۔

میں اس وقت محض قوم کی ہمدردی سے اصل بات سے دور جا پڑا اور اصل تذکرہ یہ تھا کہ خدا تعالےٰ نے شرّ اعدا سے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کو بچا لیا تھا چنانچہ خود حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ میری مثال یونس نبی کی طرح ہے اور یونس کی طرح میں بھی تین دن قبر میں رہوں گا۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح جو نبی تھا اُس کا قول جھوٹا نہیں ہو سکتا اُس نے اپنے قصہ کو یونس کے قصہ سے مشابہ قرار دیا ہے اور چونکہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا بلکہ زندہ رہا اور زندہ ہی داخل ہوا تھا اس لئے مشابہت کے تقاضا سے ضروری طور پر ماننا پڑتا ہے کہ مسیح بھی قبر میں نہیں مرا اور نہ مردہ داخل ہوا۔ ورنہ مردہ کو زندہ سے کیا مشابہت؟ غرض اس طرح پر اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کو دشمنوں کے شر سے بچا لیا۔ ایسا ہی موسیٰ علیہ السّلام کو بھی اُس نے فرعون کے بد ارادہ سے بچایا۔ ہمارے سیّد و مولےٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے دشمنوں کے ہاتھ سے بچایا۔ مکّہ والوں نے اتفاق کر کے باہم عہد کر لیا تھا کہ اِس شخص کو جو ہر وقت خدا خدا کرتا اور ہمارے بتوں کی اہانت کرتا ہے گرفتار کر کے بُرے عذاب کے ساتھ اُس کی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ مگر خدا نے اپنی خدائی کا کرشمہ ایسا دکھلایا کہ اوّل اپنی وحی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے دی کہ اس وقت اس شہر سے نکل جانا چاہیئے کہ دشمن قتل کرنے پر متفق اللفظ ہو گئے ہیں۔ پھر جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم ایک وفادار رفیق کے ساتھ جو صدّیق اکبر تھا شہر سے باہر جا کر ایک غار میں چھپ گئے جس کا نام **ثور** تھا جسکے معنے ہیں ثوران فتنہ (یہ نام پہلے سے پیش گوئی کے طور پر چلا آتا تھا اس واقعہ کی طرف اشارہ ہو) غرض جب آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم جاکر غار ثور میں چھپ گئے تب دشمنوں نے تعاقب کیا اور غار ثور تک سراغ پہنچا دیا۔ اور سُراغ چلانے والے نے اس بات پر زور دیا کہ یقیناً وہ اسی غار کے اندر ہیں یا یوں کہو کر اس سے آگے آسمان پر چلے گئے کیونکہ سُراغ آگے نہیں چلتا۔ مگر چند مکّہ کے رئیسوں نے کہا کہ اس بڈھے کی عقل ماری گئی ہے غار پر تو کبوتری کا آشیانہ ہے اور ایک درخت ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے لہٰذا کسی طرح ممکن نہیں کہ کوئی غار کے اندر جاسکے اور آشیانہ سلامت رہے اور درخت کاٹا نہ جائے اور ان میں سے کوئی شخص درخت اور آشیانہ کو ہٹا کر اندر نہ جا سکا کیونکہ لوگوں نے بارہا دیکھا تھا کہ کئی دفعہ بہت سے سانپ غار کے اندر سے نکلتے اور اندر جاتے ہیں اس لئے وہ سانپوں کی غار مشہور تھی سو موت کے غم نے سب کو پکڑا اور کوئی جرأت نہ کر سکا کہ اندر جائے یہ خدا کا فعل ہے کہ سانپ جو انسان کا دشمن ہے اپنے حبیب کی حفاظت کے لئے اُس سے کام لے لیا اور جنگلی کبوتری کے آشیانہ سے لوگوں کو تسلی دی۔ یہ کبوتری نوح کی کبوتری سے مشابہ تھی جس نے آسمانی سلطنت کے مقدس خلیفہ اور تمام برکتوں کے سرچشمہ کی حمایت کی۔

پس یہ تمام باتیں غور کے لائق ہیں کہ کس طرح خدا تعالےٰ نے اپنے پیارے رسُولوں کو دشمنوں کے بدارادوں سے بچا لیا۔ اُس کی حکمتوں اور قدرتوں پر قربان ہونا چاہیئے کہ شریر انسان اُس کے راستباز بندوں کے ہلاک کرنے کے لئے کیا کچھ سوچتا ہے اور درپردہ کیسے کیسے منصوبے باندھے جاتے ہیں اور پھر انجام کار خدا تعالےٰ کچھ ایسا کرشمۂ قدرت دکھلاتا ہے کہ مکر کرنے والوں کا مکر انہی پر اُٹھا کر مارتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ایک راستباز بھی شریروں کے بدارادہ سے بچ نہ سکتا۔ درحقیقت راستباز کا اُس وقت نشان ظاہر ہوتا ہے جبکہ اُس پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ اور اُس کا مؤیّد ہونا اُس وقت لوگوں پر کھُلتا ہے کہ جب کہ اُس کی آبرو یا جان لینے کے لئے منصوبے باندھے جاتے ہیں۔ راستباز پر خدا تعالےٰ اس لئے مصیبت نہیں بھیجتا کہ تا اُس کو ہلاک کرے بلکہ اس لئے بھیجتا ہے کہ تا اپنی قدرتیں اُس کی تائید

میں لوگوں کو دکھلاوے اور وہ غیبی تائیدیں ظاہر کرے کہ جو راستبازوں کے شامل حال ہوتی ہیں۔ نادان کہتا ہے کہ یہ سب بے ہودہ باتیں ہیں کیونکہ احمق نہیں جانتا کہ خدا کن قوتوں کا مالک ہے اور نادان اس سے بے خبر ہے کہ اُس اعلیٰ طاقت میں کیا کیا عجیب قدرتیں ہیں اور اسباب پیدا کرنے کی کیا کیا عمیق راہیں ہیں۔ افسوس اُن لوگوں پر جو نشانوں کے بعد بھی اُس کو نہیں پہچانتے۔

یہ مقدمہ جو میرے پر بنایا گیا تھا اس میں **محمد حسین** بٹالوی بڑا حریص تھا کہ کسی طرح عیسائیوں کو کامیابی ہو۔ وہ خیال کرتا تھا کہ مجھے شکار مارنے کے لئے ایک موقعہ ملا ہے۔ اور اُس کو یقین تھا کہ یہ وار اُس کا ہرگز خالی نہ جائیگا۔ اسی وجہ سے وہ **کلارک** کا گواہ بن کر آیا تھا اور اس غلط خبر سے وہ بہت ہی خوش تھا کہ اس عاجز پر وارنٹ گرفتاری جاری ہو گیا ہے۔ مگر در اصل بات یہ تھی کہ امرتسر کے مجسٹریٹ نے درحقیقت یکم اگست ۱۸۹۷ء کو میری گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری کر دیا تھا لیکن خدا تعالےٰ کا اس مقدمہ میں **اوّل کرشمۂ قدرت** یہی ہے کہ باوجود کئی دن گذر چکنے کے وہ وارنٹ گورداسپورہ میں پہنچ نہ سکا معلوم نہیں کہ کہاں غائب ہو گیا۔ بقول وارث دین جو اس مقدمہ کی سازش میں شریک ہے عیسائی اس بات کے ہر روز منتظر تھے کہ کب یہ شخص گرفتار ہو کر امرتسر میں آتا ہے اور بعض مخالف مولوی اور اُن کی جماعت کے لوگ ہر روز اسٹیشن امرتسر پر جاتے تھے کہ تا مجھے اُس حالت میں دیکھیں کہ ہتکڑی ہاتھ میں اور پولیس کی حراست میں ریل سے اُترا ہوں۔ آخر جب وارنٹ کی تعمیل میں دیر لگی تو یہ لوگ نہایت تعجب میں پڑے کہ یہ کیا بھید ہے کہ باوجود وارنٹ جاری ہو جانے کے اور کئی دن اُس پر گذرنے کے یہ شخص اب تک گرفتار ہو کر امرتسر میں نہیں آیا اور درحقیقت تعجب کی جگہ تھی کہ باوجودیکہ وارنٹ کا حکم یکم اگست کو جاری ہو گیا تھا پھر بھی ۷ اگست تک اس کی تعمیل کا عوام کو کچھ پتہ نہ لگا۔ یہ ایسا امر ہے کہ سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ غرض بعد اس کے صاحب ڈپٹی کمشنر

ضلع امرتسر کو معلوم ہوا کہ انہوں نے غیر ضلع میں وارنٹ روانہ کرنے میں غلطی کی اور وہ اس بات کے مجاز نہ تھے کہ ملزم کی گرفتاری کے لئے غیر ضلع میں وارنٹ جاری کیا جائے۔ اس لئے انہوں نے ضلع گورداسپورہ میں تار دی کہ وارنٹ کی تعمیل روک دی جائے۔ اور اس جگہ خدا کا کام یہ کہ ضلع گورداسپورہ کے افسر خود تعجب میں تھے کہ کب وارنٹ آیا کہ تا اس کی تعمیل روک دی جائے۔ آخر وہ تار داخل دفتر کی گئی۔ اور پھر بعد اس کے مثل مقدمہ منتقل ہو کر صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپورہ کے پاس آگئی۔ پھر بعد اس کے مجھے اس بات پر اطلاع نہیں کہ کیونکر بجائے وارنٹ کے صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپورہ کی عدالت سے سمن جاری ہوا۔ ہاں میں نے سُنا ہے کہ کلارک نے معہ اپنے وکیل کے اس پر بحث کی تھی کہ ضرور وارنٹ جاری ہو جیسا کہ امرتسر سے جاری ہوا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے جو دلوں کا مالک ہے اُسی مثل کے پہنچتے ہی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ کے دل پر یہ بات جما دی کہ مقدمہ مشتبہ ہے اور وارنٹ کے لائق نہیں اس لئے انہوں نے میرے نام سمن جاری کیا۔ مگر شیخ محمد حسین صاحب کو ان باتوں کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ وہ اس خیال پر کہ عنقریب یہ عاجز صاحب ضلع کی کچہری میں گرفتار ہو کر آئے گا بڑے ناز سے کچہری میں تشریف لائے اور صیّاد کی طرح اِدھر اُدھر دیکھتے تھے کہ تا میری گرفتاری اور ہتکڑی کا نظارہ دیکھیں اور اپنے یاروں کو دکھائیں اتنے میں مَیں قریب نو بجے کے بٹالہ میں جہاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہ تقریب دورہ فرو کش تھے پہنچ گیا۔ اور جب میں صاحب ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں گیا تو پہلے سے میرے لئے کرسی بچھائی گئی تھی۔ جب میں حاضر ہوا تو صاحب ضلع نے بڑے لُطف اور مہربانی سے اشارہ کیا کہ تا میں کرسی پر بیٹھ جاؤں۔ تب محمد حسین بٹالوی اور کئی سو آدمی جو میری گرفتاری اور ذلّت کے دیکھنے کے لئے آئے تھے ایک حیرت کی حالت میں رہ گئے کہ یہ دن تو اس شخص کی ذلّت اور بے عزّتی کا سمجھا گیا تھا مگر یہ تو بڑی شفقت اور مہربانی کے ساتھ کرسی پر بٹھایا گیا۔ میں اُس وقت خیال

کرتا تھا کہ میرے مخالفوں کو یہ عذاب کچھ تھوڑا نہیں کہ وہ اپنی اُمیدوں کے مخالف عدالت میں میری عزّت دیکھ رہے ہیں۔ لیکن خدا تعالےٰ کا ارادہ تھا کہ اس سے بھی زیادہ اُن کو رُسوا کرے۔ سو ایسا اتفاق ہوا کہ سرگروہ مخالفوں کا محمد حسین بٹالوی جس نے آج تک میری جان اور آبرو پر حملے کئے ہیں ڈاکٹر کلارک کی گواہی کے لئے آیا تا عدالت کو یقین دلائے کہ یہ شخص ضرور ایسا ہی ہے جس سے امّید ہو سکتی ہے کہ کلارک کے قتل کے لئے عبدالحمید کو بھیجا ہو۔ اور قبل اس کے کہ وہ شہادت دینے کے لئے عدالت کے سامنے آوے ڈاکٹر کلارک نے بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر اُس کے لئے بہت سفارش کی کہ یہ غیر معتلد مولویوں میں ایک نامی شخص ہے ✽ اس کو کُرسی ملنی چاہئے۔ مگر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے اس سفارش کو منظور نہ کیا۔ غالباً محمد حسین کو اس امر کی خبر نہ تھی کہ اُس کی کرسی کے لئے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے اور کُرسی کی درخواست نامنظور ہو چکی ہے اس لئے جب وہ گواہی کے لئے اندر بلایا گیا تو جیسا کہ خشک مُلّا جاہ طلب اور خود نما ہوتے ہیں آتے ہی بڑی شوخی سے اُس نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے کرسی طلب کی۔ صاحب موصوف نے فرمایا کہ تجھے عدالت میں کُرسی نہیں ملتی اس لئے ہم کرسی نہیں دے سکتے۔ پھر اُس نے دوبارہ کُرسی کی لالچ میں بیخود ہو کر عرض کی کہ مجھے کُرسی ملتی ہے اور میرے باپ رحیم بخش کو بھی کرسی ملتی تھی۔ صاحب بہادر نے فرمایا کہ تو جھوٹا ہے نہ تجھے کرسی ملتی ہے نہ تیرے باپ رحیم بخش کو ملتی تھی ہمارے پاس تمہاری کرسی کے لئے کوئی تحریر نہیں۔ تب محمد حسین نے کہا کہ میرے پاس چٹھیات ہیں لاٹ صاحب مجھے کُرسی دیتے ہیں۔ یہ جھوٹی بات سن کر صاحب بہادر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ "بک بک مت کر پیچھے ہٹ اور سیدھا کھڑا ہو جا" اس وقت مجھے بھی محمد حسین پر رحم آیا کیونکہ اُس کی موت کی سی حالت ہو گئی تھی۔ اگر بدن کاٹو تو شاید ایک قطرہ لہو

✽ یہ بات بالکل درست نہیں کہ غیر مقلد سب محمد حسین کے مقلد ہیں بلکہ بہت سے لوگ اس کے مخالف ہیں اور اس کے طریقوں سے بیزار۔ منہ

کا نہ ہو۔ اور وہ ذلّت پہونچی کہ مجھے تمام عمر میں اس کی نظیر یاد نہیں۔ پس بے چارہ غریب اور خاموش اور ترسان اور لرزان ہو کر پیچھے ہٹ گیا اور سید صا کھڑا ہو گیا اور پہلے میز کی طرف جُھکا ہوا تھا۔ تب فی الفور مجھے خدا تعالٰے کا یہ الہام یاد آیا کہ اِنّی مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ یعنے میں اُس کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلّت چاہتا ہے۔ یہ خدا کے منہ کی باتیں ہیں۔ مبارک وہ جو ان پر غور کرتے ہیں۔

خیال کرنا چاہیے کہ محمد حسین اس وقت اس خوشی سے بھرا ہوا کچہری میں آیا تھا کہ میں اس شخص کو گرفتار اور ہاتھ میں ہتکڑی اور ذلیل جگہ جوتوں میں بیٹھا ہوا دیکھوں گا۔ تب میرا جی خوش ہو گا اور اپنے نفس کو کہوں گا کہ اے نفس تجھے مبارک ہو کہ تو نے آج اپنے مخالف کو ایسی حالت میں دیکھا۔ لیکن اِس بدقسمت کے ایسے طالع کہاں تھے کہ یہ خوشی کا دن دیکھے سو آخر اس بدنصیب نے دیکھا تو یہ دیکھا کہ کچہری کے اندر قدم ڈالتے ہی مجھے صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس عزت کے ساتھ کُرسی پر بیٹھا ہوا پایا۔ ایسے دلآزار مشاہدہ نے اُس کے نفس کو بے بس کر دیا اور اپنے حریف کو ایسی عزت کی حالت میں دیکھ کر اُس کا نفس امّارہ حاسدانہ جوش میں آیا اور جاہ طلبی کا جوش بھڑکا اور بے اختیار ہو کر بول اُٹھا کہ مجھے کُرسی ملنی چاہیئے۔ تب جو حالت اس کی ہوئی سو ہوئی۔ یہ تمام سزا اُس بداندیشی کی تھی جو اُس نے میری نسبت کی۔

گندم از گندم بروید جو ز جو ٭ از مکافاتِ عمل غافل مشو

نادان نے یہ خیال نہ کیا کہ اگر میں مظلوم ہو کر اُس کے خواہش کے موافق بذریعہ وارنٹ گرفتار کیا جاتا اور ہتکڑی ڈالی جاتی اور ذلیل جگہ میں بٹھایا جاتا اور جیسا کہ اُس کی تمنا تھی پھانسی دیا جاتا یا حبس دوام کی سزا پاتا تو میرا اس میں کیا حرج تھا۔ خدا کی راہ میں ہر ایک ذلت اور موت فخر کی جگہ ہے۔ اللہ تعالٰے خوب جانتا ہے کہ مَیں اس دُنیا کے جاہ و جلال کو نہیں چاہتا۔ لیکن اُس نے دشمنوں کے ارادوں اور خواہشوں پر نظر ڈال کر مجھے اُس ذلت اور ذلت کی موت سے بچا لیا۔ یہ اُس کا کام ہے اُس نے جو کچھ کیا اپنی مرضی سے کیا۔ محمد حسین کو اگر بصیرت

کی آنکھ دی جاتی تو اس سے وہ بڑا دینی فائدہ حاصل کر سکتا تھا۔ بھلا ہم محمد حسین اور اُس کے ہم خیال لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ تمام غیبی افعال جو میری تائید میں اور میری عزت کی حفاظت کے لئے اور میرے اعدا کو شرمندہ کرنے کے لئے ظہور میں آئے یہ کس کے افعال تھے؟ آیا خدا کے یا انسان کے؟ اور تشریح اس کی یہ ہے کہ پہلے یہ غیبی فعل ظہور میں آیا کہ میری گرفتاری میں توقف ڈال دی گئی اور امرتسر کا وہ وارنٹ جس کے ساتھ چالیس ہزار روپیہ کی ضمانت کا حکم اور بیس ہزار کا مچلکہ تھا ایک حیرت افزا طریق سے روک دیا گیا۔ یہ وارنٹ امرتسر کے مجسٹریٹ درجہ اوّل کی عدالت سے یکم اگست ۱۸۹۷ء کو جاری ہوا تھا مگر ۷ اگست ۱۸۹۷ء تک گورداسپورہ میں پہونچ نہ سکا اور کچھ پتہ نہ لگا کہ کہاں گیا اور آخر حکم امتناعی پہونچا کہ وارنٹ کی تعمیل روک دی جائے کیونکہ مجسٹریٹ کو معلوم ہوا کہ وہ غیر ضلع کے ملزم پر وارنٹ جاری کرنے کا قانوناً مجاز نہیں ہے۔ یہ تو غیبی فعل تھا جو میری تائید کے لئے ظہور میں آیا۔

پھر دوسرا غیبی فعل یہ تھا کہ جب مثل منتقل ہو کر گورداسپورہ میں آئی تو باوجودیکہ امرتسر کے مجسٹریٹ نے وارنٹ جاری کیا تھا مگر صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ نے باوجود ڈاکٹر کلارک اور اُس کے وکیل کے بہت اصرار اور ہاتھ پیر مارنے کے بجائے وارنٹ سمن جاری کر دیا اور وارنٹ سے انکار کیا۔

اور پھر تیسرا غیبی فعل یہ تھا کہ محمد حسین وغیرہ مخالفوں نے چاہا تھا کہ میری ذلت کی حالت دیکھیں مگر اُن کو میری عزت کی حالت دکھائی گئی۔ مَیں نے اپنی جماعت کے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ ایک شریر مخالف کچہری کے وقت ایک شخص سے میرا نام لے کر باتیں کرتا تھا کہ آج وہ شخص پولیس کی حراست میں ہے اور ہتکڑی ہاتھ میں پڑی ہوئی ہے اُس نے جھوٹا دعوےٰ کیا تھا اس لئے یہ سزا ملی۔ تب دوسرے شخص نے جس سے وہ باتیں کرتا تھا اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اُس موقعہ پر کھڑا کیا جہاں صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ عدالت کی

کُرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آرہے تھے اور اس کو کہا کہ ذرہ نظر غور کرکے دیکھ صاحب ڈپٹی کمشنر کے قریب دوسرا شخص کرسی پر بیٹھا ہوا کون ہے تب وہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا اور کہا یہ تو وہی ہیں جن کی نسبت لوگوں نے اڑایا ہے کہ وہ گرفتار اور حوالات میں ہے۔

اور پھر **چوتھا** غیبی فعل یہ ہے کہ میری حاضری کا دن محمد حسین بٹالوی کے لئے گویا عید کا دن تھا اور وہ اپنے دل میں اُس روز میری ذلت اور بے عزتی کے بہت سے تصورات باندھے ہوئے تھا اور گویا اُس وقت میری ذلّت مشہور کرنے کے بارے میں اپنے دل میں اشاعۃ السنّۃ کے کئی ورق لکھ رہا تھا کہ خدا نے وہ ذلّت اٹھا کر اُسی کے سر پر ماری اور میرے روبرو اور میرے دوستوں کے روبرو کرسی مانگنے پر صاحب ڈپٹی کمشنر نے ایسی سخت تین جھڑکیاں اُس کو دیں کہ اُس کو مار گئیں ۔خدا کی قدرت دیکھو کہ میری ذلّت دیکھنے آیا تھا اور اپنی ذلّت اس کو پیش آئی ۔اور پھر اندر سے جھڑکیاں کھا کر باہر آیا جہاں اردلی کھڑے ہوتے ہیں اور اندر کے معاملہ کی پردہ پوشی کے لئے ایک کرسی پر جو باہر کے کمرہ میں تھی بیٹھ گیا اور اردلیوں کو معلوم تھا کہ اس شخص کو کرسی نہیں ملی بلکہ کرسی کی درخواست پر اُس نے جھڑکیاں کھائیں اس لئے انہوں نے کرسی پر سے اُس کو جھڑک کر اٹھا دیا پھر اُس طرف سے پولیس کے کمرہ کی طرف آیا اور اتفاقاً ایک اور کرسی باہر کے کمرہ میں بچھی ہوئی تھی اس پر بیٹھ گیا تب کپتان صاحب کی اُس پر نظر جا پڑی اور اُسی وقت کنسٹبل کی معرفت جھڑکی کے ساتھ کرسی پر سے اٹھایا گیا۔ اُس وقت غالباً ہزار آدمی کے قریب یا اس سے زیادہ اُس کی اس ذلت کو دیکھتے ہوں گے ۔ لوگوں نے یقین کر لیا کہ جھوٹے مقدمہ میں اُس نے پادری کی گواہی دی ہے اس لئے یہ سزا ملی ۔

پانچواں غیبی فعل یہ ہے کہ باوجودیکہ یہ مقدمہ حسب اقرار ڈاکٹر کلارک کے تین قوموں کے اتفاق سے قائم کیا گیا تھا اور اِس مقدمہ کی پیروی میں پادریوں نے پورا زور دیا تھا اور سرکاری مقدمہ سمجھا گیا تھا تب بھی خدا نے کپتان ڈگلس صاحب کے ہاتھ سے

اُس کو خارج کرایا اور مجھے بَری کیا۔

اب یہ پانچ فعل جو ظہور میں آئے یہ دانشمندوں کے لئے سوچنے کے لائق ہیں کہ یہ کس کا کام ہے؟ عقلمند لوگ سوچ لیں کہ جب کہ یہ مقدمہ میرے پر سرکار کی طرف سے دائر ہوا تھا اور ایک خطرناک مقدمہ تھا اور میری ذلت کے لئے ہر طرف سے لوگ زور دے رہے تھے تو ایسی حالت میں کس طاقت عُظمیٰ نے مجھے عزت دی اور محمد حسین کو سخت ذلیل کیا اور کلارک کو بھی نہایت سُبکی اور ندامت پہنچائی کہ عدالت نے قوی شبہ کیا کہ یہ مقدمہ عبدالرحیم عیسائی و وارث دین وغیرہ عیسائیوں اور ان متعلقین کی بناوٹ ہے۔ کیا یہ فعل خدا کا ہے یا انسان کا؟ کیا خدا کی تائید کے بجز اس کے کوئی اور بھی معنے ہیں کہ خدا نے مخالفوں میں پھوٹ ڈال دی اور حق کو ظاہر کر دیا اور جو میرے ذلیل کرنے کے درپئے تھا اُس کو حاکم اور خلق اللہ کے ذریعہ سے ذلّت پہنچائی۔ حاکم کے ذریعہ سے جو ذلّت ہوئی اس کی حقیقت آپ لوگ سُن چکے ہیں کہ اُس نے کُرسی مانگنے پر محمد حسین کو سخت جھڑکیاں دیں اور یہ جھڑکیاں نہایت مناسب اور عین محل پر تھیں کیونکہ محمد حسین نے حلفی شہادت کے مقام پر کھڑا ہو کر دو جھوٹ بولے۔ اوّل یہ کہ اس کو عدالت میں کُرسی ملتی ہے اور دوسرے یہ کہ اُس کے باپ رحیم بخش کو بھی کرسی ملتی تھی اور یہ دونوں جھوٹ نہایت مکروہ اور قابل شرم تھے کیونکہ محمد حسین ایک خشک مُلّا بلکہ نیم مُلّا ہے جو چند حدیثیں نذیر حسین سے پڑھ کر مولوی کہلاتا ہے جس کے ہم جنس ہزاروں مُلّا مسجدوں کے حجروں میں مسلمانوں کی روٹیوں پر گذارہ کرتے ہیں اُس کو کس دن عدالت میں کرسی ملی اور کن رئیسوں میں شمار کیا گیا۔ اور ایسا ہی رحیم بخش اُس کا باپ تھا جو بٹالہ کے بعض رئیسوں کی نوکریاں کر کے گذارہ کرتا تھا۔ ہاں بٹالہ کے رئیس میاں صاحب نے ایک مرتبہ اُس کو نوکر رکھا تھا۔ معلوم نہیں کہ تنخواہ پر یا صرف روٹی پر۔ پھر سُنا ہے کہ بٹالہ کے بعض ہندو مہاجنوں کے پاس بھی نوکر رہا اور اس طرح پر گذارہ کرتا رہا۔ ایک دفعہ ہمارے پاس بھی نوکر رہنے کے لئے آیا تھا۔

لیکن بعض وجوہ کے رُو سے اُس کو نوکر نہیں رکھا گیا تھا اور یوں تو ہمیشہ نہایت اعتقاد اور ارادت کے ساتھ آتا تھا۔ محمد حسین پر سخت ناراض تھا اور وہ کلمات کہتا تھا جن کا ذکر کرنا اس جگہ مناسب نہیں۔ بعض خطوط بھی اُس کے محمد حسین کے ناگفتنی حالات کی نسبت میرے پاس اب تک موجود ہوں گے جن کو وہ عدالت تک پہنچانا چاہتا تھا اور مَیں نے اس کو بار بار منع کیا تھا اور کئی دفعہ محمد حسین کو اُس کے قدموں پر گرایا تھا تا اسی طرح پر رحیم بخش اس کی پردہ دری سے باز رہے اور اس بات کا میں ہی سبب تھا کہ وہ ان خیالات سے کسی قدر باز رہا ورنہ مَیں نے سُنا ہے کہ مولوی غلام علی امرتسری وغیرہ حاسد طبع مُلّا اُس کو محمد حسین کے خوار کرنے کے لئے برانگیختہ کرتے تھے۔ غرض نہ محمد حسین کبھی کرسی نشین رئیسوں میں داخل ہوا اور نہ اُس کا باپ اور نہ اُس کا دادا۔ اور اگر یہ لوگ کرسی نشین تھے تو سر لیپل گریفن صاحب نے بڑی ہی غلطی کی کہ جب پنجاب کے کُرسی نشین رئیسوں کے حالات لکھنے میں ایک کتاب طیار کی تو اس کتاب میں ان دونوں بیچاروں کا کچھ بھی ذکر نہیں کیا اور نیز اس صورت میں حکّامِ ضلع کی بڑی غفلت ہے کہ باوجودیکہ یہ دونوں باپ بیٹے قدیم سے کرسی نشین تھے مگر پھر بھی حکّام نے اپنے ضلع کی فہرست میں اس باپ بیٹے کا اب تک کرسی نشینوں میں نام نہ لکھا۔

افسوس کہ ایسے مولویوں کے ہی جھوٹوں نے جو گواہی کے موقعہ پر بھی جھوٹ کو شیرِ مادر سمجھتے ہیں مخالفوں کو مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا موقعہ دیا ہے۔ جب یہ لوگ مولوی کہلا کر ایسے گندے جھوٹ بولیں اور عدالت کے سامنے گواہی کے موقعہ پر خلافِ واقعہ بیان کریں تو ان کے چیلوں کا کیا حال ہوگا۔ افسوس کہ اس بٹالہ کے ملّا کو کُرسی لینے کا شوق کیوں پیدا ہوا۔ اس کے خاندان میں کون کُرسی نشین تھا۔ بہتر تھا کہ چپکے پادریوں کی گواہی دیکر چلا جاتا تا پردہ بنا رہتا۔ کسی کو معلوم ہی نہ تھا کہ آپ کو کُرسی نہیں ملتی۔ اختیار تھا کہ آپ دوستوں میں لاف مارتے کہ مجھے کرسی ملی تھی۔ مگر کرسی مانگ کر اپنے خاندان کا سارا پردہ پھاڑ دیا۔ اور

پھر یہ بے وقوفی ہوئی کہ حضرت شیخ صاحب عدالت کے سامنے یہ تمام سُبکی اٹھا کر پھر باہر آ کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور جب ایک طرف سے اٹھایا گیا تو دوسری طرف جا کر کرسی پر بیٹھ گئے پھر جب وہاں سے بھی بڑی ذلّت کے ساتھ اٹھائے گئے تو آپ ایک شخص کی چادر لے کر زمین پر بچھا کر بیٹھے مگر اُس شخص نے آپ کو مورد قہر الٰہی سمجھ کر نیچے سے چادر کھینچ لی اور کہا کیا تو ایک مذہبی مقدمہ میں جو بناوٹی ہے پادریوں کی گواہی دیتا ہے اور میری چادر پر بیٹھتا ہے۔ مَیں اپنی چادر پلید کرانی نہیں چاہتا۔

پھر بعد اس کے جو صاحب ضلع نے جھڑکی دی اور کرسی سے محروم کر کے محمد حسین کو سیدھا کھڑا کیا اور عدالت کے چپراسیوں نے بھی بار بار اُس کو کرسی سے اٹھایا ایک اور ذلّت محمد حسین کی یہ ہوئی کہ لوگ اس کی اس حرکت سے ناراض ہوئے کہ پادریوں کے ایک جھوٹے مقدمہ میں وہ گواہ بن کر آیا اور بہت زور لگایا کہ اس جھوٹ کو سچ کرے ہزاروں نیک طینت انسان اُس کے ان حالات پر نفرین کرتے تھے کہ اُس نے مولوی کہلا کر ایک جھوٹے مقدمہ میں عیسائیوں کی گواہی دی اور بار بار کہتے تھے کہ اس گواہی کا باعث صرف نفسانی کینہ اور بغض ہے۔ ایک پیر مرد نے اُس روز اس کے حالات دیکھ کر آہ کھینچ کر کہا کہ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولوی لوگ مشکل سے ایمان سلامت لے جائیں گے۔ پس افسوس اس شخص کی زندگی پر کہ اُس نے ایسی ناپاک حرکتوں سے تمام مولویوں کو بدنام کیا۔

اب اس شخص کا میری نسبت بغض انتہا تک پہنچ گیا ہے۔ اس شخص سے خدا کا مقابلہ نہیں ہوسکتا ورنہ یہ شخص میری جان اور آبرو کا سخت دشمن ہے۔ اور اب بغض کے جوش میں وہ باتیں اس کے مونہہ سے نکلتی ہیں جو ایک صالح اور متقی کے مونہہ سے ہرگز نہیں نکل سکتیں۔ اس کو یہ خیال نہیں کہ دشمنوں کا ہر ایک منصوبہ اہل حق کی صفائی کا زیادہ موجب ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک جتنے منصوبے میری نسبت کئے گئے اُن سے میرا کچھ نقصان نہیں بلکہ میری بریّت ثابت ہوئی۔ اوّل لیکھرام کے مقدمہ میں میری تلاشی کرائی گئی تو

میرا دامن پاک ثابت ہوا۔ پھر اب ارادہ قتل کا مقدمہ میرے پر بنایا گیا سو اس میں بھی بہت تحقیق کے بعد میں بری کیا گیا۔ یہ دونوں مخالفوں کے حملے میرے لئے مضر نہیں ہوئے بلکہ حکام وقت نے دو دفعہ میری حالت کو آزما لیا اور دشمنوں کے منصوبے کی حقیقت کھُل گئی۔ اور اگرچہ محمد حسین نے اپنی دانست میں پادریوں کا رفیق بن کر میرے پھانسی دلانے کے لئے بڑے زور شور سے اظہار دیا اور جو کچھ اُس کی فطرت میں تھا اُس روز اُس نے پورا کر کے دکھا دیا۔ لیکن اس تمام بہتان کا اگرچہ کچھ نتیجہ ہوا تو بس یہی کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے اپنے چِٹھۂ انگریزی میں لکھ دیا کہ یہ شخص یعنے محمد حسین مرزا صاحب کا سخت دشمن ہے اور اُس کے تمام بیان کو فضول سمجھ کر فیصلہ میں اُس کے اظہار کا ایک ذرہ ذکر نہیں کیا اور اُس کے بیان کو نہایت ہی بے عزتی کی نگاہ سے دیکھا۔ پس اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس حالت میں محمد حسین کا بیان ایسا فضول اور ذلیل اور پایۂ اعتبار سے ساقط سمجھا گیا تو خدا تعالےٰ کی طرف سے کیا حکمت تھی کہ یہ پادریوں کی طرف سے عدالت میں گواہی دینے آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ بظاہر اس میں دو حکمتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ تا لوگوں کو اس شخص کی تقوےٰ اور دینداری اور اسلام کا حال معلوم ہو کہ ایسے جھوٹے اور قابل شرم مقدمہ میں جو عیسائیوں نے محض مذہبی جوش سے اُٹھایا تھا اُس نے اپنے تئیں گواہ بنایا اور عمداً محض شرارت سے میرے پھانسی دلانے کی تدبیر سوچی۔ دوسری یہ حکمت تھی کہ یہ شخص عدالت میں جائے اور کرسی ملنے کا سوال کرے اور عدالت سے اُس کو جھڑکیاں ملیں اور اس طرح پر صادق کی ذلت ڈھونڈنے کی سزا میں اپنی ذلت دیکھے۔

بار بار افسوس آتا ہے کہ اس شخص کو کرسی مانگنے کی کیوں خواہش پیدا ہوئی۔ اچھے آدمی اگر کسی مجلس میں جاتے ہیں تو بالطبع صدر نشینی کو مکروہ جانتے ہیں اور انکسار کے ساتھ ایک معمولی جگہ پر بیٹھ جاتے ہیں تب صاحب خانہ کی جب ان پر نظر پڑتی ہے تو وہ شفقت سے اُٹھتا ہے اور اُن کا ہاتھ پکڑتا ہے اور تواضع سے ان کو صدر کے مقام پر کھینچ لیتا ہے۔ کہ

آپ کی جگہ یہ ہے مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔" پس یہ جائے عبرت ہے کہ محمد حسین نے شیخی جتلانے کے لئے اپنے منہ سے کرسی مانگی اور پھر بجائے کرسی کے جھڑکیاں ملیں۔ کسی نے سچ کہا ہے

بن مانگے موتی ملیں مانگے ملے نہ بھیک

یعنے بغیر مانگنے کے موتی مل جاتے ہیں مگر مانگنے سے گدائی کا ٹکڑہ بھی نہیں ملتا۔ پھر تعجب ہے کہ اِس شخص نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے روبرو وہی لیکھرام کے قتل کا قصہ شروع کر دیا۔ اور صاحب موصوف کو میری نسبت کہا کہ مَیں نے اپنے اشاعۃ السّنہ میں یہ لکھا ہے کہ اس شخص سے لیکھرام کے قاتل کا پتہ پوچھنا چاہیئے کہ الہام سے بتادے کہ کون قاتل ہے اور مدعا اِس مُتَفنّی بٹالوی کا یہ تھا کہ لیکھرام کا قاتل بھی یہی شخص ہے۔

اب ناظرین سوچیں کہ اس شیخ بٹالوی کی کہاں تک نوبت پہونچ گئی ہے۔ میری عداوت کے لئے کیونکر دین اور دیانت کو چھوڑتا جاتا ہے۔ جب آریوں نے لیکھرام کے بارے میں شور مچایا تو اُن کے ساتھ جا ملا اور جب پادریوں نے شور مچایا تو اُن کے ساتھ جا ملا۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ اسلام کا مخالف کیا کرتا پھرتا ہے۔ لیکھرام کے قتل کو بار بار یاد دلانا یہ اُس کی شرارت ہے کہ تا یہ بہتان میرے پر لگاوے۔ اور اس طرح پر خدا کی پیشگوئی کو بے عزت کر کے معدوم کر دیوے۔ میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ لیکھرام کی نسبت میں نے از خود پیشگوئی نہیں کی بلکہ میرے خدا نے اُس کی نسبت اُس وقت مجھے خبر دی تھی جبکہ خود لیکھرام نے نہایت شوخی سے موت کی پیشگوئی کو مانگا تھا پھر جبکہ لیکھرام کو مارنا بطور عذاب کے تھا تو کیونکر خدا تعالیٰ **قاتل کا نام بتاوے** اور اپنے انتظام کو آپ خراب کرے ہاں محمد حسین اگر ہندوؤں کا درحقیقت خیر خواہ ہے تو قاتل کا نام معلوم کرنے کے لئے ایک تدبیر کر سکتا ہے اور وہ یہ کہ لیکھرام کے قاتل کا اُن لوگوں کے ذریعہ سے پتہ دریافت کرے جو اُس کے گروہ میں ملہم کہلاتے اور مجھے کافر جانتے ہیں۔

ماسوا اس کے اگر محمد حسین کی دانست میں میرے الہامات میرے ہی افترا تھے تو اس کو چاہیئے تھا کہ بجائے ایسی بے ہودہ باتوں کے یہ مضمون لکھتا کہ گورنمنٹ کو یہ تحقیق کرنا چاہیئے کہ یہ شخص ملہم من اللہ ہونے کے دعوے میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اور طریق آزمائش یہ ہے کہ گورنمنٹ عام طور پر اس سے کوئی پیشگوئی مانگے پھر اگر وہ پیشگوئی اپنے وقت پر پوری نہ ہو تو گورنمنٹ یقین کرلے کہ یہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکال لے کہ لیکھرام کا قاتل بھی یہی ہوگا۔ کیونکہ ایک جھوٹا شخص جب کسی اپنی پیشگوئی میں دیکھتا ہے کہ میرا جھوٹ کھل جائے گا تو بے شک وہ ناجائز طریقوں کی طرف توجہ کرتا ہے اور اُس کی خبیث ذات سے کچھ بعید نہیں ہوتا کہ ایسی ایسی ناپاک حرکات اُس سے صادر ہوں۔ اگر اس تقریر کے ساتھ گورنمنٹ کو لیکھرام کے مقدمہ میں میری نسبت توجہ دلاتا تو کچھ تعجب نہ تھا کہ یہ تقریر قبول کے لائق ٹھہرتی اور انصاف پسند لوگ بھی اس کو پسند کرتے اور **مجھے بھی ایسے مواخذہ میں کچھ عذر نہیں ہو سکتا تھا۔** کیونکہ اگر میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوں اور میری پیشگوئیاں میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہیں تو بے شک میری بریّت کے لئے اس قدر خدا تعالےٰ کی مدد چاہیئے کہ وہ کسی الہامی پیش خبری سے جو سچی نکلے گورنمنٹ کو اُس کے مطالبہ کے وقت مطمئن کردیوے اور وہ سمجھ جائے کہ درحقیقت یہ کاروبار خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے نہ انسان کی طرف سے۔

لیکن اس بات پر زور دینا کہ مَیں لیکھرام کے قاتل کا نام بیان کروں صحیح نہیں ہے خدا تعالیٰ اپنے مصالح میں کسی کا محکوم نہیں ہو سکتا۔ اگر اُس نے ایک بات کو مخفی کرنا چاہا ہے تو ہم اُس پر زور نہیں ڈال سکتے کہ وہ ضرور اُس بات کو ظاہر کرے۔ جو شخص خدا تعالےٰ پر ایسی حکومت چلانا چاہتا ہے یا چلانے کے لئے درخواست کرتا ہے تو وہ عبودیت کے آداب سے بالکل بے نصیب ہے۔ خدا علم غیب اپنی مرضی سے ظاہر کرتا ہے انسان کی مرضی سے ظاہر نہیں کرتا دیکھو حضرت یعقوب علیہ السّلام کو اِس پتہ کے لگانے کی کس قدر ضرورت تھی کہ اُن کا بیٹا

مرگیا یا زندہ ہے ۔ اور اس غم سے وہ چالیس برس تک روتے رہے لیکن جب تک خدا تعالےٰ کا ارادہ نہ ہوا اُن پر ہرگز نہ کھولا گیا کہ کیوں غم کرتا ہے تیرا بیٹا تو مصر میں خوش و خرم نائب سلطنت ہے ۔ غرض خدا کے بندے ادب کے ساتھ اُس کے حضور میں کھڑے ہوتے ہیں اس جگہ ملائک کو بھی دم مارنے کی جگہ نہیں ۔

ہماری لیکھرام سے کوئی ذاتی عداوت نہ تھی اور نہ دین اسلام ہمیں اجازت دیتا ہے کہ ہم ناحق خون کرتے پھریں پھر کونسا باعث تھا کہ ہم اس حرکت بے جا کے مرتکب ہوتے۔ اور ایک پیشگوئی جھوٹی بنانا اور پھر اُس کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے قتل کا ارادہ کرنا یہ ایک ایسا طریق ہے کہ بجز ایک شریر اور خبیث انسان کے کوئی اُس کا مرتکب نہیں ہوسکتا ۔ سو محمد حسین اور اُس کی جماعت کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ایک بڑا خدا تعالےٰ کا نشان تھا جو ظہور میں آیا بجز خدا کے یہ کس کی طاقت تھی کہ لیکھرام کی موت کی طرف اشارہ کرے کہ وہ اتنی مدّت میں فلاں دن اور فلاں تاریخ واقع ہوگی اور قتل کے ذریعہ سے ہوگی افسوس کہ ان لوگوں نے محض تعصب سے خدا کے نشانوں کی تکذیب کی ۔ یہ کس قدر حماقت ہے کہ ہمارے مخالف دلوں میں خیال کرتے ہیں کہ کسی مُرید کو بھیج کر لیکھرام کو قتل کرا دیا ہوگا ۔ مجھے اس بے وقوفی کے تصور سے ہنسی آتی ہے کہ ایسی بے ہودہ باتوں کو اُن کے دل کیونکر قبول کرلیتے ہیں جس مُرید کو پیشگوئی کی تصدیق کے لئے قتل کا حکم کیا جائے کیا ایسا شخص پھر مُرید رہ سکتا ہے؟ کیا فی الفور اُس کے دل میں نہیں گزرے گا کہ یہ شخص جھوٹی پیشگوئیاں بناتا اور پھر انکو سچی پیشگوئیاں ٹھہرانے کے لئے ایسے منصوبے استعمال کرتا ہے ۔ پس میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ محمد حسین نے یہ نہایت ظلم کیا ہے کہ ایک سچّی پیشگوئی کو جو خدا تعالےٰ کا ایک معجزہ تھا انسان کا منصوبہ ٹھہرایا ۔ اگر اُس کی نیّت میں فساد نہ ہوتا تو وہ اپنی اشاعۃ السنّہ میں یہ نہ لکھتا کہ اس شخص کو گورنمنٹ پکڑے تا الہام سے بتلا وے کہ لیکھرام کا قاتل کون ہے گویا محمد حسین خدا تعالےٰ سے ٹھٹھا کرتا اور اُس کے فعل کو عبث ٹھہراتا ہے اور جبر کے ساتھ

اُس کا دامن پکڑنا چاہتا ہے کہ تو نے لیکھرام کو تو مارا اب کہاں جاتا ہے اُس کے قاتل کا پتہ تو بتلا!!!
اور آپ قرآن میں پڑھتا ہے کہ لَا یُسۡـَٔلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَهُمۡ یُسۡـَٔلُوۡنَ ✤ [1]
اس قدر شوخی انسان کو نہیں چاہیئے اور یہ بے باکی آدم زاد کے لئے مناسب نہیں کیا وہ اُس خدا کے وجود میں شک رکھتا ہے جس کی ہستی پر ذرّہ ذرّہ مہر لگا رہا ہے؟ اگر اُس کی نیت میں کجی نہ ہوتی تو عداوت اور بدظنی کے جوش سے ایسی بکواس نہ کرتا یہ اُس کا حق تھا کہ میری نسبت بار بار گورنمنٹ کو توجہ دلاتا کہ لیکھرام کے قتل میں مجھے الہامی پیشگوئی کا ایک بہانہ معلوم ہوتا ہے اور دراصل لیکھرام کا قاتل یہی شخص ہے۔ اور اگر خدا سے اس شخص کو پیشگوئی ملتی ہے تو گورنمنٹ اس شخص کو پکڑے اور مواخذہ کرے کہ اگر تو اس دعوے میں سچا ہے تو تصدیق دعوے کے لئے ہمیں بھی کوئی پیشگوئی دکھلا تا تیری سچائی ہم پر ثابت ہو۔ پھر اگر گورنمنٹ کسی الہامی پیشگوئی کے دکھلانے کے لئے مجھے پکڑتی اور خدا مجھے مردودوں اور مخذولوں کی طرح چھوڑ دیتا اور کوئی پیشگوئی گورنمنٹ کی اطمینان کیلئے ظاہر نہ کرتا تو میں خوشی سے قبول کر لیتا کہ میں جھوٹا ہوں تب گورنمنٹ کا اختیار تھا کہ لیکھرام کا قاتل مجھ کو ہی تصوّر کر کے مجھے پھانسی دے دے۔ لیکن محمد حسین نے ایسا نہیں کیا اور نہ یہ چاہا کہ کوئی ایسا طریق اختیار کرے جس سے سچائی ظاہر ہو۔ بلکہ میری تائید میں بہت سے نشان خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے اور محض بخل کے رو سے اس شخص نے ان کو قبول نہیں کیا اور ہمیشہ گورنمنٹ کو دھوکہ دینے کے لئے جھوٹی باتیں لکھتا اور کہتا رہا۔ مگر ہماری عادل گورنمنٹ محض باتوں کو ایک خود غرض دشمن کے مُنہ سے سُن نہیں سکتی خدا کا یہ فضل اور احسان ہے کہ ایسی محسن گورنمنٹ کے زیر سایہ ہمیں رکھا۔ اگر ہم کسی اور سلطنت کے زیر سایہ ہوتے تو یہ ظالم طبع مُلا کب ہماری جان اور آبرو کو چھوڑنا چاہتے۔ اِلّا ماشاء اللّٰہ انّ ربّی علٰی کلّ شیءٍ قدیر۔

✤ خُدا اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا کہ کیوں ایسا کیا۔ لیکن بندے پوچھے جائیں گے۔

[1] الانبیاء: ۲۴

اور محمد حسین کا میری پیشگوئیوں پر یہ جرح کہ کوئی الہامی پیشگوئی اس صورت میں سچی ہو سکتی ہے جب کہ اُس کے ساتھ کی تمام اور پیشگوئیاں سچی ثابت ہوئی ہوں۔ یہ فی الواقع سچ ہے۔ مگر محمد حسین کا یہ خیال کہ گویا بعض پیشگوئیاں میری جھوٹی نکلی ہیں یہ سراسر جھوٹھ ہے۔ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ میری کوئی پیشگوئی جھوٹی نہیں نکلی آتھم کی نسبت جو پیشگوئی تھی اس میں صاف ایک شرط تھی۔ اور احمد بیگ کے داماد کی نسبت بھی توبی توبی کے الہام کی شرط تھی اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ ان دونوں شرطوں کے موافق وہ دونوں پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور لیکھرام کی پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی اس لئے وہ بلا شرط پوری ہوئی۔ احمد بیگ کے سامنے کوئی خوفناک نمونہ نہ تھا اس لئے وہ نہ ڈرا اور شرط سے فائدہ نہ اٹھایا اور پیشگوئی کے موافق جلد فوت ہو گیا مگر اُس کے بعد اُس کے عزیزوں نے احمد بیگ کی موت کا نمونہ دیکھ لیا اور بہت ڈرے لہذا شرط سے فائدہ اٹھالیا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ[1]۔ اور اگر کوئی شرط بھی نہ ہوتی اور جس کی نسبت پیشگوئی کی گئی ہے رجوع کرتا اور ڈرتا یا اس کے عزیز جو اصل مخاطب پیشگوئی کے تھے رجوع کرتے اور ڈرتے تب بھی خدا تعالےٰ عذاب میں مہلت دے دیتا جس طرح یونس نبی کی امّت کو مہلت دی حالانکہ اُس کی پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ خدا نے ابتدا سے وعید کے ساتھ یہ شرط لگا رکھی ہے کہ اگر چاہوں تو وعید کو موقوف کروں اس لئے قرآن میں یہ تو آیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اور یہ نہیں آیا کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الوعید۔

ماسوا اس کے یہ کہنا کہ سچے نبیوں اور محدّثوں کی تمام پیشگوئیاں عوام کی نظر میں صفائی سے پوری ہوتی رہی ہیں بالکل جھوٹ ہے بلکہ بعض وقت ایسا بھی ہوا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کو کوئی امتحان منظور ہوتا تھا تو کسی نبی کی پیشگوئی عوام پر مشتبہ رکھی جاتی تھی اور وہ لوگ شور مچاتے رہتے تھے بلکہ ایک فتنہ کی صورت ہو کر بعض مُرتد ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح عیسٰی علیہ السلام کی نسبت پہلی کتابوں میں یہ پیشگوئی تھی کہ وہ بادشاہ ہوگا لیکن

[1] الرعد: ۳۲

وہ بادشاہ کی صورت میں ظاہر نہ ہوئے تب بہت سے کوتہ اندیش مرتد ہوگئے۔ اور پہلی کتابوں میں تھا کہ جب تک ایلیا نہ آوے مسیح نہ آئے گا۔ لیکن نصوص کے ظاہر کے لحاظ سے ایلیا اب تک نہیں آیا۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ کی پیشگوئی میں جو نجات دلانے کے بارے میں تھی بنی اسرائیل نے شک کیا اور پیشگوئیوں کو جھوٹی سمجھا اور بعض لغزش کھانے والوں نے حدیبیہ کی پیشگوئی میں بھی شک کیا اور خیال کیا کہ وہ ظہور میں نہیں آئی۔ لیکن دراصل شک کرنے والے غلطی پر تھے۔ پس یہ تو عادت اللہ میں داخل ہے کہ بعض پیشگوئیاں ماموریں کی جہلا اور سفہا اور کوتہ اندیشوں پر مشتبہ ہو جاتی ہیں اور خیال کرنے لگتے ہیں کہ وہ جھوٹی ہوئیں۔ پس محمد حسین اُن ہی جہلاء کا بھائی ہے جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔ میری نسبت وہ کوئی ایسا کلمہ نہیں کہتا جو پہلے اس سے خدا کے پاک نبیوں کی نسبت نہیں کہا گیا۔

غرض یہ کبھی نہ ہوا اور نہ ہوگا کہ تمام ماموریں کی پیشگوئیاں جہلاء کی نظر میں صفائی سے پوری ہوگئی ہوں بلکہ محمد حسین کی طرح بعض جاہل نبیوں کی بعض پیشگوئیوں کی نسبت بھی کہتے رہے ہیں کہ وہ جھوٹی نکلیں۔ چنانچہ حال میں ایک یہودی فاضل نے جو حضرت مسیح کے ردّ نبوّت میں کتاب لکھی ہے اُس کتاب میں ایک فہرست دی ہے کہ اتنی پیشگوئیاں اس شخص کی جھوٹی نکلیں۔ حالانکہ سچے نبی کی تمام پیشگوئیاں ضرور پوری ہو جاتی ہیں۔ اور یہی فاضل یہودی لکھتا ہے کہ اس شخص کی تکذیب کے لئے ہمیں یہ کافی ہے کہ اس کی تعلیم توریت کی تعلیم سے صریح مخالف ہے اگر یہ خدا کا کلام ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ اس قدر تناقض پیدا ہوتا۔ پھر لکھتا ہے کہ دوسری یہ بات ہم یہودیوں کے لئے اس شخص کے قبول کرنے میں نہایت روک اور اس انکار میں خدا اور ہم میں ایک حجت ہے کہ ہمیں نبیوں کی زبانی خبر دی گئی ہے کہ وہ مسیح جس کا کتابوں میں وعدہ ہے ہرگز نہیں آئے گا جب تک پہلے اُس سے ایلیا جو آسمان پر اٹھایا گیا ہے دنیا میں نہ آلے مگر وہ اب تک نہیں آیا۔ پھر یہ شخص اپنے دعویٰ مسیحیت میں کیونکر سچا

ٹھہر سکتا ہے؟ اور یہی فاضل یہودی اس مقام میں لکھتا ہے کہ عیسائی ایلیا کے بارے میں ہمیں یہ جواب دیتے ہیں کہ ایلیاؔ کے نزول سے یوحنّاؔ بن ذکریا کا آنا مراد ہے جس کو مسلمان یحیٰؑ کہتے ہیں اور مراد یہ تھی کہ ایلیاؔ کی قوت اور طبع پر ایک شخص یعنے یحیٰؑ آتے گا۔ نہ یہ کہ حقیقت میں کوئی آسمان سے اتر آئے گا۔ اس کے جواب میں فاضل مذکور لکھتا ہے کہ" ناظرین خود انصافاً ہم میں اور عیسائیوں میں فیصلہ کریں کہ اگر درحقیقت ایلیا سے مراد یوحنا یعنے یحیٰؑ ہوتا تو خدا تعالےٰ ہرگز یہ نہ کہتا کہ خود ایلیا واپس آئے گا بلکہ یہ کہتا کہ اُس کا مثیل یحیٰؑ آئے گا" اور اس پر فاضل مذکور بہت زور دیتا ہے کہ" نصوص کو ظاہر سے پھیرنا بغیر کسی قرینہ قویّہ کے یہی جھوٹے نبی کا نشان ہے"

اب سوچنا چاہیئے کہ نبیوں کی پیشگوئیوں میں کیسے کیسے مشکلات ہیں۔ مثلاً ایلیاؔ کی پیشگوئی میں کیسی مصیبت کا یہودیوں کو سامنا پیش آیا کہ اب تک وہ حضرت مسیح کے قبول کرنے سے محروم رہے۔ کیا تعجب کی جگہ نہیں کہ یہود جیسی ایک تجربہ کار اور الٰہی کتابوں میں نشوونما پانے والی قوم ایلیاؔ کے لفظ پر اگر ایسے حق سے دُور جا پڑے کہ یحیٰؑ نبی سے بھی انکار کر دیا؟ اس سے دانا معلوم کر سکتا ہے کہ پیشگوئیوں کی تکذیب میں جلدی نہیں کرنا چاہیئے کہ اکثر ان پر استعارات غالب ہوتے ہیں۔ عقلمند وہ ہوتا ہے جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا اور عبرت حاصل کرتا ہے۔ مسلمانوں کو حضرتِ عیسےٰ کے نزول کے بارے میں اُسی خطرناک انجام سے ڈرنا چاہیئے کہ جو یہودیوں کو ایلیاؔ کے بارے میں ظاہر نصّ پر زور دینے سے پیش آیا۔ جس بات کی پہلے زمانوں میں کوئی بھی نظیر نہ ہو بلکہ اُس کے باطل ہونے پر نظیریں موجود ہوں اُس بات کے پیچھے پڑ جانا نہایت درجہ کے بے وقوف کا کام ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[1]۔ یعنی خدا کی سنتوں اور عادات کا نمونہ یہود اور نصاریٰ سے پوچھ لو اگر تمہیں معلوم نہیں۔

اب ہم اس تقریر کو اسی قدر پر کفایت کرکے ایک اور عجیب بات بیان کرتے ہیں کہ

[1] النحل : ۴۴

یہ فتنہ ایک جھوٹے اور مصنوعی مقدمہ کا جو میرے پر برپا کیا گیا خدا تعالیٰ نے کئی مہینے پہلے اس کی اطلاع مجھے دی تھی اور نہ ایک دفعہ بلکہ ۲۹ رجولائی ۱۸۹۷ء تک متواتر الہامات اس بارے میں کئے گئے کہ ایک ابتلا اور مقدمہ اور بازپُرس حکام کی طرف سے ہوگی اور ایک الزام لگایا جائے گا۔ اور آخر خدا اُس جھوٹے الزام سے بری کرے گا۔ اور پھر حاضری کے بعد ۲۲ر اگست ۱۸۹۷ء تک اطمینان اور تسلّی دہی کے الہام ہوتے رہے یہاں تک کہ ۲۳ر اگست ۱۸۹۷ء کو خدا تعالےٰ نے بری کر دیا۔ یہ تمام الہامات قریباً اپنی جماعت کے سَو آدمیوں کو قبل از وقت سُنائے گئے تھے جن میں اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی۔ اور اخویم خواجہ کمال الدین صاحب بی اے اور اخویم میاں محمد علی صاحب ایم اے اور اخویم حکیم فضل الدین صاحب اور اخویم سیّد حامد شاہ صاحب اور اخویم خلیفہ نوردین صاحب جموں اور اخویم مرزا خدا بخش صاحب وغیرہ احباب داخل ہیں اور ہر ایک حلفاً بیان کر سکتا ہے کہ یہ الہامات پیشگوئی کے طور پر اُن کو سُنائے گئے تھے۔ پس اس مقدمہ کا ہماری جماعت کو یہ فائدہ پہنچا کہ اس کے طفیل انہوں نے کئی نشان دیکھ لئے ایک تو یہی نشان کہ خدا تعالےٰ نے قبل از مقدمہ مقدمہ کی خبر اور نیز انجام کار بری ہونے کی خبر دی۔ اور دوسرا یہ نشان کہ جو پہلے چھپے ہوئے الہام میں یہ فقرہ تھا کہ انّی مُھِینٌ من اراد اھانتک اِس کی تصدیق دیکھ لی۔ اور تیسرا یہ نشان کہ مخالفوں نے تو مجھ پر الزام لگانا چاہا تھا پر خدا تعالےٰ نے حکام کی نظر میں انہیں کو ملزم کر دیا۔ اور چوتھا یہ نشان کہ محمد حسین نے مجھے ذلّت کی حالت میں دیکھنا چاہا تھا خدا تعالےٰ نے یہ ذلّت اُسی پر ڈال دی اور اُس کے شر سے مجھے بچا لیا۔ یہ خدا کی تائید ہے چاہیئے کہ ہماری جماعت اس کو یاد رکھے۔ اور ایک بڑی الٰہی حکمت اس مقدمہ کے دائر ہونے میں یہ تھی کہ تا خدا تعالےٰ اس طور سے بھی میری مماثلت حضرت مسیح سے ثابت کرے اور میری سوانح کی اُس کی سوانح

سے مشابہت لوگوں پر ظاہر فرماوے ۔ چنانچہ وہ تمام مماثلتیں اس مقدمہ سے ثابت ہوئیں۔ **منجملہ** ان کے یہ ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے اُن کے ایک نام کے مُرید نے جس کا نام یہودا اسکریوطی تھا یہودیوں سے تیس روپیہ لیکر حضرت مسیح کو گرفتار کروایا۔ ایسا ہی میرے مقدمہ میں ہوا کہ عبدالحمید نامی ایک میرے ادّعائی مُرید نے نصرانیوں کے پاس جاکر اور ان کی طمع دہی میں گرفتار ہوکر ان کی تعلیم سے میرے پر ارادہ قتل کا مقدمہ بنایا۔ **دوسری** مماثلت یہ کہ مسیح کا مقدمہ ایک عدالت سے دوسری عدالت میں منتقل ہوا تھا۔ ایسا ہی میرا مقدمہ بھی امرتسر کے ضلع سے گورداسپورہ کے ضلع میں منتقل ہوا۔ **تیسری** مماثلت یہ کہ پیلاطوس نے حضرت مسیح کی نسبت کہا تھا کہ میں یسوع کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا۔ ایسا ہی کپتان ڈگلس صاحب نے عین عدالت میں ڈاکٹر کلارک کے روبرو مجھ کو کہا کہ میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔ **چوتھی** مماثلت یہ کہ جس روز مسیح نے صلیبی موت سے نجات پائی اُس روز اُس کے ساتھ ایک چور گرفتار ہوکر سزایاب ہوگیا تھا ایسا ہی میرے ساتھ بھی اسی تاریخ یعنے ۲۳ر اگست ۱۸۹۷ء کو اسی گھڑی میں جب میں بری ہوا تو مُکتی فوج کا ایک عیسائی بوجہ چوری گرفتار ہوکر اُسی عدالت میں پیش ہوا چنانچہ اس چور نے تین مہینہ قید کی سزا پائی ۔ **پانچویں** مماثلت یہ کہ مسیح کے گرفتار کرانے کیلئے یہودیوں اور اُن کے سردار کاہن نے شور مچایا تھا کہ مسیح سلطنت روم کا باغی ہے اور آپ بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ ایسا ہی محمد حسین بٹالوی نے عیسائیوں کا گواہ بن کر عدالت میں محض شرارت سے شور مچایا کہ یہ شخص بادشاہ بننا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے مخالف جس قدر سلطنتیں ہیں سب کاٹی جائیں گی۔ **چھٹی** مماثلت یہ کہ جس طرح پیلاطوس نے سردار کاہن کے بکواس پر کچھ بھی توجہ نہ کی اور سمجھ لیا کہ مسیح کا یہ شخص پکّا دشمن ہے ۔ اسی طرح کپتان ایچ ایم ڈگلس صاحب نے محمد حسین بٹالوی کے بیان پر کچھ بھی توجہ نہ کی۔ اور اُس کے اظہار میں لکھدیا کہ یہ شخص مرزا صاحب کا پکّا دشمن ہے ۔ اور پھر اخیر حکم میں اُس کے اظہار کا

ذکر تک نہیں کیا اور بالکل بے ہودہ اور خود غرضی کا بیان قرار دیا۔ **ساتویں مماثلت** یہ ہے کہ جس طرح مسیح کو گرفتاری سے پہلے خبر دی گئی تھی کہ اس طرح تجھے گرفتار کریں گے اور تیرے قتل کرنے کے لئے کوشش کریں گے اور آخر خدا تجھے اُن کی شرارت سے بچالیگا٭ ایسا ہی مجھے خدا تعالیٰ نے اس مقدمہ سے پہلے خبر دے دی اور ایک بڑی جماعت جو حاضر تھی سب کو وہ الہامات سُنائے گئے اور جو حاضر نہیں تھے ان میں سے اکثر احباب کی طرف خط لکھے گئے تھے۔ اور یہ لوگ سو سے کچھ زیادہ آدمی ہیں۔

بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ یہ مقدمہ ارادہ قتل جو میرے پر دائر کیا گیا درحقیقت بناوٹی تھا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے خود گواہی دی ہے کہ پہلا بیان عبد الحمید کا ان کو پوری تسلی نہیں بخشتا۔ اور دوسرے بیان پر کوئی جرح نہیں کیا۔ پھر ایک بڑی دلیل پہلے بیان کے جھوٹا ہونے پر یہ ہے کہ نوردین عیسائی اور پادری گرے صاحب نے اس بات کو تصدیق کردیا ہے کہ عبد الحمید پہلے ان کے پاس آیا تھا اور چاہتا تھا کہ عیسائی ہوکر اُن میں گذارہ کرے مگر وہ اُس کو روٹی نہیں دے سکے۔ لہذا وہ نوردین کی نشان دہی سے کلارک کے پاس پہنچا اب صاف ظاہر ہے کہ اگر عبد الحمید کلارک کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا تو اُس کو کیا ضرور تھا کہ نوردین کے پاس جاتا اور پھر پادری گرے کے پاس جاتا۔ اُس کو تو براہ راست ڈاکٹر کلارک کے پاس جانا چاہیئے تھا۔ یہ ایک ایسا امر ہے جس سے تمام مقدمہ کھُلتا ہے اور قرائن بھی صاف دلالت کرتے ہیں کہ یہ شخص گجرات میں پہلے عیسائی رہ چکا تھا اور بدچلنی سے نکالا گیا تھا لہٰذا اُس نے مناسب سمجھا کہ اپنا پہلا نام ظاہر نہ کرے تا عیسائی لوگ پاس رکھنے میں عذر نہ کریں۔ اسی بات کا اُس نے اپنے دوسرے اظہار میں اقرار بھی کیا ہے۔ افسوس کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور کپتان صاحب پولیس نے تو دراصل ابتدا سے ہی اپنی فراست سے سمجھ لیا تھا کہ یہ مقدمہ

٭ **نوٹ**۔ مسیح نے جو اپنے تئیں یونس سے مثال دی یہ اسی کیطرف اشارہ تھا کہ وہ قبر میں زندہ داخل ہوگا اور زندہ رہیگا۔ کیونکہ مسیح نے خدا سے الہام پایا تھا کہ وہ صلیب کی موت سے ہرگز نہیں مریگا۔ منہ

سچا نہیں ہے مگر محمد حسین بٹالوی نے مارے تعصب اور بخل کے اس مقدمہ کو سچا قرار دیا اور اپنا نفسانی کینہ نکالنے کے لئے یہ ایک موقعہ سمجھا۔ اسی غرض سے وہ ایسے جھوٹے اور قابل شرم مقدمہ میں عیسائیوں کی مدد دینے کے لئے عدالت میں آیا۔ فَلْیَبْكِ علٰی تقواہ من کَانَ باکیا۔

لیکن بالطبع اس جگہ ایک سوال ہوتا ہے کہ ایسے مولوی جو مدتوں تک تقویٰ اور کفّ لسان اور دیانت اور امانت کا لوگوں کو وعظ کرتے رہے کیونکر ان کو حق کے قبول کرنے کے لئے مدد نہ ملی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ انسان اپنے نفس پر آپ ظلم کرتا ہے۔ عادۃ اللہ یہ ہے کہ جب ایک فعل یا عمل انسان سے صادر ہوتا ہے تو جو کچھ اس میں اثر مخفی یا کوئی خاصیت چھپی ہوئی ہوتی ہے خدا تعالیٰ ضرور اُس کو ظاہر کر دیتا ہے مثلاً جس وقت ہم کسی کوٹھڑی کے چاروں طرف سے دروازے بند کر دیں گے تو یہ ہمارا فعل ہے جو ہم نے کیا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس پر اثر یہ مترتب ہو گا کہ ہماری کوٹھڑی میں اندھیرا ہو جائیگا اور اندھیرا کرنا خدا کا فعل ہے جو قدیم سے اُس کے قانون قدرت میں مندرج ہے۔ ایسا ہی جب ہم ایک وزن کافی تک زہر کھا لیں گے تو کچھ شک نہیں کہ یہ ہمارا فعل ہوگا پھر بعد اس کے ہمیں مار دینا یہ خدا کا فعل ہے جو قدیم سے اُسکے قانون قدرت میں مندرج ہے۔ غرض ہمارے فعل کے ساتھ ایک فعل خدا کا ضرور ہوتا ہے جو ہمارے فعل کے بعد ظہور میں آتا اور اُس کا نتیجہ لازمی ہوتا ہے۔ سو یہ انتظام جیسا کہ ظاہر سے متعلق ہے ایسا ہی باطن سے بھی متعلق ہے۔ ہر ایک ہمارا نیک یا بد کام ضرور اپنے ساتھ ایک اثر رکھتا ہے جو ہمارے فعل کے بعد ظہور میں آتا ہے۔ اور قرآن شریف میں جو ختم اللہ علیٰ قلوبہم آیا ہے اس میں خدا کے مُہر لگانے کے یہی معنی ہیں کہ جب انسان بدی کرتا ہے تو بدی کا نتیجہ اثر کے طور پر اُس کے دل پر اور مونہہ پر خدا تعالیٰ ظاہر کر دیتا ہے اور یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم۔ یعنے جب کہ وہ حق سے پھر گئے تو خدا تعالےٰ نے

اُن کے دل کو حق کی مناسبت سے دور ڈال دیا اور آخر کو معاندانہ جوش کے اثروں سے ایک عجیب کایا پلٹ اُن میں ظہور میں آئی اور ایسے بگڑے کہ گویا وہ وہ نہ رہے اور رفتہ رفتہ نفسانی مخالفت کے زہر نے اُن کے انوارِ فطرت کو دبا لیا۔ سو ایسا ہی ہمارے اندرونی مخالفوں کا حال ہوا مسیح کا بروز کے طور پر نازل ہونا جس کو تمام محقق مانتے چلے آئے ہیں یہ ایک ایسا مسئلہ نہ تھا جو کسی اہلِ علم کی سمجھ میں نہ آوے۔ بڑے بڑے اکابر اس کو مان چکے ہیں۔ یہاں تک کہ محی الدین ابن العربی صاحب بھی اپنی تفسیر میں صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ "نزولِ مسیح اس طرح پر ہوگا کہ اُس کی روح کسی اور بدن سے تعلق کرے گی یعنی اُس کی خو اور طبیعت پر جو ایک روحانی امر ہے کوئی اور شخص پیدا ہوگا۔" سو خدا تعالیٰ اِن لوگوں کو مدد دینے کے لئے طیار تھا اگر وہ مدد لینے کے لئے طیار ہوتے۔ مگر وہ تو بخل اور تعصب سے بہت دور جا پڑے اور نہ چاہا کہ خدا تعالیٰ اُن کے دلوں کو منور کرے۔ ہاں میں یقین رکھتا ہوں کہ اُن کی اس ضد اور مخالفت میں بھی خدا تعالےٰ کی ایک حکمت ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ جن روحانی امراض کو وہ اپنی مکاری سے پوشیدہ رکھتے تھے اور اس طرح پر خلقت کو بھی دھوکہ دیتے اور خود اپنے نفس سے بھی فریب کرتے تھے **وہ تمام مرضیں اُن پر ظاہر کی جائیں اور ریاکاری کے تمام پردے اُٹھا دیئے جائیں۔** سو انہوں نے اپنی نفسانی آندھیوں اور تعصب کے طوفان کی سرگردانیوں سے صدق وثبات کے پہاڑ سے ٹکر کھا کر اور تلوار کی تیز دھار پر ہاتھ مار کر ظاہر کر دیا کہ وہ اپنی فطرت کے رُو سے کیسے مہلک زخموں کے لئے مستعد ہو رہے ہیں اور کس طرح کمینہ پن کے خیالات اُن کو ہلاکت کی طرف کھینچ رہے ہیں اور اُن پر روز کھلتا جاتا ہے کہ کس قدر وجود اُن کا طرح طرح کے حسد اور بخل کا مجموعہ اور خود بینی اور تکبر کا سرچشمہ ہے۔ اِس طرح پر قوی اُمید ہے کہ وہ ایک دن اپنے ان تمام حالات پر نظر ڈال کر متنبہ ہو جائیں گے اور آخر اُن کو ایک روحانی آنکھ عطا ہو گی جس سے وہ خطرناک راہوں سے مجتنب ہو سکیں گے۔

ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی راہ یا یوں کہو کہ ہدایت کے اسباب اور وسائل تین ہیں۔ یعنے ایک یہ کہ کوئی گم گشتہ محض خدا کی کتاب کے ذریعہ سے ہدایت یاب ہو جائے۔ اور دوسرے یہ کہ اگر خدا تعالیٰ کی کتاب سے اچھی طرح سمجھ نہ سکے تو عقلی شہادتوں کی روشنی اس کو راہ دکھلا دے۔ اور تیسرے یہ کہ اگر عقلی شہادتوں سے بھی مطمئن نہ ہو سکے تو آسمانی نشان اُس کو اطمینان بخشیں۔ یہ طریق ہیں جو بندوں کے مطمئن کرنے کے لئے قدیم سے عادۃ اللہ میں داخل ہیں یعنے ایک سلسلہ کتب ایمانیہ جو سماع اور نقل کے رنگ میں عام لوگوں تک پہونچتا ہے جن کی خبروں اور ہدایتوں پر ایمان لانا ہر ایک مومن کا فرض ہے اور اُن کا مخزن اتم اور اکمل قرآن شریف ہے۔ دوسرا سلسلہ معقولات کا جس کا منبع اور ماخذ دلائل عقلیہ ہیں۔ تیسرا سلسلہ آسمانی نشانوں کا جس کا سرچشمہ نبیوں کے بعد ہمیشہ **امام الزمان** اور **مجدد الوقت** ہوتا ہے۔ اصل وارث اُن نشانوں کے انبیا علیہم السلام ہیں۔ پھر جب اُن کے معجزات اور نشان مدت مدید کے بعد منقول کے رنگ میں ہو کر ضعیف التاثیر ہو جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کے قدم پر کسی اور کو پیدا کرتا ہے تا پیچھے آنیوالوں کے لئے نبوت کے عجائب کرشمے بطور منقول ہو کر مُردہ اور بے اثر نہ ہو جائیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی بذات خود نشانوں کو دیکھ کر اپنے ایمانوں کو تازہ کریں۔ غرض خدا تعالیٰ کے وجود اور راہِ راست پر یقین لانے کے لئے یہی تین طریقے ہیں جن کے ذریعہ سے انسان تمام شبہات سے نجات پاتا ہے۔ اگر خدا کی کتاب اور اُس کے مندرجہ معجزات اور نشان اور ہدایتیں جو اس زمانہ کے عام لوگوں کی نظر میں بطور منقول کے ہیں کسی پر مشتبہ رہیں تو ہزاروں عقلی دلائل ان کی تائید میں کھڑے ہوتے ہیں اور اگر عقلی دلائل بھی کسی سادہ لوح پر مشتبہ رہیں تو پھر ڈھونڈنے والوں کے لئے آسمانی نشان بھی موجود ہیں۔ لیکن بڑے بدقسمت وہ لوگ ہیں کہ جو باوجود ان ان تینوں راہوں کے کھلے ہونے کے پھر بھی ہدایت پانے سے بے نصیب رہتے ہیں۔ اور درحقیقت ہمارے اندرونی اور بیرونی مخالف اسی قسم کے ہیں۔ مثلاً اس زمانہ کے مولویوں کو

بار بار قرآن اور احادیث سے دکھلایا گیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام فوت ہو گئے ہیں مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ پھر عقلی طور پر اُن کو شرم دلائی گئی کہ یہ عقیدہ تمہارا عقل کے بھی سراسر مخالف ہے۔ تمہارے ہاتھ میں اس بات کی کوئی نظیر نہیں کہ اس سے پہلے کوئی آسمان سے بھی اترا ہے۔ پھر آسمانی نشان متواتر ان کو دکھلائے گئے اور **خُدا کی حجت اُن پر پوری ہوئی**۔ لیکن تعصب ایسی بلا ہے کہ یہ لوگ اب تک اس فاسد عقیدہ کو نہیں چھوڑتے۔

ایسا ہی پادری صاحبان بھی ان تینوں طریقوں کے ذریعہ سے ہمارے ملزم ہیں۔ مگر پھر بھی اپنے بے اصل عقائد کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور نہایت نکمّے اور بے جان خیالات پر گرے جاتے ہیں۔ اور وسائل ثلثہ مذکورہ کے رو سے وہ اس طرح ملزم ٹھہرتے ہیں کہ اگر مثلاً ان کے اُس جسمانی اور محدود خدا کا جس کا نام وہ یسوع رکھتے ہیں پہلی تعلیموں سے پتہ تلاش کیا جائے یا یہودیوں کے اظہار لئے جائیں تو ایک ذرہ سی بھی ایسی تعلیم نہیں ملے گی جس نے ایسے خدا کا نقشہ کھینچ کر دکھلایا ہو۔ اگر یہودیوں کو یہ تعلیم دی جاتی تو ممکن نہ تھا کہ اُن کے تمام فرقے اُس ضروری تعلیم کو جو اُن کی نجات کا مدار تھی فراموش کر دیتے اور کوئی ایک آدھ فرقہ بھی اُس تعلیم پر قائم نہ رہتا۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک ایسا عظیم الشان گروہ جس میں ہر زمانہ میں ہزارہا عالم فاضل موجود رہے ہیں اور جن کے ساتھ ساتھ صدہا نبی ہوتے چلے آئے ہیں ایک ایسی تعلیم سے اُن کو بے خبری ہو جو چودہ سو برس سے برابر ان کو ملتی رہی اور لاکھوں افراد اُن کے ہر صدی میں اُس تعلیم میں نشوونما پاتے رہے۔ اور ہر صدی کے پیغمبر کی معرفت وہ تعلیم نازل ہوتی رہی اور ہر ایک فرقہ اُن کا اُس تعلیم کا پابند رہا اور اُن کے رگ و ریشہ میں وہ تعلیم گھس گئی۔ اور ایسا ہی صدی بعد صدی اُن کے نبی نہایت اہتمام سے اُس تعلیم کی تاکید کرتے چلے آئے۔ یہاں تک کہ اُس صدی تک نوبت پہنچ گئی جس میں **ایک شخص نے خُدائی کا دعویٰ کیا** اور وہ لوگ سب کے سب اُس دعوے

سے سخت انکاری ہوئے اور بالاتفاق کہا کہ یہ دعوئے اُس مسلسل تعلیم کے برخلاف ہے کہ جو توریت اور دوسری کتابوں سے خدا کے نبیوں کی معرفت چودہ سو برس سے آج تک ہمیں ملتی رہی ہے۔

سو عیسائی عقیدہ کے بُطلان کے لئے اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ وہ جس تعلیم کو سچی اور منجانب اللہ سمجھتے ہیں وہی تعلیم اُن کے جدید عقیدہ کی مکذّب ہے۔ اور اُن کے اس عقیدہ سے ایسی کھلی کھلی مخالف ہے کہ کبھی کسی یہودی کو یہ شک بھی نہیں گذرا کہ اس تعلیم میں تثلیث بھی داخل ہے۔ ہاں عیسائی لوگ پیشگوئیوں کی طرف ہاتھ پیر مارتے ہیں۔ مگر یہ خیال نہایت ہنسی کی بات اور قابل شرم ہے کیونکہ جن نبیوں کی یہ موحّدانہ تعلیم تھی جو مسلسل طور پر یہودیوں کے ہاتھوں میں چلی آئی۔ کیونکر ممکن تھا کہ ایسے انبیاء علیہم السلام اپنی تعلیم کے مخالف پیشگوئیاں بیان کرتے اور اپنی تعلیم اور پیشگوئیوں میں ایسا تناقض ڈال دیتے کہ تعلیم کا تو کچھ اور منشا اور پیشگوئیوں کا کچھ اور ہی منشا ہو جاتا۔

اور اس جگہ عقلمند کے لئے یہ ایک نکتہ نہایت ہدایت بخش ہے کہ پیشگوئیوں میں استعارات اور مجازات بھی ہوتے ہیں مگر تعلیم کیلئے تصریح اور تفصیل ضروری ہوتی ہے اس لئے جہاں کہیں تعلیم اور پیشگوئی کا تناقض معلوم ہو تو یہ لازم ہوتا ہے کہ تعلیم کو مقدم رکھا جائے۔ اور پیشگوئی کو اگر اُس کے مخالف ہو ظاہر الفاظ سے پھیر کر تعلیم کے مطابق اور موافق کر دیا جائے تا رفع تناقض ہو۔ بہرحال تعلیمی مضمون کا لحاظ مقدم چاہیئے۔ کیونکہ تعلیم علاوہ تصریح اور تفصیل کے اکثر معرض افادہ استفادہ میں آتی رہتی ہے۔ لہٰذا اس کے مقاصد اور مدّعا کسی طرح مخفی نہیں رہ سکتے۔ برخلاف پیشگوئیوں کے کہ وہ اکثر گوشۂ گمنامی میں پڑی رہتی ہیں۔ پس اس محکم اصول کے رو سے یہودی لوگ عیسائیوں کے مقابل پر اس بحث میں بالکل سچے ہیں کیونکہ یہودیوں نے تعلیم کو پیشگوئیوں پر مقدم رکھا اور پیشگوئیوں کے وہ معنے کئے جو تعلیم کے مخالف نہ ہوں۔ مگر عیسائیوں نے پیشگوئیوں کے وہ معنے کئے ہیں جو تعلیم کے سراسر مخالف ہیں۔ ماسوا اس کے یہودیوں کے معنے اسطرح

سے بھی مستند ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے سنتے چلے آئے ہیں اور حضرت یحییٰ نبی کا ایک فرقہ جو بلاد شام میں اب تک پایا جاتا ہے وہ بھی عیسائیوں کے اس عقیدہ کے مخالف ہے اور یہودیوں کا مؤید ہے اور یہ اور دلیل اس بات پر ہے کہ عیسائی غلطی پر ہیں۔ غرض منقول کے رُو سے عیسائیوں کا عقیدہ نہایت بودا ہے بلکہ قابل شرم ہے۔ رہا دوسرا ذریعہ شناخت حق کا جو عقل ہے سو عقل تو عیسائی عقیدہ کو دُور سے دھکے دیتی ہے۔ عیسائی اس بات کو مانتے ہیں کہ جس جگہ تثلیث کی منادی نہیں پہنچی ایسے لوگوں سے صرف قرآن اور توریت کی توحید کے رو سے مواخذہ ہوگا تثلیث کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ پس وہ اس بیان سے صاف گواہی دیتے ہیں کہ تثلیث کا عقیدہ عقل کے موافق نہیں کیونکہ اگر عقل کے موافق ہوتا تو جیسا کہ بے خبر لوگوں سے توحید کا مواخذہ ضروری ہے ایسا ہی تثلیث کا مواخذہ بھی ضروری ٹھہرتا۔ اب ان دونوں کے بعد تیسرا ذریعہ شناخت حق کا آسمانی نشان ہیں یعنے یہ کہ سچے مذہب کے لئے ضروری ہے کہ اس کا صرف قصوں اور کہانیوں پر سہارا نہ ہو بلکہ ہر ایک زمانہ میں اس کی شناخت کے لئے آسمانی دروازے کھلے رہیں اور آسمانی نشان ظاہر ہوتے رہیں تا معلوم ہو کہ اُس زندہ خدا سے اُس کا تعلق ہے کہ جو ہمیشہ سچائی کی حمایت کرتا ہے۔ سو افسوس کہ عیسائی مذہب میں یہ علامت بھی پائی نہیں جاتی بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ سلسلہ نشانوں اور معجزات کا آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ کوئی موجودہ آسمانی نشان دکھلایا جائے اُن باتوں کو پیش کرتے ہیں کہ جو اِس زمانہ کی نظر میں صرف قصے اور کہانیاں ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر یسوع نے کسی زمانہ میں اپنی خدائی ثابت کرنے کیلئے چند ماہی گیروں کو نشان دکھلائے تھے تو اب اس زمانہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کو اُن اَن پڑھوں کی نسبت نشان دیکھنے کی بہت ضرورت ہے کیونکہ اِن بیچاروں کو کسی طرح عاجز انسان کی خدائی سمجھ نہیں آتی اور کوئی منطق یا فلسفہ ایسا نہیں جو ایسے شخص کو خدائی کے دعوے کی ڈگری دے جس کی ساری رات کی دُعا بھی منظور نہ ہو سکی اور جس نے اپنے زندگی کے سلسلہ میں ثابت کر دیا کہ اس کی روح کمزور بھی ہے اور نادان بھی۔ پس اگر یسوع اب بھی زندہ خدا ہے

اور اپنے پرستاروں کی آواز سنتا ہے تو چاہیئے کہ اپنی جماعت کو جو ایک معقول عقیدہ پر بے وجہ زور دے رہی ہے اپنے آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے مدد دے۔ انسان تسلی پانے کیلئے ہمیشہ آسمانی نشانوں کے مشاہدہ کا محتاج ہے اور ہمیشہ روح اس کی اس بات کی بھوکی اور پیاسی ہے کہ اپنے خدا کو آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے دیکھے اور اس طرح پر دہریوں اور طبعیوں اور ملحدوں کی کشاکش سے نجات پاوے۔ سو سچا مذہب خدا کے ڈھونڈنے والوں پر آسمانی نشانوں کا دروازہ ہرگز بند نہیں کرتا۔

اب جب میں دیکھتا ہوں کہ عیسائی مذہب میں خداشناسی کے تینوں ذریعے مفقود ہیں تو مجھے تعجب آتا ہے کہ کس بات کے سہارے سے یہ لوگ یسوع پرستی پر زور مار رہے ہیں۔ کیسی بدنصیبی ہے کہ آسمانی دروازے ان پر بند ہیں۔ معقولی دلائل ان کو اپنے دروازے سے دھکے دیتے ہیں۔ اور منقولی دستاویزیں جو گذشتہ نبیوں کی مسلسل تعلیموں سے پیش کرنی چاہیئے تھیں وہ ان کے پاس موجود نہیں۔ مگر پھر بھی ان لوگوں کے دلوں میں خدا تعالےٰ کا خوف نہیں۔ انسان کی عقلمندی یہ ہے کہ ایسا مذہب اختیار کرے کہ جس کے اصول خداشناسی پر سب کا اتفاق ہو اور عقل بھی شہادت دے اور آسمانی دروازے بھی اُس مذہب پر بند نہ ہوں۔ سو غور کر کے معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں صفتوں سے عیسائی مذہب بے نصیب ہے اُس کا خداشناسی کا طریق ایسا نرالا ہے کہ نہ اس پر یہودیوں نے قدم مارا اور نہ دنیا کی اور کسی آسمانی کتاب نے وہ ہدایت کی۔ اور عقل کی شہادت کا یہ حال ہے کہ خود یورپ میں جس قدر لوگ علوم عقلیہ میں ماہر ہوتے جاتے ہیں وہ عیسائیوں کے اس عقیدہ پر ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عقلی عقیدے سب کلیّت کے رنگ میں ہوتے ہیں۔ کیونکہ قواعد کلیّہ سے اُن کا استخراج ہوتا ہے۔ لہذا ایک فلاسفر اگر اس بات کو مان جائے کہ یسوع خدا ہے تو چونکہ دلائل کا حکم کلیت کا فائدہ بخشتا ہے اُس کو ماننا پڑتا ہے کہ پہلے بھی ایسے کروڑ ہا خدا گذرے ہیں اور آگے بھی ہوسکتے ہیں اور یہ باطل ہے۔

اور آسمانی نشانوں کی شہادت کا یہ حال ہے کہ اگر تمام پادری مسیح مسیح کرتے مر بھی جائیں تاہم اُن کو آسمان سے کوئی نشان مل نہیں سکتا۔ کیونکہ مسیح خدا ہو تو اُن کو نشان دے۔ وہ تو بیچارہ اور عاجز اور اُن کی فریاد سے بے خبر ہے۔ اور اگر خبر بھی ہو تو کیا کر سکتا ہے۔

دُنیا میں ایسا مذہب اور ان صفات کا جامع صرف **اسلام** ہے۔ ہر ایک مذہب کی خداشناسی سے اگر زوائد نکال دیئے جائیں اور مخلوق پرستی کا حصہ الگ کر دیا جائے تو جو باقی رہے گا وہی توحید اسلامی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی توحید سب کی مانی منائی ہے۔ پس ایسے لوگ کس قدر اپنے تئیں خطرہ میں ڈالتے ہیں کہ ایک امر کو جو مسلم الکل ہے قبول نہیں کرتے اور ایسے عقیدوں کی پیروی کرتے ہیں کہ جو محض اُن کے اپنے دعوے ہیں اور عام قبولیت سے خالی ہیں۔ اگر قیامت کے دن حضرت مسیح نے کہدیا کہ میں تو خدا نہیں تھا۔ تم نے کیوں خواہ نخواہ میرے ذمہ خدائی لگا دی تو پھر کہاں جائیں گے اور کس کے پاس جا کر روئیں گے!!؟

خدا تعالیٰ نے عیسائیوں کو ملزم کرنے کے لئے چار گواہ اُن کے ابطال پر کھڑے کئے ہیں۔ **اوّل** یہودی کہ جو تخمیناً ساڑھے تین ہزار برس سے گواہی دے رہے ہیں کہ ہمیں ہرگز ہرگز تثلیث کی تعلیم نہیں ملی اور نہ کوئی ایسی پیشگوئی کسی نبی نے کی کہ کوئی خدا یا حقیقی طور پر ابن اللہ زمین پر ظاہر ہونے والا ہے۔ **دوم** حضرت یحیٰی کی امت یعنی یوحنا کی امت جو اب تک بلاد شام میں موجود ہے جو حضرت مسیح کو اپنی قدیم تعلیم کے رو سے صرف انسان اور نبی اور حضرت یحیٰی کا شاگرد جانتے ہیں **تیسرے** فرقہ موحدہ عیسائیوں کا جن کا بار بار قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔ جن کی بحث روم کے تیسری صدی کے قیصر نے تثلیث والوں سے کرائی تھی اور فرقہ موحدہ غالب رہا تھا اور اسی وجہ سے قیصر نے فرقہ موحد کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ **چوتھے** ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف جنہوں نے گواہی دی کہ مسیح ابن مریم ہرگز خدا نہیں ہے اور نہ خدا کا بیٹا ہے بلکہ خدا کا نبی ہے۔

اور علاوہ اس کے ہزاروں راستباز خدا تعالیٰ کا الہام پا کر اب تک گواہی دیتے چلے

آتے ہیں کہ مسیح ابن مریم ایک عاجز بندہ ہے اور خدا کا نبی۔ چنانچہ اس زمانہ کے عیسائیوں پر گواہی دینے کے لئے خدا تعالیٰ نے **مجھے کھڑا کیا ہے** اور مجھے حکم دیا ہے کہ تا میں لوگوں پر ظاہر کروں کہ ابن مریم کو خدا ٹھہرانا ایک باطل اور کفر کی راہ ہے۔ اور مجھے اس نے اپنے مکالمات اور مخاطبات سے مشرف فرمایا ہے اور مجھے اُس نے بہت سے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے اور میری تائید میں اُس نے بہت سے خوارق ظاہر فرمائے ہیں۔ اور درحقیقت اس کے فضل و کرم سے ہماری مجلس **خدا نما** مجلس ہے۔ جو شخص اس مجلس میں صحت نیت اور پاک ارادہ اور مستقیم جستجو سے ایک مدت تک رہے تو میں یقین کرتا ہوں کہ اگر وہ دہریہ بھی ہو تو آخر خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے گا۔ اور ایک عیسائی جس کو خدا تعالیٰ کا خوف ہو اور سچے خدا کی تلاش اور بھوکھ اور پیاس رکھتا ہو اُس کو لازم ہے کہ بے ہودہ قصے اور کہانیاں ہاتھ سے پھینک دے اور چشم دید ثبوتوں کا طالب بن کر ایک مدت تک میری صحبت میں رہے پھر دیکھے کہ وہ خدا جو زمین اور آسمان کا مالک ہے کس طرح اپنے آسمانی نشان اس پر ظاہر کرتا ہے۔ مگر افسوس کہ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں جو درحقیقت خدا کو ڈھونڈنے والے اور اُس تک پہونچنے کیلئے دن رات سرگردان ہیں۔ **اے عیسائیو!** یاد رکھو کہ مسیح ابن مریم ہرگز ہرگز خدا نہیں ہے۔ تم اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو۔ خدا کی عظمت مخلوق کو مت دو۔ ان باتوں کے سننے سے ہمارا دل کانپتا ہے کہ تم ایک **مخلوق ضعیف درماندہ** کو خدا کر کے پکارتے ہو **سچے خدا** کی طرف آجاؤ تا تمہارا بھلا ہو اور تمہاری عاقبت بخیر ہو۔

ناظرین اس مقام سے یہ دینی فائدہ بھی حاصل کر سکتے ہیں کہ پادریوں کا یہ دعوےٰ ہے کہ پاک باطنی اور پاک روشنی صرف ہمارے ہی حصہ میں آگئی ہے اور دوسری قومیں سراسر گناہوں میں مبتلا ہیں۔ مگر یہ دعویٰ اُن کا ہمیشہ جھوٹا اور خلاف واقعہ ثابت ہوتا رہا ہے بلکہ حق بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ ان میں بھی ایسے ہیں کہ وہ قابل شرم زندگی بسر کرتے ہیں انجیل کی تعلیم کو

انہوں نے ایسا بگاڑا ہے کہ گویا اُس کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ہیں۔ ہم کسی پادری کو نہیں دیکھتے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دے۔ بلکہ کئی اُن میں سے جھوٹے مقدمے برپا کرتے اور نہایت بے صبری اور کینہ کشی کی وجہ سے ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو عدالتوں تک پہنچاتے ہیں۔ پھر زور پر زور دیا جاتا ہے کہ حکام اُن کے دشمنوں کو سزا دیں۔ اِسی مقدمہ کو دیکھنا چاہیئے کہ کس طرح سراسر جھوٹ باندھا گیا۔ اور کس طرح حضرات واعظان انجیل نے قتل کے مقدمہ میں مجھے ماخوذ کرانے کے لئے **قسمیں** کھائی ہیں۔ ڈاکٹر کلارک اور وارث دین اور عبد الرحیم اور پریم داس اور یوسف خاں یہ سب حضرات عیسائیان وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس قابل شرم مقدمہ کی تائید میں **انجیل اُٹھائی**۔ یہ وُہی بزرگ ہیں جو آتھم کے مقدمہ میں بار بار کہتے تھے کہ "ہمارے مذہب میں **قسم کھانا** ہرگز درست نہیں پھر آتھم کیوں قسم کھاتا"۔ بلکہ ڈاکٹر کلارک نے ایک اشتہار میں بہت سی توہین کے ساتھ یہ لکھا تھا کہ "ہمارے مذہب میں قسم کھانا ایسا ہے جیسا کہ مسلمانوں میں **خنزیر** کھانا"۔ سو ان لوگوں نے ثابت کر دیا کہ کہاں تک ان کے قول اور فعل میں مطابقت ہے۔ ہم عبد اللہ آتھم سے کیا چاہتے تھے یہی تو چاہتے تھے کہ وہ منصفوں کے جلسۂ عدالت میں حاضر ہو کر قسم کھاوے کہ وہ ہماری شرط کے موافق اسلامی عظمت سے ڈرا نہیں۔ سو چونکہ وہ سچ پر نہیں تھا اس لئے قسم کھانے کی جرأت نہ کر سکا۔ اگر یہ عذر تھا کہ "ہم عدالت میں قسم کھاتے ہیں نہ کسی اور جگہ"۔ تو اوّل تو یہ عذر اُن کی کتابوں میں مندرج نہیں۔ انجیل میں کہیں نہیں لکھا کہ قسم صرف اُس حالت میں درست ہے کہ جب تم عدالت میں جبراً بلائے جاؤ بلکہ عموماً قسم کی اجازت دی اور خود حضرت مسیح نے بغیر حاضری عدالت کے قسم کھائی۔ اور اُن کا پولوس ہمیشہ قسم کھایا کرتا تھا۔ اور اگر ہم اپنی طرف سے عدالت کی حاضری کی شرط بھی زیادہ کریں تو یہ شرط بھی ان کو مفید نہیں کیونکہ عدالت سے مُراد یہ نہیں ہے کہ ضرور کسی ملازمت پیشہ حاکم کی کچہری ہو بلکہ ایسے منصف اور ثالث جو بغیر کسی رورعایت کے حق کی شہادت دے سکتے ہوں اور جھوٹے کو ملزم کر سکتے ہوں اُن کا

جلسہ بھی بلاشبہ عدالت کا جلسہ ہے جس کی طرف بلایا گیا تھا۔ اور لطف یہ کہ عیسائیوں کی کتابوں میں قسم کھانے کے لئے مجبوراً کچہریوں میں بلایا جانا کوئی شرط نہیں بلکہ جہاں کہیں کسی تصفیہ کے لئے قسم مفید ہو سکتی ہو اُسی جگہ اُن کے مذہب کے رو سے قسم کھانا واجب ہو جاتا ہے۔

ماسوا اس کے ڈاکٹر کلارک نے جو ہمارے مقدمہ میں قسم کھائی اُس کو قسم کھانے کیلئے **کس عدالت نے جبراً بلایا تھا؟ آپ اُس نے** مقدمہ عدالت کے سامنے پیش کیا تب قسم بھی دی گئی۔ افسوس! کہ اسی قسم پر پادریوں نے کس قدر لمبا جھگڑا کیا تھا۔ اور کس قدر آتھم نے قسم کھانے سے کنارہ کشی کی تھی۔ حالانکہ الہامی شرط سے اپنے تئیں علیحدہ ثابت کرنے کے لئے اس کو قسم کھانا نہایت ضروری تھا۔ ہم نے تو قسم پر چار ہزار روپیہ بھی دینا کیا تھا اور ہماری طرف سے کوئی نئی بحث نہیں تھی۔ پہلے دن سے الہام میں یہ شرط تھی کہ اگر اُس کا دل اسلامی حقانیت کی طرف رجوع کرے گا اور اُس کی عظمت کو قبول کریگا تو موت سے بچ جائیگا۔ اور اُس کا میعاد کے اندر موت سے بچنا انصافاً اس تنقیح کو چاہتا تھا کہ کیا اُسنے شرط پر عمل تو نہیں کیا؟ اور اُس نے اپنے اقوال سے اور افعال سے جس قدر خوف ظاہر کیا تھا کم سے کم اُس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا تھا کہ وہ اسلامی عظمت سے ضرور ڈرا ہے اسی وجہ سے ہم نے بار بار اشتہار دیا تھا کہ اگر وہ نہیں ڈرا تو اپنے تئیں اس الہامی شرط سے باہر ثابت کرنے کے لئے قسم کھا جاوے۔ اور ہم نے نہ صرف قرائن موجودہ سے دیکھا بلکہ خُدا نے ہمیں اطلاع دی تھی کہ وہ ضرور ڈرا ہے۔ اور آتھم نے اپنے مضطربانہ حالات سے ہمارے الہام کی تصدیق کر دی تھی۔ پس اگر عیسائی لوگ یقینی طور پر اُس کا خوف اور رجوع نہ مانتے تو کم سے کم یہ تو اُن کو سوچنا چاہیئے تھا کہ آتھم کا قسم سے کنارہ کرنا اور خوف کا اقرار کرنا اور وجہ خوف اپنے خود تراشیدہ جھوٹے بہتانوں کو قرار دینا۔ کبھی کہنا کہ میرے پر سانپ چھوڑا گیا تھا۔ اور کبھی کہنا کہ تلواروں والوں نے حملہ کیا تھا۔ اور کبھی نیزوں اور بندوقوں والوں کا نام لینا اور ثبوت

کچھ بھی نہ دینا یہ تمام باتیں ایسی تھیں کہ آتھم کو عدالت کے رُو سے ملزم کرتی تھیں اور ان بیہودہ افتراؤں کا بار ثبوت اُس کی گردن پر تھا۔ اور اُس کی بریّت کم سے کم قسم کھانے میں تھی جس سے وہ ایسا بھاگا جیسا ایک شخص شیر سے بھاگتا ہے۔

اور پھر اس پیشگوئی کے دوسرے حصّہ نے اور بھی ہمارے الہام کی سچائی پر روشنی ڈالی کیونکہ دوسری پیشگوئی میں یہ تھا کہ اگر آتھم نے الہامی شرط سے فائدہ اٹھا کر پھر اس سچّی گواہی کو چھُپایا تو وہ جلد فوت ہو جائے گا۔ اور اُس کی زندگی کے دن بہت تھوڑے ہوں گے۔ اور یہ پیشگوئی بھی اشتہاروں کے ذریعہ سے لاکھوں انسانوں میں مشتہر کی گئی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور آتھم ہمارے آخری اشتہار سے چھ ماہ کے اندر فوت ہو گیا۔ اور ان تمام باتوں نے پادری صاحبوں کو بہت شرمندہ کیا۔ کیونکہ آتھم نے نہ تو قسم کھائی اور نہ اپنے جھوٹے بہتانوں کو بذریعہ نالش ثابت کیا۔ اور نہ اُن بہتانوں کا کچھ ثبوت دیا جو الہامی شرط پر پردہ ڈالنے کے لئے اُس نے تراشے تھے۔ اس لئے یہ تمام حرکات اُس کی پادریوں کی سخت ندامت کی موجب ہوئیں۔

علاوہ اس کے عیسائیوں کو یہ اور شرمندگی دامنگیر ہوئی کہ آتھم ہماری دوسری پیشگوئی کے مطابق اخفائے شہادت کے بعد بہت جلد فوت ہو گیا۔ پھر اِس شرمندگی پر ایک اور شرمندگی یہ پیش آئی کہ لیکھرام ہماری پیشگوئی کے مطابق میعاد کے اندر مارا گیا۔ اور جیسا کہ پیشگوئی میں تصریح تھی کہ وہ عید کے دوسرے دن مارا جائے گا ایسا ہی وقوع میں آیا۔ یہ تمام باتیں ایسی تھیں کہ حضرات پادری صاحبان کو ان سے بڑی کوفت پہنچی تھی۔ یہ لوگ ہمیشہ بازاروں میں وعظ کے طور پر کہتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی ظہور میں نہیں آئی اور نہ کوئی معجزہ ہوا۔ مگر برخلاف اس کے خدا نے ان کو متواتر معجزات بھی دکھلائے اور پیشگوئیاں بھی مشاہدہ کرائیں۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جلسہ مذاہب لاہور میں قبل از وقت ہم نے اشتہار دیا تھا کہ خدا مجھے فرماتا ہے کہ ”تیرا مضمون

بالا رہے گا۔" سو وہ پیشگوئی لاکھوں آدمیوں کے اقرار سے پوری ہوئی۔ یہاں تک کہ عیسائی پرچہ **سول ملٹری گزٹ** نے بھی اس کی شہادت دی۔ اور اعجازی طور پر مضمون ہمارا غالب رہا۔ پس یہ شرمندگی حضرات عیسائیوں کے لئے کچھ تھوڑی نہیں تھی کہ ہماری پیشگوئیوں کی سچائی سے متواتر اُن کو زخم پہنچے۔

اور اس سے زیادہ ان کی ندامت کا یہ بھی موجب ہوا کہ اس عرصہ میں کئی عمدہ کتابیں ردّ نصاریٰ میں مَیں نے تالیف کیں جن سے اُن کے عقائد کے بطلان کی بخوبی حقیقت کھُل گئی۔ یہ تمام باتیں ایسی تھیں جن سے مجھے خود اندیشہ تھا کہ آخر کوئی جھوٹا مقدمہ میرے پر بنایا جائے گا۔ کیونکہ دشمن جب لاجواب ہو جاتا ہے تو پھر جان اور آبرو پر حملہ کرتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور آخر یہ خون کا مقدمہ میرے پر بنایا گیا اور ضرور تھا کہ اس میں محمد حسین بٹالوی اور آریہ بھی شامل ہوتے۔ کیونکہ ان سب کو ذلت پر ذلت پہنچی اور خدا نے ان سب کا مونہہ بند کر دیا۔ مگر پادری صاحبوں کو سب سے زیادہ بڑھ کر جوش تھا کیونکہ میری کارروائی میں اُن کے کروڑہا روپیہ کا نقصان ہے۔ اور علاوہ آسمانی نشانوں کے میرے **اعتراضات** نے بھی ان کے مذہب کے تار و پود کو توڑ دیا ہے۔ چنانچہ وہ اعتراض جو ان کے اس عقیدہ پر کیا گیا تھا کہ تمام گناہگاروں کی لعنت مسیح پر آپڑی جس کا ماحصل یہ تھا کہ مسیح کا دل خدا تعالیٰ کی معرفت اور محبت سے بالکل خالی ہو گیا تھا اور درحقیقت وہ خدا کا دشمن ہو گیا تھا۔ یہ ایسا اعتراض تھا کہ عقیدہ کفارہ کو باطل کرتا تھا۔ کیونکہ جبکہ **لعنت** اپنے مفہوم کے رو سے مسیح جیسے راستباز انسان پر ہرگز جائز نہیں تو پھر کفّارہ کی چھت جس کا شہتیر لعنت ہے کیونکر ٹھہر سکتی ہے۔

ایسا ہی وہ اعتراض کہ خدا کا کوئی فعل اُس کی قدیم عادت سے مخالف نہیں اور عادت کثرت اور کلیت کو چاہتی ہے۔ پس اگر درحقیقت بیٹے کو بھیجنا خدا کی عادت میں داخل ہے تو خدا کے بہت سے بیٹے چاہئیں تا عادت کا مفہوم جو کثرت کو چاہتا ہے ثابت ہو اور

تا بعض بیٹے جنّات کے لئے مصلوب ہوں اور بعض انسانوں کے لئے اور بعض اُن مخلوقات کے لئے جو دوسرے اجرام میں آباد ہیں۔ یہ اعتراض بھی ایسا تھا کہ ایک لحظ کے لئے بھی اس میں غور کرنا فی الفور عیسائیت کی تاریکی سے انسان کو چھوڑا دیتا ہے۔

ایسا ہی یہ اعتراض کہ عیسائیوں کی تعلیم یہودیوں کی مسلسل تین ہزار برس کی تعلیم کے مخالف ہے جو اُن کی کتابوں میں پائی جاتی ہے جس سے بچہ بچہ یہود کا واقف ہے۔

ایسا ہی یہ اعتراض کہ کفارہ اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ اس سے یا تو یہ مقصود ہوگا کہ گناہ بالکل سرزد نہ ہوں اور یا یہ مقصود ہوگا کہ ہر ایک قسم کے گناہ خواہ حق اللہ کی قسم میں سے اور خواہ حق العباد کی قسم میں سے ہوں کفّارہ کے ماننے سے ہمیشہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔ سو پہلی شق تو صریح البطلان ہے کیونکہ یورپ کے مردوں اور عورتوں پر نظر ڈال کر دیکھا جاتا ہے کہ وہ کفّارہ کے بعد ہرگز گناہ سے بچ نہیں سکے اور ہر ایک قسم کے گناہ یورپ کے خواص اور عوام میں موجود ہیں۔ بھلا یہ بھی جانے دو نبیوں کے وجود کو دیکھو جن کا ایمان اور دل سب سے زیادہ مضبوط تھا وہ بھی گناہ سے بچ نہ سکے۔ حواری بھی اِس بلا میں گرفتار ہو گئے۔ پس اِس میں کچھ شک نہیں کہ کفارہ ایسا بند نہیں ٹھہر سکتا کہ جو گناہ کے سیلاب سے روک سکے۔ رہی یہ دوسری بات کہ کفارہ پر ایمان لانے والے گناہ کی سزا سے مستثنیٰ رکھے جائیں گے خواہ وہ چوری کریں یا ڈاکہ ماریں خون کریں یا بدکاری کی مکروہ حالتوں میں مبتلا رہیں تو خدا اُن سے مواخذہ نہیں کرے گا یہ خیال بھی سراسر غلط ہے جس سے شریعت کی پاکیزگی سب اُٹھ جاتی ہے اور خدا کے ابدی احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔

یہ تمام اعتراضات ایسے تھے کہ عیسائی صاحبوں سے ان کا جواب کچھ بھی بن نہیں سکتا تھا۔ علاوہ اس کے پادری صاحبوں کے لئے ایک اور مشکل یہ پیش آئی تھی کہ ہم نے ثابت کر دیا تھا کہ علاوہ ان تمام مشرکانہ عقائد کے جو اُن کے مذہب میں پائے جاتے ہیں اور علاوہ ایسی ایسی کچّی اور خام باتوں کے کہ مثلاً انسان کو خدا بنانا اور اُس پر کوئی دلیل نہ لانا جو اُن کا طریقہ ہے ایک اور

بھاری مصیبت اُن کو یہ پیش آئی ہے کہ وہ اپنے مذہب کے روحانی برکات ثابت نہیں کر سکے یہ تو ظاہر ہے کہ جس مذہب کے قبولیت کے آثار آسمانی نشانوں سے ظاہر نہیں ہیں وہ ایسا آئینہ نہیں ٹھہر سکتا جس کو خدا نما کہہ سکیں ۔ بلکہ اُس کا تمام مدار قصّوں اور کہانیوں پر ہوتا ہے اور جس خدا کی طرف وہ راہ دکھلانا چاہتا ہے اُس کی نسبت بیان نہیں کر سکتا کہ وہ موجود بھی ہے اور ایسا مذہب اس قدر نکمّا ہوتا ہے کہ اُس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے ۔ اور ایک مچھّر پر غور کر کے خدا کا پتہ لگ سکتا ہے اور ایک پسّو کو دیکھ کر صانع حقیقی کی طرف ہمارا ذہن منتقل ہو سکتا ہے مگر ایسے مذہب سے ہمیں کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کہ جو اپنے پیٹ میں صرف قصوں اور کہانیوں کا ایک مُردہ بچّہ رکھتا ہے ۔ ہمیں جبراً کہا جاتا ہے کہ تم ان باتوں کو مان لو کہ کسی زمانہ میں یسوع نے کئی ہزار مُردے زندہ کر دیئے تھے اور اُس کی موت کیوقت بیت المقدس کے تمام مُردے شہر میں داخل ہو گئے تھے ۔ لیکن درحقیقت یہ ایسی ہی باتیں ہیں جیسا کہ ہندوؤں کی پُستکوں میں ہے کہ کسی زمانہ میں مہادیو کی لٹوں سے گنگا بہ نکلی تھی ۔ اور راجہ رام چندر نے پہاڑوں کو انگلی پر اٹھا لیا تھا اور راجہ کرشن نے ایک تیر سے اتنے لاکھ آدمی مارے تھے ۔

اب کہو کہ ان تمام بے ہودہ اور بے اصل باتوں کو ہم کیونکر مان لیں پھر جبکہ یہ باتیں خود ثبوت کی محتاج ہیں تو پھر ان کے ذریعہ سے کون سا قضیہ ثابت ہو سکتا ہے ۔ کیا اندھا اندھے کو راہ دکھلا سکتا ہے ؟ افسوس کہ ایک پتّے پر غور کرنے سے بہت کچھ صانع حقیقی کا پتہ لگ سکتا ہے ۔ مگر ان کتابوں کا ہزار ورق بھی پڑھ کر موجد حقیقی کا کچھ نشان نہیں ملتا ۔ پھر جبکہ انسان کیلئے پہلی اور بڑی مصیبت یہی ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی ہستی کی شناخت کرنے کی راہ میں بڑے بڑے مشکلات اور شبہات میں مُبتلا ہے یہاں تک کہ بسا اوقات پورا دہریہ اور اکثر دہریت کی رگ اپنے اندر رکھتا ہے ۔ اور اسی وجہ سے گناہ کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے اور جس قدر سمّ الفار کی مہلک تاثیر کی سیبت اس کو اس حرکت سے ڈراتی ہے کہ وہ اُس کے کھانے

کا ارتکاب کرے اس قدر خدا تعالےٰ کی ہیبت نافرمانی سے اُس کو نہیں روکتی اس کی کیا وجہ ہے یہی تو ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی عظمت اور جلال اور اقتدار سے بے خبر ہے تبھی تو اس کی نافرمانی کو ایک معمولی بات سمجھتا ہے۔ اور نہیں ڈرتا۔ اور ادنیٰ ادنیٰ احکام کی نافرمانی سے اُس کی روح تحلیل ہوتی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ ہماری تمام سعادت خدا شناسی میں ہے اور نفسانی جذبات کو اُن کے طوفان سے روکنے والی وہ معرفت کاملہ ہے جس سے ہمیں پتہ لگ جائے کہ درحقیقت خدا ہے اور درحقیقت وہ بڑا قادر اور بڑا رحیم اور ذوالعذاب الشدید بھی ہے۔ یہی وہ نسخہ مجربہ ہے جس سے سچی تبدیلی ہوتی ہے اور انسان کی متمردانہ زندگی پر موت آجاتی ہے۔

اور اس طریق کے سوا باقی وہ تمام باتیں جو دُنیا کے لوگوں نے گناہ سے بچنے کے لئے بنائی ہیں جیسے کفارہ مسیح وغیرہ۔ یہ طفلانہ خیالات ہیں جو نہایت محدود اور غلطیوں سے پُر ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی ایک کے سر پر چوٹ لگنے سے ہمارے سر کا درد نہیں جا سکتا اور کسی کے بھوکے رہنے سے ہم سیر نہیں ہو سکتے۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ جس طرح ڈاکٹر مرض کی تشخیص کرتا ہے یا جس طرح اہل مساحت زمین کو ناپتا ہے اسی طرح ہمارا دل نہایت محکم یقین کے ساتھ معلوم کر چکا ہے کہ کسی انسان کے نفسانی جذبات کا سیلاب بجز اس امر کے تھم ہی نہیں سکتا کہ ایک چمکتا ہوا **یقین** اُس کو حاصل ہو کہ **خدا** ہے اور اُس کی تلوار ہر ایک نافرمان پر بجلی کی طرح گرتی ہے اور اُس کی رحمت ان لوگوں کو ہر ایک بلا سے بچاتی ہے جو اُس کی طرف جُھکتے ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ انجیل یا وید اُس خدا کا ہمیں کیا پتہ بتلاتی ہیں اور اُس کا چہرہ دکھانے کے لئے کونسا آئینہ اُن کے ہاتھ میں ہے جو ہمارے آگے رکھتے ہیں۔ اگر وہ ہمیں صرف قصّے اور کہانیاں سُناتے ہیں تو صرف قصوں سے وہ کونسی تسلی ہمیں دے سکتے ہیں۔ اور اگر وہ ہمیں صرف یہ صلاح دیتے ہیں کہ ہم زمین اور آسمان کے اجرام میں غور کریں اور نظام شمسی کو تدبّر سے سوچیں تو ہمیں اُن سے اس مشورہ

کے لینے کی کیا حاجت ہے؟ کیا ہمیں پہلے سے معلوم نہیں کہ یہ نظام جو ابلغ اور محکم ہے اور یہ ترتیب جو انسب اور انفع ہے ضرور ایک مدبّر صانع حکیم علیم کی ضرورت ثابت کر رہی ہے۔ مگر یہ بات کہ ایسے صانع کی ضرورت ہے اور یہ دوسری بات کہ ہم علم الیقین کی آنکھ سے دیکھ لیں کہ وہ صانع درحقیقت موجود بھی ہے۔ ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس لئے ایک حکیم کو جو صرف قیاسی طور پر خدا کے وجود کا قائل ہے۔ سچی پاکیزگی اور خداترسی کا کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صرف ضرورت کا علم الٰہی رُعب اپنے اندر نہیں رکھتا اور تاریکی کو اُٹھا نہیں سکتا۔ مگر جس پر براہ راست آسمان سے خدا کا جلال کھلتا ہے وہ نیک کاموں اور ثابت قدمی اور وفاداری کے لئے بڑی قوت پاتا ہے اور درحقیقت اُس کا شیطان مرجاتا ہے اور جلال الٰہی کی شعاعیں جو زندہ الہامات کے رنگ میں اور ہیبت ناک مکاشفات کی صورت میں اُس کے دل پر پڑتی رہتی ہیں وہ اُس کو ہر ایک تاریکی سے دور کھینچ کر لے جاتی ہیں۔ کیا تم ایسی بجلی کے نیچے جو جلانے والی اور مہلک پروں کو پھیلا رہی ہے کوئی بدکاری کا کام کر سکتے ہو؟ پس اسی طرح جو شخص خدا کی جلالی تجلّیات کے نیچے زندگی بسر کرتا ہے اسکی شیطنت مرجاتی ہے اور اس کے سانپ کا سر کچلا جاتا ہے۔ یہی ایک حقیقی طریق ہے جسکی برکت سے انسان فی الواقع پاک زندگی حاصل کر سکتا ہے۔ افسوس کہ عیسائیوں کو یہ دکھانا چاہیئے تھا کہ یہ یقین ہستی باری جو انسان کو خداترسی کی آنکھ بخشتا ہے اور گنہ کے خس و خاشاک کو جلاتا ہے۔ اس کا سامان انجیل نے ان کو کیا بخشا ہے؟ بیہودہ طریقوں سے گنہ کیونکر دور ہو سکتا ہے؟ افسوس کہ یہ لوگ نہیں سمجھے کہ یہ کیسا ایک بے حقیقت امر اور ایک فرضی نقشہ کھینچا ہے کہ تمام دنیا کے گناہ ایک شخص پر ڈالے گئے اور گنہگاروں کی لعنت اُن سے لی گئی اور یسوع کے دل پر رکھی گئی اس سے تو لازم آتا ہے کہ اس کارروائی کے بعد بجز یسوع کے ہر ایک کو پاک زندگی اور خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہے مگر نعوذ باللہ یسوع ایک ایسی لعنت کے نیچے دبایا گیا جو کروڑہا

لعنتوں کا مجموعہ تھی - لیکن جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک انسان کے گناہ اُس کے ساتھ
ہیں اور فطرت نے جس قدر کسی کو کسی جذبہ نفسانی یا افراط اور تفریط کا حصہ دیا ہے وہ
اُس کے وجود میں محسوس ہو رہا ہے گو وہ یسوع کو مانتا ہے یا نہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ
لعنتی زندگی والوں کی لعنتی زندگی اُن سے علیحدہ نہیں ہو سکی ایسا ہی وہ یسوع پر بھی پڑ نہیں سکی
کیونکہ جب کہ لعنت اپنے محل پر خوب چسپاں ہے تو وہ یسوع کی طرف کیونکر منتقل ہو سکے گی.
اور یہ عجیب ظلم ہے کہ ہر ایک خبیث اور ملعون جو یسوع پر ایمان لاوے تو اُس کی لعنت یسوع پر پڑے
اور اُس شخص کو بری اور پاکدامن سمجھا جائے۔ پس ایسا غیر منقطع سلسلہ لعنتوں کا جو قیامت تک
ممتد رہے گا اگر وہ ہمیشہ تازہ طور پر غریب یسوع پر ڈالا جائے تو کس زمانہ میں اُس کو
لعنتوں سے سبکدوشی ہوگی کیونکہ جب وہ ایک گروہ کی لعنتوں سے اپنے تئیں سبکدوش کر
لیگا تو پھر نیا آنے والا گروہ جو اپنے خبیث وجود کے ساتھ نئی لعنتیں رکھتا ہے وہ اپنی تمام لعنتیں
اُس پر ڈال دے گا۔ علیٰ ہذا القیاس اُس کے بعد دوسرا گروہ دوسری لعنتوں کے ساتھ آئیگا تو
پھر ان مسلسل لعنتوں سے فرصت کیونکر ہوگی؟ اس سے تو ماننا پڑتا ہے کہ یسوع کیلئے وہ دن پھر کبھی
نہیں آئیں گے جو اُس کو خدا کی محبت اور معرفت کے نور کے سایہ میں رکھنے والے ہوں۔ پس ایسے عقیدہ
سے اگر کچھ حاصل ہوا تو وہ یہی ہے کہ ان لوگوں نے ایک خدا کے مقدس کو ایک غیر منقطع ناپاکی میں
ڈالنے کا ارادہ کیا ہے اور بدقسمتی سے اُس اصل بات کو چھوڑ دیا ہے جس سے گناہ دور ہوتے ہیں اور
وہ یہ ہے کہ وہ آنکھ پیدا کرنا جو خدا کی عظمت کو دیکھے اور وہ یقین حاصل کرنا جو گناہ کی تاریکی سے چھوڑا
دے۔ زمین تاریکی پیدا کرتی ہے اور آسمان تاریکی کو اُٹھاتا ہے پس جب تک آسمانی نور جو نشانوں کے رنگ
میں حاصل ہوتا ہے کسی دل کو نہ چھوڑا دے حقیقی پاکیزگی حاصل ہو جانا بالکل جھوٹ ہے اور سراسر باطل
اور خیال محال ہے۔ پس گناہوں سے بچنے کیلئے اس نور کی تلاش میں لگنا چاہیئے جو یقین کی کرار فوجوں کے
ساتھ آسمان سے نازل ہوتا اور ہمت بخشتا اور قوت بخشتا اور تمام شبہات کی غلاظتوں کو دھو
دیتا اور دل کو صاف کرتا اور خدا کی ہمسائیگی میں انسان کا گھر بنا دیتا ہے۔ پس افسوس ان لوگوں پر

کہ بچوں کی گرد و غبار میں کھیلتے اور کوئلوں پر لیٹتے ہیں اور پھر آرزو کرتے ہیں کہ ہمارے کپڑے سفید رہیں۔ اور حقیقی نور کو تلاش نہیں کرتے اور پھر چاہتے ہیں کہ ظلمت سے نجات پاویں۔

حقیقی نور کیا ہے؟ وہ جو تسلّی بخش نشانوں کے رنگ میں آسمان سے اترتا اور دلوں کو سکینت اور اطمینان بخشتا ہے۔ اس نور کی ہر ایک نجات کی خواہشمند کو ضرورت ہے۔ کیونکہ جس کو شبہات سے نجات نہیں اُس کو عذاب سے بھی نجات نہیں۔ جو شخص اس دُنیا میں خدا کے دیکھنے سے بے نصیب ہے وہ قیامت میں بھی تاریکی میں گرے گا۔ خدا کا قول ہے کہ مَنۡ کَانَ فِیۡ ہٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی[1] اور خدا نے اپنی کتاب میں بہت جگہ اشارہ فرمایا ہے کہ میں اپنے ڈھونڈنے والوں کے دل نشانوں سے منوّر کروں گا۔ یہاں تک کہ وہ خدا کو دیکھیں گے اور مَیں اپنی عظمت انہیں دکھلا دوں گا یہاں تک کہ سب عظمتیں اُن کی نگاہ میں ہیچ ہو جائیں گی۔ یہی باتیں ہیں جو مَیں نے براہ راست خدا کے مکالمات سے بھی سُنیں پس میری روح بول اٹھی کہ خدا تک پہنچنے کی یہی راہ ہے اور گناہ پر غالب آنے کا یہی طریق ہے۔ حقیقت تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم حقیقت پر قدم ماریں۔ فرضی تجویزیں اور خیالی منصوبے ہمیں کام نہیں دے سکتے۔ ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے **قرآن** سے پایا ہم نے اُس خدا کی آواز سُنی اور اُس کے پُر زور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچّا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اُس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اُس دین اور اُس روشنی کی طرف ہر ایک کو بُلاتے ہیں ہم نے اُس **نورِ حقیقی** کو پایا جس کے ساتھ سب ظلمانی پردے اٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آجاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔

عیسائی مذہب اِن نشانوں سے بکلّی محروم ہے۔ دعوے اتنا بڑا کہ ایک انسان کو خدا بنانا چاہتے ہیں۔ اور ثبوت میں صرف قصّے کہانیاں پیش کرتے ہیں ہاں بعض کہتے ہیں کہ انجیل کی تعلیم

[1] بنی اسرائیل : ۷۳

ہی ایسی عمدہ ہے کہ جو بطور نشان کے ہے"۔ لیکن درحقیقت یہ اُن کی بڑی غلطی ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ انجیل کی تعلیم نہایت ہی ناقص ہے۔ اِسی لئے حضرت مسیح کو بھی عذر کرنا پڑا کہ "آنیوالا **فارقلیط** اس نقصان کا تدارک کرے گا"۔ ہمیں اِس سے کچھ بحث نہیں کہ انجیل کے ثناخوان دکھلاتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور۔ لیکن اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ انجیل انسانیت کے درخت کی پورے طور پر آب پاشی نہیں کر سکتی۔ ہم اس مسافرخانہ میں بہت سے قویٰ کے ساتھ بھیجے گئے ہیں اور ہر ایک قوت چاہتی ہے کہ اپنے موقعہ پر اُس کو استعمال کیا جائے۔ اور انجیل صرف ایک ہی قوت حلم اور نرمی پر زور مار رہی ہے۔ حلم اور عفو درحقیقت بعض مواضع میں اچھی ہے لیکن بعض دوسرے مواضع میں سمّ قاتل کی تاثیر رکھتی ہے۔ ہماری یہ تمدّنی زندگی کہ مختلف طبایع کے اختلاط پر موقوف ہے بلاشبہ تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنے تمام قویٰ کو محل بینی اور موقعہ شناسی سے استعمال کیا کریں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اگرچہ بعض جگہ ہم عفو اور درگذر کر کے اس شخص کو فائدہ جسمانی اور روحانی پہنچاتے ہیں جس نے ہمیں کوئی آزار پہنچایا ہے۔ لیکن بعض دوسری جگہ ایسی بھی ہیں جو اُس جگہ ہم اس خصلت کو استعمال کرنے سے شخص مجرم کو اور بھی مفسدانہ حرکات پر دلیر کرتے ہیں۔

ہماری روحانی زندگی کی طرز ہماری جسمانی زندگی کی طرز سے نہایت مشابہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر جگہ ایک ہی مزاج اور طبیعت کی اغذیہ اور ادویہ پر زور مارنے سے ہماری صحت بحال نہیں رہ سکتی۔ اگر ہم دس یا بیس روز متواتر ٹھنڈی چیزوں کے کھانے پر ہی زور دیں اور گرم غذاؤں کا کھانا حرام کی طرح اپنے نفس پر کر دیں تو ہم جلد تر کسی سرد بیماری میں جیسے فالج اور لقوہ اور رعشہ اور صرع وغیرہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور ایسا ہی اگر ہم متواتر گرم غذاؤں پر زور دیں یہاں تک کہ پانی بھی گرم کر کے ہی پیا کریں تو بلاشبہ کسی مرض حار میں گرفتار ہو جائیں گے سو چکر دیکھ لو کہ ہم اپنے جسمانی تمدّن میں کیسے گرم اور سرد اور نرم اور سخت اور حرکت اور سکون کی رعایت رکھتے ہیں اور کیسی یہ رعایت ہماری صحت بدنی کے لئے ضروری پڑی ہوئی ہے۔

پس یہی قاعدہ صحت روحانی کے لئے برتنا چاہیئے ۔ خدا نے کسی بُری قوت کو ہمیں نہیں دیا۔ اور درحقیقت کوئی بھی قوت بری نہیں صرف اس کی بد استعمالی بُری ہے ۔ مثلاً تم دیکھتے ہو کہ حسد نہایت ہی بری چیز ہے ۔ لیکن اگر ہم اس قوت کو بُرے طور پر استعمال نہ کریں تو یہ صرف اُس رشک کے رنگ میں آجاتی ہے جس کو عربی میں غبطہ کہتے ہیں۔ یعنی کسی کی اچھی حالت دیکھ کر خواہش کرنا کہ میری بھی اچھی حالت ہو جاتے ۔ اور یہ خصلت اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔ اسی طرح تمام اخلاق ذمیمہ کا حال ہے کہ وہ ہماری ہی بد استعمالی یا افراط اور تفریط سے بدنما ہو جاتی ہیں ۔ اور موقعہ پر استعمال کرنے اور حدّ اعتدال پر لانے سے وہی اخلاق ذمیمہ اخلاق فاضلہ کہلاتے ہیں ۔ پس یہ کس قدر غلطی ہے کہ انسانیت کے درخت کی تمام ضروری شاخیں کاٹ کر صرف ایک ہی شاخ صبر اور عفو پر زور دیا جائے ۔ اسی وجہ سے یہ تعلیم چل نہیں سکی۔ اور آخر عیسائی سلاطین کو جرائم پیشہ کی سزا کے لئے قوانین اپنی طرف سے طیار کرنے پڑے۔ غرض انجیل موجودہ ہرگز نفوس انسانیہ کی تکمیل نہیں کرسکتی اور جس طرح آفتاب کے نکلنے سے ستارے مضمحل ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ آنکھوں سے غائب ہو جاتے ہیں یہی حالت انجیل کی قرآن شریف کے مقابل پر ہے ۔ پس یہ بات نہایت قابل شرم ہے کہ یہ دعوےٰ کیا جائے کہ انجیل کی تعلیم بھی ایک آسمانی نشان ہے !!!

ہم نے یہ حصّہ انجیلی تعلیم کا وہ لکھا ہے جو انسانی تہذیب کے متعلق ہے ۔ مگر بقول عیسائیاں جو انجیل نے خدا تعالےٰ کی نسبت اعتقاد سکھایا ہے وہ اور بھی انسان کو اُس سے متنفّر کرتا ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ جو انجیل پر تھاپا جاتا ہے یہ ہے کہ "اقنوم ثانی جو ابن اللہ کہلاتا ہے وہ قدیم سے اس بات کا خواہشمند تھا کہ کسی انسان کو بے گناہ پاکر اُس سے ایسا تعلق پکڑے کہ وہی ہو جائے " سو ایسا انسان اُس کو یسوع سے پہلے کوئی نہ ملا اور نوع انسان کا ایک لمبا سلسلہ جو یسوع سے پہلے چلا آتا تھا اُس میں اس صفت کا آدمی کوئی نہ پایا گیا۔ آخر یسوع پیدا ہوا اور وہ اس صفت کا آدمی تھا۔ لہذا اقنوم ثانی نے اُس سے تعلق عینیت پیدا

کیا اور یسوع اور اقنوم ثانی ایک ہو گئے اور جسم اُن کے لئے ایک لازمی صفت ٹھہری جو ابد الآباد تک کبھی منفک نہیں ہوگی اور اس طرح پر ایک جسمانی خدا بن گیا۔ یعنے یسوع اور دوسری طرف روح القدس بھی جسمانی طور پر ظاہر ہوا اور وہ کبوتر بن گیا۔ اب عیسائیوں کے نزدیک خُدا سے مُراد یہ کبوتر اور یہ انسان ہے جو یسوع کہلاتا تھا۔ اور جو کچھ ہیں یہی دونوں ہیں۔ اور باپ کا وجود بجز اُن کے کچھ بھی جسمانی طور پر نہیں۔

پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ "توحید نجات کے لئے کافی نہیں تھی جب تک اقنوم ثانی مجسّم ہو کر تولّد کی معمولی راہ سے پیدا نہ ہوتا۔ اور اقنوم ثانی کا مجسّم ہونا کافی نہیں تھا جب تک اُس پر موت نہ آتی اور موت کافی نہیں تھی جب تک اس مجسّم اقنوم ثانی پر جو یسوع کہلاتا تھا تمام دُنیا کی لعنت نہ ڈالی جاتی"۔ پس تمام مدار عیسائیت کا اُن کے خدا کی لعنتی موت پر ہے۔ غرض اُن کے نزدیک خدا کا وجود اُن کے لئے ہرگز مفید نہیں جب تک یہ تمام مصیبتیں اور ذلّتیں اُس پر نہ پڑیں۔ پس ایسا خدا نہایت ہی قابلِ رحم ہے جس کو عیسائیوں کے لئے اس قدر مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "اقنوم ثانی کا تعلق جو حضرت یسوع سے اتحاد اور عینیّت کے طور سے تھا یہ پاک ہونے اور پاک رہنے کی شرط سے تھا۔ اور اگر وہ گناہ سے پاک نہ ہوتا یا آیندہ پاک نہ رہ سکتا تو یہ تعلق بھی نہ رہتا"۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ تعلق کسبی ہے ذاتی نہیں ہے۔ اور اس قاعدہ کے رُو سے فرض کر سکتے ہیں کہ ہر ایک شخص جو پاک ہے وہ بلا تامّل خدا بن سکتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ "بجز یسوع کسی دوسرے شخص کا گناہ سے پاک رہنا ممتنع ہے"۔ یہ دعوےٰ بلا دلیل ہے اس لئے قابلِ تسلیم نہیں۔ عیسائی خود قائل ہیں کہ ملک صدق سالم بھی جو مسیح سے بہت عرصہ پہلے گذر چکا ہے گناہ سے پاک تھا۔ پس پہلا حق خدا بننے کا اُس کو حاصل تھا۔ ایسا ہی عیسائی لوگ فرشتوں کا بھی کوئی گناہ ثابت نہیں کر سکتے پس وہ بھی بوجہ اولیٰ خدا بننے کے لئے استحقاق رکھتے ہیں۔

غرض جبکہ خدا بننے کا یہ قاعدہ ہے کہ کوئی بے گناہ ہو۔ تو عقل تجویز کرتی ہے کہ جس طرح یسوع کے لئے یہ اتفاق پیش آگیا کہ بقول عیسائیان وہ ایک مدت تک گناہ نہ کر سکا یہ اتفاق دوسرے کے لئے بھی ممکن ہے۔ اور اگر ممکن نہیں تو کوئی دلیل اس بات پر قائم نہیں ہوسکتی کہ یسوع کے لئے کیوں ممکن ہوگیا اور دوسروں کے لئے کیوں غیر ممکن ہے۔ یسوع کی انسانیت کو مِن حیث الانسانیت اقنوم ثانی سے کچھ تعلق نہ تھا صرف اس اتفاق کے پیش آنے سے کہ وہ بقول عیسائیان ایک مدت تک گناہ سے بچ سکا اقنوم ثانی نے اُس سے اتحاد کیا۔ سو اِس اتحاد کی بنا ایک کسبی امر ہے جس میں ہر ایک کسب کنندہ کا اشتراک ہے۔ اور ایک گروہ عیسائیوں کا جس میں عبداللہ آتھم بھی داخل تھا یہ بھی کہتا ہے کہ اقنوم ثانی کا تیس برس تک یسوع سے ہرگز تعلق نہ تھا صرف کبوتر کے نزول کے وقت سے وہ تعلق شروع ہوا۔ اِس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ یسوع تیس برس گنہگار اور مرتکب معاصی رہا۔ کیونکہ اگر وہ اُس عرصہ میں گناہ سے پاک ہوتا تو قاعدہ مذکورہ بالا کے رو سے لازم تھا کہ پہلے ہی اقنوم ثانی کا تعلق اتحادی اُس سے ہوجاتا۔ اور اس جگہ ایک مخالف کہہ سکتا ہے کہ شاید یہی وجہ ہو کہ یسوع کی گذشتہ تیس سال کی زندگی کی نسبت کسی پادری صاحب نے تفصیل وار سوانح کے لکھنے کیلئے قلم نہیں اُٹھائی کیونکہ اُن حالات کو قابلِ ذکر نہیں سمجھا۔

بہرحال یہ تمام دعوے ہی دعوے ہیں۔ ان تمام امور میں سے کسی امر کا ثبوت نہیں دیا گیا نہ کسی نے ثابت کر کے دکھلایا کہ یسوع نے ابتدائی عمر سے آخر تک کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور نہ کسی نے یہ ثابت کیا کہ اُس بے گناہی کی وجہ سے وہ خدا بن گیا۔ تعجب کہ اس خاص طرز کے خدائی کے لئے جو دنیا کی کثرت رائے کے مخالف اور مشرکانہ طریقوں سے مشابہ تھی کچھ بھی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ اور ظاہر ہے کہ متفق علیہا عقیدہ دنیا میں یہی ہے کہ خدا موت اور تولّد اور بھوکھ اور پیاس اور نادانی اور عجز یعنے عدم قدرت اور تجسّم اور تحیّز سے پاک ہے مگر یسوع ان میں سے کسی بات سے بھی پاک نہ تھا۔ اگر یسوع میں خدا کی روح تھی تو وہ کیوں

کہتا ہے کہ "مجھے قیامت کی خبر نہیں" اور اگر اُس کی روح میں جو بقول عیسائیاں اقنوم ثانی سے عینیت رکھتی تھی خدائی پاکیزگی تھی تو وہ کیوں کہتا ہے کہ "مجھے نیک نہ کہو" اور اگر اس میں قدرت تھی تو کیوں اس کی تمام رات کی دُعا قبول نہ ہوئی اور کیوں اُس کا اس نامرادی کے کلمہ پر خاتمہ ہوا کہ اُس نے "ایلی ایلی لما سبقتنی" کہتے ہوئے جان دی۔

ایسا ہی ہم نے عیسائیوں کی یہ غلطی بھی ظاہر کر دی ہے کہ اُن کا یہ خیال کہ بہشت صرف ایک امر روحانی ہوگا ٹھیک نہیں ہے۔ ✣ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ انسان کی ایک ایسی فطرت ہے کہ اُس کے روحانی قویٰ بوجہ اکمل واتم صادر ہونے کے لئے ایک **جسم کے محتاج** ہیں۔ مثلاً ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ سر کے کسی حصہ پر چوٹ لگنے سے قوت حافظہ جاتی رہتی ہے اور کسی حصہ کے صدمہ سے قوت متفکرہ رخصت ہوتی ہے۔ اور سنبت اعصاب میں خلل پیدا ہونے سے بہت سے روحانی قویٰ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جبکہ روح کی یہ حالت ہے کہ وہ جسم کے ادنیٰ اخلل سے اپنے کمال سے فی الفور نقصان کی طرف عود کرتی ہے تو ہم کس طرح اُمید رکھیں کہ جسم کی پوری پوری جدائی سے وہ اپنی حالت پر قائم رہ سکے گی۔ اس لئے اسلام میں یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی فلاسفی ہے کہ ہر ایک کو قبر میں ہی ایسا جسم مل جاتا ہے کہ جو لذت اور عذاب کے ادراک کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ ہم ٹھیک ٹھیک نہیں کہہ سکتے کہ وہ جسم کس مادّہ سے طیّار ہوتا ہے کیونکہ یہ فانی جسم تو کالعدم ہو جاتا ہے اور نہ کوئی مشاہدہ کرتا ہے کہ درحقیقت یہی جسم قبر میں زندہ ہوتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات یہ جسم جلایا بھی جاتا ہے۔ اور عجائب گھروں میں لاشیں بھی رکھی جاتی ہیں اور مدّتوں تک قبر سے باہر بھی رکھا جاتا ہے۔

✣ قرآن شریف کی تعلیم ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ جیسا کہ یہ بات ٹھیک نہیں کہ بہشت کی لذّات صرف روحانی ہیں اور دنیوی جسمانی لذّات سے بالکل مخالف ہیں ایسا ہی یہ بھی درست نہیں کہ وہ لذات دنیوی جسمانی لذات سے بالکل مطابق ہے بلکہ عالم رویا کی طرح صورت میں مشابہت ہے اور حقیقت میں مغایرت ہے۔ عالم رویا کے پھل اور عالم رویا کی خوبصورت عورتیں ظاہر صورت میں وہی لذات بخشتی ہیں جو عالم جسمانی میں مگر عالم رویا کی حقیقت اور اس عالم جسمانی کی حقیقت اور ہے۔ منہ

اگر یہی جسم زندہ ہو جایا کرتا تو البتہ لوگ اُس کو دیکھتے ۔ مگر بایں ہمہ قرآن سے زندہ ہو جانا ثابت ہے لہٰذا یہ ماننا پڑتا ہے کہ کسی اور جسم کے ذریعہ سے جس کو ہم نہیں دیکھتے انسان کو زندہ کیا جاتا ہے اور غالباً وہ جسم اسی جسم کے لطائف جوہر سے بنتا ہے ۔ تب جسم ملنے کے بعد انسانی قویٰ بحال ہوتے ہیں ۔ اور یہ دوسرا جسم چونکہ پہلے جسم کی نسبت نہایت لطیف ہوتا ہے اس لئے اس پر مکاشفات کا دروازہ نہایت وسیع طور پر کھلتا ہے ۔ اور معاد کی تمام حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں کماہی ہی نظر آجاتی ہیں ۔ تب خطا کرنے والوں کو علاوہ جسمانی عذاب کے ایک حسرت کا عذاب بھی ہوتا ہے ۔ غرض یہ اصول متفق علیہ اسلام میں ہے کہ قبر کا عذاب یا آرام بھی جسم کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے اور اسی بات کو دلائل عقلیہ بھی چاہتے ہیں ۔ کیونکہ متواتر تجربہ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ انسان کے روحانی قویٰ بغیر جسم کے جوڑ کے ہرگز ظہور پذیر نہیں ہوتے ۔

عیسائی اس بات کے تو قائل ہیں کہ قبر کا عذاب جسم کے ذریعہ سے ہوتا ہے مگر بہشتی آرام کے لئے جسم کو شریک نہیں کرتے ۔ سو یہ سراسر ان کی غلطی ہے اور وہ غلط اور ناقص تعلیم جو انجیل کی طرف منسوب کی جاتی ہے وہی ان فاسد خیالات کی موجب ہوئی ہے ۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں انسان نیکی کرنے کے لئے دوہری مصیبت اٹھاتا ہے ۔ یعنے وہ اپنے روح اور جسم دونوں کو خدا تعالےٰ کی رضا جوئی کے لئے مشقت میں ڈالتا اور محنت سے ان دونوں سے کام لیتا ہے ۔ ایسا ہی وہ بدی کرنے کے وقت بھی دوہری نافرمانی کرتا ہے یعنے یہ کہ وہ اپنی روح اور جسم دونوں کو نافرمانی کی راہ میں لگاتا ہے اس لئے خدا تعالےٰ کے عدل نے تقاضا کیا کہ اُس عالم میں بھی دوہری راحت یا دوہرا رنج اُس کو ملے اور روحانی جسمانی دونوں طور پر اپنے اعمال کا بدلہ پاوے ۔ مگر افسوس کہ عیسائی دوزخ کے عذاب کے بارے میں تو اس عادلانہ اصول پر کاربند ہوئے لیکن بہشتی جزا کے بارے میں اس اصول کو بھلا دیا گویا اُن کے نزدیک خدا تعالےٰ کو عذاب دینا زیادہ پیارا ہے کہ عذاب تو روح اور جسم دونوں کو دیا

مگر جب آرام دینے کا وقت آیا تو صرف روح کو آرام دیا۔ میں سوچتا ہوں کہ کیونکر یہ لوگ ایسی ایسی فاش غلطیوں پر خوش ہو جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ قرآن میں صرف جسمانی بہشت کا ذکر ہے۔ ان لوگوں کو تعصب نے دیوانہ کر دیا۔ قرآن تو بہشتیوں کے لئے جابجا روحانی لذّات کا ذکر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الٰی ربھا ناظرۃ[1] یعنے قیامت کو وہ مُنہ تروتازہ ہوں گے جو اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ کیا یہ جسمانی لذّات کا ذکر ہے یا روحانی کا افسوس کہ ان لوگوں کے کیسے دل سخت ہو گئے اور کیونکر انہوں نے سچائی اور انصاف اور حق پسندی کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔ اے نادانو! اور شریعت حقّہ کے اسرار سے بے خبرو! کیا ضرور نہ تھا کہ خدا قیامت کے دن انسان کی دنیوی زندگی کے دونوں سلسلہ جسمانی اور روحانی کی رعایت کر کے اس کو جزا اور سزا دیتا؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ انسان اِس مسافرخانہ میں آکر دونوں طور پر اعمال بجالاتا اور اپنے تئیں دونوں قسم کی مشقت میں ڈالتا ہے۔ ماسوا اِس کے دُنیا کی تمام الہامی کتابوں میں کم و بیش یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ بہشت اور دوزخ میں جسمانی طور پر بھی لذّات اور عقوبات ہوں گی۔ چنانچہ خود مسیح نے بھی کئی جگہ انجیل میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ حضرات پادری صاحبان کیوں بہشت کے جسمانی لذّات سے مُنکر ہیں۔ جب کہ باقرار عیسائیان بہشتیوں کو جسم ملے گا جو ادراک اور شعور رکھتا ہوگا۔ تو پھر وہ جسم دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا۔ یا راحت میں ہوگا یا عقوبت میں۔ پس بہرحال جسمانی راحت اور عذاب دونوں کو ماننا پڑا۔

ہم نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ خدا تعالےٰ کا عدل بغیر کفارہ کے کیونکر پورا ہو بالکل مہمل ہے۔ کیونکہ اُن کا یہ اعتقاد ہے کہ یسوع باعتبار اپنی انسانیت کے بے گناہ تھا۔ مگر پھر بھی اُن کے خدا نے یسوع پر ناحق تمام جہان کی لعنت ڈال کر اپنے عدل کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ اِس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُن کے خدا کو عدل کی کچھ بھی پرواہ نہیں یہ خوب انتظام ہے کہ جس بات سے گریز تھا اُسی کو بہ اقبح طریق اختیار کر لیا گیا۔ واویلا تو یہ تھا کہ کسی

[1] القیامۃ: ۲۳-۲۴

طرح عدل میں فرق نہ آوے اور رحم بھی وقوع میں آجائے۔ مگر ایک بے گناہ کے گلے پر ناحق چھری پھیر کر نہ عدل قائم رہ سکا اور نہ رحم۔

لیکن یہ وسوسہ کہ عدل اور رحم دونوں خداتعالےٰ کی ذات میں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ عدل کا تقاضا ہے کہ سزا دی جائے اور رحم کا تقاضا ہے کہ درگذر کی جائے۔ یہ ایک ایسا دھوکہ ہے کہ جس میں قلت تدبّر سے کوتہ اندیش عیسائی گرفتار ہیں۔ وہ غور نہیں کرتے کہ خداتعالیٰ کا **عدل بھی تو ایک رحم ہے** ۔ وجہ یہ کہ وہ سراسر انسانوں کے فائدہ کے لئے ہے۔ مثلاً اگر خداتعالےٰ ایک خونی کی نسبت باعتبار اپنے عدل کے حکم فرماتا ہے کہ وہ مارا جائے تو اس سے اس کی الوہیّت کو کچھ فائدہ نہیں۔ بلکہ اس لئے چاہتا ہے کہ تا نوع انسان ایک دوسرے کو مار کر نابود نہ ہو جائیں۔ سو یہ نوع انسان کے حق میں رحم ہے اور یہ تمام حقوق عباد خداتعالےٰ نے اسی لئے قائم کئے ہیں کہ تا امن قائم رہے اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر ظلم کرکے دنیا میں فساد نہ ڈالیں۔ سو وہ تمام حقوق اور سزائیں جو مال اور جان اور آبرو کے متعلق ہیں درحقیقت نوع انسان کے لئے ایک رحم ہے۔ انجیل میں کہیں نہیں لکھا کہ یسوع کے کفّارہ سے چوری کرنا۔ بے گناہ مال دبا لینا۔ ڈاکہ مارنا۔ خون کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا سب جائز اور حلال ہو جاتے ہیں اور سزائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ بلکہ ہر ایک جرم کے لئے سزا ہے۔ اسی لئے یسوع نے کہا کہ "اگر تیری آنکھ گناہ کرے تو اسے نکال ڈال کیونکہ کانا ہو کر زندگی بسر کرنا جہنم میں پڑنے سے تیرے لئے بہتر ہے"۔ پس جبکہ حقوق کے تلف کرنے پر سزائیں مقرر ہیں جن کو مسیح کا کفّارہ دُور نہیں کر سکا تو کفارہ نے کن سزاؤں سے نجات بخشی۔ پس حقیقت یہ ہے کہ خداتعالےٰ کا عدل بجائے خود ہے اور رحم بجائے خود ہے۔ جو لوگ اچھے کام کرکے اپنے تئیں رحم کے لائق بناتے ہیں ان پر رحم ہو جاتا ہے۔ اور جو لوگ مار کھانے کے کام کرتے ہیں ان کو مار پڑتی ہے۔ پس عدل اور رحم میں کوئی جھگڑا نہیں گویا دو نہریں ہیں جو اپنی اپنی جگہ پر چل رہی ہیں۔ ایک نہر دوسرے کی ہرگز مزاحم نہیں ہے۔ دُنیا

کی سلطنتوں میں بھی یہی دیکھتے ہیں کہ جرائم پیشہ کو سزا ملتی ہے۔ لیکن جو لوگ اچھے کاموں سے گورنمنٹ کو خوش کرتے ہیں وہ مورد انعام واکرام ہوجاتے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کی اصل صفت رحم ہے اور عدل عقل اور قانون عطا کرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے اور حقیقت میں وہ بھی ایک رحم ہے جو اور رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب کسی انسان کو عقل عطا ہوتی ہے اور بذریعہ عقل وہ خدا تعالےٰ کے حدود اور قوانین سے واقف ہوتا ہے۔ تب اس حالت میں وہ عدل کے مواخذہ کے نیچے آتا ہے۔ لیکن رحم کے لئے عقل اور قانون کی شرط نہیں۔ اور چونکہ خدا تعالےٰ نے رحم کر کے انسانوں کو سب سے زیادہ فضیلت دینی چاہی اس لئے اُس نے انسانوں کے لئے عدل کے قواعد اور حدود مرتب کئے سو عدل اور رحم میں تناقض سمجھنا جہالت ہے۔

ایک اعتراض جو مَیں نے پادریوں کے اصول پر کیا تھا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ "انسان اور تمام حیوانات کی موت آدم کے گناہ کا پھل ہے" حالانکہ یہ خیال دو طور سے صحیح نہیں ہے اوّل یہ کہ کوئی محقق اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ آدم کے وجود سے پہلے بھی ایک مخلوقات دنیا میں رہ چکی ہے اور وہ مرتے بھی تھے اور اُس وقت نہ آدم موجود تھا اور نہ آدم کا گناہ پس یہ موت کیونکر پیدا ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ اس میں شک نہیں کہ آدم بہشت میں بغیر ایک منع کئے ہوئے پھل کے اور سب چیزیں کھاتا تھا پس کچھ شک نہیں ہوسکتا کہ وہ گوشت بھی کھاتا ہوگا۔ اس صورت میں بھی آدم کے گناہ سے پہلے حیوانات کی موت ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر اس سے بھی درگذر کریں تو کیا ہم دوسرے امر سے بھی انکار کر سکتے ہیں کہ آدم بہشت میں ضرور پانی پیتا تھا کیونکہ کھانا اور پینا ہمیشہ سے ایک دوسرے سے لازم پڑے ہوئے ہیں۔ اور طبعی تحقیقات سے ثابت ہے کہ ہر ایک قطرہ میں کئی ہزار کیڑے ہوتے ہیں۔ پس کچھ شک نہیں کہ آدم کے گناہ سے پہلے کروڑہا کیڑے مرتے تھے۔ پس اس سے بہرحال ماننا پڑتا ہے کہ موت گناہ کا پھل نہیں۔ اور یہ امر عیسائیوں کے اصول کو باطل کرتا ہے۔

ایک اور اعتراض میں نے اپنی کتابوں میں کیا تھا جو پادریوں کی انجیلوں متی وغیرہ پر وارد ہوتا ہے۔ جس کے جواب سے پادری صاحبان عاجز ہیں اور وہ یہ ہے کہ ان کی انجیلیں اس وجہ سے بھی قابل اعتبار نہیں کہ ان میں جھوٹ سے بہت کام لیا گیا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ یسوع نے اتنے کام کئے ہیں کہ اگر وہ لکھے جاتے تو وہ کتابیں دُنیا میں سمانہ سکتیں۔ پس سوچو کہ یہ کس قدر جھوٹ ہے کہ جو کام تین برس کے زمانہ میں سما گئے اور مدت قلیلہ میں محدود ہو گئے کیا وجہ کہ وہ کتابوں میں سما نہ سکتے۔ پھر ان ہی انجیلوں میں یسوع کا قول لکھا ہے کہ "مجھے سر رکھنے کی جگہ نہیں" حالانکہ ان ہی کتابوں سے ثابت ہے کہ یسوع کی ماں کا ایک گھر تھا جس میں وہ رہتا تھا۔ اور سر رکھنے کے کیا معنے گذارہ کے موافق اُس کیلئے مکان موجود تھا۔ اور پھر انجیلوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ یسوع ایک مالدار آدمی تھا ہر وقت روپیہ کی تھیلی ساتھ رہتی تھی۔ جس میں قیاس کیا جاتا ہے کہ دو دو تین تین ہزار روپیہ تک یسوع کے پاس جمع رہتا تھا۔ اور یسوع کے اس خزانہ کا یہودا اسکریوطی خزانچی تھا وہ نالائق اس روپیہ میں سے کچھ چرا بھی لیا کرتا تھا۔ اور انجیلوں سے یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ یسوع نے اس روپیہ میں سے کبھی کچھ للّٰہ بھی دیا۔ پس کیا وجہ کہ باوجود اس قدر روپیہ کے جس سے ایک امیرانہ مکان بن سکتا تھا پھر یسوع کہتا تھا کہ "مجھے سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ پھر تیسرا[۳] جھوٹ انجیلوں میں یہ ہے کہ مثلاً متی اپنی کتاب کے تیسرے باب میں لکھتا ہے کہ گویا پہلی کتابوں میں یہ لکھا ہوا تھا کہ وہ یعنی یسوع ناصری کہلائے گا حالانکہ نبیوں کی کتابوں میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں۔ پھر چوتھا[۴] جھوٹ یہ ہے کہ وہ ایک پیشگوئی کو خواہ نخواہ یسوع پر جمانے کیلئے ناصرہ کے معنے شاخ کرتا ہے۔ حالانکہ عبرانی میں ناصرہ سر سبز اور خوش منظر مکان کو کہتے ہیں نہ کہ شاخ کو۔ اسی لفظ کو عربی میں ناضرہ کہتے ہیں۔ ایسے ہی اور بہت جھوٹ ہیں جو خدا کی کلام میں ہرگز نہیں ہو سکتے*۔ یہ ایک ایسا امر تھا

---

* **نوٹ**:۔ متی نے اپنی انجیل کے باب پانچ میں ایک نہایت مکروہ جھوٹ بولا ہے۔ یعنی یہ کہ گویا پہلی کتابوں میں یہ حکم لکھا ہوا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت کر اور اپنے دشمن سے نفرت۔ حالانکہ یہ حکم کسی پہلی کتاب میں موجود نہیں۔ اور پھر دوسرا جھوٹ یہ کہ اس قول کو یسوع کی طرف نسبت کیا ہے۔ منہ

جو عیسائیوں کیلئے غور کرنیکے لائق تھا۔ کیا ایسی کتابیں قابلِ اعتماد ہیں جن میں اس قدر جھوٹ ہیں؟!!

ایک اور اعتراض متی وغیرہ انجیلوں پر ہے جو ہم نے بار بار پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان تحریرات کا الہامی ہونا ہرگز ثابت نہیں۔ کیونکہ ان کے لکھنے والوں نے کسی جگہ یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ یہ کتابیں الہام سے لکھی گئی ہیں۔ بلکہ بعض نے ان میں سے صاف اقرار بھی کر دیا ہے کہ یہ کتابیں محض انسانی تالیف ہیں۔ یہ سچ ہے کہ قرآن شریف میں انجیل کے نام پر ایک کتاب حضرت عیسیٰ پر نازل ہونے کی تصدیق ہے مگر قرآن شریف میں ہرگز یہ نہیں ہے کہ کوئی الہام متی یا یوحنا وغیرہ کو بھی ہوا ہے۔ اور وہ الہام انجیل کہلاتا ہے۔ اس لئے مسلمان لوگ کسی طرح ان کتابوں کو خدا تعالےٰ کی کتابیں تسلیم نہیں کر سکتے ان ہی انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح خدا تعالےٰ سے الہام پاتے تھے اور اپنے الہامات کا نام انجیل رکھتے تھے۔ پس عیسائیوں پر لازم ہے کہ وہ انجیل پیش کریں تعجب کہ یہ لوگ اس کا نام بھی نہیں لیتے۔ پس وجہ یہی ہے کہ اس کو یہ لوگ کھو بیٹھے ہیں۔

منجملہ ہمارے اعتراضات کے ایک یہ اعتراض بھی تھا کہ عیسائی اپنے اصول کے موافق اعمالِ صالحہ کو کچھ چیز نہیں سمجھتے اور ان کی نظر میں یسوع کا کفارہ نجات پانے کے لئے ایک کافی تدبیر ہے۔ لیکن علاوہ اس بات کے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یسوع کا کفارہ نہ تو عیسائیوں کو بدی سے بچا سکا اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ کفارہ کی وجہ سے ہر ایک بدی ان کو حلال ہو گئی۔ ایک اور امر منصفوں کے لئے قابلِ غور ہے اور وہ یہ کہ عقلی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ نیک کام بلاشبہ اپنے اندر ایک ایسی تاثیر رکھتے ہیں جو نیکوکار کو وہ تاثیر نجات کا پھل بخشتی ہے۔ کیونکہ عیسائیوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ بدی اپنے اندر ایک ایسی تاثیر رکھتی ہے کہ اُس کا مرتکب ہمیشہ کے جہنم میں جاتا ہے۔ تو اس صورت میں قانونِ قدرت کے اس پہلو پر نظر ڈال کر یہ دوسرا پہلو بھی ماننا پڑتا ہے کہ علیٰ ہذا القیاس نیکی بھی اپنے اندر ایک تاثیر رکھتی ہے کہ اُس کا بجالانے والا وارثِ نجات بن سکتا ہے۔

اور منجملہ ہمارے اعتراضات کے ایک یہ اعتراض بھی تھا کہ جس فدیہ کو عیسائی پیش کرتے ہیں وہ خدا کے قدیم قانون قدرت کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ قانون قدرت میں کوئی اس بات کی نظیر نہیں کہ ادنےٰ بچانے کے لئے اعلیٰ کو مارا جائے۔ ہمارے سامنے خدا کا قانون قدرت ہے اس پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمیشہ ادنیٰ اعلیٰ کی حفاظت کے لئے مارے جاتے ہیں۔ چنانچہ جس قدر دنیا میں جانور ہیں یہاں تک کہ پانی کے کیڑے وہ سب انسان کے بچانے کے لئے جو اشرف المخلوقات ہے کام میں آرہے ہیں۔ پھر یسوع کے خون کا فدیہ کس قدر اُس قانون کے مخالف ہے جو صاف صاف نظر آرہا ہے اور ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جو زیادہ قابل قدر اور پیارا ہے۔ اُسی کے بچانے کے لئے ادنیٰ کو اس اعلیٰ پر قربان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے انسان کی جان بچانے کے لئے کروڑہا حیوانوں کو بطور فدیہ کے دیا ہے۔ اور ہم تمام انسان بھی فطرتاً ایسا ہی کرنے کی طرف راغب ہیں۔ تو پھر خود سوچ لو کہ عیسائیوں کا فدیہ خدا کے قانون قدرت سے کس قدر دور پڑا ہوا ہے۔

ایک اور اعتراض ہے جو ہم نے کیا تھا اور وہ یہ ہے کہ یسوع کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ موروثی اور کسبی گناہ سے پاک ہے۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ عیسائی خود مانتے ہیں کہ یسوع نے اپنا تمام گوشت و پوست اپنی والدہ سے پایا تھا اور وہ گناہ سے پاک نہ تھی۔ اور نیز عیسائیوں کا یہ بھی اقرار ہے کہ ہر ایک درد اور دُکھ گناہ کا پھل ہے اور کچھ شک نہیں کہ یسوع بھوکا بھی ہوتا تھا اور پیاسا بھی اور بچپن میں قانون قدرت کے موافق خسرہ بھی اسکو نکلا ہو گا اور چیچک بھی اور دانتوں کے نکلنے کے دُکھ بھی اُٹھائے ہونگے اور موسموں کے تپوں میں بھی گرفتار ہوتا ہو گا اور بموجب اصول عیسائیوں کے یہ سب گناہ کے پھل ہیں۔ پھر کیونکر اس کو پاک فدیہ سمجھا گیا۔ علاوہ اس کے جبکہ روح القدس کا تعلق صرف اسی حالت میں بموجب اصول عیسائیوں کے ہو سکتا تھا کہ جب کوئی شخص ہر ایک طرح سے گناہ سے پاک ہو تو پھر یسوع جو بقول اُن کے موروثی گناہ سے پاک نہیں تھا اور نہ گناہوں کے پھل سے بچ سکا اُس

سے کیونکر روح القدس نے تعلق کرلیا۔ بظاہر اُس سے زیادہ تر ملک صدق سالم کا حق تھا کیونکہ بقول عیسائیوں کے وہ ہر طرح کے گناہ سے پاک تھا۔

اور عیسائیوں کے اصول پر ایک ہمارا یہ اعتراض تھا کہ وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ نجات کا اصل ذریعہ گناہوں سے پاک ہونا ہے اور پھر باوجود تسلیم اس بات کے گناہوں سے پاک ہونے کا حقیقی طریقہ بیان نہیں کرتے بلکہ ایک قابل شرم بناوٹ کو پیش کرتے ہیں جس کو گناہوں سے پاک ہونے کے ساتھ کوئی حقیقی رشتہ نہیں۔ یہ بات نہایت صاف اور ظاہر ہے کہ چونکہ انسان خدا کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے اُس کا تمام آرام اور ساری خوشحالی صرف اسی میں ہے کہ وہ سارا خدا کا ہی ہو جائے۔ اور حقیقی راحت کبھی ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک انسان اس حقیقی رشتہ کو جو اس کو خدا سے ہے ملکہ قوت سے حیّز فعل میں نہ لاوے۔ لیکن جب انسان خدا سے مُنہ پھیر لیوے تو اسکی مثال ایسی ہو جاتی ہے جیسا کہ کوئی شخص اُن کھڑکیوں کو بند کر دیوے جو آفتاب کی طرف تھیں اور کچھ شک نہیں کہ اُن کے بند کرنے کیساتھ ہی ساری کوٹھڑی میں اندھیرا پھیل جائے گا۔ اور وہ روشنی جو محض آفتاب سے ملتی ہے یک لخت دُور ہو کر ظلمت پیدا ہو جائے گی۔ اور وہی ظلمت ہے جو ضلالت اور جہنم سے تعبیر کی جاتی ہے۔ کیونکہ دکھوں کی وہی جڑ ہے۔ اور اُس ظلمت کا دُور ہونا اور اس جہنم سے نجات پانا اگر قانون قدرت کے طریق پر تلاش کی جائے تو کسی کے مصلوب کرنے کی حاجت نہیں بلکہ وہی کھڑکیاں کھول دینی چاہئیں جو ظلمت کی باعث ہوئی تھیں۔ کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ ہم درحالیکہ نور پانے کی کھڑکیوں کے بند رکھنے پر اصرار کریں کسی روشنی کو پا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں سو گناہ کا معاف ہونا کوئی قصہ کہانی نہیں جس کا ظہور کسی آئندہ زندگی پر موقوف ہو۔ اور یہ بھی نہیں کہ یہ امور محض بے حقیقت اور مجازی گورنمنٹوں کی نافرمانیوں اور قصور بخشی کے رنگ میں ہیں بلکہ اُس وقت انسان کو مجرم یا گنہگار کہا جاتا ہے کہ جب وہ خدا سے اعراض کر کے اس روشنی کے مقابلہ سے پیچھے ہٹ جاتا اور اُس چمک سے ادھر اُدھر ہو جاتا ہے جو خُدا سے اترتی اور دلوں پر نازل

ہوتی ہے۔ اس حالت موجودہ کا نام خدا کی کلام میں جُناح ہے جس کو پارسیوں نے مبدّل کر کے گناہ بنالیا ہے اور جنح جو اس کا مصدر ہے اس کے معنے ہیں مَیل کرنا اور اصل مرکز سے ہٹ جانا۔ پس اس کا نام جُناح یعنے گناہ اس لئے ہوا کہ انسان اعراض کر کے اس مقام کو چھوڑ دیتا ہے جو الٰہی روشنی پڑنے کا مقام ہے اور اُس خاص مقام سے دوسری طرف میل کر کے اُن نوروں سے اپنے تئیں دور ڈالتا ہے جو اس سمت مقابل میں حاصل ہو سکتے ہیں۔ ایسا ہی جُرم کا لفظ جس کے معنے بھی گناہ ہیں جَرم سے مشتق ہے اور جرم عربی زبان میں کاٹنے کو کہتے ہیں پس جُرم کا نام اس لئے جُرم ہوا کہ جرم کا مرتکب اپنے تمام تعلقات خدا تعالےٰ سے کاٹتا ہے اور باعتبار مفہوم کے جُرم کا لفظ جُناح کے لفظ سے سخت تر ہے۔ کیونکہ جُناح صرف میل کا نام ہے جس میں کسی طرح کا ظلم ہو۔ مگر جُرم کا لفظ کسی گناہ پر اس وقت صادق آئیگا کہ جب ایک شخص عمداً خدا کے قانون کو توڑ کر اور اُسکے تعلقات کی پرواہ نہ رکھکر کسی ناکردنی امر کا دیدہ دانستہ ارتکاب کرتا ہے۔

اب جبکہ حقیقی پاکیزگی کی حقیقت یہ ہوئی جو ہم نے بیان کی ہے تو اب اِس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ گم شدہ انوار جن کو انسان تاریکی سے محبت کر کے کھو بیٹھتا ہے کیا وہ صرف کسی شخص کو مصلوب ماننے سے مل سکتے ہیں؟ سو جواب یہ ہے کہ یہ خیال بالکل غلط اور فاسد ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہی ہے کہ اُن نوروں کے حاصل کرنے کے لئے قدیم سے قانون قدرت یہی ہے جو ہم اُن کھڑکیوں کو کھول دیں جو اُس آفتاب حقیقی کے سامنے ہیں۔ تب وہ کرنیں اور شعاعیں جو بند کرنے سے گم ہو گئی تھیں یک دفعہ پھر پیدا ہو جائیں گی۔ دیکھو خدا کا جسمانی قانون قدرت بھی یہی گواہی دے رہا ہے۔ اور کسی ظلمت کو ہم دور نہیں کر سکتے جب تک ایسی کھڑکیاں نہ کھول دیں جن سے سیدھی شعاعیں ہمارے گھر میں پڑ سکتی ہیں۔ سو اس میں کچھ شک نہیں کہ عقل سلیم کے نزدیک یہی صحیح ہے جو اُن کھڑکیوں کو کھولا جائے۔ تب ہم نہ صرف نور کو پائیں گے بلکہ اُس مبدء انوار کو بھی دیکھ لیں گے۔

غرض گناہ اور غفلت کی تاریکی دور کرنے کے لئے نور کا پانا ضروری ہے۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضلّ سبیلاً[1]۔ یعنے جو شخص اس جہان میں اندھا ہو وہ اس دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا بلکہ اندھوں سے بدتر۔ یعنے خدا کے دیکھنے کی آنکھیں اور اُس کے دریافت کرنے کے حواس اسی جہاں سے ملتے ہیں جس کو اس جہاں میں نہیں ملے اُس کو دوسرے جہاں میں بھی نہیں ملیں گے۔ راستباز جو قیامت کے دن خدا کو دیکھیں گے وہ اسی جگہ سے دیکھنے والے حواس ساتھ لے جائیں گے۔ اور جو شخص اس جگہ خدا کی آواز نہیں سنے گا وہ اُس جگہ بھی نہیں سُنے گا۔ خدا کو جیسا کہ خدا ہے بغیر کسی غلطی کے پہچاننا اور اسی عالم میں سچے اور صحیح طور پر اُس کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل کرنا ہی تمام روشنی کا مبدء ہے۔ اسی مقام سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ خدا پر بھی موت اور دُکھ اور مصیبت اور جہالت وارد ہو جاتی ہے اور وہ بھی ملعون ہو کر سچی پاکیزگی اور رحمت اور علوم حقہ سے محروم ہو جاتا ہے ایسے لوگ گمراہی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں اور سچے علوم اور حقیقی معارف جو درحقیقت مدار نجات ہیں اُن سے وہ لوگ درحقیقت بے خبر ہیں نجات کا مفت ملنا اور اعمال کو غیر ضروری ٹھہرانا جو عیسائیوں کا خیال ہے یہ اُن کی سراسر غلطی ہے۔ اُن کے فرضی خدا نے بھی چالیس روزے رکھے تھے اور موسیٰ نے کوہ سینا پر روزے رکھے۔ پس اگر اعمال کچھ چیز نہیں ہیں تو یہ دونوں بزرگ اس بے ہودہ کام میں کیوں پڑے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ بدی سے سخت بیزار ہے تو ہمیں اس سے سمجھ آتا ہے کہ وہ نیکی کرنے سے نہایت درجہ خوش ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں نیکی بدی کا کفارہ ٹھہرتی ہے۔ اور جب ایک انسان بدی کرنے کے بعد ایسی نیکی بجالایا جس سے خدا تعالےٰ خوش ہوا تو ضرور ہے کہ پہلی بات موقوف ہو کر دوسری بات قائم ہو جائے ورنہ خلاف عدل ہوگا۔ اسی کے مطابق اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے

[1] بنی اسرائیل : ۷۳

ان الحسنات یذھبن السیأت[1] یعنے نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ ہم یوں بھی کہہ سکتے
ہیں کہ بدی میں ایک زہریلی خاصیت ہے کہ وہ ہلاکت تک پہنچاتی ہے۔ اسی طرح ہمیں ماننا پڑتا
ہے کہ نیکی میں ایک تریاقی خاصیت ہے کہ وہ موت سے بچاتی ہے۔ مثلاً گھر کے تمام
دروازوں کو بند کر دینا یہ ایک بدی ہے جس کی لازمی تاثیر یہ ہے کہ اندھیرا ہو جائے۔ پھر اس
کے مقابل پر یہ ہے کہ گھر کا دروازہ جو آفتاب کی طرف ہے کھولا جائے اور یہ ایک نیکی ہے
جس کی لازمی خاصیت یہ ہے کہ گھر کے اندر گم شدہ روشنی واپس آجائے۔ یا ہم بہ تبدیل الفاظ
یوں کہہ سکتے ہیں کہ عذاب ایک سلبی چیز ہے کیونکہ راحت کی نفی کا نام عذاب ہے اور نجات ایک
ایجابی چیز ہے۔ یعنے راحت اور خوشحالی کے دوبارہ حاصل ہو جانے کا نام نجات ہے۔ پس
جیسا کہ ظلمت عدم وجود روشنی کا نام ہے ایسا ہی عذاب عدم وجود خوشحالی کا نام ہے۔ مثلاً بیماری
اس حالت کا نام ہے۔ کہ جب حالت بدن مجری طبیعت پر نہ رہے اور صحت اُس حالت کا
نام ہے کہ جب امور طبعیہ اپنی اصلی حالات کی طرف عود کریں۔ سو جب انسان کی روحانی
حالت مجری طبیعی سے ادھر اُدھر کھسک جائے اسی اختلال کا نام عذاب ہے۔ اور جیسا کہ
دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی عضو مثلاً ہاتھ یا پیر اپنے محل سے اتر جائے تو اسی وقت درد شروع
ہو جاتا ہے اور وہ عضو اپنی خدمات مفوضہ کو بجا نہیں لا سکتا۔ اور اگر اسی حالت پر چھوڑا جائے
تو رفتہ رفتہ بے کار یا متعفن ہو کر گر جاتا ہے اور بسا اوقات اس کی ہمسائیگی سے دوسرے
اعضا کے بگڑنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ اور یہ درد جو اس عضو میں پیدا ہوتا ہے یہ باہر سے
نہیں آتا بلکہ فطرتاً اس کی اس خراب حالت کو لازم پڑا ہوا ہے ایسا ہی عذاب کی حالت ہے کہ
جب فطرتی دین سے انسان الگ ہو جائے اور حالت استقامت سے گر جائے تو عذاب
شروع ہو جاتا ہے۔ گو ایک جاہل جو غفلت کی بے ہوشی میں پڑا ہوا ہے۔ اس عذاب کا احساس
نہ کرے۔ اور ایسی حالت میں ایسا بگڑا ہوا نفس روحانی خدمات کے لائق نہیں رہتا اور اگر
اُسی حالت میں ایک مدت تک رہے تو بالکل بے کار ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی ہمسائیگی

[1] ھود : ۱۱۵

دوسروں کو بھی معرضِ خطر میں ڈالتی ہے اور وہ عذاب جو اس پر وارد ہوتا ہے باہر سے نہیں آتا بلکہ وہی حالت اُس کی اس عذاب کو پیدا کرتی ہے۔ بے شک عذاب خدا کا فعل ہے مگر اس طرح کا مثلاً جبکہ ایک انسان سَم الفار کو وزن کافی تک کھائے تو خدا تعالےٰ اس کو مار دیتا ہے یا مثلاً جب ایک انسان اپنی کوٹھڑی کے تمام دروازے بند کر دے تو خدا تعالیٰ اس گھر میں اندھیرا پیدا کر دیتا ہے۔ یا اگر مثلاً ایک انسان اپنی زبان کو کاٹ ڈالے تو خدا تعالیٰ قوتِ گویائی اس سے چھین لیتا ہے۔ یہ سب خدا تعالےٰ کے فعل ہیں جو انسان کے فعل کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ ایسا ہی عذاب دینا خدا تعالےٰ کا فعل ہے جو انسان کے اپنے ہی فعل سے پیدا ہوتا اور اسی میں جوش مارتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہ اشارہ فرماتا ہے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ[1] یعنے خدا کا عذاب ایک عذاب ہے جس کو خدا بھڑکاتا ہے اور پہلا شعلہ اُس کا انسان کے اپنے دل پر سے ہی اٹھتا ہے۔ یعنی جڑ اُس کی انسان کا اپنا ہی دل ہے اور دل کے ناپاک خیالات اُس جہنم کے ہیزم ہیں۔ پس جبکہ عذاب کا اصل تخم اپنے وجود کی ہی ناپاکی ہے جو عذاب کی صورت پر متمثل ہوتی ہے تو اس سے ماننا پڑتا ہے کہ وہ چیز جو اس عذاب کو دور کرتی ہے وہ راستبازی اور پاکیزگی ہے۔ اور ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ عذاب ایک سلبی چیز ہے کیونکہ راحت اور آرام ایک طبعی امر ہے اور اُس کے زوال کا نام عذاب ہے اور قانون قدرت گواہی دیتا ہے کہ ہمیشہ امر سلبی امر ایجابی کے پیدا ہونے سے دور ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوٹھڑی کے دروازے بند کرنے سے جو ایک تاریکی پیدا ہوتی ہے یہ ایک امر سلبی ہے اور اس کا پہلا اور سیدھا علاج یہ ہے کہ آفتاب کی سمت کے دروازے کھول دیئے جائیں اور دروازہ کھولنا ایک ایجابی امر ہے۔

غرض اس جگہ حقیقی نجات کے حاصل کرنے کے لئے کسی تیسری شے کی حاجت نہیں پڑتی۔ مثلاً ایک بند کوٹھڑی کا اندھیرا دور کرنے کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ اس کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ اسی لئے قرآن شریف نے فرمایا ہے کہ خدا کی توحید پر علمی اور عملی طور پر قائم ہونے

[1] الھمزۃ: ۷-۸

والے سب نجات پائیں گے۔ ہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ کامل توحید جو مدار نجات ہے جس میں کوئی شرک کی تاریکی نہیں اور جو ہر ایک نقصان سے خالی ہے وہ صرف قرآن میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے التزاماً یہ بھی لازم آیا کہ ہم اُس توحید کو قرآن اور نبی آخرالزمان کے ذریعہ سے ڈھونڈیں۔ کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ وہ دوسری جگہ نہیں ملتی۔ اب اس جگہ ہر ایک دانشمند سمجھ جائے گا کہ گناہ اور معافی گناہ کی فلاسفی کیا ہے۔ مگر افسوس کہ عیسائیوں کے خیال میں جما ہوا ہے کہ عذاب الٰہی اس انسان کے عذاب کی مانند ہے جو کسی اپنے خدمتگار کو اس کی نافرمانی کی حرکات سے چڑ کر اور نہایت تنگ آکر مارتا ہے۔ پس گویا وہ اُس تنگدل آقا کی مانند ہے جس نے اپنے نفس پر فرض کر رکھا ہے کہ کبھی قصور سے درگذر نہ کرے جب تک ایک قصوروار کے عوض میں دوسرے کو ذبح نہ کر لیوے۔

منجملہ میرے اعتراضات کے ایک یہ بھی تھا کہ یہ دعوے پادریوں کا سراسر غلط ہے کہ "قرآن توحید اور احکام میں نئی چیز کونسی لایا جو توریت میں نہ تھی" بظاہر ایک نادان توریت کو دیکھکر دھوکہ میں پڑے گا کہ توریت میں توحید بھی موجود ہے اور احکام عبادت اور حقوق عباد کا بھی ذکر ہے۔ پھر کونسی نئی چیز ہے جو قرآن کے ذریعہ سے بیان کی گئی۔ مگر یہ دھوکہ اسی کو لگے گا جس نے کلام الٰہی میں کبھی تدبّر نہیں کیا۔ واضح ہو کہ الٰہیات کا بہت سا حصہ ایسا ہے کہ توریت میں اس کا نام و نشان نہیں۔ چنانچہ توریت میں توحید کے باریک مراتب کا کہیں ذکر نہیں۔ قرآن ہم پر ظاہر فرماتا ہے کہ توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ ہم بتوں اور انسانوں اور حیوانوں اور عناصر اور اجرام فلکی اور شیاطین کی پرستش سے باز رہیں بلکہ توحید تین درجہ پر منقسم ہے **درجہ اوّل** عوام کے لئے یعنے اُن کے لئے جو خدا تعالےٰ کے غضب سے نجات پانا چاہتے ہیں۔ **دوسرا درجہ** خواص کے لئے یعنے اُن کے لئے جو عوام کی نسبت زیادہ تر قرب الٰہی کے ساتھ خصوصیت پیدا کرنی چاہتے ہیں۔ اور **تیسرا درجہ** خواص الخواص کیلئے جو قرب کے کمال تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اوّل مرتبہ توحید کا تو یہی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش نہ کی جائے

اور ہر ایک چیز جو محدود اور مخلوق معلوم ہوتی ہے خواہ زمین پر ہے خواہ آسمان پر اُس کی پرستش سے کنارہ کیا جائے۔ دوسرا مرتبہ توحید کا یہ ہے کہ اپنے اور دوسروں کے تمام کاروبار میں موثر حقیقی خدا تعالےٰ کو سمجھا جائے اور اسباب پر اتنا زور نہ دیا جائے جس سے وہ خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہر جائیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ زید نہ ہوتا تو میرا یہ نقصان ہوتا اور بکر نہ ہوتا تو میں تباہ ہو جاتا۔ اگر یہ کلمات اس نیت سے کہے جائیں کہ جس سے حقیقی طور پر زید و بکر کو کچھ چیز سمجھا جائے تو یہ بھی شرک ہے۔ تیسری قسم توحید کی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی درمیان سے اٹھانا اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں محو کرنا۔ یہ توحید توریت میں کہاں ہے۔ ایسا ہی توریت میں بہشت اور دوزخ کا کچھ ذکر نہیں پایا جاتا۔ اور شاید کہیں کہیں اشارات ہوں۔ ایسا ہی توریت میں خدا تعالےٰ کی صفات کاملہ کا کہیں پورے طور پر ذکر نہیں۔ اگر توریت میں کوئی ایسی سورۃ ہوتی جیسا کہ قرآن شریف میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ[1] ہے تو شاید عیسائی اس مخلوق پرستی کی بلا سے رُک جاتے۔ ایسا ہی توریت نے حقوق کے مدارج کو پورے طور پر بیان نہیں کیا۔ لیکن قرآن نے اس تعلیم کو بھی کمال تک پہنچایا ہے۔ مثلاً وہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى[2] یعنے خدا حکم کرتا ہے کہ تم عدل کرو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تم احسان کرو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تم لوگوں کی ایسے طور سے خدمت کرو کہ جیسے کوئی قرابت کے جوش سے خدمت کرتا ہے یعنے بنی نوع سے تمہاری ہمدردی جوش طبعی سے ہو کوئی ارادہ احسان رکھنے کا نہ ہو جیسا کہ ماں اپنے بچہ سے ہمدردی رکھتی ہے۔ ایسا ہی توریت میں خدا کی ہستی اور اس کی واحدانیت اور اس کی صفات کاملہ کو دلائل عقلیہ سے ثابت کر کے نہیں دکھلایا۔ لیکن قرآن شریف نے ان تمام عقائد اور نیز ضرورت الہام اور نبوت کو دلائل عقلیہ سے ثابت کیا ہے اور ہر ایک بحث کو فلسفہ کے رنگ میں بیان کر کے حق کے طالبوں پر اُس کا سمجھنا آسان کر دیا ہے۔ اور یہ تمام دلائل ایسے کمال سے قرآن شریف

[1] الاخلاص ۲ تا ۵ [2] النحل : ۹۱

میں پائے جاتے ہیں کہ کسی مقدور میں نہیں کہ مثلاً ہستی باری پر کوئی ایسی دلیل پیدا کر سکے کہ جو قرآن شریف میں موجود نہ ہو۔

ماسوا اس کے قرآن شریف کے وجود کی ضرورت پر ایک اور بڑی دلیل یہ ہے کہ پہلی تمام کتابیں موسےٰ کی کتاب توریت سے انجیل تک ایک خاص قوم یعنے بنی اسرائیل کو اپنا مخاطب ٹھہراتی ہیں۔ اور صاف اور صریح لفظوں میں کہتے ہیں کہ ان کی ہدایتیں عام فائدہ کیلئے نہیں بلکہ صرف بنی اسرائیل کے وجود تک محدود ہیں۔ مگر قرآن شریف کا مدّنظر تمام دنیا کی اصلاح ہے۔ اور اس کی مخاطب کوئی خاص قوم نہیں بلکہ کھُلے کھُلے طور پر بیان فرماتا ہے کہ وہ تمام انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے اور ہر ایک کی اصلاح اس کا مقصود ہے۔ سو بلحاظ مخاطبین کے توریت کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم میں بڑا فرق ہے۔ مثلاً توریت کہتی ہے کہ خون مت کر اور قرآن بھی کہتا ہے کہ خون مت کر اور بظاہر قرآن میں اُسی حکم کا اعادہ معلوم ہوتا ہے جو توریت میں آچکا ہے۔ مگر دراصل اعادہ نہیں بلکہ توریت کا یہ حکم صرف بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا ہے اور صرف بنی اسرائیل کو خون سے منع فرماتا ہے دوسرے سے توریت کو کچھ غرض نہیں۔ لیکن قرآن شریف کا یہ حکم تمام دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ اور تمام نوع انسان کو ناحق کی خون ریزی سے منع فرماتا ہے۔ اسی طرح تمام احکام میں قرآن شریف کی اصل غرض عامہ خلائق کی اصلاح ہے اور توریت کی غرض صرف بنی اسرائیل تک محدود ہے۔

مَیں نے انجیلوں پر ایک یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ ان میں جس قدر معجزات لکھے گئے ہیں جن سے خواہ نخواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی ثابت کی جاتی ہے وہ معجزات ہرگز ثابت نہیں ہیں۔ کیونکہ انجیل نویسوں کی نبوت جو مدار ثبوت تھی ثابت نہیں ہو سکی اور نہ انہوں نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور نہ کوئی معجزہ دکھلایا۔ باقی رہا یہ کہ انہوں نے بحیثیت ایک وقائع نویس کے معجزات کو لکھا ہو۔ سو وقائع نویسی کے شرائط بھی ان میں متحقق نہیں کیونکہ وقائع نویس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دروغ گو نہ ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے حافظہ میں خلل نہ ہو۔ اور تیسرے یہ کہ

وہ عمیق الفکر ہو اور سطحی خیال کا آدمی نہ ہو اور چوتھے یہ کہ وہ محقق ہو اور سطحی باتوں پر کفایت کرنے والا نہ ہو اور پانچویں یہ کہ جو کچھ لکھے چشم دید لکھے محض رطب یابس کو پیش کرنے والا نہ ہو مگر انجیل نویسوں میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہ تھی۔ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ انہوں نے اپنی انجیلوں میں عمداً جھوٹ بولا ہے۔ چنانچہ ناصرہ کے معنے اُلٹے کئے اور عمانوایل کی پیشگوئی کو خواہ نخواہ مسیح پر جمایا اور انجیل میں لکھا کہ اگر یسوع کے تمام کام لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں سما نہ سکتیں۔" اور حافظہ کا یہ حال ہے کہ پہلی کتابوں کے بعض حوالوں میں غلطی کھائی اور بہت سی بے اصل باتوں کو لکھ کر ثابت کیا کہ اُن کو عقل اور فکر اور تحقیق سے کام لینے کی عادت نہ تھی بلکہ بعض جگہ ان انجیلوں میں نہایت قابل شرم جھوٹ ہے۔ جیسا کہ متی باب ۵ میں یسوع کا یہ قول ہے کہ "تم سُن چکے ہو کہ اپنے پڑوسی سے محبت کر اور اپنے دشمن سے نفرت کر حالانکہ پہلی کتابوں میں یہ عبارت موجود نہیں۔ ایسا ہی اُن کا یہ لکھنا کہ تمام مُردے بیت المقدس کی قبروں سے نکل کر شہر میں آ گئے تھے۔ یہ کس قدر بے ہودہ بات ہے اور کسی معجزہ کے لکھنے کے وقت کسی انجیل نویس نے یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ وہ اُس کا چشم دید ماجرا ہے پس ثابت ہوتا ہے کہ وقائع نویسی کے شرائط اُن میں موجود نہ تھے۔ اور اُن کا بیان ہرگز اس لائق نہیں کہ کچھ بھی اُس کا اعتبار کیا جائے۔ اور باوجود اس بے اعتباری کے جس بات کی طرف وہ بلاتے ہیں وہ نہایت ذلیل خیال اور قابلِ شرم عقیدہ ہے۔ کیا یہ بات عند العقل قبول کرنے کے لائق ہے کہ ایک عاجز مخلوق جو تمام لوازم انسانیت کے اپنے اندر رکھتا ہے خدا کہلاوے؟ کیا عقل اس بات کو مان سکتی ہے کہ مخلوق اپنے خالق کو کوڑے مارے اور خدا کے بندے اپنے قادر خدا کے مُنہ پر تھوکیں اور اس کو پکڑیں اور اس کو سولی دیں اور وہ خدا ہو کر اُن کے مقابلہ سے عاجز ہو؟ کیا یہ بات کسی کو سمجھ آ سکتی ہے کہ ایک شخص خدا کہلا کر تمام رات دعا کرے اور پھر اس کی دُعا قبول نہ ہو؟ کیا کوئی دل اس بات پر اطمینان پکڑ سکتا ہے کہ خدا بھی عاجز بچوں کی طرح نو مہینے تک پیٹ میں رہے اور

خونِ حیض کھاوے اور آخر چیختا ہوا عورتوں کی شرم گاہ سے پیدا ہو؟ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ خدا بے شمار اور بے ابتدا زمانہ کے بعد مجسّم ہو جائے اور ایک ٹکڑہ اُس کا انسان کی صورت بنے اور دوسرا کبوتر کی اور یہ جسم ہمیشہ کیلئے ان کے گلے کا ہار ہو جاوے۔

ایک اور اعتراض تھا جو ہم نے عیسائیوں کی موجودہ انجیلوں پر کیا تھا جس کی وجہ سے پادری صاحبوں کو بہت شرمندگی اٹھانی پڑی اور وہ یہ ہے کہ انجیل انسان کے تمام قُوتوں کی مربّی نہیں ہو سکتی۔ اور جو کچھ اس میں کسی قدر اخلاقی حصّہ موجود ہے وہ بھی دراصل توریت کا انتخاب ہے۔ اس پر بعض عیسائیوں نے یہ اعتراض اٹھایا تھا کہ "خدا کی کتاب کے مناسب حال صرف اخلاقی حصہ ہوتا ہے اور سزا اجزا کے قوانین خدا کی کتاب کے مناسب حال نہیں کیونکہ جرائم کی سزائیں حالاتِ متبدّلہ کی مصلحت کے رو سے ہونی چاہئیں اور وہ حالات غیر محدود ہیں اس لئے ان کے لئے صرف ایک ہی قانون سزا ہونا ٹھیک نہیں ہے ہر ایک سزا جیسا کہ وقت تقاضا کرے اور مجرموں کی تنبیہ اور سرزنش کے لئے مفید پڑ سکے دینی چاہیئے۔ لہٰذا ہمیشہ ایک ہی رنگ میں اُن کا ہونا اصلاح خلائق کے لئے مفید نہیں ہوگا اور اس طرح پر قوانین دیوانی اور فوجداری اور مالگذاری کو محدود کر دینا اُس بد نتیجہ کا موجب ہوگا کہ جو ایسی نئی صورتوں کے وقت میں پیدا ہو سکتا ہے جو اُن قوانین محدودہ سے باہر ہوں۔ مثلاً ایک ایسی جدید طرز کے امور تجارت پر مخالفانہ اثر کرے جو ایسے عام رواج پر مبنی ہوں جن سے اُس گورنمنٹ میں کسی طرح گریز نہ ہو سکے۔ اور یا کسی اور طرز کے جدید معاملات پر موثر ہو اور یا کسی اور تمدّنی حالت پر اثر رکھتا ہو۔ اور یا بدمعاشوں کے ایسے حالات راسخہ پر غیر مفید ثابت ہو جو ایک قسم کی سزا کی عادت پکڑ گئے ہوں یا اُس سزا کے لائق نہ رہے ہوں۔" مگر میں کہتا ہوں کہ یہ خیالات اُن لوگوں کے ہیں جنہوں نے کبھی تدبّر سے خدا کی کلام قرآن شریف کو نہیں پڑھا۔ اب میں حق کے طالبوں کو سمجھاتا ہوں کہ قرآن شریف میں ایسے احکام جو دیوانی اور فوجداری اور مال کے متعلق ہیں دو قسم

نوٹ: اس قسم کا اعتراض مادک سے اور دوسرے انگریزی محققوں نے قرآن کریم پر کیا ہے۔

کے ہیں۔ ایک وہ جن میں سزا یا طریق انصاف کی تفصیل ہے۔ دوسرے وہ جن میں ان امور کو صرف قواعد کلیہ کے طور پر لکھا ہے اور کسی خاص طریق کی تعیین نہیں کی۔ اور وہ احکام اس غرض سے ہیں کہ تا اگر کوئی نئی صورت پیدا ہو تو مجتہد کو کام آویں۔ مثلاً قرآن شریف میں ایک جگہ تو یہ ہے کہ دانت کے بدلے دانت آنکھ کے بدلے آنکھ۔ یہ تو تفصیل ہے۔ اور دوسری جگہ یہ اجمالی عبارت ہے کہ جزاؤ سیئۃٍ سیئۃٌ مثلھا[1]۔ پس جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجمالی عبارت توسیع قانون کے لئے بیان فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں یہ قانون جاری نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک ایسا شخص کسی کا دانت توڑے کہ اُس کے مُنہ میں دانت نہیں اور بباعث کبر سنی یا کسی اور سبب سے اس کے دانت نکل گئے ہیں تو دندان شکنی کی سزا میں ہم اس کا دانت توڑ نہیں سکتے۔ کیونکہ اُس کے تو مُنہ میں دانت ہی نہیں۔ ایسا ہی اگر ایک اندھا کسی کی آنکھ پھوڑ دے تو ہم اُس کی آنکھ نہیں پھوڑ سکتے۔ کیونکہ اُس کی تو آنکھیں ہی نہیں۔ خلاصہ مطلب یہ کہ قرآن شریف نے ایسی صورتوں کو احکام میں داخل کرنے کے لئے اس قسم کے قواعد کلیہ بیان فرمائے ہیں پس اس کے احکام اور قوانین پر کیونکر اعتراض ہو سکے۔ اور اُس نے صرف یہی نہیں کہا بلکہ ایسے قواعد کلیہ بیان فرما کر ہر ایک کو اجتہاد اور استخراج اور استنباط کی ترغیب دی ہے۔ مگر افسوس کہ یہ ترغیب اور طرز تعلیم توریت میں نہیں پائی جاتی اور انجیل تو اس کامل تعلیم سے بالکل محروم ہے اور انجیل میں صرف چند اخلاق بیان کئے ہیں۔ اور وہ بھی کسی ضابطہ اور قانون کے سلسلہ میں منسلک نہیں ہیں۔

اور یاد رہے کہ عیسائیوں کا یہ بیان کہ انجیل نے قوانین کی باتوں کو انسانوں کی سمجھ پر چھوڑ دیا ہے۔ جائے فخر نہیں بلکہ جائے انفعال اور ندامت ہے۔ کیونکہ ہر ایک امر جو قانون کلی اور قواعد مرتبہ منتظمہ کے رنگ میں بیان نہ کیا جائے وہ امر گو کیسا ہی اپنے مفہوم کے رُو سے نیک ہو بد استعمال کے رُو سے نہایت بد اور مکروہ ہو جاتا ہے۔ اور ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کہ

[1] الشوریٰ: ۴۱

انجیل میں کسی قدر اخلاقی تعلیم ہے تو وہی جو توریت اور طالمود سے لی گئی ہے۔ مگر بہت بے ٹھکانہ اور بے سروپا ہے۔ اور کاش اگر وہ کسی قانون کے نیچے منتظم ہوتی تو کیسی کارآمد ہو سکتی۔ مگر اب تو حکیمانہ نظر میں نہایت مکروہ چیز ہے۔ اور یہ سارا نقصان قانون کے چھوڑنے سے ہے جو انتظام اور ترتیب قواعد کے استعمال سے مراد ہے۔ یہ خیال ایک سخت نادانی ہے کہ دین صرف ان چند بے سروپا باتوں کا نام ہے جو انجیل میں درج ہیں۔ بلکہ وہ تمام امور جو تکمیل انسانیت کے لئے ضروری ہیں دین میں داخل ہیں۔ جو باتیں انسان کو وحشیانہ حالت سے پھیر کر حقیقی انسانیت سکھلاتی یا عام انسانیت سے ترقی دے کر حکیمانہ زندگی کی طرف منتقل کرتی ہیں اور یا حکیمانہ زندگی سے ترقی دے کر فنافی اللہ کی حالت تک پہنچاتی ہیں انہیں باتوں کا نام دوسرے لفظوں میں دین ہے۔

ایک اعتراض میں نے انجیلوں پر یہ کیا تھا کہ انجیلوں میں صرف اسی قسم کے جھوٹ جو یسوع کے اُس حصہ عمر کے متعلق ہیں جن میں اُس نے اپنے تئیں ظاہر کیا۔ بلکہ یسوع کی پہلی زندگی کی نسبت بھی انجیلوں کے لکھنے والوں نے عمداً جھوٹ بولا ہے۔ اور اُس کے اُن واقعات کو ظاہر کرنا انہوں نے مصلحت نہیں سمجھا جو اُس کی اس زندگی کے متعلق ہیں جو اُس کے دعوے سے پہلے گذر چکی تھی۔ حالانکہ ایسا شخص جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اُس کی اُس عمر کا وہ پہلا اور بڑا حصہ بھی بیان کرنے کے لائق تھا جس میں قریباً کل عمر اُس کی کھپ چکی تھی اور صرف بقول عیسائیان تین برس اُس کی عمر سے باقی رہ گئے تھے تا دیکھا جاتا کہ اُس تیس برس کی عمر میں کس طرح کے چال چلن سے اُس نے زندگی بسر کی اور کس طور سے خدا کا معاملہ اس سے رہا اور کِس کِس قسم کے عجائبات اُس سے ظہور میں آئے۔ مگر افسوس کہ انجیل نویسوں نے اس حصہ کا نام بھی نہ لیا۔ ہاں لوقا باب اوّل میں اس قدر لکھا ہے کہ فرشتہ نے مریم پر ظاہر ہو کر اُس کو بیٹے کی خوشخبری دی اور کہا کہ اس کا نام عیسیٰ رکھنا۔" لیکن یہ قصہ لوقا کی خود تراشیدہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ قصہ صحیح ہوتا تو پھر مریم اس کی ماں جس کو فرشتہ نظر آیا تھا اور اُس کے بھائی

جو اُس فرشتہ سے خوب اطلاع رکھتے تھے کیوں اس پر ایمان نہ لاتے۔ اور یہ انکار اُس حد تک کیوں پہنچ گیا کہ یسوع نے خود اپنے بھائیوں کے بھائی ہونے سے انکار کیا۔ اور ماں سے بھی انکار کیا۔

مَیں نے یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ یوحنا باب ۲ آیت ۲۰ میں ہے کہ یہودیوں کو مسیح نے کہا تھا کہ ہیکل چھیالیس برس میں بنائی گئی ہے۔ مگر یہودیوں کی کتابوں میں تو اتر یہ درج ہے کہ صرف آٹھ برس تک ہیکل طیار ہو گئی تھی۔ چنانچہ اب تک وہ کتابیں موجود ہیں۔ پس یہ بات بالکل جھوٹ ہے کہ یہودیوں نے مسیح کو ایسا کہا تھا۔ اور خود یہ بات قرین قیاس بھی نہیں کہ ایسی مختصر عمارت جس کے بنانے کیلئے نہایت سے نہایت چند سال کافی تھے وہ چھیالیس برس تک بنتی رہی ہو۔ سو ایسے ایسے جھوٹ انجیلوں میں ہیں جنکی وجہ سے اُن کے مضامین قابل تمسک نہیں۔ مثلاً دیکھو کہ انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۳۴ میں لکھا ہے کہ مَیں تمہیں ایک نیا حکم دیتا ہوں کہ تم ایک دوسرے سے محبت رکھو۔ حالانکہ یہ نیا حکم نہیں۔ کیونکہ احبار کی کتاب باب ۱۹ آیت ۱۸ میں یہی حکم لکھا ہے پھر وہ نیا کیونکر ہو گیا۔ تعجب کہ یہی انجیلیں ہیں جن کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ پایۂ اعتبار کے رو سے احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جن کتابوں میں ایسے قابل شرم جھوٹ ہیں ان کو اسلام کی کتب احادیث سے کیا نسبت ہے۔ ریلینڈ صاحب اپنی کتاب اکاؤنٹ آف محمدنزم میں لکھتے ہیں کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معجزات نہایت مشہور عالم پرہیزگار اور دانا محمدی فاضلوں نے اپنی بیشمار کتابوں میں درج کئے ہیں اور یہ فاضل ایسے تھے کہ کسی بات کو بغیر سخت امتحان اور بے انتہا جانچ پڑتال کے نہیں لیتے تھے اسی لئے اُن کی روایات اس قابل نہیں کہ ان میں شک کیا جائے۔ تمام ملک عرب میں وہ مشہور ہیں۔ اور وہ واقعات عام طور پر باپ سے بیٹے کو اور ایک پشت سے دوسری پشت کو پہنچے ہیں۔ اسلام کی ہر ایک قسم کی کتابیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معجزات پر گواہی دیتی ہیں۔ پھر اگر اتنے بڑے اور دانا فاضلوں کی سند کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر معجزات کیواسطے اور

کیا ثبوت ہو سکتا ہے کیونکہ ایسی باتوں کے ثبوت کے لئے جو کہ ہمارے زمانہ سے پہلے یا ہماری نظروں سے دور واقع ہوئی ہیں صرف سندیں ذریعہ ہیں ۔ اور اگر ان سندوں کا انکار کیا جائے تو تمام تاریخی حالات قابل شک ہو جاتے ہیں ۔ اور پھر ایک اور دلیل اس بات پر کہ یہ معجزات واقعی طور پر سچے تھے یہ ہے کہ ایسے لوگوں پر نبی اسلام نے (صلی اللہ علیہ وسلم) نہایت سخت لعنت کی ہے کہ جو جھوٹے طور پر آپ کی طرف معجزات منسوب کریں بلکہ صاف طور پر کہا ہے کہ جو میرے پر جھوٹ بولے اُس کی سزا جہنم ہے ۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ ایسی سخت ممانعت کے بعد اس قدر جھوٹے معجزات بنائے جاتے " پھر وہی مولف لکھتا ہے کہ سچ تو یہ ہے کہ جس قدر معزز گواہیاں اور سندیں نبی اسلام کے لئے پیش کی جا سکتی ہیں ایک عیسائی کی قدرت نہیں کہ ایسی گواہیاں یسوع کے معجزات کے ثبوت میں عہد جدید سے پیش کر سکے ۔ اور اس سے زیادہ یا اس سے بہتر سندیں لا سکے" غرض فاضل عیسائی نے کسی قدر انصاف سے کام لے کر یہ تحریر کیا ہے ۔ مگر پھر بھی اسلام کے فضائل اور اُس کی سچائی کے ثبوت بیان کرنے کے لئے اسی قدر نہیں ہے جو بیان کیا گیا ۔ کیونکہ قرآن شریف نے باوجود اس کے کہ اس کے عقائد کو دل مانتے ہیں اور ہر ایک پاک کانشنس قبول کرتا ہے پھر بھی ایسے معجزات پیش نہیں کئے کہ کسی آئندہ صدی کیلئے قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں ہو جائیں بلکہ اُن عقائد پر بہت سے عقلی دلائل بھی قائم کئے اور قرآن میں وہ انواع و اقسام کی خوبیاں جمع کیں کہ وہ انسانی طاقتوں سے بڑھ کر معجزہ کی حد تک پہنچ گیا ۔ اور ہمیشہ کے لئے بشارت دی کہ اس دین کی کامل طور پر پیروی کرنے والے ہمیشہ آسمانی نشان پاتے رہیں گے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ اور ہم یقینی اور قطعی طور پر ہر ایک طالب حق کو ثبوت دے سکتے ہیں کہ ہمارے سید و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک ہر ایک صدی میں ایسے باخدا لوگ ہوتے رہے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا کر ان کو ہدایت دیتا رہا ہے ۔ جیسا کہ سیّد عبد القادر جیلانی

اور ابوالحسن خرقانی۔ اور ابویزید بسطامی اور جُنیدؔ بغدادی اور محی الدین ابن العربی۔ اور ذوالنون مصری اور معین الدین چشتی اجمیری اور قطب الدین بختیار کاکی۔ اور فرید الدین پاک پٹنی۔ اور نظام الدین دہلوی۔ اور شاہ ولی اللہ دہلوی۔ اور شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اسلام میں گذرے ہیں۔ اور ان لوگوں کا ہزارہا تک عدد پہنچا ہے۔ اور اس قدر ان لوگوں کے خوارق علماء اور فضلاء کی کتابوں میں منقول ہیں کہ ایک متعصب کو باوجود سخت تعصب کے آخر ماننا پڑتا ہے کہ یہ لوگ صاحب خوارق وکرامات تھے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے نہایت صحیح تحقیقات سے دریافت کیا ہے کہ جہاں تک بنی آدم کے سلسلہ کا پتہ لگتا ہے سب پر غور کرنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر اسلام میں اسلام کی تائید میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی گواہی میں آسمانی نشان بذریعہ اس امت کے اولیاء کے ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں ان کی نظیر دوسرے مذاہب میں ہرگز نہیں۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی ترقی آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ہوتی رہی ہے اور اس کے بیشمار انوار اور برکات نے خداتعالیٰ کو قریب کر کے دکھلا دیا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ اسلام اپنے آسمانی نشانوں کی وجہ سے کسی زمانہ کے آگے شرمندہ نہیں۔ اسی اپنے زمانہ کو دیکھو جس میں اگر تم چاہو تو اسلام کیلئے رویت کی گواہی دے سکتے ہو۔ تم سچ سچ کہو کہ کیا اس زمانہ میں تم نے اسلام کے نشان نہیں دیکھے؟ پھر بتلاؤ کہ دنیا میں اور کونسا مذہب ہے کہ یہ گواہیاں نقد موجود رکھتا ہے؟ یہی باتیں تو ہیں جن سے پادری صاحبوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ جس شخص کو وہ خدا بناتے ہیں اُس کی تائید میں بجز چند بے سروپا قصّوں اور جھوٹی روایتوں کے اُن کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ اور جس پاک نبی کی وہ تکذیب کرتے ہیں اس کی سچائی کے نشان اس زمانہ میں بھی بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ ڈھونڈنے والوں کے لئے اب بھی نشانوں کے دروازے کھلے ہیں جیسا کہ پہلے کھلے تھے۔ اور سچائی کے بھوکوں کیلئے اب بھی خوان نعمت موجود ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ زندہ مذہب وہی ہوتا ہے جس پر ہمیشہ کیلئے زندہ خدا کا ہاتھ ہو سو وہ اسلام ہے۔ قرآن

میں دو نہریں اب تک موجود ہیں ایک دلائل عقلیہ کی نہر دوسرے آسمانی نشانوں کی نہر۔ لیکن عیسائیوں کی انجیل دونوں سے بے نصیب اور خشک رہی ہے۔

کسے پرستد بندہ را چز آنکہ نادانے بود ✦ پس بگوید بر رہِ شاں ہر کہ گریانے بود
آں خداوندے کہ نامش ہست بر ہر برگ ثبت ✦ ہر کہ جوید آں خدا را او مسلمانے بود

مَیں نے یہ اعتراض بھی کیا تھا کہ پادری صاحبان کا ایک بڑا محقق شلمر نام کہتا ہے کہ یوحنا کی انجیل کے سوا باقی تینوں انجیلیں جعلی ہیں۔ اور مشہور فاضل ڈاڈویل اپنی تحقیقات کے بعد لکھتا ہے کہ دوسری صدی کے وسط تک ان موجودہ چار انجیلوں کا کوئی نشان دُنیا میں نہ تھا۔ سیمرل کہتا ہے کہ موجودہ عہد نامہ یعنے انجیلیں نیک نیتی کے بہانہ سے مکاّری کے ساتھ دوسری صدی کے آخر میں لکھی گئیں۔ اور ایک پادری الوئسن نام انگلستان کا رہنے والا کہتا ہے کہ متی کی یونانی انجیل دوسری صدی مسیحی میں ایک ایسے آدمی نے لکھی تھی جو یہودی نہ تھا۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس میں بہت سی غلطیاں اس ملک کے جغرافیہ کی بابت اور یہودیوں کی رسومات کی بابت ہیں۔ عیسائیوں کے محقق اس بات کے بھی مقرّ ہیں کہ ایک عیسائی اپنے مذہب کے رُو سے انسانی سوسائٹی میں نہیں رہ سکتا اور نہ تجارت کر سکتا ہے کیونکہ انجیل میں امیر بننے اور **کل کی فکر کرنے** سے منع کیا گیا ہے۔ ایسا ہی کوئی سچّا عیسائی فوج میں بھی داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ دشمن کے ساتھ محبت کرنے کا حکم ہے۔ ایسا ہی اگر کامل عیسائی ہے تو اس کو شادی کرنا بھی منع ہے۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انجیل ایک مختص الزمان اور مختص القوم قانون کی طرح تھی جس کو حضرات عیسائیوں نے عام ٹھہرا کر صدہا اعتراض اس پر وارد کرا لئے۔ بہتر ہوتا کہ وہ کبھی اس بات کا نام نہ لیتے کہ انجیل میں کسی قسم کا کمال ہے۔ اُن کے اِس بیجا دعوے سے بہت سی خِفّت اور سُبکی اُن کو اٹھانی پڑی ہے۔

ایک اور بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ عیسائی لوگ لفظ الوہیم سے جو الٰہ کی جمع ہے اور کتاب پیدائش توریت میں موجود ہے یہ نکالنا چاہتے ہیں کہ گویا یہ تثلیث کی طرف

اشارہ ہے۔ مگر اس سے اور بھی ان کی نادانی ثابت ہوتی ہے کیونکہ عبرانی لغت سے ثابت ہے کہ گو الوہیم کا لفظ بظاہر جمع ہے مگر ہر ایک جگہ واحد کے معنے دیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ زبان عربی اور عبرانی میں یہ محاورہ شائع ہے کہ بعض وقت لفظ واحد ہوتا ہے اور معنے جمع کے دیتا ہے جیسا کہ سامر اور دجّال کا لفظ اور بعض وقت ایک لفظ جمع کے صیغہ پر ہوتا ہے اور معنے واحد کے دیتا ہے۔ اور عبرانی جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ لفظ الوہیم بھی اُن ہی الفاظ میں سے ہے جو جمع کی صورت میں ہیں اور در اصل واحد کے معنے رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ لفظ توریت میں جس جگہ آیا ہے اُن ہی معنوں کے لحاظ سے آیا ہے۔ اور یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ وہ ہمیشہ خدا تعالےٰ کے لئے مخصوص ہے۔ بلکہ بعض جگہ یہی لفظ فرشتہ کے لئے اور بعض جگہ قاضی کیلئے اور بعض جگہ حضرت موسیٰ کے لئے آیا ہے۔ جیسا کہ قاضیوں کی کتاب باب ۱۳/۲۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مَنُوحا سَمُونؔ کے باپ نے خداوند کا ایک فرشتہ دیکھا تو اُس نے کہا کہ ہم یقیناً مرجائیں گے کیونکہ ہم نے الوہیم کو دیکھا۔ اس جگہ عبرانی میں لفظ الوہیم ہے اور معنے اُس کے فرشتہ کئے جاتے ہیں اور خروج باب ۱۲/۹ میں الوہیم کے معنے قاضی کئے گئے ہیں۔ اور خروج باب ۷/۱ میں موسیٰ کو الوہیم قرار دے کر کہا ہے کہ "دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لئے ایک الوہیم بنایا ہے"۔ اور استثنا باب ۳۲/۱۵ میں یہ عبارت ہے۔ "اور اُس نے الوہا کو چھوڑ دیا جس نے اُسے پیدا کیا تھا" دیکھو اس جگہ لفظ الوہا ہے الوہیم نہیں ہے۔ اور ایسا ہی زبور ۵۰/۲۲ میں لفظ الوہا آیا ہے۔ اور اسی طرح ان کتابوں میں لفظ الوہا اور الوہیم ایک دوسرے کی جگہ آگیا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ دونوں جگہ میں واحد مراد ہے نہ جمع۔ الیسا ہی یسعیاہ باب ۴۴/۶ میں الوہیم آیا ہے۔ اور پھر آیت آٹھ میں الوہا ہے۔ پس واضح ہو کہ اصل مدّعا جمع کا صیغہ لانے سے خدا کی طاقت اور قدرت کو ظاہر کرنا ہے اور یہ زبانوں کے محاورات ہیں جیسا کہ انگریزی میں ایک انسان کو یُو یعنے تم کے ساتھ مخاطب کرتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کیلئے باوجو تثلیث کے عقیدہ کے ہمیشہ داؤ یعنے تُو کا لفظ لاتے ہیں۔

ایسا ہی عبرانی میں بجائے اودن کے جو خداوند کے معنے رکھتا ہے ادونیم آجاتا ہے سو دراصل یہ بحثیں محاورات لغت کے متعلق ہیں۔ قرآن شریف میں اکثر جگہ خدا تعالیٰ کے کلام میں ہم آجاتا ہے کہ ہم نے یہ کیا اور ہم یہ کریں گے۔ اور کوئی عقلمند نہیں سمجھتا کہ اس جگہ ہم سے مراد کثرت خداؤں کی ہے۔ مگر پادری صاحبوں کے حالات پر بہت افسوس ہے کہ وہ قابل شرم طریقوں پر تاویلیں کر کے ایک انسان کو زبردستی خدا بنانا چاہتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ بت پرستی کے زمانہ کے خیالات انہیں مجبور کرتے ہیں کہ وہ مشرکانہ تعلیم کو بناویں۔ خیال کرنا چاہیئے کہ کیسے دور از عقل و فہم تکلفات انہوں نے کئے ہیں۔ یہاں تک کہ توریت پیدائش کے باب ۱/۲ میں جو یہ عبارت ہے کہ خدا نے کہا کہ "ہم انسان کو اپنی شکل بنائیں گے" یہاں سے عیسائی لوگ یہ بات نکالتے ہیں کہ ہم کے لفظ سے تثلیث کی طرف اشارہ ہے مگر یاد رہے کہ عبرانی میں اسجگہ لفظ نعسہ ہے جس کے معنے ہیں تصنع۔ یہ لفظ تھوڑے سے تغیر سے اسی عربی لفظ یعنی تصنع سے ملتا ہے اور عربی اور عبرانی کا یہ محاورہ ہے کہ اپنے تئیں یا کسی دوسری کو عظمت دینے کے لئے تم یا ہم کا لفظ بولا کرتے ہیں مگر ان لوگوں نے مخلوق پرستی کے جوش سے محاورہ کی طرف کچھ بھی خیال نہیں کیا اور صرف یہ لفظ پا کر کہ ہم بنائیں گے تثلیث کو سمجھ لیا۔ بہت ہی افسوس کی جگہ ہے کہ مخلوق پرستی سے پیار کر کے ان بے چاروں کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ لیکن صرف تین ۳ کی حد بندی انہوں نے اپنی طرف سے کر لی ہے۔ ورنہ جمع کے صیغے میں تو تین سے زیادہ صدہا پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ جمع کے صیغہ سے صرف تثلیث ہی نکلتی ہے۔

ہمارا عیسائیوں پر ایک یہ اعتراض تھا کہ جس فدیہ کو وہ پیش کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کے مخالف ہے۔ کیونکہ الٰہی قانون پر غور کر کے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان کیا گیا ہے۔ مثلاً انسان اشرف المخلوقات اور باتفاق تمام عقلمندوں کے تمام حیوانات سے اعلیٰ ہے۔ سو اُس کی صحت اور بقا اور پائداری اور نیز اُس کے

نظام تمدن کے لئے تمام حیوانات ایک قربانی کا حکم رکھتے ہیں۔ پانی کے کیڑوں سے لے کر شہد کی مکھیوں اور ریشم کے کیڑوں اور تمام حیوانات بحری گائے وغیرہ تک جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو یہ سب انسانی زندگی کے خادم اور نوع انسان کی راہ میں فدیہ معلوم ہوتے ہیں۔ ایک ہمارے بدن کی پھنسی کے لئے بسا اوقات سو جونک جان دیتی ہے تاہم اُس پھنسی سے نجات پاویں۔ ہر روز کروڑہا بکری اور بیل اور مچھلیاں وغیرہ ہمارے لئے اپنی جان دیتی ہیں۔ تب ہماری بقاء صحت کے مناسب حال غذا میسّر ہوتی ہے۔ پس اس تمام سلسلہ پر نظر ڈال کر معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اعلیٰ کے لئے ادنیٰ کو فدیہ مقرر کیا ہے۔ لیکن اعلیٰ کا ادنیٰ کے لئے قربان ہونا اس کی نظیر خدا کے قانون قدرت میں ہمیں نہیں ملتی۔

پادری لوگ اس اعتراض سے بڑے گھبراتے ہیں اور کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔ آخر بعض بے ہودہ قصّوں کہانیوں پر ہاتھ مار کر بعض اُن میں سے یہ جواب دیتے ہیں کہ بعض وقت بڑے بڑے افسروں نے ادنیٰ ادنیٰ لوگوں کے لئے جو اُن کے ماتحت تھے جان دی ہے۔ چنانچہ سر فلپ سڈنی ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں قلعہ ذلفن ملک ہالینڈ کے محاصرہ میں جب زخمی ہوا تو اس وقت عین نزع کی تلخی اور شدّت پیاس کے وقت جب اُس کے لئے ایک پیالہ پانی کا جو وہاں بہت کمیاب تھا مہیا کیا گیا تو اُس کے پاس ایک اور زخمی سپاہی تھا جو پیاسا تھا جو نہایت حرص کے ساتھ سڈنی کی طرف دیکھنے لگا۔ سڈنی نے اُس کی یہ خواہش دیکھ کر وہ پیالہ پانی کا خود نہ پیا بلکہ بطور ایثار اُس سپاہی کو دے دیا یہ کہہ کر کہ "تیری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے"۔* یہ جوانمردی اور صفت ایثار کا ایک نمونہ ہے جو سڈنی سے ظہور میں آیا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک بڑے انسان نے چھوٹے کے لئے جان دی۔ لیکن یاد رہے کہ اس قصّہ میں ہمارے سوال کا جواب نہیں ہے۔ ہمارا تو یہ اعتراض تھا کہ خدا کا قانون قدرت جو نظام شمسی کی طرح خدا

---

* نوٹ۔ صریح معلوم ہوتا ہے کہ سڈنی نے دو خیال کی وجہ سے سپاہی کو ہی اپنے سے بڑا سمجھا۔ ایک یہ کہ سڈنی مرنے پر تھا اور سپاہی زندہ رہ کر کام دے سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ سپاہی ایک لڑنیوالا بہادر تھا۔ اس لئے سڈنی نے کہا کہ تیری ضرورت زیادہ ہے۔ منہ

کی خواہش اور ارادہ کے موافق چل رہا ہے۔ جس سے ہم اپنی قوت اور تصرف سے کسی طرح باہر نہیں ہو سکتے اور جو ہماری بناوٹ سے نہیں بلکہ قدرتی طور پر خدا کے ہاتھ سے ایسا ہی قائم ہو گیا ہے۔ وہ تبلا رہا ہے کہ اعلیٰ کی بقا اور عافیت کے لئے ادنیٰ کو قربان کیا گیا ہے۔ پس وہ خدا کا فعل جو اس وقت سے جاری ہے جب سے دنیا کی بنیاد پڑی ہے ہمیں سکھلاتا اور یاد دلاتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا یہی ارادہ ہے کہ جو مخلوق اس کی نظر میں بہت پسند اور مقبول ہے دوسری مخلوق کو اُس کی خدمت میں لگا دے اور ادنیٰ کو اعلیٰ کی نجات کے لئے تکلیف میں ڈالے یا ہلاک کرے۔ سو مطالبہ تو اس بات کا تھا کہ کیا خدا نے کبھی ایسا کیا کہ ادنےٰ کے بچانے کیلئے اعلیٰ کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈالا۔ لیکن ظاہر ہے کہ خدا کے قانون قدرت میں اس کی نظیر نہیں۔ دیکھو ہم پیالہ پانی کا پی کر کروڑہا کیڑوں کی ہلاکت کا موجب ہوتے ہیں پس کیا کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک کیڑے کے لئے خدا تعالےٰ نے کروڑہا انسانوں کو ہلاک کیا ہو۔ دیکھو ایک انسان اپنی زندگی میں جس قدر پانی پیتا اور اس ذریعہ سے بیشمار کیڑوں کو ہلاک کرتا اور یا جو دوسرے مختلف حیوانوں اور کیڑوں اور مکھیوں اور جوکوں اور خوردنی جانداروں کو ہلاک کرتا ہے کیا کوئی اس کا شمار کر سکتا ہے؟ پس کیا اب تک سمجھ نہیں آسکتا کہ خدا کا قانون جس پر چلنے کے لئے انسانی زندگی مجبور ہے قدیم سے یہی ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان کیا جاتا ہے۔ ہاں جو مثال پیش کی گئی ہے گو اُس کو خُدا کے قانون قدرت سے تعلق نہیں مگر انسان کی صفت ایثار میں اس کو داخل کر سکتے ہیں۔ انسان چونکہ ناقص اور ثواب حاصل کرنے کے لئے اعمالِ صالحہ کا محتاج ہے اس لئے کبھی وہ تواضع اور تذلّل کے طور پر اپنے خدا کو خوش کرنے کیلئے اپنے آرام پر دوسرے کا آرام مقدم کر لیتا ہے اور آپ ایک حظ سے بے نصیب رہ کر دوسرے کو وہ حظ پہنچاتا ہے تا اس طرح پر اپنے خدا کو راضی کرے۔ اور اس کی اس صفت کا نام عربی میں ایثار ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صفت گو عاجز انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے لیکن خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی کیونکہ نہ تو وہ تواضع اور تذلل کے راہ سے کسی ترقی کا محتاج

ہے اور نہ اس کی جناب میں یہ تجویز کرسکتے ہیں کہ وہ دوسروں کو کسی قسم کا آرام پہنچانے کے لئے اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے تئیں مصیبت میں ڈالے کیونکہ یہ بات قدرت تامہ اور نشان الوہیت اور جلال ازلی ابدی کے منافی ہے۔ اور اگر وہ اس قسم کی ذلت اور مصیبت اور محرومی اپنے لئے روا رکھ سکتا ہے تو پھر یہ بھی ممکن ہوگا کہ وہ اپنی خدائی کسی دوسرے کو بطور ایثار دے کر آپ معطل اور بے کار بیٹھ جائے یا اپنی صفات کاملہ دوسرے کو عطا کر کے آپ اُن صفات سے ہمیشہ کے لئے محروم رہے۔ سو ایسا خیال خدا تعالےٰ کی جناب میں بڑی گستاخی ہے اور میں قبول نہیں کرسکتا کہ کوئی خدا ترس منصف مزاج یہ ناقص حالتیں خدائے ذوالجلال کے لئے پسند کرے گا۔ ہاں بلاشبہ یہ صفت ایثار* جس میں ناداری اور لاچاری اور ضعف اور محرومی شرط ہے ایک عاجز انسان کی نیک صفت ہے کہ باوجودیکہ دوسرے کو آرام پہنچا کر اپنے آرام کا سامان اُس کے پاس باقی نہیں رہتا پھر بھی وہ اپنے پر سختی کر کے دوسرے کو آرام پہنچا دیتا ہے مگر ہم کیونکر تجویز کرسکتے ہیں کہ خدا پر بھی ایسی حالت رہ سکتی ہے کہ وہ ایک قسم کا کسی کو آرام پہنچا کر آپ اُس آرام سے محروم رہ جائے۔ کیا اُس کی شان کے یہ زیبا ہے کہ ایک شخص کو بطور ایثار کے قادر بنا دے اور آپ ناتوان رہ جائے یا آپ نعوذ باللہ جاہل رہ جائے اور دوسرے کو بطور ایثار کے عالم الغیب بنا دے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ایثار کی صفت میں یہ ضروری شرط ہے کہ ایثار کنندہ اپنے لئے ایک محرومی کی حالت پر راضی ہو کر دوسرے کو اپنے اُس نصیب سے بہرہ یاب کرے اور اگر اپنے لئے محرومی کی حالت پیدا نہ ہو اور دوسرے کو ہم فائدہ پہنچا دیں تو یہ ایثار نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ہمارے قبضہ میں بہت سی روٹیاں ہیں جن کے ہم مالک ہیں اور ہم نے اُن ہزاروں روٹیوں میں سے ایک روٹی کسی فقیر کو دے دی تو اس کا نام ایثار نہیں ہوگا۔ فرض کرو کہ اگر سر فلپ سڈنی کے پاس بہت سا پانی ہوتا یا باآسانی اُس کو پیدا کرسکتا اور وہ اس میں سے ایک پیالہ اُس سپاہی کو بھی دیدیتا جو اس کے پاس زخمی

نوٹ * اس کو انگریزی میں "سیلف سکری فائس" کہتے ہیں۔ منہ

اور پیاسا پڑا تھا تو اس فعل کا نام ایثار نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اس حالت میں یقیناً جان سکتا تھا کہ میں بھی اس سے محروم نہیں رہ سکتا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ صفت ایثار کے ثابت ہونے کیلئے شخص ایثار کنندہ کا ضعف اور درماندگی اور عدم قدرت اور عدم استطاعت شرط ہے۔ لہٰذا یہ صفت خدائے قادر مطلق کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ اور ایسا ہی سر فلپ سڈنی کی طرف بھی منسوب نہ ہوتی اگر وہ پانی پیدا کرنے پر قادر ہوتا۔ اور اگر خدا ایسا کرے کہ عمداً اس قدرت کے استعمال سے اپنے تئیں محروم رکھے یا عمداً دوسرے کو آرام دے کر ایک مصیبت کی حالت اپنے پر ڈال لے تو اس فعل کا نام بھی ایثار نہیں ہے بلکہ یہ فعل اُس بیوقوف کے فعل سے مشابہ ہوگا جس کا گھر طرح طرح کے کھانوں سے بھرا ہے اور اُس نے اس میں سے کسی فقیر کو ایک طبق طعام دے کر باقی عمداً تمام کھانا کسی گڑھے میں پھینکدیا اور اپنے تئیں مارے بھوک کے ہلاکت تک پہنچا دیا تا اس طرح صفت ایثار ثابت ہو۔ غرض یہ تمام غلطیاں ہیں جن میں عمداً عیسائی لوگ اپنے تئیں ڈال رہے ہیں تا گلے پڑے ڈھول کو کسی طرح بجاتے رہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ انسان کی صفت ایثار اس شرط سے قابل تحسین ہے کہ اُس میں کوئی بےغیرتی اور دیوثی اور اتلاف حقوق نہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی مرد اپنی عورت کو اُس کے خواہشمند کے ساتھ بطور ایثار ہم بستر کرا دے تو یہ صفت قابل تحسین نہیں ہوگی۔ بہتیرے احمق نادان ایسی حرکات کر بیٹھتے ہیں جن کی نظیر خدا تعالےٰ کے تمام قانون قدرت میں نہیں پائی جاتی۔ سو وہ عقلمندوں کے نزدیک مورد ملامت ہوتے ہیں نہ یہ کہ ان کی پیروی کی جائے۔ اور نیا یہ کہ اُن کا فعل قابل تعریف سمجھا جائے۔ مثلاً ایک انگریزی افسر جو ایک نازک جنم پر کئی لاکھ فوج کے ساتھ مامور کیا گیا ہے۔ اگر وہ ایک بکری کے بچے کی جان بچانے کے لئے عمداً اپنی جان دے اور اس طرح پر تمام فوج کو تہلکہ اور شکست کے اندیشہ میں ڈالے تو کیا ہماری گورنمنٹ اُس کو ایک قابل تعریف انسان تصور کر سکتی ہے؟ نہیں بلکہ ایسا نادان لعنت ملامت کے لائق ہوگا۔ سو انسان کا وجود خدا کے وجود کے مقابل بکری سے بھی ہزارہا درجہ کمتر ہے۔ نادانوں کے بعض بے ہودہ حرکات قانون قدرت کا حکم نہیں

رکھتے ورنہ بہتیرے ہندو بتوں کے آگے اپنی زبان یا ہاتھ یا پیر کاٹ دیتے ہیں اور بہتیرے ناداں ہندو اپنے بچے کو گنگا میں ڈال کر اس کا نام جل پروار رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے بہتیرے ایسے گذرے ہیں کہ ارادتاً جگن ناتھ کے پہئیے کے نیچے کچلے گئے ہیں۔ سو ایسی بیہودہ حرکات نظیر دینے کے لائق نہیں اور نہ وہ خدا تعالےٰ کا قانون قدرت کہلا سکتی ہیں۔ ہمارا تو یہ اعتراض تھا کہ اعلےٰ کا ادنےٰ کے لئے اپنی جان ضایع کرنا قانون قدرت کے مخالف ہے۔ پس کاش اگر یہ لوگ پہلے قانون قدرت کی تعریف میں غور کرتے تو اس فاش غلطی میں نہ پڑتے۔ کیا ہم بعض ناوانوں کی بے ہودہ حرکات کو جن پر خود قانون قدرت کا اعتراض ہے قانون قدرت کا حکم دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اور پھر لطف یہ کہ اس بحث میں پڑنے کا ابھی تک عیسائیوں کا حق بھی نہیں۔ کیونکہ وہ اس بات کے قائل نہیں کہ درحقیقت اقنوم ثانی کو جس کا دوسرا نام اُن کے نزدیک ابن اللہ ہے۔ پھانسی دی گئی تھی وجہ یہ کہ اس سے اُن کو ماننا پڑتا ہے کہ اُن کا خدا تین دن تک مرا رہا۔ پس جبکہ خدا ہی مرا رہا تو اس عرصہ تک اس **دُنیا کا انتظام کون کرتا ہوگا؟**

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ باتیں حضرت مسیح کی تعلیم میں نہیں تھیں اور ان کی تعلیم میں توریت پر کوئی بھی زیادت نہیں تھی۔ انہوں نے صاف صاف کہا تھا کہ میں انسان ہوں۔ ہاں جیسا کہ خدا کے مقبولوں کو عزت اور قربت اور محبت کے خدا تعالےٰ کی طرف سے القاب ملتے ہیں۔ اور یا جیسا کہ وہ لوگ خود عشق الٰہی کی محویت میں محبت اور یکدلی کے الفاظ مُنہ پر لاتے ہیں ایسا ہی اُن کا بھی حال تھا۔ اس میں کیا شک ہے کہ جب کوئی انسان سے محبت کرے یا خدا سے تو جب وہ محبت کمال کو پہنچتی ہے تو محب کو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح اور اُس کے محبوب کی روح ایک ہو گئی ہے اور فنا نظری کے مقام میں بسا اوقات وہ اپنے تئیں محبوب سے ایک ہی دیکھتا ہے۔ جیسا کہ اس عاجز کو اپنے الہامات میں خدا تعالےٰ مخاطب کرکے فرماتا ہے* کہ "**تو مجھ سے اور میں**

---

* نوٹ۔ یہ الہامات میری کتاب براہین احمدیہ اور آئینہ کمالات اسلام اور ازالہ اوہام اور تحفہ بغداد وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں اور قریباً پچیس برس سے ان کو شائع کر رہا ہوں۔ منہ

تجھ سے ہوں اور زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ میرے ساتھ ہیں اور تو ہمارے پانی میں سے ہے اور دوسرے لوگ خشکی سے اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تو مجھ سے اس مقام اتحاد میں ہے جو کسی مخلوق کو معلوم نہیں۔ خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔ تو اُس سے نکلا اور اُس نے تمام دُنیا سے تجھ کو چُنا۔ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ مَیں نے اپنے لئے تجھ کو پسند کیا۔ تو جہان کا نور ہے۔ تیری شان عجیب ہے۔ میں تجھے اپنی طرف اُٹھاؤنگا۔ اور تیرے گروہ کو قیامت تک غالب رکھوں گا۔ تو برکت دیا گیا۔ خدا نے تیری مجدؔ کو زیادہ کیا۔ تو خدا کا وقار ہے۔ پس وہ تجھے ترک نہیں کریگا۔ تو کلمۃ الازل ہے پس تو مٹایا نہیں جائے گا۔ میں فوجوں کے سمیت تیرے پاس آؤنگا۔ میرا لوٹا ہوا مال تجھے ملیگا۔ میں تجھے عزت دُونگا۔ اور تیری حفاظت کرونگا۔ یہ ہوگا یہ ہوگا اور پھر انتقال ہوگا۔ تیرے پر میرے کامل انعام ہیں۔ لوگوں کو کہدے کہ اگر تم خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے چلو تا خدا بھی تم سے پیار کرے۔ میری سچائی پر خدا گواہی دیتا ہے پھر کیوں تم ایمان نہیں لاتے۔ تو میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ مَیں نے تیرا نام متوکل رکھا۔ خدا عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔ ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں۔ لوگ چاہیں گے کہ اس نور کو بُجھا دیں مگر خدا اس نور کو جو اُس کا نور ہے کمال تک پہنچائیگا۔ ہم اُنکے دِلوں میں رُعب ڈالیں گے۔ ہماری فتح آئے گی اور زمانہ کا کاروبار ہم پر ختم ہوگا اُسدن کہا جائیگا کہ کیا یہ حق نہ تھا۔ میں تیرے ساتھ ہوں جہاں تو ہے۔ جس طرف تیرا مُنہ اُس طرف خدا کا مُنہ۔ تجھ سے بعیت کرنا

ایسا ہی جیساکہ مجھ سے۔ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہی۔ لوگ دُور دُور سے تیرے
پاس آئیں گے اور خدا کی نصرت تیرے پر اتریگی۔ تیرے لئے لوگ
خدا سے الہام پائیں گے اور تیری مدد کریں گے۔ کوئی نہیں جو خدا کی
پیشگوئیوں کو ٹال سکے۔ اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری کی گئی اور
تیرا ذکر بلند کیا گیا۔ خدا تیری حجت کو روشن کریگا۔ تو بہادر ہی۔ اگر ایمان
ثریا میں ہوتا تو تو اُسکو پالیتا۔ خدا کی رحمت کے خزانے تجھے دیئے گئے۔
تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہو جائیگا اور خدا ابتدا تجھ سی کریگا۔ میں نے
ارادہ کیا کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنے تجھے پیدا کیا ہے۔
آواہَن {خدا تیرے اندر اُتر آیا} خدا تجھے ترک نہیں کرے گا اور نہ
چھوڑے گا جب تک کہ پاک اور پلید میں فرق نہ کرے۔ میں ایک
چھپا ہُوا خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ تو مجھ میں اور تمام
مخلوقات میں واسطہ ہی۔ میں نے اپنی روح تجھ میں پھونکی۔ تو مدد دیا
جائیگا اور کسی کو گریز کی جگہ نہیں رہیگی۔ تو حق کیساتھ نازل ہُوا اور تیرے
ساتھ نبیوں کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ خدا نے اپنے فرستادہ کو بھیجا تا اپنے
دین کو قوت دے اور سب دینوں پر اُسکو غالب کرے۔ اُسکو خدا نے
قادیاں کے قریب نازل کیا اور وہ حق کیساتھ اُترا اور حق کیساتھ اُتارا گیا۔ اور
ابتدا سے ایسا ہی مقرر تھا۔ تم گڑھے کے کنارے پر تھے خدا نے تمہیں نجات
دینے کیلئے اُسے بھیجا۔ اے میرے احمد تو میری مراد اور میرے ساتھ ہی۔
میں نے تیری بزرگی کا درخت اپنے ہاتھ سی لگایا۔ میں تجھے لوگوں کا امام
بناؤنگا اور تیری مدد کرونگا۔ کیا لوگ اس سے تعجب کرتے ہیں کہ خدا
عجیب ہے چُن لیتا ہی جسکو چاہتا ہی۔ اور اپنے کاموں سی پوچھا نہیں جاتا۔

خدا کا سایہ تیرے پر ہوگا اور وہ تیری پناہ رہیگا۔ آسمان بندھا ہوُا تھا اور زمین بھی۔ ہم نے دونوں کو کھولدیا۔ تو وہ عیسیٰ ہی جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تیرے جیسا موتی ضائع نہیں ہو سکتا۔ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے۔ اور یہ امر ابتدا سے مقدر تھا۔ تو میرے ساتھ ہے۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ تو دُنیا اور آخرت میں وجیہ اور مقرب ہے۔ تیرے پر انعام خاص ہی۔ اور تمام دُنیا پر تجھے بزرگی ہے۔ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤنگا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤنگا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سی اُسکی سچائی ظاہر کردیگا۔ اُس کے لئے وہ مقام ہے جہاں انسان اپنے اعمال کی قوت سے پہنچ نہیں سکتا تو میرے ساتھ ہے۔ تیرے لئے رات اور دن پیدا کیا گیا۔ تیری میری طرف وہ نسبت ہے جس کی مخلوق کو آگاہی نہیں۔ اے لوگو تمہارے پاس خدا کا نور آیا۔ پس تم منکر مت ہو" وغیرہ الخ۔

اور ان کے ساتھ اور مکاشفات ہیں جو ان کی تائید کرتے ہیں چنانچہ ایک کشف میں مَیں نے دیکھا کہ میں اور حضرت عیسیٰ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔ اِس کشف کو بھی میں براہین میں چھاپ چکا ہوں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی تمام صفات روحانی میرے اندر ہیں اور جن کمالات سے وہ موصوف ہو سکتے ہیں وہ مجھ میں بھی ہیں۔ اور پھر ایک اور کشف ہے جو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ و ۵۶۵ میں مدت سے چھپ چُکا ہے اُسکو بعینہٖ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے ترجمہ:۔ مَیں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور مَیں ایک سوراخدار برتن کی طرح ہوگیا ہوں۔

یا اُس شے کی طرح جسے کسی دوسری شے نے اپنی بغل میں دبالیا ہو اور اُسے اپنے اندر بالکل مخفی کرلیا ہو یہاں تک کہ اُس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اس اثنا میں مَیں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ کی روح مجھ پر محیط ہوگئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کرلیا۔ یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور مَیں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اُس کے اعضاء اور میری آنکھ اُس کی آنکھ اور میرے کان اُس کے کان اور میری زبان اُس کی زبان بن گئی تھی۔ میرے ربّ نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ اُس کی قدرت اور قوّت مجھ میں جوش مارتی اور اُس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پیس ڈالا۔ سو نہ تو مَیں مَیں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور ربّ العالمین کی عمارت نظر آنے لگی اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخن پا تک اُسکی طرف کھینچا گیا۔ پھر مَیں ہمہ مغز ہوگیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا کہ جس میں کوئی مَیل نہیں تھی اور مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی۔ پس مَیں اُس شے کی طرح ہوگیا جو نظر نہیں آتی یا اُس قطرہ کی طرح جو دریا میں جا ملے اور دریا اُس کو اپنی چادر کے نیچے چھپالے۔ اس حالت میں مَیں نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے مَیں کیا تھا اور میرا وجود کیا تھا۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی۔ اور مَیں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے میرے سب اعضا اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کرلیا کہ اُس سے زیادہ ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کی گرفت سے مَیں بالکل معدوم ہوگیا۔ اور میں اُس وقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضاء میرے نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے اعضا ہیں۔ اور مَیں خیال کرتا تھا کہ مَیں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت سے قطعاً نکل چکا ہوں اب کوئی شریک اور مناع روک کرنے والا نہیں رہا۔ خدا تعالےٰ میرے وجود میں داخل ہوگیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اُسی کا ہوگیا۔ اور اُس حالت میں مَیں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام

اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاءِ حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ۔ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا اَرَدْتُ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ آدَمَ۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔

یہ الہامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری نسبت میرے پر ظاہر ہوئے اور اس قسم کے اور بھی بہت سے الہامات ہیں جن کو میں قریباً پچیس برس سے شائع کر رہا ہوں۔ اور بہت سے ان میں سے میری کتاب براہین احمدیہ اور دوسری کتابوں میں چھپکر شائع ہو چکے ہیں۔ اب حضرات پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں اور ان الہامات کو یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ کیا یسوع کے وہ الہامات جن سے وہ اس کی خدائی نکالتے ہیں ان الہامات سے بڑھکر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر کسی کی خدائی ایسے الہامات اور کلمات سے نکل سکتی ہے تو اِن میرے الہامات سے نعوذ باللہ میری خدائی یسوع کی نسبت بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گی اور سب سے بڑھکر ہمارے سیّد و مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدائی ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آپ کی وحی میں صرف یہی نہیں کہ جس نے تجھ سے بیعت کی اُس نے خدا سے بیعت کی اور نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ اور آپ کے ہر ایک فعل کو اپنا فعل ٹھہرایا ہے۔ اور یہ کہکر کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[1] آپ کی تمام کلام کو اپنی کلام ٹھہرایا ہے بلکہ ایک جگہ اور تمام لوگوں کو آپ کے بندے قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے قُلْ يَا عِبَادِيَ۔ یعنی کہہ کہ اے میرے بندو۔ پس ظاہر ہے کہ جس قدر صراحت اور وضاحت سے ان پاک کلمات سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

[1] النجم: ۴، ۵

خدائی ثابت ہو سکتی ہے انجیل کے کلمات سے یسوع کی خدائی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی بھلا اُس سیّد الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کی تو شان عظیم ہے ذرا انصافاً پادری صاحبان ان میرے الہامات کو ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں اور پھر خود ہی منصف ہو کر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہو سکتی ہے تو یہ میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر خود پادری صاحبان سوچ نہیں سکتے تو کسی دوسری قوم کے تین منصف مقرر کر کے میرے الہامات اور انجیل میں سے یسوع کے وہ کلمات جن سے اس کی خدائی سمجھی جاتی ہے اُن منصفوں کے حوالہ کریں۔ پھر اگر منصف لوگ پادریوں کے حق میں ڈگری دیں اور حلفاً یہ بیان کر دیں کہ یسوع کے کلمات میں سے یسوع کی خدائی زیادہ تر صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے تو مَیں تاوان کے طور پر **ہزار روپیہ** ان کو دے سکتا ہوں۔ اور میں منصفوں سے یہ چاہتا ہوں کہ اپنی شہادت سے پہلے یہ قسم کھالیویں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ ہمارا یہ بیان صحیح ہے اور اگر صحیح نہیں ہے تو خدا تعالیٰ ایک سال تک ہم پر وہ عذاب نازل کرے جس سے ہماری تباہی اور ذلت اور بربادی ہو جاوے۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ پادری صاحبان ہرگز اس طریق فیصلہ کو قبول نہیں کریں گے۔ لیکن اگر وہ یہ کہیں کہ جو یسوع کے مُنہ سے نکلا وہ تو حقیقت میں خدا کا کلام تھا اس لئے وہ دستاویز کے طور پر قبول ہو سکتا ہے لیکن جو تمہارے مُنہ سے نکلا وہ خدا کا کلام نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یسوع کے مُنہ سے جو کلام نکلا اُس کے خدا کی کلام ہونے میں ذاتی طور پر تو حضرات عیسائیوں کو کچھ معرفت نہیں۔ خدا نے بلا واسطہ اُن سے باتیں نہیں کیں۔ اُن کے کانوں میں کسی فرشتہ نے آکر نہیں پھونکا کہ یسوع خدا یا خدا کا بیٹا ہے۔ انہوں نے نہیں دیکھا کہ یسوع نے دنیا میں تولّد پا کر ایک مکھی بھی پیدا کی۔ صرف چند کلمات ان کے ہاتھ میں ہیں جو یسوع کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جن کو مروڑ تروڑ کر یہ خیال کر رہے ہیں کہ ان سے ان کی خدائی ثابت ہوتی ہے اور جو کلمات اور مکاشفات میں نے پیش کئے ہیں وہ ان سے صدہا درجہ بڑھ کر ہیں۔

پھر اگر اس خیال سے اُن کلمات کو ترجیح دی جاتی ہے کہ وہ معجزات سے ثابت ہو چکے ہیں تو مَیں کہتا ہوں کہ یسوع کے معجزات تو اس زمانہ کے لئے صرف قصّے اور کہانیاں ہیں کوئی بھی کہہ نہیں سکتا کہ میں نے ان میں سے کچھ آنکھوں سے بھی دیکھا ہے مگر وہ خوارق اور نشان جو خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھ سے ظاہر ہوئے ہیں وہ تو ہزاروں انسانوں کی چشم دید باتیں ہیں پھر یسوع کے معجزات کو جو محض قصّوں اور کہانیوں کے رنگ میں بتلائی جاتی ہیں۔ ان چشم دید نشانوں سے کیا مناسبت۔ پھر جب کہ خدا بنانے کیلئے گذشتہ قصّے جن میں جھوٹ کی آمیزش بھی ہو سکتی ہے قبول کئے گئے ہیں تو موجودہ نشان بدرجہ اولیٰ قبول کرنے کے لائق ہیں۔ اگر دنیا میں کسی عیسائی کے دل میں انصاف ہو تو وہ میری اس تقریر کو نہایت منصفانہ تقریر سمجھے گا۔

مَیں دوبارہ کہتا ہوں کہ میری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عیسائیوں نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا رکھا ہے یہ سراسر ان کی غلط فہمی ہے۔ جن کلمات سے وہ یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ یسوع خدا یا ابن اللہ ہے ان کلمات سے بڑھ کر میرے الہامی کلمات ہیں پادری صاحبان سوچیں اور خوب سوچیں اور بار بار سوچیں کہ یسوع کو خدا بنانے کیلئے اُن کے ہاتھ میں بجز چند کلمات کے اور کیا چیز ہے۔ پس میں اُن سے یہی چاہتا ہوں کہ وہ میرے الہامی کلمات کو اُن کلمات کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ اگر ظاہر الفاظ پر اعتبار کیا جائے تو ایک شخص کے خدا بنانے کے لئے جیسے میرے الہامی کلمات قوی دلالت رکھتے ہیں۔ یسوع کے الہامی کلمات ہرگز ایسے دلالت نہیں رکھتے تو پھر کیا وجہ کہ ان کلمات سے یسوع کو خدا بنایا جاتا ہے۔ اور وہی کلمات بلکہ اُن سے بڑھ کر جب دوسرے کے حق میں ہوں تو پھر اس کے اور معنے کئے جاتے ہیں۔ اگر کہو کہ پہلی کتابوں میں مسیح کے آنے کی خبر دی گئی تھی تو میں کہتا ہوں کہ اُن ہی کتابوں میں بلکہ مسیح کے زبان سے بھی مسیح کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی تھی اور وہ مَیں ہوں۔ چنانچہ جیسا کہ انجیل میں لکھا تھا زلزلے بھی آئے ایک قوم کی دوسری قوم سے لڑائیاں ہوئیں سخت سخت وبائیں پڑیں اور آسمان میں بھی نشان ظاہر ہوئے

غرض میں بھی پیشگوئیوں کے مطابق آیا ہوں۔ مسیح کے وقت بھی یہ حجتیں پیش کی گئی تھیں کہ جب تک ایلیا آسمان سے نازل نہ ہو سچا مسیح نہیں آسکتا اور میرے مقابل پر بھی یہ باتیں پیش کی گئیں کہ آنے والا مسیح **آسمان سے اترے گا۔**

اور یسوع کے نشانوں کی نسبت میں لکھ چکا ہوں کہ وہ اس زمانہ کے لئے نشان نہیں ہیں بلکہ ان کو کتھا یا کہانی کہنا چاہیئے۔ آپ لوگوں کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آپ صاحبوں نے میری زبردست پیشگوئیاں اور نشان دیکھے۔ اور میں اسی پر بس بھی نہیں کرتا بلکہ میں زور سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی عیسائی میری صحبت میں رہے تو ابھی برس نہیں گذرے گا کہ وہ کئی نشان دیکھے گا۔ خُدا کے نشانوں کی اس جگہ بارش ہو رہی ہے۔ اور وہ **خدا جس کو لوگوں نے بھلا دیا** اور اُسکی جگہ مخلوق کو دی وہ اس وقت **اس عاجز کے دل پر تجلی کر رہا ہے**۔ وہ دکھانا چاہتا ہے کیا کوئی دیکھنے کیلئے راغب ہے؟ اے عزیزو! غلطیوں میں مت پھنسے رہو۔ یسوع ابن مریم خدا نہیں ہے۔ یہ کلمات جو اُس کے مُنہ سے نکلے اہل اللہ کے مُنہ سے نکلا کرتے ہیں۔ مگر ان سے کوئی خدا نہیں بن سکتا۔ اٹھو! اور توبہ کرو کہ وقت آگیا ہے!! اُس خدا کو پُوجو جس پر توریت اور قرآن کا اتفاق ہے۔ یسوع ابن مریم ایک عاجز بندہ تھا اسکو نبی سمجھو جس کو خدا نے بھیجا تھا۔ اگر اب بھی کوئی عیسائی نہ مانے تو یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ کی حُجت اُس پر پوری ہو چکی ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ پادری صاحبان کی ناراضگی کا اصل موجب یہی ہے کہ میرے ہاتھ سے خدا تعالیٰ نے ہر ایک طور سے ان کو شرمندہ کیا۔ اُن کا تمام ساختہ پرداختہ میری تحریروں سے ردّ ہو گیا۔ میرے لئے جو میرے خدا نے آسمانی نشان دکھلائے اور دکھلا رہا ہے۔ اس کے مقابل پادری صاحبوں کے ہاتھ میں بجز پُرانے قصّوں کے اور کچھ نہیں اور بار بار ان کو آسمانی نشانوں میں مقابلہ کیلئے بلایا گیا۔ مگر ان کے ہاتھ میں کیا تھا تا وہ مقابلہ کرتے آخر ہر ایک طور سے ناچار ہو کر یہی تجویز سوچی گئی کہ میرے پر خون کا مقدمہ بنایا جائے۔ سو اس مقدمہ کے بنانے کی **اصل وجہ** یہی تھی کہ وہ میری محققانہ تحریروں اور آسمانی نشانوں سے تنگ آکر اس خوف میں پڑ گئے تھے کہ اب جلد تر ان کی

پردہ دری ہو جائے گی ۔ مگر یہ تدبیر جو سوچی گئی یہ اور بھی ان کی پردہ دری کی موجب ہوئی اور ان کے چھپے ہوئے حالات کھل گئے اور ان کی اخلاقی حالت بھی لوگوں پر ظاہر ہوگئی۔

اس جگہ زیادہ تر افسوس کا مقام یہ ہے کہ بے چارہ شیخ محمد حسین بٹالوی کہ ہمیشہ گھات میں لگا ہوا تھا اُس نے بھی پادریوں کے بھروسے پر بہت شیخی اُٹھائی اور محمد حسین نے جو اِس مقدمہ میں خواہ نخواہ اپنے تئیں دخیل کار بنایا تو اس کا بھی یہی سبب تھا کہ وہ بھی میرے مقابل پر سخت عاجز آگیا تھا جب ابتدا میں اس نے لودھیانہ میں میرے سلسلہ بحث کی تو اس بحث میں وہ قرآن شریف یا حدیث سے یہ ثابت نہ کر سکا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت نہیں ہوئے بلکہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے اور اب تک دوسرے آسمان پر ہیں بلکہ قرآن اور حدیث کے رُو سے اُس پر حجّت پوری ہوگئی کہ وہ درحقیقت فوت ہوگئے ہیں۔ اس پر ایک اور شرمندگی کا باعث اس کو یہ پیش آیا کہ وہ مجھ کو جاہل قرار دے کر اور خود عالم فاضل ہونے کا مدعی ہو کر اُن میری عربی کتابوں کا ایک سطر بنانے سے بھی مقابلہ نہ کر سکا جو اُس کی علمیّت کے آزمانے کے لئے مَیں نے تالیف کی تھیں۔ پھر خدا کے آسمانی نشانوں نے اس کو ایسا کوفتہ کیا کہ گویا ہلاک کر دیا۔ سب سے پہلے لدھیانہ میں ایک پیر مرد کریم بخش نام نے جو موحّد تھا اپنے مرشد کی ایک پیشگوئی میرے بارے میں شائع کی جو میرے دعوے سے تیس برس پہلے سُن چکا تھا اور حلفاً بیان کیا کہ اُس کا مرشد بڑے زور سے مجھے کہا کرتا تھا۔ کہ "مسیح موعود اسی امت میں سے پیدا ہوگا اور اس کا نام غلام احمد ہوگا اور اُس کے گاؤں کا نام قادیان ہوگا۔ اور وہ لدھیانہ میں آئے گا۔ اور مولوی لوگ اُس کی سخت مخالفت کریں گے اور اس کو کافر ٹھہرائیں گے اور تو دیکھے گا کہ کیسی مخالفت کریں گے۔ اور وہ سچ پر ہوگا" اور اس پیر مرد کی برادری کے لوگوں نے مولویوں کے بہکانے سے بہت زور دیا تا وہ اس گواہی کو چھپا دے مگر وہ ہمیشہ رو رو کر اس گواہی کو ظاہر کرتا رہا یہاں تک کہ اس جہان سے گذر گیا۔ مگر بذریعہ اپنی

تحریروں کے لاکھوں انسانوں کو اس پیشگوئی کی خبر دے گیا۔ یہ پہلا نشان تھا جو میری تائید
میں ظاہر ہوا۔ پھر دوسرا نشان خسوف کسوف کا نشان تھا جو رمضان میں ہوا اور کوئی ثابت
نہ کرسکا جو مجھ سے پہلے کبھی کسی مدعی مہدویت کے وقت رمضان میں کسوف خسوف ہوا۔
پس یہ نشان بھی خدا تعالےٰ کی حجت تھی جو مولویوں پر پوری ہوئی۔ تیسرا نشان ستارہ ذوالسنین
کا نکلنا تھا۔ یہ وہ ستارہ تھا جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے وقت میں نکلا تھا اور پھر خبر دی گئی
تھی کہ پھر مسیح موعود کے وقت میں نکلے گا۔ چوتھا نشان آتھم کا شرط کے موافق بچنا اور پھر
دوسری پیشگوئی کے موافق فوت ہوجانا تھا۔ پانچواں نشان پیشگوئی کے موافق مرزا احمد بیگ
ہوشیارپوری کا فوت ہونا تھا۔ چھٹا نشان پیش گوئی کے مطابق لیکھرام کا مارا جانا تھا۔ ساتواں
نشان وہ پیشگوئی تھی جو جلسہ مہوتسو سے کچھ پہلے میں نے اپنے مضمون کے بالا رہنے کے
بارے میں کی تھی۔ آٹھواں نشان کلارک کے مقدمہ کے بارے میں تھا جسکی کئی سو آدمیوں
کو پہلے سے خبر دی گئی تھی کہ ایک مقدمہ ہوگا اور پھر بریّت ہوگی۔ نواں نشان خود محمد حسین
کے ذلیل ہونے کا تھا جو بموجب پیشگوئی انی مھین من اراد اھانتك اس کو سنایا گیا
اور ایسا ہی اور کئی نشان تھے جو محمد حسین نے بچشم خود دیکھے اگر اس میں سعادت کا بیج ہوتا تو
اُس کو خدا نے نہایت موقعہ دیا تھا کہ وہ اس آسمانی سچائی کو قبول کرتا مگر اُسنے دُنیا کو آخرت
پر اختیار کرلیا اور کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا۔ اگر وہ سچائی کا طالب ہوتا اور غربت سے میرے
پاس آتا تو میں یقین رکھتا تھا کہ خدا تعالےٰ سعادت سے اُس کو حصہ دیتا اور اس کو اتنے نشان
دکھاتا کہ شرح صدر اس کو حاصل ہوجاتا مگر اُسنے نہ چاہا کہ ہدایت کے دروازے سے داخل ہو۔

اخیر پر ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ تم خدا کے نشانوں کو اپنی آنکھ سے دیکھ رہے
ہو۔ ابھی تم نے دیکھا کہ کس طرح خدا نے اس مقدمہ میں جو پادریوں نے اٹھایا تھا تمام مقدمہ کے
اوّل و آخر کی مجھے خبر دے دی۔ دیکھو یہ خدا کی طاقت ہے یا کسی اور کی جسنے پہلے سے آنیوالی بلا
سے اطلاع دے دی اور فرمایا قد ابتلی المومنون۔ اور حکّام کی گرفت کو کشفی طور پر ظاہر کیا اور پھر

روحانی نصرت کی افواج کی طرف اس الہام میں اشارہ کیا کہ انی مع الا فواج آتیك بغتةً۔ اور پھر ہمارے محفوظ رہنے اور بری ہونے کی بشارت دی۔ اور تم نے دیکھا کہ جیسا کہ جلسہ مہوتسو سے پہلے میں نے خدا سے الہام پاکر اشتہار شائع کیا تھا کہ میرا مضمون غالب رہے گا۔ خدا تعالیٰ نے وہی کیا اور فوق العادۃ قبولیت اس میں ڈال دی۔ چنانچہ اب تک ہزاروں انسان گواہی دے رہے ہیں کہ تمام مضمونوں میں وہی ایک مضمون ہے۔

اب سوچو کہ یہ کام کس نے کیا؟ کیا خدا نے یا کسی اور نے؟ یہ تو خدا تعالیٰ کا قولی معجزہ تھا اور پھر فعلی معجزہ اُس نے یہ دکھلایا کہ میری پیشگوئی کے مطابق لیکھرام مارا گیا۔ دیکھو یہ کیسا نشان ہے کہ جو کروڑ ہا انسانوں میں شہرت پاکر آخر لاہور جیسے صدر مقام میں ہیبت ناک طور پر ظہور میں آیا۔ آتھم کا نشان بھی تمہاری آنکھ میں بہت صاف ہے کہ کیونکہ اُس نے اول شرط کے موافق ترسان و لرزان ہو کر شرط سے فائدہ اٹھایا۔ اور پھر کیونکر الہام کے مطابق اخفاء شہادت سے جلد تر پکڑا گیا اور فوت ہو گیا۔

اخبار چودھویں صدی والے بزرگ کی توبہ

علاوہ اور نشانوں کے یہ بھی ایک عظیم الشان نشان ہے جو حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ایک بزرگ نے جو ہر ایک طرح سے دنیا میں معزز اور رئیس اور اہل علم بھی ہیں اس عاجز کے حق میں ایک دلآزار کلمہ یعنی مثنوی رومی کا یہ شعر پڑھا تھا جو پرچہ چودھویں صدی ماہ جون ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ✧ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

سو اس رنج کی وجہ سے جو اس عاجز کے دل کو پہنچا اس بزرگ کے حق میں دُعا کی گئی تھی کہ یا تو خدا تعالیٰ اس کو توبہ اور پشیمانی بخشے اور یا کوئی تنبیہ نازل کرے۔ سو خدا نے اپنے فضل اور رحم سے اُسکو توفیق توبہ عنایت فرمائی اور اس بزرگ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ اس عاجز کی دعا اُس کے بارے میں قبول کی گئی اور ایسا ہی معافی بھی ہو گی۔ سو اُس نے

خدا سے یہ الہام پاکر اور آثار خوف دیکھ کر نہایت انکسار اور تذلل سے معذرت کا خط لکھا۔ وہ خط کسی قدر اختصار سے پرچہ چودھویں صدی ماہ نومبر ۱۸۹۷ء میں چھپ بھی گیا ہے۔ مگر چونکہ اس اختصار میں بہت سے ایسے ضروری امور رہ گئے ہیں جن سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ کیونکر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا اور ان کے دلوں پر رعب ڈالتا اور آثار خوف ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اُس خط کو جو میرے پاس پہنچا تھا بعض ضروری اختصار کے ساتھ شائع کر دوں۔ اور بزرگ موصوف کا یہ اصل خط اس وجہ سے بھی شائع کرنے کے لائق ہے کہ میں اس اصل خط کو بہت سے لوگوں کو سنا چکا ہوں اور ایک جماعت کثیر اس کے مضمون سے اطلاع پا چکی ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو بذریعہ خطوط اس کی اطلاع بھی دی گئی ہے۔ اب جبکہ چودھویں صدی کے پرچہ کو وہ لوگ پڑھیں گے تو ضرور اُن کے دل میں یہ خیالات پیدا ہوں گے کہ جو کچھ زبانی ہمیں سُنایا گیا اس میں کئی ایسی باتیں ہیں جو شائع کردہ خط میں نہیں ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ہمارے بعض کوتہ اندیش مخالفوں کو یہ بہانہ ہاتھ آ جائے کہ گویا ہم نے بیچ کے خط میں اپنی طرف سے کچھ زیادت کی تھی۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُس اصل کو چھاپ دیا جائے۔ مگر یاد رہے کہ چودھویں صدی کے خط میں جس قدر اختصار کیا گیا ہے یہ کسی کا قصور نہیں ہے۔ اختصار کیلئے میں نے ہی اجازت دی تھی مگر اس اجازت کے استعمال میں کسی قدر غلطی ہو گئی ہے۔ لہٰذا اب اُس کی اصلاح ضروری ہے۔ اس تمام قصے کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ ہماری جماعت اور تمام حق کے طالبوں کیلئے یہ بھی ایک خدا کا نشان ہے اور جناب سر سید احمد خاں صاحب بالقابہ کے غور کرنے کیلئے یہ تیسرا نمونہ ہے کہ کیونکر اللہ جلّ شانہ اپنے بندوں کی دعائیں قبول کر لیتا ہے۔ سیّد صاحب موصوف کا یہ قول تو نہایت صحیح ہے کہ ہر ایک دُعا منظور نہیں ہو سکتی بعض دعائیں منظور ہو جاتی ہیں۔ مگر کاش سیّد صاحب کی پہلی تحریریں اس آخری تحریر کے مطابق ہوتیں۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ بزرگ موصوف جن کا خط ذیل میں لکھا جاتا ہے کچھ عام لوگوں میں سے نہیں ہیں بلکہ جہاں تک میرا خیال ہے وہ ایک بزرگ دنیا دار اور علماء وقت میں سے ہیں اور کئی لوگوں سے میں نے سُنا ہے کہ ان کو الہام بھی ہوتا ہے اور اس خط میں انہوں نے اپنے الہام کا ذکر بھی کیا ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے وہ بزرگ پنجاب کے معزز رئیسوں اور جاگیرداروں میں سے ہیں اور ایک مدت سے گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی طرف سے ایک معزز عہدہ حکومت پر بھی ممتاز ہیں چونکہ پرچہ چودھویں صدی میں بھی اس بزرگ کے منصب اور مرتبت کا اس قدر ذکر ہو چکا ہے لہٰذا اس قدر یہاں بھی لکھا گیا اور بزرگ موصوف نے جو میرے نام بغرض معذرت ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو خط لکھا تھا جس کا خلاصہ چودھویں صدی میں چھپا ہے اُس خط کو بغرض مصلحت مذکورہ بالا بحذف بعض فقرات ذیل میں لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے:-

نقل مطابق اصل

"اخبار چودھویں صدی والا مجرم"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

"سیّدی و مولائی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

"ایک خطا کار اپنی غلط کاری سے اعتراف کرتا ہوا (اس نیاز نامہ کے ذریعہ سے) قادیان کے مبارک مقام پر (گویا) حاضر ہو کر آپ کے رحم کا خواستگار ہوتا ہے۔

یکم جولائی ۹۷ء سے یکم جولائی ۹۸ء تک جو اس گنہگار کو مہلت دی گئی اب آسمانی بادشاہت میں آپ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مجرم قرار دیتا ہے۔ (اس موقعہ پر مجھے القا ہوا کہ جس طرح آپ کی دعا قبول ہوئی اسی طرح میری التجا و عاجزی قبول ہو کر حضرت اقدس کے حضور سے معافی و رہائی دی گئی) مجھے اب زیادہ معذرت کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم اس قدر ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ابتدا سے آپ کی اس دعوت پر بہت غور سے جویائے حال رہتا رہا اور میری تحقیق ایمانداری و صاف دلی پر مبنی تھی حتیٰ کہ (۹۰) فیصدی یقین کا مدارج پہنچ گیا۔

(۱) آپ کے شہر کے آریہ مخالفوں نے گواہی دی کہ آپ بچپن سے صادق و پاکیاز تھے۔
(۲) آپ جوانی سے اپنی تمام اوقات خدائے واحد حیّ و قیوم کی عبادت میں لگاتار صرف فرماتے رہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ[1]۔ (۳) آپ کا حسن بیان تمام عالمان ربانی سے صاف صاف علیحدہ نظر آتا ہے۔ آپ کی تمام تصنیفات میں ایک زندہ روح ہے (فِیۡهَا هُدًی وَّ نُوۡرٌ)[2] (۴) آپ کا مشن کسی فساد اور گورنمنٹ موجودہ کی (جو تمام حالات سے اطاعت و شکر گذاری کے قابل ہے) بغاوت کی راہ نمائی نہیں کرتا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ فِی الۡاَرۡضِ الۡفَسَادَ۔

✤ یہ عنوان بزرگ موصوف نے اپنے خط کے سر پر لکھا تھا۔ چونکہ اس عنوان میں نہایت انکسار ہے جو انسان کو یوحنا کی کمال تذلل کے مورد رحمت الٰہی بناتا ہے اس لئے ہم نے اس کو جیسا کہ اصل خط میں تھا لکھ دیا ہے۔ منہ

[1] التوبۃ: ۱۲۰ [2] المائدۃ: ۴۵

حتیٰ کہ میرے بہت سے مہربان دوستوں نے جو اُن سے آپ کے معاملات پر میں ہمیشہ بحث کرتا رہتا تھا۔ مجھے .... خطاب سے مخاطب کیا۔

پھر یہ کہ با ایں ہمہ کیوں؟ میرے مُنہ سے وہ بیت مثنوی کا نکلا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں جب لاہور اُن کے پاس گیا تو مجھ کو اپنے معتبر دوستوں کے ذریعہ سے (جن سے پہلے میری بحث رہتی تھی) خبر ملی کہ آپ سے ایسی باتیں ظہور میں آئی ہیں جس سے کسی مسلمان ایماندار کو آپ کے مخالف خیال کرنے میں کوئی تامّل نہیں رہا۔ (۱) آپ نے دعوئے رسول ہونے کا کیا ہے اور ختم المرسلین ہونے کا بھی ساتھ ساتھ ادّعا کر دیا ہے (جو ایک سچّے مسلمان کے دل پر سخت چوٹ لگانے والا فقرہ تھا کہ جو عزت ختم رسالت کی بارگاہ الٰہی سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ (فداک روحی یارسول اللہ) کو مل چکی ہے اُس کا دوسرا کیے حقدار ہو سکتا ہے۔ (۲) آپ نے فرمایا ہے کہ تُرک تباہ ہوں گے اور اُن کا سُلطان بڑی بے عزتی سے قتل کیا جائے گا۔ اور دُنیا کے مسلمان مجھ سے التجا کریں گے کہ میں اُن کو ایک سلطان مقرر کر دوں۔ یہ ایک خوفناک بربادی بخش پیشگوئی اسلامی دُنیا کے واسطے تھی۔ کیونکہ آج تمام مقدس مقامات جو خداوند کے عہد قدیم و جدید سے چلے آتے ہیں ان کی خدمت ترکوں و اُن کے سلطان کے ہاتھ میں ہے۔ ان مقامات کا ترکوں کی مغلوبی کی حالت میں نکل جانا ایک لازمی اور یقینی امر ہے جس کے خیال کرنے سے ایک ہیبت ناک و خطرناک نظارہ دکھائی دیتا ہے کہ اس موقعہ پر دُنیا کے ہر ایک مسلمان پر فرض ہو جائے گا کہ اِن مُعبدوں کو ناپاک ہاتھوں سے بچانے کے واسطے اپنی جان و مال کی قربانی چڑھائے۔ کیسا مصیبت اور امتحان کا وقت مسلمانوں پر آپڑے گا گویا تو وہ بال بچہ گھر بار پیارے وطن کو الوداع کہہ کے اُن پاک معبدوں کی طرف چل پڑیں یا اُس اَبدی اور جاوید زندگی ایمان سے دست بردار ہو جائیں ....

....

رَبّنا ولا تحمّلنا ما لا طاقة لنا به واعف عنّا واغفر لنا۔ یہی راز ہے جو مسلمان

ـلہ البقرۃ: ۲۸۷

ترکوں سے محبت کرتے ہیں کہ اُن کی خیر میں اِن کے دین و دُنیا کی خیر ہے۔ ورنہ ترکوں کا کوئی خاص احسان مسلمانان ہند پر نہیں بلکہ ہم کو سخت گلہ ہے کہ ہمارے پچھلی صدی کے عالمگیر کی تباہی میں (جبکہ مرہٹوں و سکھوں کے ہاتھ سے مسلمان ہند برباد ہو رہے تھے ہماری کوئی خبر انہوں نے نہیں لی۔ اِس شکریہ کی مستحق صرف سرکار انگریزی ہے جس کی گورنمنٹ نے مسلمانوں کو اس سے نجات دلائی تو ہماری ہمدردی کی وہی خاص وجہ ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔

اور اس کو خیال کرکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی سخت ترین مصیبت کے وقت تو مسلمانوں کے ایک سچے راہ نما کا یہ کام ہوتا کہ وہ عاجزی سے گڑگڑا کر خدا کے حضور میں اس تباہی سے بیڑے کو بچاتا۔ کیا حضرت نوح کے فرزند سے زیادہ ترک گنہگار تھے تو بجائے اس کے کہ اُن کے حق میں خدا کے حضور شفاعت کی جاتی ہے نہ اُلٹا ہنسی سے ایسی بات بنائی جاتی۔

(۳) و نیز یہ کہ حضرت والا نے حضرت مسیح کے بارے میں اپنی تصانیف میں سخت حقارت آمیز الفاظ لکھے ہیں جو ایک مقبول بارگاہ الہٰی کے حق میں شایان شان نہ تھے جس کو خداوند اپنی روح و کلمہ فرمائے جن کے حق میں یہ خطاب ہو وجیھا فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین[1] پھر اُس کی توہین اور اہانت کیونکر ہو سکتی۔

یہ باتیں میرے دل میں بھری تھیں اور ان کی تجسس کے واسطے میں پھر کوشش کر رہا تھا کہ یہ کہاں تک صحیح ہیں کہ ناگاہ حضور کا اشتہار ترکی سفیر کے بارے میں جو نکلا پیش ہوا تو بیساختہ میرے مُنہ سے (سوا کسی اور کلام کے) مثنوی کا بیت نکل گیا جس پر آپ کو رنج ہوا۔ (اور رنج ہونا چاہیئے تھا۔)

(۱) رسالت کے دعوے کے بارے میں مجھ کو خود ازالہ اوہام کے دیکھنے سے و نیز آپ کی وہ روحانی اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے والی تقریر سے جو جلسۂ مذاہب لاہور میں پیش ہوئی میری تسلی ہو گئی جو محض افترائے و بہتان ذات والا پر کسی نے باندھا۔

(۲) بابت ترکوں کے آپ کے اُسی اشتہار (میرے عرضی دعویٰ کے) میری تسلی ہو گئی۔

[1] آل عمران: ۴۶

جس قدر آپ نے نکتہ چینی فرمائی وہ ضروری اور واجبی تھی۔

(۳۴) بابت حضرت مسیح کے بھی ایک بے وجہ الزام پایا گیا۔ گو یسوع کے حق میں آپ نے کچھ لکھا ہے جو ایک الزامی طور پہ ہے جیسا کہ ایک مسلمان شاعر ایک شیعہ کے مقابل میں حضرت مولانا علیؓ کے بارے میں لکھتا ہے:-

آں جوانے بروت مالیدہ ✤ بہر جنگ و وغا سگالیدہ

برخلافت دلش بسے مائل ✤ لیک بوبکر شد میاں حائل

تو بھی حضرت اگر ایسا نہ کرتے میرے خیال میں تو بہت اچھا ہوتا۔ جَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ[1] . . . .

مگر ان باتوں کے علاوہ جس سے میرا دل تڑپ اٹھا اور اس سے یہ صدا آنے لگی کہ اٹھ اور معافی طلب کرنے میں جلدی کر۔ ایسا نہ ہو کہ تو خدا کے دوستوں سے لڑنے والا ہو۔ خداوند کریم تمام رحمت ہے کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَة۔ دُنیا کے لوگوں پر جب عذاب نازل کرتا ہے تو اپنے بندوں کی ناراضی کی وجہ سے مَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا[2] آپ کا خدا کے ساتھ معاملہ ہے تو کون ہے جو الٰہی سلسلہ میں دخل دیوے۔ خداوند کی اُس آخری عظیم الشان کتاب کی ہدایت یاد آئی جو مومن آلِ فرعون کے قصہ میں بیان فرمائی گئی کہ جو لوگ خدائی سلسلہ کا ادّعا کریں اُن کی تکذیب کے واسطے دلیری اور پیشدستی نہ کرنی چاہیئے نہ یہ کہ اُن کا انکار کرنا چاہیئے اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ[3]

مگر یہ صرف میرا دلی خیال ہی نہیں رہا بلکہ اسکا ظاہری اثر محسوس ہونے لگا۔ کچھ ایسی بنائیں خارج میں پڑنے لگیں جسمیں .... (اعوذ باللہ) مصداق ہو جانے لگا۔ (یعنی آثار خوف ظاہر ہوئے)۔

چودہ سو برس ہونے کو آتے ہیں کہ خدا کے ایک برگزیدہ کے مُنہ سے یہ لفظ ہماری قوم کے حق میں نکلے . . . .

...... تو کیا؟ قدرت کو هَبَاءً مَّنْثُوْرًا کرنے کا خیال ہے (تُبْتُ اِلَيْكَ يَا رَبِّ) کہ پھر

[1] النحل: ۱۲۶ [2] بنی اسرائیل: ۱۶ [3] المؤمن: ۲۹

ایک مقبول الٰہی کے مُنہ سے وہی کلمہ سُن کر مجھے کچھ خیال نہ ہو۔

پس یہ ظاہری خطرات مجھ کو اس خط کے تحریر کرتے وقت سب کے سب اُڑتے ہوئے دکھائی دیئے۔ (جنکی تفصیل کبھی پھر کرونگا) اس وقت تو میں ایک مجرم گنہگاروں کی طرح آپ کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں (مجھکو حاضر ہونے میں بھی کچھ عذر نہیں مگر بعض حالات میں ظاہر حاضری سے معاف کیا جانیکا مستحق ہوں) شاید جولائی ۱۸۹۸ء سے پہلے حاضر ہو جاؤں۔ امید کہ بارگاہ قدس سے بھی آپ کو راضی نامہ دینے کیلئے تحریک فرمائی جائے کہ نَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ قانون کا بھی یہی اصول ہے کہ جو جرم عمداً و جان بوجھ کر نہ کیا جائے وہ قابل راضی نامہ و معافی کے ہوتا ہے۔ فاعفوا واصفحوا ان اللہ یحب المحسنین۔

میں ہوں حضور کا مجرم

(دستخط بزرگ) راولپنڈی۔ ۲۹ ر اکتوبر ۹۷ء"

یہ خط بزرگ موصوف کا ہے جسکو ہم نے بعض الفاظ تذلّل وانکسار کے حذف کرکے چھاپ دیا ہے اِس خط میں بزرگ موصوف اِس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اُن کو اس عاجز کی قبولیت دُعا کے بارہ میں الہام ہوا تھا۔ اور نیز اِس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے خارجا بھی آثار خوف دیکھے۔ جنکی وجہ سے زیادہ تر دہشت اُن کے دل پر طاری ہوئی اور قبولیت دُعا کے نشان دکھائی دیئے۔ پس اس جگہ یہ بات ظاہر کرنے کے لائق ہے کہ ڈپٹی آتھم کی نسبت جو کچھ شرطی طور پر بیان کیا گیا تھا وہ بیان بالکل اُس بیان سے مشابہ ہے جو اس بزرگ کی نسبت کیا گیا یعنی جیسا کہ اس عذابی پیشگوئی میں ایک شرط رکھی گئی تھی ویسا ہی اسمیں بھی ایک شرط تھی اور ان دونوں شخصوں میں فرق یہ ہے کہ یہ بزرگ ایمانی روشنی اپنے اندر رکھتا تھا اور سچ سے محبت کرنے کی سعادت اسکے جوہر میں تھی لہٰذا اس نے آثار خوف دیکھکر اور خدا تعالیٰ سے الہام پاکر اسکو پوشیدہ کرنا نہ چاہا اور نہایت تذلّل اور انکسار سے جہانتک کہ انسان تذلّل کر سکتا ہے تمام حالات صفائی سے لکھکر اپنا معذرت نامہ بھیجدیا۔ مگر آتھم چونکہ نور ایمان اور جوہر سعادت سے بے بہرہ تھا اس لئے باوجود سخت خوفناک اور ہراسان ہونے کے بھی یہ سعادت اسکو میسر نہ آئی اور

خوف کا اقرار کرکے پھر افترا کے طور پر اُس خوف کی وجہ اُن ہمارے فرضی حملوں کو ٹھہرایا جو صرف اسی کے دل کا منصوبہ تھا حالانکہ اُس نے پندرہ مہینے تک یعنی میعاد کے اندر کبھی ظاہر نہ کیا کہ ہم نے یا ہماری جماعت میں سے کسی نے اُسپر حملہ کیا تھا اگر ہماری طرف سے اُسکے قتل کرنیکے لئے حملہ ہوتا تو حق یہ تھا کہ میعاد کے اندر اُسی وقت جب حملہ ہوا تھا شور مچاتا اور حکام کو خبر دیتا۔ مگر ہماری طرف سے ایک بھی حملہ ہوتا تو کیا کوئی قبول کرسکتا ہے کہ اُس حملہ کے وقت عیسائیوں میں شور نہ پڑ جاتا۔ پھر جس حالت میں آتھم نے میعاد گذرنیکے بعد یہ بیان کیا کہ میرے قتل کرنے کیلئے مختلف وقتوں اور مقاموں میں تین حملے کئے گئے تھے یعنی ایک امرتسر میں اور ایک لدھیانہ میں اور ایک فیروزپور میں تو کیا کوئی منصف سمجھ سکتا ہے کہ باوجود ان تینوں حملوں کے جو خون کرنے کیلئے تھے آتھم اور اُسکا داماد جو اکسٹرا اسسٹنٹ تھا اور اُسکی تمام جماعت چُپ بیٹھی رہتی اور حملہ کرنیوالوں کا کوئی بھی تدارک نہ کرتی اور کم سے کم اتنا بھی نہ کرتی کہ اخباروں میں چھپوا کر ایک شور ڈالدیتی اور اگر نہایت نرمی کرتی تو سرکار سے باضابطہ میری ضمانت سنگین طلب کرواتی۔ کیا کوئی دل قبول کریگا کہ میری طرف سے تین حملے ہوں اور آتھم اور اُسکی جماعت سب کے سب چُپ رہیں بات تک باہر نہ نکلے؟ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کرسکتا ہے خاصکر جس حالت میں بغیر حملوں کا ثبوت میری پیشگوئی کی ساری قلعی کھولتا تھا اور عیسائیوں کو نمایاں فتح حاصل ہوتی تھی پس آتھم نے یہ جھوٹے الزام اسی لئے لگائے کہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر اُسکا خائف اور ہراساں ہونا ہر ایک پر کھل گیا تھا وہ مارے خوف کے مرا جاتا تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آثار خوف اُسپر اسطرح ظاہر ہوئے ہوں جیسا کہ یونس کی قوم پر ظاہر ہوئے تھے۔ غرض اُس نے الہامی شرط سے فائدہ اٹھایا مگر دُنیا سے محبت کرکے گواہی کو پوشیدہ رکھا اور قسم نکھائی اور نالش نکرنے سے ظاہر بھی کردیا کہ وہ ضرور خدا تعالیٰ کے خوف اور اسلامی عظمت سے ڈرتا رہا۔ لہٰذا وہ اخفاء شہادت کے بعد دوسرے الہام کے موافق جلد تر فوت ہوگیا۔ بہرحال یہ مقدمہ کہ جو اس خوش قسمت اور نیک فطرت بزرگ کا مقدمہ ہے آتھم کے مقدمہ سے بالکل مشکل ہے اور اُسپر روشنی ڈالتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس بزرگ کی خطا کو معاف کرے اور اس سے راضی ہو میں اس سے راضی ہوں اور اس کو معافی دیتا ہوں۔ چاہیئے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک شخص اُس کے حق میں دعائے خیر کرے۔ اللّٰھم احفظه من البلایا والاٰفات۔ اللّٰھم اعصمه من المکروھات۔ اللّٰھم ارحمه وانت خیر الراحمین آمین ثم آمین

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان۔ ۲۰ نومبر ۱۸۹۷ء

نہایت ضروری عرضداشت
قابل توجہ گورنمنٹ

چونکہ ہماری گورنمنٹ برطانیہ اپنی رعایا کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتی ہے اور اسکی شفقت اور رحمت ہر ایک قوم کے شامل حال ہے لہذا ہمارا حق ہے کہ ہم ہر ایک درد اور دُکھ اُس کے سامنے بیان کریں اور اپنی تکالیف کی چارہ جوئی اُسی سے ڈھونڈیں۔ سو ان دنوں میں بہت تکلیف جو ہمیں پیش آئی وہ یہ ہے کہ پادری صاحبان یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہر ایک طرح سے ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کریں گالیاں نکالیں بیجا تہمتیں لگاویں اور ہر ایک طور سے توہین کرکے ہمیں دُکھ دیں اور ہم ان کے مقابل پر بالکل زبان بند رکھیں۔ اور ہمیں اس قدر بھی اختیار نہ رہے کہ اُن کے حملوں کے جواب میں کچھ بولیں۔ لہذا وہ ہماری ہر ایک تقریر کو گو کیسی ہی نرم ہو سختی پر حمل کرکے حکام تک شکایت پہنچاتے ہیں۔ حالانکہ ہزار ہا درجہ بڑھکر اُنکی طرف سے سختی ہوتی ہے۔

ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں تو پھر کیونکر ہماری قلم سے اُن کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں لیکن پادری صاحبان چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے جو چاہتے ہیں مُنہ پر لاتے ہیں۔ یہ ہمارا حق تھا کہ ہم اُن کے دل آزار کلمات کی اپنی گورنمنٹ عالیہ میں شکایت پیش کرتے اور داد رسی چاہتے۔ لیکن انہوں نے اوّل تو خود ہی ہزاروں سخت کلمات سے ہمارے دل کو دُکھایا اور پھر ہم پر ہی اُلٹی عدالت میں شکایت کی کہ گویا سخت کلمات اور توہین ہماری طرف سے ہے۔ اور اسی بنا پر وہ خون کا مقدمہ اُٹھایا گیا تھا جو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ کے حکم سے خارج ہو چکا ہے۔

اس لئے قرین مصلحت ہے کہ ہم اپنی عادل گورنمنٹ کو اس بات سے آگاہ کریں کہ جسقدر سختی اور دل آزاری پادری صاحبوں کی قلم اور زبان سے اور پھر اُن کی تقلید اور پیروی سے آریہ صاحبوں کی طرف سے ہمیں پہنچ رہی ہے ہمارے پاس الفاظ نہیں جو ہم بیان کرسکیں۔
یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی شخص اپنے مقتدا اور پیغمبر کی نسبت اس قدر بھی سننا نہیں چاہتا کہ وہ جھوٹا اور مفتری ہے اور ایک باغیرت مسلمان بار بار کی توہین کو سنکر پھر اپنی زندگی کو بے شرمی کی زندگی خیال کرتا ہے تو پھر کیونکر کوئی ایماندار اپنے ہادی پاک نبی کی نسبت سخت سخت گالیاں سُن سکتا ہے۔ بہت سے پادری اس وقت برٹش انڈیا میں ایسے ہیں کہ جن کا دن رات پیشہ ہی یہ ہے کہ ہمارے نبی اور ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے رہیں۔ سب سے گالیاں دینے میں پادری عماد الدین امرتسری کا نمبر بڑھا ہوا ہے وہ اپنی کتابوں تحقیق الایمان وغیرہ میں کھلی کھلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور دغاباز۔ پرائی عورتوں کو لینے والا وغیرہ وغیرہ قرار دیتا ہے اور نہایت سخت اور اشتعال دینے والے لفظ استعمال کرتا ہے۔ ایسا ہی پادری ٹھاکرداس سیرۃ المسیح اور ریویو براہین احمدیہ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شہوت کا مطیع۔ اور غیر عورتوں کا عاشق۔ فریبی۔ لٹیرا۔ مکّار۔ جاہل۔ حیلہ باز۔ دہوکہ باز۔ رکھتا ہے۔ اور رسالہ دافع البہتان میں پادری۔ رانکلین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ شہوت پرست تھا۔ محمدؐ کے اصحاب زناکار۔ دغاباز۔ چور تھے۔ اور ایسا ہی تفتیش الاسلام میں پادری راجرس لکھتا ہے کہ محمدؐ شہوت پرست۔ نفس امارہ کا از حد مطیع۔ عشقباز۔ مکّار۔ خونریز اور جھوٹا تھا۔ اور رسالہ نبی معصوم مصنفہ امریکن ٹریکٹ سوسائٹی میں لکھا ہے کہ محمد گنہگار۔ عاشق حرام یعنے زنا کا مرتکب۔ مکّار۔ ریاکار تھا۔ اور رسالہ مسیح الدجال میں ماسٹر رامچندر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتا ہے کہ محمدؐ سرغنہ ڈکیتی تھا اور لٹیرا۔ ڈاکو۔ فریبی۔ عشقباز۔ مفتری۔ شہوت پرست۔ خونریز۔ زانی۔ اور کتاب سوانح عمری محمدؐ صاحب

مصنفہ واشنگٹن ارونگ صاحب میں لکھا ہے کہ محمد کے اصحاب قزاق اور لٹیرے تھے۔
اور وہ خود طامع۔ جھوٹا۔ دھوکہ باز تھا۔ اور اندرونہ بائبل مصنفہ آتھم عیسائی میں لکھا ہے کہ محمد
دجال تھا اور دھوکہ باز۔ پھر کہتا ہے کہ محمدیوں کا خاتمہ بڑا خوفناک ہے یعنے جلد تباہ ہو جائیں
گے۔ اور پرچہ نور افشاں لدھیانہ میں لکھا ہے کہ محمدؐ کو شیطانی وحی ہوتی تھی۔ اور وہ ناجائز
حرکات کرتا تھا۔ اور نفسانی آدمی۔ گمراہ۔ مکار۔ فریبی۔ زانی۔ چور۔ خونریز۔ لٹیرا۔ رہزن۔
رفیق شیطان۔ اور اپنی بیٹی فاطمہ کو نظر شہوت سے دیکھنے والا تھا۔

اب یہ تمام الفاظ غور کرنے کے لائق ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پادری صاحبوں کے مُنہ سے نکلے ہیں۔ اور سوچنے کے لائق ہے کہ ان کے کیا کیا نتائج ہو سکتے ہیں کیا اس قسم کے الفاظ کبھی کسی مسلمان کے مُنہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت نکل سکتے ہیں۔ کیا دنیا میں ان سے سخت تر الفاظ ممکن ہیں۔ جو پادری صاحبوں نے اس پاک نبی کے حق میں استعمال کئے ہیں جس کی راہ میں کروڑہا خدا کے بندے فدا شدہ ہیں اور وہ اس نبی سے وہ سچی محبت رکھتے ہیں جسکی نظیر دوسری قوموں میں تلاش کرنا لاحاصل ہے پھر باوجود ان گستاخیوں ان بدزبانیوں اور ان ناپاک کلمات کے پادری صاحبان ناحق ہم پر الزام سخت گوئی کا رکھتے ہیں یہ کس قدر ظلم ہے۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ہرگز ممکن نہیں کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ ان کے اس طریق کو پسند کرتی ہو۔ یا خبر پاکر پھر پسند کرے۔ اور نہ ہم باور کر سکتے ہیں۔ کہ آئندہ پادریوں کے کسی ایسے بے جا جوش کے وقت کہ جو کلارک کے مقدمہ میں ظہور میں آیا ہماری گورنمنٹ پادریوں کو ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمان پر ترجیح دے کر کوئی رعایت اُن کی کرے گی۔ اس وقت جو ہمیں پادریوں اور آریوں کی بدزبانی پر ایک لمبی فہرست دینی پڑی وہ صرف اس غرض سے ہے کہ تا آئندہ وہ فہرست کام آئے اور کسی وقت گورنمنٹ عالیہ اس فہرست پر نظر ڈال کر اسلام کی ستم رسیدہ رعایا کو رحم کی نظر سے دیکھے۔

اور ہم تمام مسلمانوں پر ظاہر کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کو ان باتوں کی اب تک خبر نہیں ہے۔ کہ

کیونکہ پادریوں کی بدزبانی نہایت تک پہنچ گئی ہے۔ اور ہم دلی یقین سے جانتے ہیں کہ جس وقت گورنمنٹ عالیہ کو ایسی سخت زبانی کی خبر ہوئی تو وہ ضرور آئندہ کیلئے کوئی احسن انتظام کریگی۔

اب ہم وہ مفصل فہرست کتابوں کی لکھتے ہیں جن میں پادری صاحبوں نے اور ایسا ہی ان کی تعلیم سے ہندوؤں اور آریوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام اور اُس کے اکابر کی نسبت بدزبانی کو انتہا تک پہنچایا ہے۔

نقل کفر کفر نہ باشد

عیسائیوں کی گالیاں

کتاب دافع البہتان مصنفہ پادری رانکلین صاحب مطبوعہ مشن پریس الہ آباد ۱۸۴۵ء

صفحہ	فقرات یا الفاظ جن سے اشتعال طبع یا دلآزاری مسلمانان ہوتی ہے۔
۲۳ - ۲۴	اہل اسلام کا رسول اپنی لونڈی سے ہمبستر ہوا اور جب اس کی جوروؤں میں سے ایک نے ملامت کی تو اُسنے قسم کھائی اور پھر اپنی نفسانی لذت کیلئے اپنی قسم توڑ کر آیت نازل کی۔
۲۴ -	اپنے نفسانی خواہشوں کے موافق نئے حکم جاری کئے۔
۱۳۱ -	مگر یقین ہے کہ محمد جب کہ کسی طور سے اپنی رسالت کو ثابت نہ کر سکا تو اس باطل خبر کو مشہور کیا۔ کیا ایسے افترا ایمانداری کے لائق ہیں؟
۹۹ -	ہم بھی محمد کو وہی دولتمند مذکور کہہ سکتے ہیں* (یہ دولتمند جو ابراہیم کی نسل سے تھا بہت شان و شوکت کی زندگی کے بعد مرکر دوزخی ہوا - لوقا)
۷۴ -	محمدیوں کا بھی دستور ہے کہ اکثر اپنے مذہب کے ثبوت میں بے ایمانی سے کوشش کرتے ہیں۔

* خطوط وحدانی میں عبارتیں ہماری طرف سے ہیں - منہ

۸۷	یہاں صحابہ کبار کو من وجہ قاتل۔ ظالم۔ زناکار دغاباز۔ چور۔ بدکاروں کی جماعت جسے دل کی پاکیزگی سے کچھ تعلق نہیں۔ قرار دیا ہے۔
۸۸	اپنے شاگردوں (صحابہ) کی دلیری کے واسطے تلوار کو بہشت کی کنجی ٹھہرایا کہ جس سے لازم آتا ہے کہ جتنے گنہگار و بدذات کہ بے توبہ کئے مارے گئے (شہید صحابہ) وے ...... بہشت میں داخل ہوں۔
۱۵۳-	اسلئے ضرور پڑا کہ انجیل مقدس کو منسوخ کرے کیونکہ اس میں فاعل ایسے کام کا (مراد رسول اکرم) دوزخی ہے۔
۱۵۴-	کچھ تعجب نہیں کہ اس (رسول اکرم) نے انجیل مقدس کو منسوخ کیا ہو کیونکہ تمام بندہ دنیا جو کہ شہوت پرست ہیں ایسی ہی کرتے ہیں۔ لیکن اُن سبھوں پر افسوس کس لئے کہ اُن کا یہی انجام ہے کہ وے بالاجماع خدا کے غضب میں پڑیں گے۔ یعنے اُس جھیل (دوزخ) میں جو کہ آگ اور گندھک سے جلتی ہے:۔

رسالہ مسیح الدجال مصنفہ ماسٹر رامچندر عیسائی ۱۸۷۳ء

اس کتاب میں ہمارے رسول اکرم کو دجّال بنانے کی کوشش کی گئی ہے:۔

سیرت المسیح والمحمد

صفحہ	مصنفہ پادری ٹھاکرداس مشنری امریکن مشن ۱۸۸۲ء
سرورق	مسیح کو بلعال کے ساتھ کونسی موافقت ہے (یہاں ہمارے رسول اکرم کو بلعال یعنی جو ایک خبیث اور شریر روح ہے۔ قرار دیا ہے۔)
۶	محمد بذاتہ گنہگار...... محمد عملاً گنہگار تھا۔
۱۱	محمد گفتار رفتار میں ثابت قدم نہیں۔ ابھی کچھ پھر کچھ۔
۱۲	حرص دنیاوی بانی اسلام میں یہ صورت رکھتی ہے کہ دین کے بھیس میں دنیا

صفحہ	اقتباس
	پر مسلط ہونا .... طمع دنیاوی نے آخر کار ظہور دکھایا۔
۱۴	نفسانی شہوۃ جو انسان میں ذاتی کہہ سکتے ہیں محمد میں بیشتر تھی۔ حتیٰ کہ وہ اُس کا ہمیشہ مغلوب رہا ...... محمد مثل اور عربوں کے شکل ہی سے عورتوں کا عاشق معلوم ہوتا ہے۔
۱۵	اور اس بات میں حضرت نے نہ صرف اپنی تعلیم کی ایک گونہ مخالفت کی بلکہ خود غرضی کو خوب ثابت کیا اور شہوت ماننے میں اوروں کی شہوت کی ہمواری نہ کی .... پھر جس ڈھب سے یہ کام پورا کرتے رہے وہ بالکل نفسانیت کی تدبیریں تھیں۔
۱۶	متبنٰی بیٹے کی جورو سے نکاح کرنے کی شرح کا موقع اور موجب زینب کو ننگی دیکھ کر اس پر محمد کی شہوت کا بھڑکنا تھا۔
۲۱	محمد ایک بھولتا بھٹکتا انسان تھا۔
۳۱	لوگوں کو بہکانے کے لئے (آنحضرت نے) یہ عجب جھوٹ باندھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد شیطان کے جھانسے میں آجاتا تھا۔
۳۱	پھر ماسٹر رامچند صاحب ایک فریب کا ذکر کرتے ہیں جو محمد نے یہودیوں سے کیا
۳۵	اے ناظرین ہوشیار ہو کہ کہیں تم محمد کے فریب میں نہ آجاؤ۔

اندرونہ بائبل مصنفہ ڈپٹی عبد اللہ آتھم

صفحہ	اقتباس
۷۰	صاحب نشان اس دجال کا در اصل تو وہی پرانا خونی اژدھا (شیطان) ہے تاہم جب وہ منہ پھاڑتا ہے تو اس کے دو جبڑے پوپ اور نبی عرب کی تواریخ اپنے اندر مجسم دکھاتے ہیں۔ (یعنے دجال جو اصل میں شیطان ہے اُس کا ظہور پوپ اور نبی عرب کے رنگ میں ہوا)۔

۷۵	ہاں پیمانہ زمانہ مقصر اور پوراکرکے پوپ اور محمد پر بھی یہ خبریں (متعلقہ دجّال) درست آتی ہیں۔ اور شرح مکاشفات میں دکھلایا گیا ہے کہ دین پوپی اور محمدی ایک ہی اژدہا (شیطان) کے دو جبڑے ہیں۔
۱۲۳ تا ۱۳۱	(کتاب مکاشفات میں جو ٹڈی کا ذکر ہے جو سبزے کو کھا جائے گی اور اُن ٹڈیوں کے بادشاہ کا نام ہلاکو یعنے ہلاکت کرنے والا لکھا ہے۔ وہاں ہلاکو سے مراد نبی عرب اور ٹڈی اُس کا لشکر بتایا گیا ہے نیز ہمارے رسول اکرم پر (صفحہ ۱۲۶) شرک کا الزام دیا ہے)
۱۳۲	اور ایک اور جُھوٹا نبی بھی ہے بلاتعریف بلفظ وہ کے اس سے اشارہ بطرف بدعت محمدی کے ہے۔
۱۴۵،۱۴۴	کُھلے کُھلے الفاظ میں بانی اسلام کو ایک دجال کہا ہے۔
۱۹۶و	جس کی بدعت کے خاتمہ پر مسیح موعود ہونیوالی ہے۔

کتاب محمد کی تواریخ کا اجمال مصنفہ پادری ولیم از ریواڑی۔ مطبوعہ کرسٹین مشن ریواڑی ۱۸۹۱ء

صفحہ	اس تمام کتاب کا کوئی صفحہ اور سطر خالی نہیں جو سخت سے سخت اشتعال آمیز اور مکروہ الفاظ اپنے اندر نہیں رکھتی۔
۱ و ۲ و ۳ و ۳ و ۵ و ۶ و ۷	ہمارے رسول اکرم کو ڈاکوؤں کا سرغنہ۔ لٹیرا۔ ڈاکو۔ خفیہ بندش (سازش) سے قتل کرانے والا۔ غابازی کی چال چلنے والا۔ ظاہر کیا ہے۔
۴	اتفاق سے جو اس کی (زینب) خوبصورتی پر محمد کی نظر پڑی دل میں عشق بد پیدا ہوا۔ اس بدخواہش کو پورا کرنے کے واسطے فوراً آسمان سے اجازت منگالی ...... محمد کے لئے ہر وقت اور ہر کام کے واسطے خواہ نیک ہو خواہ بد ہو خواہ چھوٹا ہو

	خواہ بڑا آیت یا اجازت آسمانی حاضر تھی:۔
۷	محمد نے بہتیروں کو چھپ کے قتل کرایا .... محمد جس برس مدینہ گیا اسی میں ڈکیتی بھی کرنے لگا .... محمد نے دس بیبیاں رکھیں۔
۸	محمد ان کے آدھے کی نسبت (یعنے دس احکام توریت) نہایت گنہگار تھا .... محمد نے بہتوں کو چھپ کے مروا ڈالا ...... محمد نے بہت ڈکیتی کروائیں ...... محمد نے اپنی بدخواہش پورا کرنے کے لئے دس جورووان اور دو لونڈیاں رکھیں ...... محمد نے ...... زینب کو دیکھ کر بدخواہش کی .... محمد ایک دنیادار آدمی تھا۔

صفحہ	ریویو براہین احمدیہ مصنفہ پادری ٹھاکرداس مطبوعہ مشن پریس لودہیانہ ۱۸۸۹ء
۷	یہ رنگا رنگی ایسی باتوں کو شامل کرتی ہے جو حضرت کے مکار اور فریبی ہونے کو بالکل ثابت کرتی ہے۔
۹	اسی لئے ان کے دعویٰ نبوت کو سوائے مکروفریب یا وہم کے اور کوئی نام نہیں دے سکتے۔
۱۰	محمد صاحب کی زندگی میں ثابت قدمی اور صدق کی بجائے زمانہ سازی اور فریب بالکل ظاہر ہے۔
۱۵	حضرت کی تکلیفوں سے بھی ان کا مکروفریب ثابت ہوتا ہے۔
۱۹	حیلہ سازی میں اور زمانہ سازی میں حضرت محمد بے شک بے نظیر تھے۔
۲۲	محمد صاحب تو جاہل آدمی تھے .... جاہلوں (آنحضرت) کی جہالت کا آپ کیوں ساتھ دیتے ہیں۔
۲۴	حضرت نے خوب دھوکہ کھایا اور دھوکا دیا۔

۲۸	محمد فریبی آدمی تھا۔
۳۳	قرآن خود گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔
۴۵	محمد صاحب جو خود ایک جاہل شخص تھے۔
۶۳	محمد اور اور پیرؤوں کے کامیابی بجائے حیرانگی کے نہ صرف حقارت پیدا کرتی ہے۔ بلکہ محمد کو ایک بڑا فریبی ثابت کرتی ہے۔

سوانح عمری محمدؐ صاحب مصنفہ اورنگ واشنگٹن

صفحہ ترجمہ لالہ رلیا رام گھولاٹی مطبوعہ مطبع اڈورس بنس لاہور

۱۶۷	محمد موسائی عورتوں کے حسن وجمال پر فریفتہ اور دل دادہ تھا۔
۱۶۹	محمد (دھوکہ کی کارروائیاں منسوب کی گئی ہیں) اس کی زندگی کے اس حصہ میں لینے جب وہ رسول تیغ ہوا دنیوی خواہش وآلائش نے اُس کی ذاتی صفات وطبعی فضائل کو رذیل کر دیا۔
۲۷۲	بعض معاملات میں وہ (آنحضرت) شہوت پرست تھا۔
۲۷۳	جب وہ کسی خوبصورت عورت کے سامنے ہوتا تھا تو اپنی پیشانی اور بالوں کو سنوارتا تھا۔
۲۷۸	اس کی سرگرم اور دہمی روح ...... عزلت فاقہ کشی وغیرہ سے ...... اس حد تک کھل گئی تھی کہ اُس کو ایک عارضی ساخفقان وہذیان ہو جایا کرتا تھا۔
۲۸۰	اُس کے خیال ایجاد کی طرف مائل تھے ...... وہ زیادہ تر جوش اور تحریک کا مغلوب تھا۔
۲۸۱	جب اُس نے تلوار کے مذہب کی شہرت دی اور لٹیرے عربوں (صحابہ) کو بیرونی غنیمت کا مزہ چکھایا۔
۲۸۲	اپنے رسالت کے مشتبہ آغاز میں وہ اپنے الہامی سروش ورقہ کے عیارانہ ومکارانہ

	نصائح و مواعظ سے مدد لیا کرتا تھا۔
۲۸۳	جب وہ برسر حکومت و دسترس تعالٰی نے دنیوی خواہشات و اغراض کی طرف میلان ظاہر کیا۔
۲۸۴	اُسکی دور حیات کے اخیر وقت تک اس کو ایک خاص قسم کے خبط و خفقان سے کم و بیش متحیر و حیران کرتی رہی۔ اور اُسی دھوکے اور فریب دینے والے یقین میں مر گیا کہ میں ایک پیغمبر ہوں۔

اخبار نور افشاں۔ امریکن مشن پریس لودیانہ

مطبوعہ ۱۲ مارچ ۹۶ صفحہ ۵	(ایک محمدی ملّا جس نے بقول اخبار مذکور اپنے مرید کی عورت کو خوبصورت دیکھکر حکمت عملی سے طلاق دلوائی اور اپنے نکاح میں لایا اس کا ذکر کرکے لکھا ہے) اس محمدی ملّا کا فعل ہم کو تعجب میں نہیں ڈالتا کیونکہ ملّا نے عین اپنے پیغمبر کی پیروی کی ہے۔
۱۱ جون ۹۶ صفحہ ۸	محمد کے پاس جو وحی آتی تھی وہ بھی دیوتا لاتے تھے۔
۱۹ جون ۹۶ صفحہ ۱۰	ظلم و ستم سے مذہب پھیلانیوالے (مسلمان) ضرور گدھے اور انکا یہ عمل گدھا پن ہے۔
صفحہ ۱۰	محمد صاحب خود بھی حسن پرست اور عاشق مزاج تھے (ایک قصہ نقل کرکے کہ آنحضرت نے اپنی بیٹی فاطمہ کو بوسہ دیا اخبار نویس نے نتیجہ نکالا ہے) محمد نے اگرچہ چالاکی سے جواب کو بنایا ...... اگر عائشہ محمد کو ناجائز حرکات (بقول اخبار نویس اپنی بیٹی کو نظر بد سے چومنا) میں مصروف نہ دیکھتی ...... اُن حرکات (بیٹی کو بوسہ دینا) میں اعتدال سے بڑھکر تعشق کی کثرت پائی جاتی ہے ...... جب فاطمہ حور قرار دی گئی تو وہ اب کس کی حور سمجھی جاسنے۔ اور حور کا انسان کی صورت میں اس جہان میں کیا کام ہو سکتا ہے۔
۱۵ ستمبر ۹۶ صفحہ ۹	اب کوئی نہ کہے کہ محمد حفصہ کے گھر ماریہ لونڈی سے ایسا ولیسا کرتا تھا ...... اگر آپ کے (مسلمان کے) قول و ایمان کے مطابق اگر عورات سچ مچ جوتیاں ہیں تو مہربانی سے فرمائیے

کہ عبداللہ کی عورت آمنہ عبداللہ کے واسطے جوتی تھی یا نہیں جس کا ظہور محمد ہے۔
پھر محمد کی عورتیں مومنین کی مائیں کہلاتی ہیں مگر چونکہ وہ عورتیں ہیں اس لئے وہ جوتیاں
ہیں۔ بعد وفات محمد کوئی ان کو نکاح میں نہ لاسکتا تھا۔ اب مومنین اُن کو کیا کریں گے
سر پہ ماریں گے .... حضرت نے بیوہ۔ کنواری۔ مطلقہ کوئی نہ چھوڑی حتّے کہ
متبنّیٰ کی چاہیتی کو بھی نہ چھوڑا........ اس بدتہذیبی کا رواج دینے والا محمد تھا۔

۲۵ ستمبر ۵۶ء صفحہ ۱۰	عرب کی تمام منکوحہ عورات بھی کسبیاں ہیں۔
۱۸ ستمبر ۹۶ء صفحہ ۹	(گنہگار قوم کی علامات۔ قوم کے بزرگوں کا جھوٹ بولنا۔ خون کرنا۔ لوٹ اور رہزنی کو جائز سمجھنا۔ زنا کرنے کو خوشخبری سمجھنا۔ مُشتزنی خاص طور کرنا گناہ نہ جانتا۔ ہر ایک کے ساتھ شیطان کا ہونا۔ اُس قوم کا جہنمی ہونا۔ ان علامات کا ذکر کرکے اخبار نویس لکھتا ہے) الغرض یہ کہ قوم محمد گناہ کرنے کو قوم بنائی گئی .... پس اغلب ہے کہ یہ قوم وہی قوم ہو........

تفتیش الاسلام مصنفہ پادری راجرس ۱۸۷۰ء

صفحہ ۲۲	بعدازاں اس پر بھی اکتفا نہ کرکے اُس نے (آنحضرتؐ) اپنے خیالات اور توہمات سے ایک نیا مذہب مصنوعی ایجاد کیا۔
۴۹	قرآن کی جھوٹی آیتیں۔ قرآن میں بہت سی آیتیں لغو ہیں۔
۵۲	قرآن واحادیث کی واہیات اور ناپاک تعلیموں کا بیان۔
۵۴	محمد نے اس آیت کے بہانے جہاد کرنا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ یہاں سے اُس کے دل کا کپٹ اور دغابازی ظاہر ہوتی ہے۔
۵۶ و ۵۷	یہ سب محمد کی بناوٹ اور گھڑت ہے۔ وہ (آنحضرتؐ) ایک نفس پرست آدمی تھا۔
۵۸	لیکن جب (آنحضرتؐ) عشق کے سبب زیادہ جدائی برداشت نہ ہوسکی تو قرآن میں

	سورہ نور کے آخر ایک آیت مصنوعی عائشہ کی بریت کی وارد کر کے پھر صحبت اختیار کی لیکن اس بہتان کی عقل سلیم تکذیب نہیں کر سکتی۔
صفحہ ۵۸	بارھویں ایک عورت بنی حلال سے جس کو (آنحضرت نے) بے نکاح اور مہر یعنے اجرت یا خرچ کے گھر میں ڈال لیا تھا۔
۶۰	محمد ایک شہوت پرست آدمی تھا۔ جو اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کیلئے مصنوعی آیت پیش کر کے اُس کو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔
۶۵	محمد کی چال چلن کسی طرح پیغمبری کے لائق نہیں ٹھہر سکتی۔ وہ ایک نفس پرست اور کینہ پرور اور خود غرض آدمی تھا اور نفس امّارہ کا ازحد مطیع تھا۔ اور اسی سبب قرآن اُس کی جھوٹی بنائی ہوئی کتاب ہے جو اس کی نفس پرستی اور شہوت کو پُشتی دیتی اور پالتی تھی۔ اس میں ایک بھی ایسی آیت نہیں جس میں حکم ہو کہ اے محمد تو کیوں ہوا و ہوس اور نفسانیت کی طرف مائل ہوتا ہے یا کیوں زینب سے عشق کی آنکھ لڑاتا ہے
۸۰	یہ محمد کی بناوٹ اور بیہودہ گوئی ہے۔
۸۲	(آنحضرت کے معراج کو مرگی زدہ کا ایک خواب پریشان ظاہر کر کے یوں لکھا ہے) اُس کے خیال میں یہ گذرا ہو گا کہ .... میں نے اپنے تئیں خاتم النبیین ظاہر کیا ہے یہ حیلہ گانٹھنا چاہیئے کہ آج رات کو میں ساتوں آسمان اور عرش و کُرسی کی سیر کر آیا۔
۹۲	اُس کے (آنحضرت) سارے کاموں میں عیاری ظاہر ہوتی ہے۔ محمد میں تعصب اور مکاری دونوں باتیں کسی قدر پائی جاتی ہیں .... ساتھ اس کے ایک بے وفا خود غرض دل۔ حقیقت میں اس کی گفتار اور رفتار اور عمر کے ساتھ بدی میں بڑھ گئی۔
"	نبی بغیر معجزوں کے۔ ایمان بغیر بھیدوں کے۔ اور اخلاق بغیر محبت کے جس نے خونریزی کے شوق کو ترغیب دیا۔ اور جس کی ابتدا اور انتہا بیحد شہوت پرستی کے ساتھ ختم ہوئی۔
۱۰۰	اے عزیزو ..... بلکہ آج ہی دین محمدی چھوڑ کے اور اُس جھوٹے نبی کی پیروی ترک کر کے..

پادری عماد الدین

اس شخص کی تصنیفات جو ۱۸۷۴ء سے پیشتر شایع ہو چکی ہیں اس قدر دل آزار کلمات سے مملو ہیں کہ خود عیسائیوں نے اسے ملامت کی۔ ہم اُن کا اقتباس یہاں نہیں کرتے اور صرف وہ رائیں درج کرتے ہیں جو ہندوؤں اور عیسائیوں نے اس کی کتاب ہدایۃ المسلمین پر ظاہر کیں۔

ہندو پرکاش امرتسر ۱۸۷۴ء و آفتاب پنجاب لاہور۔ "کیا پادری عماد الدین کی تصنیفات .... کچھ اُس کتاب سے شورش انگیزی میں کمتر ہیں کہ جس نے بمبئی کے مسلمانوں اور پارسیوں کے اتفاق و محبت کو عداوت سے مبدل کر دیا اور دونوں کو ہلاکت کا منہ دکھایا...... پادری صاحب کی تصانیف ...... مسلمانوں کا انگریزی گورنمنٹ سے دل پھاڑنے کی علت غائی پر تصنیف کی گئی ہیں"

شمس الاخبار لکھنو باہتمام پادری کریون صاحب ۱۵ اکتوبر ۱۸۷۵ء "نیاز نامہ ...... عماد الدین کی تصنیفات کی مانند نفرتی نہیں کہ جس میں گالیاں لکھی ہوئی ہیں۔ اور اگر ۱۸۵۷ء کی مانند پھر غدر ہوا تو اسی شخص کی بدزبانیوں اور بیہودہ گوئیوں سے ہوگا"

نبی معصوم مطبوعہ امریکن مشن پریس لودھیانہ ۱۸۸۴ء

۱۶	وہ عشق حرام جو محمد صاحب نے مریم نامی مصری لونڈی کے ساتھ کیا۔

ہندوؤں اور آریوں کی گالیاں

پاداش اسلام مصنفہ اندرمن مراد آبادی ۱۸۶۶ء

۹	(رذیل کار محمد۔ محمد احمق۔ ستمگار و بدکار)
۱۱	(محمد) مثل مار بر خود پیچید ...... فی الفور دم خر بیود۔
۲۴	محمد تزویرے بکار برد۔ تمیع امور پر فتور ش۔ امام شافعی گپ مے زند۔

۱۴	(آنحضرت) بجز شہوت پرستی و بدمستی کارے نداشت ؎ احمد کہ کامرانی و تن پروری کند ؛ او خویشتن گم است کرا رہبری کند
۱۵	خالد (صحابی) بہ زنا پیوست۔
۱۶	اگرچہ عشقبازی و شہوت طرازی درمیان محمد و زینب بوقوع رسیدہ
۱۸-۱۹	برحال محمد باید گریست کہ بہ دیوثی مے زیست ...... عائشہ چادر عفت درید ...... شاید کہ جائے مخصوص بی بی عائشہ درکنار لشکر بود۔ وبگوشہ قافلہ در تنہائی مے آسود .... الغرض در تیرگی شب از لشکر بیروں رفتن ...... کار عفیفہ و حنیفہ نیست بلکہ شیوہ مکارہ و عیارہ .... خبر زنائے عائشہ۔
۲۵	اکنوں معترض ..... غور فرماید کہ دیوث کیست ..... آیا دیوث خدائے اسلام مقیم بیت الحرام است کہ بجواز زنا الہام کرد .... یا پیر معلوم ملائے روم دیوث است ...... بلا اشتباہ آں مرشد مسلمین و ولی مومنین .... دیوث بودند۔
۲۶	اسلاف خود (اسلاف مسلمانان) سر بسر دیوث بودند ..... معبود معہود مخالفین (مسلمانان) جباری و ستمگاری بیش نیست کہ بنابر ترویج زنا و قتل براولیا و انبیا وحی می فرستد۔
۲۷	پس معبود موہوم مسلمان بنا بر اغوائے مردم نیز وحی نماید .... اولیا و انبیاء فرقہ محمدیکار شہوت پرستان مے برآرند و بیایمانداری و دلالی ہمت می گمارند .... کاذخیر البشر علی از شر نیست
۲۹	تخم زنائی در زنان مسلمانان تصرفے کمال دارد ..... حرام زادگی بسلمانان عیبے عاید نمی گرداند۔
۳۰	دین احمدی کہ مانند آئین شیخ نجدیست ..... ایں اشارت بیایمانداری و دلائے آں ولی ست کہ ہمچو مصطفےٰ وعلی ست ..... الحق دریں حدیث محمد داد دیوثی دادہ و مدار کار است بر فضیحت نہادہ ..... حضرت (آنحضرتؐ) راغایت رعایت زناکاراں منظور افتاد
۳۱	شاید بازن سعد بن عبادہ حضرت (آنحضرت صلعم) نیز پیوستہ بکامرانی پیوستہ باشند لہذا بحکم آنکہ مطلب سعدی دیگر است اورا فرمود کہ چنیں و چناں باید نمود تا فرصت راغنیمت دیدہ

	وبکام دل رسیدہ اندرون مکان مخصوص خود داخل شوند وچون میل ودسر مردان فرود روند
۳۲	محمد اجرائے شہوت یاران بسر وچشم قبول فرمودہ وبرایشاں عورات خرچی جائز نمودہ۔
۳۳-۳۴	(ان صفحوں میں متعہ کا ذکر کر کے مسلمانوں کو دیوّث اور مسلمانوں کی عورتوں کو بازاری کسبیاں اور کنچنیاں قرار دیا ہے۔ اور ازواج مطہرہ آنحضرت صلعم پر حملے کئے ہیں۔)
۳۸-۳۷	طلحہ بر عائشہ عاشق بود...... مگر طلحہ از ارادہ خود نگذشت تا آنکہ در راہ بصرہ بمراد خود رسید (یعنی زنا کیا)
۳۹	؎ خدایت مائل فعل حرام است ٭ کہ دائم مسکنش بیت الحرام است زنا آنجا بکُن حکم امام است ٭ کہ جائے ایزدت بیت الحرام است
۴۰	؎ سور چوں از لب حضرت برآید ٭ نجاست از مسلمانان رباید ......
	؎ بہر میمونہ (زوجہ مطہرہ آنحضرت صلعم) یکے میموں سزا است ٭ نے سزاوار نکاحش مصطفٰے است زانکہ او اسپ است وایں میمونہ است ٭ اختلاف ایں وآں ہرگونہ است ......
	؎ چو بوی نجاست تُو بپیش تو اسے خر ٭ برائے بازلیش میموں دگر خر......
	؎ امام ثعلبی زاں افسر آمد ٭ کہ او از خصیۃ الثعلب برآمد غزالی خواہرت را گر رُباید ٭ غزالی مشکبو از وے برآید محدّث نیست محدث ترمذی است ٭ کہ او در رغبت طعم مذی ہست بخاری را بخار آمد بجدّ ست ٭ صحیح اصلا نگردد جز بلاکت خر رازی است فخر الدین رازی ٭ بود ہم جنس تو در دُم درازی
۴۱	مسلمانان از روئے قرآن محمد را اب للمسلمین میشمارند وزنان او ام المومنین مے پندارند...... پس ثابت شد کہ یا مسلمانان کذاب بودہ اند ویا زنان محمد با پدر ایشاں آسودہ اند وتخم ربودہ اند...... بریں قیاس محمد پدر مسلمانان تواند بود مگر وقتے کہ محمد با مادر شاں میلے خواہد داشت وتخمے خواہد کاشت ......
۴۵	(آنحضرت صلعم کو بدوضع۔ بے حیا۔ اور شہوت ران کہکر یوں لکھتا ہے) چہل سال عمر عزیزش

گذشت ۔ دلش از ہوائے زناں برنگشت ۔ چند زنان غمزہ زناں را بے نکاح و خطبہ در آغوش کشید واز زناکاری اصلا نترسید ۔

۴۶ خدائے مسلمانان عجب مشربے دارد کہ چنیں کس را کہ بنائے زنا بے انتہا افگند ...... برائے رسالت برمیگزیند ؎

مراد پیش نگر اختصار است ؁ چساں حرکات احمد بہ شمارم ......

..... زنا شعار انبیاست .... از اینجاست کہ محمد را باوصف جہالت جبلی وضلالت فطری رسول مقبول پندارند ۔

۴۸ (اسلام کے خدائے تعالیٰ کی نسبت لکھا ہے) خر و خنزیر و خرس و یوزنہ گشت ۔ زنا دانی گرفتہ شکل حیواں ...... خود گرگ و شغال و خرس و خنزیر شدہ ۔ در شکل خبیث جلوہ آرائی کردہ ۔

۵۰ لازم آید کہ فاعل کفر و شرک و خطا و زنا خدا (خدائے مسلمانان) باشد ..... بروز ازل خدائے محمد جابر و ظالم بودہ ...... خدائے محمدیہ در عدالت و سیاست کمتر از بشر است ۔

ہم کہاں تک اس شخص کی گندہ دہانی کی نقل کرتے جائیں ۔ یہ کتاب ۲۸۰ صفحہ پر ہے اور یہاں پچاس صفحوں کا جو اقتباس کیا گیا ہے اسمیں سے بھی بے تعداد گالیاں چھوڑ دی گئیں ہیں ۔ غرضکہ اس مصنف نے ہمارے خدا کو ۔ ظالم ۔ بے ہودہ ۔ جابر ۔ لاف گزاف بکنے والا نخوت کرنے والا فاسد ۔ فاجر ۔ ہوا و ہوس میں گرفتار ۔ ملعون خشک و سوختہ ۔ مکار ۔ فریبی ۔ مکر اور فریب میں استاد معطل ۔ عزرائیل کے ہاتھ سے مرنیوالا ۔ فرعونی راہ میں چلنے والا معلم مکر و تذویر ۔ سخت بیوقوف سخت احمق ۔ دروغگو ۔ شیطان سے فریب کھانیوالا ۔ بدافعال ۔ مکار ۔ عیار ۔ ستمگار ۔ متلون مزاج ۔ ابلہ مثل ابلیس ۔ کاذب ۔ شیطان کی طرح مکر سکھلانے والا ۔ بے عقل ۔ ناپاک ۔ امرد ۔ گدھے سوار ۔ کافر ۔ زانی ۔ مغلم ۔ فاجر ۔ مورد لعنت ۔ خالق کذب و دروغ ۔ بدعہد ۔ زنا کا الہام بھیجنے والا ۔ اسباب شہوت پیدا کرنیوالا ۔ زنا و اغلام و سرقہ کا موجد ۔ مریض مالیخولیا قرار دیا ہے ۔

دیکھو صفحہ ۵۱۔۵۲۔۵۳۔۵۵۔۵۶۔۷۲۔۹۳۔۱۰۶
۱۳۱۔۱۵۰۔۱۶۶۔۲۰۳۔۲۵۰۔۲۲۰۔۳۱۱۔۸۹ ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا ہے :- حیوان اور گدھے سے بدتر بت پرست - بتوں کا دل وجان سے تعریف کرنے والا - کرامت وخوارق میں ابلیس سے کم مسلمانوں کی عورتوں اور بیٹیوں کا پردہ عصمت پھاڑنیوالا - لائق نفرین - سخت شہوت پرست جسکی فضیلت والملکیت کثرت زنا ومباشرت زنان شوہر دار پر منحصر ہے - جورو کیسا تھ ناچنے والا - رقاص - مکار - ہمواره بکار ہائے ناکاره آواره - زشت - بدسرشت سیہ مستی والا - زن پرست - دیوث - زنان شوہر دار سے بلا نکاح ہمبستر ہونیوالا - شرافت سے تہیدست و مبرا - کنیزک زاده - لاذو حیوان - گھوڑا - اونٹ - بیشمار وفور زنا کرنیوالا - غبی - زناکاروں کو عیب پوشی کے لئے فریب سکھلانیوالا - بدعہد - عہد شکن معلم بدگوئی - تذویر ومکر کرنیوالا بتلون ابلہ - سوگند شکن - شہوت ران - نافرمان - زنا صریح کرنیوالا - بے دین - بدآئین - محمد بود یک شہوت پرستے - زصہبائے ہوس مخمور مستے - بدیدے گرنمے یوسف فریبے - بلاکا بیں وحشی دل ببستے - اجنبی عورتوں سے ناگفتنی باتیں کرنے والا - شریر - دروغ گو - معلم المکر - ذلیل وخوار - جیس کا مرنا خس کم جہاں پاک کا مصداق - بزدل - نامرد - پلید - مخالفوں کے ہاتھ سے پاپوش کھانے والا - پیر مغاں - شرافت محمد سرمایہ شر وآفت - عشقباز بدچلن - اُس میں اور کافر میں کیا فرق ہے - بی بی عائشہ کے ساتھ ناچنے والا - نجاست بول وبراز کھانے والا - موچی - سیہ کار - بے حد زناکار - عشق باز - ابلیس میں اور اُس میں کچھ فرق نہیں - سیہ مستی اور شہوت پرستی میں محو - نادان - غلط بیان - خر بگل - چرنده - ابلیس پر تلبیس اور پیغمبر نفیس میں کیا فرق ہے -

دیگر انبیاء اسلام علیہم السّلام کی نسبت - پیغمبر گنہگار تھے - موسیٰ وعیسے سب خطا کار ہیں - یوسف نے زلیخا کو برہنہ کیا - وہ شہوت وزانی تھا - اُس نے اپنی مالکہ کی فرج میں دخول کیا - تمام پیغمبر گنہگاروں سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتے وہ شریعت نہیں خوار وذلیل تھے - وہ عورتوں کے ننگ وناموس کے پردہ کو پھاڑتے رہے - خونریزی

وناحق قتل کرنے والے ۔ حضرت ابراہیم مکار و کذاب ۔ انبیا احمق و مشرک ۔ ادریس مکارانہ چال چلا ۔ ادریس مکار فریبی ۔ ادریس اور ابلیس میں کچھ فرق نہیں ابلیس اُس سے افضل ۔ مسلمانوں کے پیغمبروں کو مسیلمہ کذاب پر ترجیح نہیں ۔ دُختر فروش ۔

ازواج مطہرہ آنحضرتؐ کی نسبت ۔ زنان پیغمبر .... بازاری عورتوں سے ذلیل ۔ بلکہ بازاری عورتیں اُن سے بہتر ۔ مرتکب حرکات ناکارہ ۔ عائشہ نے طلحہ سے زنا کیا ۔ عائشہ بے حیا ۔ خیرہ را ۔

۱۳۵-۹۳ ۔ ۱۸۷-۱۳۶

صحابہ رضؓ آنحضرتؐ کی نسبت ۔ خلیفہ دوم ۔ منی خور ۔ اغلام کرانے والا ۔ صحابہ رسول کے ازواج رسول کو نظر بد سے دیکھنے والے ۔ کمینہ و دیوث ۔ علی غدار ۔ بڑا مکار .... صحابہ رسول تلبیس ابلیس میں تندہ ۔ قتل بندگان خدا میں مصروف ۔

۱۵۵-۱۱۴-۱۰۳ ۔ ۱۸۱-۱۳۲

آنحضرت صلعم کے زمانہ کی دوسری مستورات مومنات کی نسبت ۔ مسلمانوں کی عورتیں اور بیٹیاں بازار میں اُجرت لے کر زناکاری کرتی تھیں ۔ مدینہ کی لڑکیاں ننگ و ناموس ترک کرنے والیں ۔ بعض مومنات خرچی لے کر سو سو آدمیوں سے روز مرّہ زنا کراتی تھیں ۔

۱۵۹-۱۵۵ ۔ ۱۶۳

ائمہ اربعہ رضؓ کی نسبت ۔ ابوحنیفہ نے ماں سے جماع و نکاح جائز کیا ۔ وہ ماں بہن بیٹی سے زنا کو بُرا نہیں سمجھتا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے ماں سے زنا کیا اور داد دیوثی کی دی ۔ اُس کے نزدیک لواطت بُری نہیں ۔ جب امام کو اغلام کے لئے لڑکا نہ ملا تو جورو سے لواطت کی ۔ امام مالک مرتکب لواطت ہوا ۔ امام شافعی کے نزدیک بھی جائز ہے ۔ ابوحنیفہ موروثی دیوث و بے حیا ....

....

۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۹۹-۹۸-۹۶

دیگر بزرگان دین کی نسبت ۔ مولف تفسیر عزیزی بے تمیز ۔ مسلمانوں کے

اولیاقاتل وخونریز۔ علماءاسلام گروہ زندیقاں ۔مسلمانوں کے ولی مجنون ۔ان کے دل میں ماںبہن بیٹی سے شہوت رانی کا خیال رہتا تھا۔بزرگ مسلمانان ناپاک زناکار۔

عام مسلمانوں کی نسبت۔

مسلمان بوقت ضرورت ماں ۔بہن۔پھوپھی ۔خالہ۔بیٹی سے وطی کرسکتا ہے۔کوئی مسلمان کسی ذریعہ سے اولاد حاصل کرلے جائز ہے۔مسلمان تمام محرمات سے وطی کرسکتا ہے۔ان کے نزدیک زنالائق پاداش نہیں ۔ان کا سلوک ماں بہنوں سے حیوانوں کی طرح ۔مسلمان حرام زادے۔ان کی لڑکیوں سے ہزار زنا ہو تو بھی دوشیزہ۔ان کی شرافت شروآفت ۔ان کے ماں باپ ہمیشہ زنامیں مصروف ۔ہرایک سردار فجاراں ۔ادنیٰ طمع پہ بدعہدی کرنے والے کنچنی اور مسلمان منکوحہ عورت برابر ہے۔مسلمان بے حیا۔ بے شرم ۔دختر فروش امت محمد امت لوط ۔صریح دروغ گوئی میں عیب نہ جاننے والے ۔مسلمان منی خور۔قالب اہل اسلام ناپاک وخبیث ۔ان کا منہ ناپاک ان کے اصول گندے۔مسلمان خلقتہ درندے۔کتوں اور گیدڑوں سے بدتر۔

فرشتوں کی نسبت۔

اسلامی فرشتے بدمست ۔بت پرست ۔زناکار ۔ستمگار۔جبرئیل نے مریم سے زنا کیا۔جبرئیل نے مریم کے پردہ عصمت کو پھاڑا۔جبرئیل اوباش وعیاش رذیل ۔جبرئیل پرندہ ایست کہ گاہے امرد میشود و در فرج زنے (حضرت مریم صدیقہ) سیم ستنے غنچہ وہنے سبز پیرہنے بادیدمہ ۔ وبوسے درپابد۔

متفرق ۔فقہ مسلمانان سفاہت ہے۔مسلمانوں کا گندہ مذہب امرد لڑکوں سے عشقبازی کا حکم دیتا ہے۔مسلمانوں کی لڑکیاں بلاخرچی لینے صحبت نہیں کرسکتیں ۔مہر اور خرچی ایک ہے۔تقرر مہر ایک برا اور نامعقول طریقہ ۔بیت الحرام کہ فی الحقیقت

کنشت زشت است و بانیش کذب سرشت وجود عیاں درگو عدم رود

قرآن شریف کی نسبت۔

معنیش باشد ضلالت سربسر۔ از ضلالت می دہد قرآن خبر۔ از ضلالت بار دارد ایں شجر۔ بہتر است او را بُریدن از تبر۔ ہذیان۔ مجہول عفریت کا آراستہ کردہ کلام۔ محمد کی تراشیدہ باتیں۔ ترہات باطلہ۔ مزخرفات۔ تقویم پارینہ۔ قرآن و حدیث میں لواطت۔ زنا۔ قمار بازی۔ شراب خوری بھنگ نوشی کی تعلیم ہے۔

۱۱۵ - ۲۰۰ - ۲۵۸ - ۱۲۰۷

.... بانی قرآن کذاب حالش مثل مست خراب کہ ومش مطابقت قدم ندارد۔ قرآنی اعمال کو مثمر نجات سمجھنا اور شیطانی افعال کے ساتھ داخل بہشت ہونا بڑا ہے۔ اقوال بانی قرآن وحدیث بر مثال مقال مسیلمہ کذاب و مست وخراب۔ قرآن بافتہ نادانی ژولیدہ بیانے سخت ہذیانے۔ کج مج زبانے ہیچ مدانے۔ غباوت نشانے سُست بتیانے۔ قرآن کی نقلوں میں عقل کو دخل نہیں۔ وہ یک قلم باطل۔ اُس کا ماننے والا صدق و صفا سے عاطل۔ ہر سیپارہ صفحہ قرآن فوارہ بول مے زند۔

۲۲۴ - ۳۵۵ - ۳۴۴ - ۳۴۷

ستیارتھ پرکاش مصنفہ پنڈت دیانند ۱۸۷۵ء

ماخوذ از ترجمہ ستیارتھ پرکاش مطبع کشن چند کمپنی لاہور

اللہ تعالےٰ کی نسبت۔ بے رحم۔ شیطان سے بھی بڑھ کر شیطنت کرنے والا۔ ۶۸۳ عورتوں پر غلطاں۔ ۶۸۵۔ فرشتوں کو دھوکہ دے کر بڑائی کرنے والا اسلئے ریاکار۔ لاف زن۔ ہمہ دان نہیں۔ بے قدرت۔ جب ایک کافر شیطان نے خدا کے چھکے چھوڑا دیئے تو کروڑوں کافروں کے آگے اُس کی پیش کیا جانے گی ۶۸۶۔ کم علم کم ہمت۔ ۶۸۷۔ فریبی جھوٹا ۶۹۹۔ دوالیہ۔ ۷۰۰۔ بھان متی کا تماشا کرنے والا جس کو عقلمند دور سے سلام کریں گے۔ ۷۰۱۔

عورتوں کا شائق - ۲-۰۰۷ - طرف دار - ۳-۰۰ - بے انصاف - ۱۰۷ - مسلمانوں کا خدا بھی شیطان کا کام کرتا ہے - ۷-۰۰ - جہالت و تعصب سے پُر - ۱۲۷ - شیطان تو سب کا بہکانے والا ہے۔ مگر خدا شیطان کو بہکانے والا ہے - گویا شیطان کا بھی شیطان خدا ہے - خدا میں پاکیزگی نہیں - سب برائیوں کا مخزن و معاون - کم علم بے انصاف - کیا تمہارا خدا بہرہ جو پکارنے کو سنتا ہے - ۶-۰۷ - پھر خدا اور شیطان میں کیا فرق ہوا - ہاں اتنا فرق کہا جا سکتا ہے کہ خدا بڑا شیطان اور عزرائیل چھوٹا شیطان ہے .... پس اس اصول سے خدا ہی شیطان ثابت ہو گیا - ۱۳۷ - مکاروں کی طرح خوف دلانے والا - بے علم - ۲۳۷ - اس میں اور شیطان میں کوئی فرق نہیں ...... خدا کو کیوں دوزخ نہ ملنا چاہیئے - ۲۴۷ - جب شیطان کا گمراہ کرنے والا ہی خدا ہے تو وہ خود شیطان کا بڑا بھائی ہے - خدا معاون شیطان ہے - ۱۶۷ - اندھا دھند لڑنے والا - انصاف رحم اور نیک اوصاف سے مبرّا - ۲۷۷ - خدا ہی شیطان کا سردار - اور سارے گناہوں کا موجب - ۳۶۷ - اپنے منہ میاں مٹھو - قرآنی خدا نے اندھا جال کا تماشا دکھا کر جنگلی لوگوں کو اپنے بس میں کر لیا - ۴۶۷ - اگر اس قسم کے پیغمبروں (یعنے لوط جس نے بالفاظ ستیارتھ پرکاش بیٹیوں سے جماع کیا) کو خدا نجات دے گا تو وہ خدا بھی اپنے پیغمبر کی ہی مانند ہوگا - (یعنے لوط کی طرح جس نے بزعم پنڈت دیانند بیٹیوں سے زنا کیا) - ۴۸۷ - شیطان کا بہکانے والا شیطان کا شیطان - باغی شیطان کو کھلا چھوڑ دینے کے باعث ادھرم کرنے والا اور شیطان کا ساتھی - ۵۰۷ - خدا محمد صاحب کے لئے بیویاں لانے والا حجام تھا - ۵۶۷ - محمد صاحب کے گھر کا اندرونی اور بیرونی انتظام کرنے والا خدمتگار -

آنحضرت صلعم کی نسبت

- ۲-۰۷ - مطلب برآری کے لئے قرآن بنانے والا - نیت کا صاف نہیں - ۸-۰۷ - اپنی مطلب برآری اور دوسروں کا کام بگاڑنے میں کامل اُستاد - ۱۶۷ - کیا رسول اور خدا کے نام پر دنیا کو لوٹنا لوٹیروں کا کام نہیں - کیا خدا بھی ڈاکو ہے اور لوٹیرے (صحابہ آنحضرت صلعم) کا معاون - پیغمبر جہان میں فساد ڈلنے والا امن عامہ کا رخنہ انداز - ۱۹۷ - یہ خدا کے نام پر

مرد و زن کو مطلب کے لئے لالچ دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کوئی محمد صاحب کے جال میں نہ پھنستا........ حضرت محمد صاحب! آپ نے بھی تو گوکلئی گوسائیوں کی ہمسری کی جو اپنے مریدوں کا مال اڑا کر ان کو پاک کر دیتے ہیں۔ ۲۴۲۔ ان دونوں (اللہ تعالیٰ و آنحضرت صلعم) میں سے ایک خدا اور دوسرا شیطان ہو جاوے گا اور ایک کا شریک دوسرا ہو جاوے گا۔ واہ قرآنی خدا اور پیغمبر اپنی اپنی مطلب برآری کے لئے کیا کیا نہیں کیا............ جنگلی آدمی بھی اپنے بہو سے پرہیز کرتا ہے اور کیسا غضب ہے کہ نبی کی شہوت رانی میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ .... جب بیٹے کی بہو پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے پیغمبر نہ رک سکے تو اوروں سے کیونکر بچے ہوں گے۔ ۲۴۱۔ تعجب ہے کہ جو لوٹ مچاویں ڈاکہ ماریں وہ خدا پیغمبر اور ایماندار کہلاویں۔ ۲۴۳۔ جیسے غدر مچانے والے خدا اور نبی بے رحم ہیں ویسا دنیا میں اور کم ہی ہوگا۔ ۲۵۷۔ کیا جس کی بہت بیویاں ہوں وہ خدا پرست یا پیغمبر ہو سکتا ہے جو ایک کی قدر کر کے دوسری کی بے قدری کرے وہ ادھرمی ہے یا نہیں .... جو بہت سی بیویوں کے باوجود لونڈی سے ناجائز تعلق پیدا کرے۔ اس کے نزدیک حیا۔ عزت کا پاس اور دھرم کیونکر ٹک سکتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے زانی آدمیوں کو نہ حیا ہوتی ہے اور نہ خوف ان سے نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن کلام اللہ تو کجا کسی عالم نیکوکار کی بھی تصنیف نہیں۔

متفرق ۔ ۶۸۴۔ مسلمانوں کا بہشت گوکلئی گوسائیوں کے گیولوک اور مندر کی طرح ہے۔ ۶۹۴۔ مسلمان بت پرست ہیں اگر بت شکن ہیں تو انہوں نے بڑے بت یعنی مسجد کعبہ کو کیوں نہ توڑا...... محمد صاحب نے چھوٹے چھوٹے بتوں کو مسلمانوں کے گھر سے نکالا لیکن پہاڑ کی مانند مکے کا بڑا بت ان کے مذہب میں داخل کر دیا۔ ۶۹۷۔ ایسی تعلیم خدا یا اس کے رسول کی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ خود غرض اور جاہل کی ہو سکتی۔ ۷۱۱۔ بہشت کیا ہے رنڈی خانہ۔ ۷۲۳۔ جہاں اسلام نے فروغ پایا وہ وحشی اور مجہول آدمی تھے۔ اسلئے ان میں یہ خلاف علم و عقل مذہب پھیلا۔ ۷۲۴۔ مذہب اسلام لچر۔ غیر مدلل خلاف عقل۔ خلاف دھرم۔

قرآن شریف کی نسبت ۔ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم کلام مبہم ہے تو کیا چوری زناکاری جھوٹ اور گناہوں کا آغاز خدا کے نام پر کیا جاوے! ۶۸۸ ۔ یہ سب باتیں (یعنی قرآن کی باتیں) طفلانہ ہیں ...... سچی نہیں ۔ ۶۹۵ ۔ محمد نے یہ بات (آیت قرآن شریف) اپنے مطلب کے لئے گھڑی تھی ۔ ۷۰۰ ۔ ایسی تعلیم (تعلیم قرآن) کوئے میں پڑے ۔ قرآن جیسی کتاب محمد صاحب جیسے رسول قرآنی اللہ جیسے خدا اور اسلام جیسے مذہب سے دنیا کو سراسر نقصان ہے ان کا نہ ہونا ہی اچھا ہے ۔ اس قسم کے بیہودہ مذہب سے کنارہ کش ہو کر داناؤں کو وید کے احکام ماننا چاہیئے ۔ ۷۰۹ ۔ اس کا مصنف ایک نہیں بلکہ بہت سے آدمی ہیں ۔ ۷۱۴ ۔ قرآن میں کہیں اونچے کہیں دھیمے پکارنے کا حکم ہے ۔ ایک دوسرے کی متضاد باتیں ۔ سودائیوں کی بکواس کی مانند ہوتی ہیں ۔ ۷۱۵ ۔ یہ کلام اللہ نہیں ۔ کسی مکار کا کلام ہے ۔ ورنہ اس میں اس قسم کی واہیات باتیں کیوں ہیں ۔ ۷۲۰ ۔ اس کی آیتیں محسن کشی کی تعلیم دینے والیں اس کا مصنف علوم طبعی سے ناواقف ۔ ۷۲۹ ۔ اس میں لغو اور جاہلانہ باتیں ہیں اس کے پیرو بے علم ہیں ۔ ۷۳۱ ۔ ایسی فحش باتیں کلام اللہ میں تو کجا کسی شایستہ انسان کی تصنیف میں بھی نہیں ۔ ۷۳۲ ۔ قرآن کلام اللہ تو کجا کسی سمجھدار آدمی کی بھی تصنیف نہیں ۔ ۷۵۳ ۔ اسی تعلیم (تعلیم قرآن شریف) نے مسلمانوں کو غدر مچانے والا سب کو ایذا پہنچانے والا خود غرض بے رحم بنادیا ۔ ۷۵۷ ۔ قرآن کلام اللہ کلام اللہ تو کجا بلکہ کسی عالم نیکوکار کا بھی کلام نہیں ۔ ۷۶۱ ۔ خلاف وضع فطرت گناہ عظیم کی بنا یہ (قرآنی تعلیم) ہے ۔

نسخہ خبط احمدیہ مصنفہ لیکھرام پشاوری مطبوعہ ۱۸۸۸ء

(اس شخص کے اصلی دل آزار فقروں کو چھوڑ کر یہاں نہایت اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ اس نے ہمارے خدا ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اسلام اور ہماری کتاب کی نسبت کیسے کیسے دلخراش الفاظ استعمال کئے ہیں ۔)

اللہ تعالیٰ کی نسبت۔ محتاج۔ فہمی۔ کمینہ۔ حیلہ کرنے والا۔ دھوکہ باز۔ دھوکہ میں پھنسانے والا۔ سرگردان۔ ۶۸۔ مشو نازاں بایں مولائے مکار وعجیب خود۔ کہ از ابلیس بالاتر باجاد فریب خود۔ ۶۹۔ فرضی خدا قرآن وہمی عرش کے بالاخانہ پر خیالی کچہری کرنے والا۔ ۹۹۔ رذیلہ تمسخر کرنے والا۔ ۱۰۱۔ گھر کی عقل یادداشت اور گیان سے خالی مغلوب نسیان وسہو۔ بے علمی کا مقر۔ ۱۱۶۔ گرہیں اسد است وایں مخلوق۔ بہر یادداشت بایدش صندوق۔ تقریری حساب سے محض امی سب سے انتظام پہلے درجہ کا غافل۔ غفلت کی نیند سونے والا۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ شیاطین کا بھائی بند۔ ۱۳۱۔ اس کے اندر سے ریچھ سور مرغ تیتر نکلے ہیں۔ ۱۶۴۔ خدا شیطان اول شیطان خدا ہے۔ گمراہ کرنے والا۔ ۲۵۵۔

ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت۔ لوٹ مار کرنے میں سرآمد عرب حقیقی عزتوں سے منزلوں دُور۔ ۳۷۔ جس کا دل نفسانی خواہشوں سے بھرا ہوا۔ ہوا وہوس کا مغلوب۔ قسم توڑنے والا۔ نفسانی خواہشوں کو عمل میں لانے کیلئے اور اپنے عیب پر پردہ ڈالنے کے لئے خدا کے احکام بنانے والا۔ بیگانی عورتوں پر عاشق ہوجانے والا۔ جھوٹے الہام کا دعویدار۔ ۴۱۔ ۴۲۔ بد اخلاق۔ ضد و فریب سے تعلیمات کو خراب کرنے والا۔ قتل انگیز دینی حرارت والا۔ رنج آور۔ عصب کا کمزور۔ وسواسی۔ ۵۴۔ مکر کرنے والا۔ عیار۔ جوش تعصب ملک گیری اور شہوت نفسانی کے بڑھانے کے لئے جس نے دعویٰ کیا۔ عورتوں کا بڑا عاشق شہوت پرست۔ وِکٹ یعنے فاسد بدکار۔ ہیوپاکریسی والا۔ دغاباز۔ دھبازی کی سپسلاٹ کے ہنر میں لائق۔ فراڈ کرنے والا۔ دھوکادہ۔ ۴۶۔ ۴۷۔ بنی نوع انسان کا بدترین دشمن۔ ۴۸۔ رحمۃ للعالمین نہیں بلکہ زحمت للعالمین ہے۔ مسیلمہ کذاب اُس سے بہتر ہے۔ ۶۲۔ ۶۳۔ فریب باز۔ لوٹ کا مال لینے کیلئے زکوٰۃ کا جھوٹا بہانہ بنانیوالا۔ مکر و فریب کرنیوالا۔ معلم دغا بازی۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔

متفرق۔ موسیٰ نے شیطان سے توحید حاصل کی۔ ۳۱۸۔ مسلمانوں کا جد امجد آدم عقل سے چاہ جہالت میں گرنے والا۔ دانائی سے فارغخطی لینے والا ملعون ۲۷۹۔ اسلام خونریزی کو شوق

دلانے والا۔اس کی ابتدا و منتہا شہوت پرستی۔ ۶۴۔ معراج کا قصہ جھوٹا۔لغو مکر کی بات ۶۶۔ (جمعہ کو چونکہ ایرانی نجوم میں زہرہ کہتے ہیں اس لئے روز جمعہ کو ایک بدکار طوائف کہا ہے اور مسلمانوں کا تعظیم جمعہ کرنا گویا اُس بدکار طوائف کیلئے وحشیانہ جوش جنبانی ہے۔ ۱۷۵۔)

قرآن شریف و احادیث کی نسبت ۔ اس کی بنا فاسد ہے۔ ۲۹۔ قرآن علم و حکمت عام عقل کے برخلاف علمی نتائج میں بدی پیدا کرنیوالا۔ ۴۲۔ ناسزاوار تعظیم۔ اس کی تعلیمات نہایت معیوب اکثر غلط۔ اس کے پڑھتے ہی سخت مزاج اور نفسانی ہو جانا۔ ۴۳۔ قرآنی بہشت کی تعلیم عیّاشوں اور بدکرداروں کو خوش کرنا ہے۔ ۴۴۔ اسکی تعلیم زشت۔ ۴۵۔ اس کی تعلیم تاریک گمراہی پھیلانے والی۔ لوگوں کو کینہ ور اور بے رحم بنانے والی حرص کینہ شہوت کو جائز رکھنے والی۔ ۴۹۔ ۵۰۔ قرآن احقاق حق سے سراپا شرمناک ہے۔ ۷۱۔ قرآن کے خاتمہ بالخیر ہونے سے ملک ایشیا اس ہیضہ سے نجات پاتا۔ ۷۳۔ ۲۔ قرآنی جنت۔ نفسانی اور جسمانی بلکہ عشرتکدہ حیوانی عقل کے خلاف۔ دور از انصاف۔ بعید از قیاس روحانیت کی ستیاناس کرنے والی۔ شیطان کی ماوا ملجا۔ ۳۱۶۔

تکذیب براہین احمدیہ مصنفہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر مطبوعہ چشمہ نور امرتسر سنہ ۱۸۹۰

اللہ تعالےٰ کی نسبت ۔ صفحہ ۳۶۔ بے علم۔ نافہم۔ دھوکہ باز۔ فریبی۔ حیلہ پرداز۔ داؤ کھیلنے والا۔ بیوقوف۔ ۳۷۔ سکمبہ کرن کی نیند سے بیدار نہ ہونے والا۔ قرآنی خدا عالم غیب نہیں وہ محمد شاہ رنگیلے کی طرح یا واحد علی شاہ کی طرح زچہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ علم مباحثہ سے ناواقف زود رنج تعصب والا ہے۔ ۳۸۔ اُس سے شیطان زور آور ہے۔ ۳۹۔ وہ ایک ایسا شخص ہے جو مکر و فریب سے یا اتفاق وقت سے سلطنت کو پہنچ گیا مگر علم و عقل سے عاری۔ ناواقفوں سادہ لوحوں یا اپنے جیسے پر اسکی حکومت۔ بہادری کا اس میں نشان نہیں ....خدائی کرنے کا گیان نہیں..... دانا نہیں..... معاملات ملکی کا تجربہ کار نہیں۔ ۴۲۔ جن فرشتوں

نے خدا کا ڈولا اٹھایا ہوا ہے ...... وہ اگر کاندھے سرکادیں ..... تو بتلائیے ..... خدائے محمدیاں کسی غار میں گرا پاویں ..... اور اگر گر کر مرجائے تو پھر مولا کون کہلائے۔ ۴۷۔ وہ شیطان سے مقابلہ کرنے میں ترساں ہے۔ ۵۶۔ ۵۷۔ جلاد۔ ستمگار۔ ذابح الجاندار۔ ۲۲۲۔ ظالم۔ جبار۔ غافل۔ خود غرض۔ بدفعلی اور پلیدی کا رہنما۔ بدچلنی اور فعل شنیعہ کا خدا۔ ۲۳۳۔ رشوت لینے والا۔ آدمی کی شکل والا۔ بالاخانہ پر بیٹھنے والا۔ فریب کھیلنے والا۔ شیطان سی ڈرنیوالا۔ ۲۴۰۔ موسی والی آگ گویا اگنی دیوتا کی پرستش ہے۔ ۲۵۴۔ خدا بڑا ہی کاذب ہے یا جوا کھیلتا ہوگا جو جفت طاق کی قسم کھاتا ہے۔ ۲۵۶۔ اسکے قول و فعل قابل اعتماد نہیں۔

آنحضرت صلعم کی نسبت۔ حاشیہ صفحہ ۵۷۔ اہل مکہ سے صلح کے بعد کسی سبب سے جو طبیعت آزادہ ہوگئی تو جھٹ وہ آیت منسوخ کردی کہ وہ خدا کا کلام نہیں شیطان کا کلام ہے۔ شیطان نے میرے مُنہ میں ڈال دیا تھا۔ ۱۳۵۔ قتل کرانے والا۔ بت پرست۔ علمی کتابیں جلانے والا۔ بے نکاحی عورتوں سے جماع کرنے والا۔ اپنے الزام خدا کے ذمے لگانے والا۔ ۱۴۱۔ علی نامی پہلوان کو رازدار بنانے کے لئے اپنی بیٹی نکاح کردی۔ اور دو لڑکیاں عثمان کے حوالے کرکے دوسرا رازدار بنایا۔ ذوالنورین کا خطاب دے کر ڈبل دامادی کی زنجیر میں پھنسایا۔ اسی طرح عمر و ابوبکر سے یارانہ بنایا۔ کسی کو کسی طرح کسی کو کسی داؤ سے ملایا۔ غرضیکہ پانچ پنچ مل کیجئے کاج۔ ہارئیے جیتئے آئے نہ لاج۔ ۱۹۵۔ قتل عام اور ظلم و جور کرنے والا۔ ۲۴۴۔ شعبدہ باز۔ ۲۵۶۔ قاصر البیان ناواقف انجان۔ ۲۸۰۔ خدائی حدود کو توڑنے والا۔

قرآن شریف کی نسبت۔ ۳۵۔ آدم کا قصہ۔ الم نعلم ولا نسلم تمسخر آمیز داستان۔ ۵۸۔ ایک قمار باز یا چور بھی ایاک نستعین پڑھ کر مدد مانگ سکتا ہے۔ ۶۰۔ آخر آیات سورہ فاتحہ سخت نقصان رساں اور خدا پر بہتان باندھنے والیں۔ قرآن میں شیر شہد شراب .... پستانوں اور رخساروں کے سوا روحانی سرور کا نام ندارد۔

وعدہ وعید کا تملق و تعشق آمیز بیان - ۱۰۸- اس کی تعلیم خیالی لاابالی - زہریلی - خون کی پیاسی - ۱۰۹ - پر از کذب ولاف گم از صداقت -

متفرق - ۵۳ - موسیٰ آتش پرست - ۱۳۵ - سلیمان بت پرست زانی قاتل موسیٰ قتل عام اور زنا کرانے والا - باکرہ چھوکریوں سے زنا بالجبر کرانے کا مرتکب - جھوٹا - ۱۳۹ - نشان اسلام قتل عام - اسلام دین بالجبر ویران کنندہ عالم - ۱۳۶ - آدم خدا کا پالتو طوطی - ۱۴۰ - اسلامی بزرگ افترا پرداز - مسودہ بازمشورہ باز - ۲۶۴ - اسلام و دہریت توام -

کتاب ثبوت تناسخ مصنفہ لیکھرام مطبوعہ مفید عام لاہور ۱۸۹۵ء

۱۴۷ - قرآنی خدا لوگوں سے تمسخر کرتا ہے - جعفر زٹلی کی طرح یا ملا دو پیازہ کی طرح ورنہ وہ فی الحقیقت ظالم و مکار ہے - ۱۵۴ - (اسلامی) خدا یا خود غرض ہے یا پاگل یا ظالم - ۱۵۷ - قرآنی خدا رشوت خوار حاکم سے کم نہیں - ویدک خدا کے آگے خدائے محمدیان کی شامت ہے - ۱۶۹ - آپ (ایک مسلمان) جس خاک پر ہر روز بول و براز کرتے ہیں - وہ تمہارے بزرگوں کی خاک ہے .... گور میں ان کی خاک کو بچھو کیڑے کھاتے ہیں خلق عالم جوتے پہنے ان کے سر پر گذرتی ہے .... تمہارے بزرگوں نے کتوں کے قالبوں میں حلول کیا - ۱۷۱ - غریب بے بضاعت خدا عرش کے بالاخانہ پر ہنوز چشمانش نگرانست کہ ملکش پریشان است کی طرح اوسان باختہ بیٹھا رہے گا - چند دنوں سے غریب بے بضاعت خدا نقش موہوم و مخیل کی طرح مداری بن - اپنے پیٹ سے انتڑیاں نکال - تماشا دکھلا - خدا بن بیٹھا - گدھا بلا سود کتا خرس پاخانہ خدا کو خود بننا پڑا .... ایسے مداری تماشا گر چھلیا نقش موہوم بہروپیا بلکہ مخیل کا کیا اعتبار -

ہماری نسبت

میاں نذیر حسین دہلوی المعروف بہ شیخ الکل

وہ فتوے جو ہماری تکفیر میں رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۳ میں شایع ہوا اس کے راقم اور استفتا کے مجیب یہی شیخ الکل ہیں۔ راقم فتویٰ یعنے میاں صاحب اُس فتوے میں ذیل کے الفاظ میری نسبت استعمال کرتے ہیں۔

اہل سنت سے خارج ۔ اس کا عمل طریق ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضلال کا طریق ہے ۔ اس کے دعوے واشاعت اکاذیب اور اس ملحدانہ طریق سے اس کو تیس دجالوں میں سے جن کی خبر حدیث میں وارد ہے ایک دجّال کہہ سکتے ہیں۔ اس کے پیرو ہم مشرب ذریات دجال ۔ خدا پہ افترا باندھنے والا ۔ اسکی تادیلات الحاد و تحریف کذب وتدلیس سے کام لینے والا ۔ دجّال ۔ بے علم ۔ نافہم ۔ اہل بدعت وضلالت ۔	۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۵ ۱۵۲ ۱۶۷ ۱۸۰ ۱۸۳ ۱۸۵

جو کچھ ہم نے سوال سائل کے جواب میں کہا اور قادیانی کے حق میں فتوے دیا وہ صحیح ہے ...... اب مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے دجّال کذاب سے احتراز کریں ۔ اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں ۔ جو اہل اسلام میں باہم ہونے چاہئیں ۔ نہ اس کی صحبت اختیار کریں ۔ اور نہ اس کو ابتدائً سلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلاویں ۔ اور نہ اس کی دعوت قبول کریں ۔ اور نہ اُس کے پیچھے اقتدا کریں ۔ اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں .... الخ

شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السُنّہ

اشاعۃ السنّہ نمبر یکم لغایت ششم جلد شانز دہم ۱۸۹۳ء

اسلام کا چھپا دشمن ۔ مسیلمہ ثانی دجّال زمانی ۔ نجومی ۔ رملی ۔ جوتشی ۔ اٹکل باز ۔ جفری ۔ بھنگر ۔ بھکڑ ۔ اڑڑ پوپو ۔ اُس کا موت کو نشان ٹھہرانا حماقت و سفاہت شیطان ہے ۔ مکار ۔ جھوٹا ۔ فریبی ۔ ملعون ۔ شوخ گستاخ ۔ مثیل الدجال ۔ اعور دجّال ۔ غدّار ۔ پرفتنہ و مکار ۔ کاذب ۔ کذاب ۔ ذلیل و خوار مردود ۔ بے ایمان ۔ روسیاہ مثیل مسیلم و اسود ۔ رہبر ملاحدہ ۔ عبدالدراہم والد نانیر ۔ تمغات لعنت کا مستحق ۔ مورد ہزار لعنت خدا و فرشتگان و مسلمانان ۔ کذاب ۔ ظلام ۔ افاک ۔ مفتری علی اللہ ۔ جس کا الہام احتلام ہے ۔ پکا کاذب ۔ ملعون ۔ کافر ۔ فریبی ۔ حیلہ ساز ۔ اکذب ۔ بے ایمان ۔ بے حیا ۔ دھوکہ باز ۔ حیلہ باز ۔ بھنگیوں اور بازاری شہدوں کا (سر) گروہ ۔ دہریہ ۔ جہان کے احمقوں سے زیادہ احمق ۔ جس کا خدا معلم الملکوت (شیطان) محرف ۔ یہودی ۔ عیسائیوں کا بھائی ۔ خسارت مآب ۔ ڈاکو ۔ خونریز ۔ بے شرم ۔ بے ایمان ۔ مکار ۔ طرار ۔ جس کا مرشد شیطان علیہ اللعنۃ ۔ بازاری شہدوں چوہڑوں بہائم اور وحشیوں کی سیرت اختیار کرنے والا ۔ مکر چال ۔ فریب کی چال والا ۔ جس کی جماعت بدمعاش ۔ بدکردار ۔ جھوٹ بولنے والی ۔ زانی ۔ شرابی ۔ مال مردم خور ۔ دغاباز ۔ مسلمانوں کو دام میں لا کر ان کا مال لوٹ کر کھانے والا ۔ ایسے سوال و جواب میں یہ کہنا ....

حرام نادگی کی نشانی ہے ۔

اس کے پیرو خران بے تمیز ۔

۲ ، ۳ ، ۴ ، ۱۱ ، ۱۴ - ۱۷ ، ۱۸ - ۲۲ ، ۲۷ - ۳۳ ، ۳۹ - ۴۲ ، ۴۳ - ۴۴ ، ۴۷ - ۴۹ ، ۵۴ - ۹۳ ، ۱۱۶ - ۱۱۷ ، ۱۱۸ - ۱۲۹ ، ۱۳۳ - ۱۳۴ ، ۱۴۲ - ۱۵۰ ، ۱۷۳

* یہ الفاظ یہاں صرف ایک ہی رسالہ میں سے نمونہ کے طور پر نکالے گئے ہیں ۔ اور اس رسالہ میں سے بھی اور بہت سے ملتے جلتے الفاظ چھوڑے گئے ۔

غزنوی گروہ

مولوی عبدالجبار صاحب نے فتوے مذکورہ بالا پر بصفحہ ۲۰۰ دستخط کرتے ہوئے ذیل کے الفاظ لکھے ہیں۔

"ان امور کا مدعی رسول خدا کا مخالف ہے ....ان لوگوں میں سے جن کے حق میں رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال کذاب پیدا ہوں گے ....اُن سے اپنے آپ کو بچاؤ تم کو گمراہ نہ کردیں۔ اور بہکا نہ دیں۔ اس (قادیانی) کے چوزے (اتباع) ہنود اور نصاریٰ کے مخنث ہیں"

احمد ابن عبداللہ غزنوی۔ بصفحہ ۲۰۱

"قادیانی کے حق میں میرا وہ قول ہے جو ابن تیمیہ کا قول ہے جیسے تمام لوگوں سے بہتر انبیاء علیہم السلام ہیں ویسے ہی تمام لوگوں سے بدتر وہ لوگ ہیں جو نبی نہ ہوں اور نبیوں سے مشابہ بن کر نبی ہونے کا دعوےٰ کرے .... یہ بدترین خلائق ہے۔ تمام لوگوں سے ذلیل تر۔ آگ میں جھونکا جائے گا"

عبدالصمد ابن عبداللہ غزنوی۔ بصفحہ ۲۰۲

"غلام احمد قادیانی کجرو بلید فاسد ہے۔ اور رائے کھوٹی۔ گمراہ ہے۔ لوگوں کو گمراہ کرنے والا۔ چھپا مرتد۔ بلکہ وہ اپنے اس شیطان سے زیادہ گمراہ جو اُس کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ یہ شخص ایسے اعتقاد پر مرجائے تو اُس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ اور نہ یہ اسلامی قبرستان میں دفن ہو۔

عبدالحق غزنوی
اشتہار ضرب النعال علیٰ وجہ الدجال
۱۷ر شعبان ۱۳۱۴ھ

دجال ۔ ملحد ۔ کاذب ۔ روسیاہ ۔ بدکار ۔ شیطان ۔ لعنتی بے ایمان ۔ ذلیل ۔ خوار خستہ خراب ۔ کافر ۔ شقی سرمدی ہے ۔ لعنت کا طوق اُس کے گلے کا ہار ہے ۔ لعن طعن کا جوت اُس کے سر پر پڑا ۔ بے جا تاویل کرنیوالا ...... مارے شرمندگی کے زہر کھاکر مرجاویگا۔ ..... بکواس کرتا ہے ...... رسوا ذلیل شرمندہ ہوا ۔ اللہ کی لعنت ہو ..... جھوٹے اشتہارات شایع کرنے والا ۔ اُس کی سب باتیں بکواس ہیں ۔

نام کتاب ونام مصنف	تاریخ طبع	صفحہ	الفاظ یا عبارت
تائید آسمانی مصنفہ منشی محمد جعفر تھانیسری	۲۳ر جولائی ۱۸۹۲ء	۲	مرزا صاحب دھوکہ باز اور گمراہ کرنیوالا ہے ۔
		۱۳	مرزا صاحب تارک جمعہ وجماعت ۔ وعدہ خلاف
″	″		سیرت محمدی سے کوسوں دور
″	″	۲۳	مرزا صاحب عیار ۔ جھوٹا دعوے دار ۔
″	″	۲۴	مرزا صاحب چالاک اور بٹہ باز ۔
″	″	۲۸	مرزا صاحب فضول خرچ ۔ مسرف ۔ حیلہ ساز ۔

اشتہار مولوی محمد و مولوی عبداللہ و مولوی عبدالعزیز لدھیانویان مطبوعہ ۲۹ر رمضان ۱۳۰۸ھ میں یہ لکھا ہے ۔ "خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیمہ وجدیدہ کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہے اور اہلِ اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے .... اِسی طرح جو لوگ اسپر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں اور انکے نکاح باقی نہیں رہے ۔ جو چاہے انکی عورتوں سے نکاح کرلے ۔"

؍؍	۴۴	مرزا صاحب روباہ باز۔ عیّار۔
نظم حقانی مسمّی بہ سرائر کادیانی مشتہرہ سعد اللہ نومسلم لدھیانوی ۲۳؍شعبان ۱۳۱۳ سنہ ء	صفحہ ۱ سے ۸ تک	قادیانی رافضی۔ بے پیر۔ دجّال۔ یزید۔ اُس کے مرید یزیدی خانہ خراب۔ فتنہ گر۔ ظالم۔ تباہ کار۔ روسیاہ۔ بے شرم۔ احمق۔ کاذب۔ خارجی۔ بھانڈ۔ یاوہ گو۔ غبی۔ بدمعاش۔ لالچی۔ جھوٹا کافر۔ مفتری۔ ملحد۔ دجّالی حمار۔ اخنس۔ بکواسی۔ بدتہذیب اور دون ہے۔ مشرکانہ خیال کا آدمی۔ اُس کا گانو منحوس ہے۔ اُس کی دجالیاں اور مکاریاں اور رحالیاں اظہر من الشمس ہیں۔ اُسکی کتابیں ایمان اور دین کا ازالہ کرنے والی ہیں۔
بُت شکن مشتہرہ محمد رضا الشیرازی الغروی شیعی۔ مطبوعہ قمر الہند		مرزا کاذب ہے۔ مفتری۔ یاوہ گو۔ تباہ کار۔ مکار۔ بغی۔ غوی۔ غبی۔ گمراہ۔ نادان۔ فضول۔ ڈھکوسلی۔ بیہودہ سرائے کاذب۔ جھوٹا۔ دروغ گو۔ بے شرم۔ ننگ خلائق۔ کاذب۔ بانی ملت مبتدعہ۔ تلبیس کرنے والا۔ داعی ملت بدعیہ۔ سرکش طبع راندہ درگاہ ازلی۔ گم کردہ صراط مستقیم۔ سوءِ فہم۔ یاوہ پیمائی کرنے والا۔ ژاژخایاں۔ چاہ ضلالت میں ڈوبا ہوا اور گمراہی کے تندور میں پھنسا ہوا ہے۔ عجب و تکبر میں گرفتار۔ مزخرفات موہومہ باطلہ کا کہنے والا۔ اس کی جماعت ضلالت و گمراہی میں ہے۔ اُس کی مراسلت سراسر فضول و لچر ہے۔ اس کے دلائل سب و شتم و فحش سے بھرے ہوئے ہیں۔ مرزا مقہور شکستہ بال ہے۔ اُس کی باتیں ہفوات اور ہزلیات ہیں۔ وہ گمراہ غوی ہے۔ اُس کی تحریرات میں خرافات ہیں۔ اُس کے دہن کے ترشحات گندیدہ ہیں۔ اُس کا مدعا

؁	؁	زور و طغیان ہے۔ شتم و فحش و بہتان لانے والا۔ افترا و کذب کے دلائل پیش کرنے والا۔ شناعت و فضیحت کے سوا اُس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ یہ کاذب دارالبوار میں جائے گا۔ ظلمت۔ کفر۔ طغیان ان کی وجہ سے دنیا میں ہے۔

راجندر سنگھ

ایڈیٹر و مالک اخبار خالصہ بہادر

کتاب خبط قادیانی کا علاج گورو گوبند پریس لاہور ۱۸۹۷ء

صفحہ ۲	واہ رے مرزا کے اسلامی خدا۔ خدا کیا ہے خدا کا خدا قرمساق کا قرمساق.
۱۲	گورونانک صاحب الٰہی دین کے خادم تو تھے لیکن مسلمانوں والے الٰہی دین کے ہرگز نہیں تھے جن کے دین کا خدا مرزا صاحب جیسوں کو امام کا خطاب دیتا ہے اور شرمناک الہام بھیجتا ہے۔
۲۸	محمد صاحب نے پھر بھی مکر و فریب کے طریق کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔
۷۷	اسلام خدا کے پانے کا مذہب نہیں ہے بلکہ شہوۃ پرستی کے لئے ایک خاصہ چکلہ ہے۔
۷۸	(مثنوی جسمیں ہمارے سید و مولیٰ صلعم کو سخت بدتہذیبی سے یاد کیا ہے۔)
۷۹	حقیقت میں زنا و فعل بیجا تمہارے ہی بزرگوں کا شیوہ الخ
۸۶	بلکہ شہوۃ پرستی تو آپکے نبوت احمدی سے ہی آپکے خمیر میں چلی آئی ہے۔

۹۱	محمد صاحب نے زن پرستی - قبر پرستی - مردہ پرستی - لونڈی پرستی - اور ظلم پرستی کی تخم ریزی کر کے اکثر ملکوں میں تمام جہان کی برائیوں اور بدفعلیوں کا ایک پڑاوہ بھڑکا دیا تھا -
۹۲	کل اہل اسلام کے بزرگوں وغیرہم کو زبان پر توحید اور عمل میں زن پرست وزانی کہا ہے -
۹۴	محمد صاحب نے اپنی لونڈی کے ساتھ زنا کیا پھر معافی مانگی - شہوت پرست تھے -
۹۶	عبادۃ الٰہی کو چھوڑ کر عورتوں کا حکم بجالاتے تھے -
۱۰۳	محمد صاحب زن مُرید تھے - قرآن میں شیطانی راہ کی باتیں بھی ہیں -

یہ نمونہ ہے اُس درشت اور قابل تاسف زبان کا جو ہماری ست بچن جیسی کتاب کے مقابل پر ہمارے ہادی و مقتدا سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں استعمال کی گئی ہے -

یہ وہ سخت الفاظ اور توہین اور تحقیر کے کلمات ہیں جو پادری صاحبان اور آریہ صاحبان نے اپنی کتابوں میں ہمارے سید و مولیٰ جناب سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کئے ہیں - اور ان کتابوں میں سے اکثر کتابیں کئی دفعہ چھپ کر پنجاب اور ہندوستان میں شائع کی گئی ہیں - اور ہمیشہ مشن سکولوں کے طالب العلموں کو پڑھنے کے لئے دی جاتی ہیں - اور کوچوں اور بازاروں میں سنائی جاتی ہیں - اور عیسائی عورتیں جو وعظ پر مقرر ہیں مسلمانوں کے گھروں میں لے جاتی ہیں - ہم بیان نہیں کر سکتے کہ ہم نے ان تمام الفاظ کو کس کراہت اور دردِ دل اور لرزاں بدن سے لکھا ہے - اگر عدالت کی کارروائی ہم کو ان کے لکھنے کے لئے مجبور نہ کرتی اور ڈاکٹر کلارک صاحب ہم پر یہ الزام دروغ نہ لگاتے کہ گویا ہم عیسائیوں کے مقابل پر سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں تو یہ زہر آمیز کلمات جو سلطان الصادقین اور خیر المرسلین کی شان میں لکھے گئے ہیں اور ہمیشہ عیسائی اخباروں میں لکھے جاتے ہیں ہم ہرگز اس کتاب میں نہ لکھتے -

ہمیں افسوس ہے کہ اِن ناپاک اور دل آزار کلمات کو محض اس وجہ سے ہمیں حکام پر ظاہر کرنا پڑا کہ ڈاکٹر کلارک نے بعض معمولی اور نرم الفاظ ہمارے عدالت میں پیش کر کے یہ شکایت کی کہ "ایسے سخت الفاظ سے ہم پر حملہ کیا جاتا ہے"۔ اور چونکہ صاحب مجسٹریٹ ضلع کو معلوم نہیں تھا کہ حضرات پادری صاحبان نے سخت الفاظ کے استعمال میں کہاں تک نوبت پہنچائی ہوئی ہے۔ اور بباعث نہ لئے جانے ہمارے جواب کے پادری صاحبوں کے سخت الفاظ پر انہیں کچھ بھی اطلاع نہ تھی۔ اس لئے اُن کو یہ دھوکہ لگا کہ گویا ہم نے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور انہوں نے خیال کیا کہ گویا ہماری طرف سے سخت الفاظ استعمال میں آتے ہیں۔ اور اسی دھوکہ کی بنا پر اُن کو نوٹس بھی لکھنا پڑا۔ اور اگر ہمارے جواب تک نوبت پہنچتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ صاحب بہادر پادری صاحبوں کے الفاظ کے مقابل پر ہمارے الفاظ کو سخت قرار دیتے۔ کیونکہ سختی نرمی ایک ایسی شئے ہے کہ اس کی حقیقت مقابل سے ہی معلوم ہوتی ہے۔ خاص کر مذہبی بحثوں کی کتابوں میں تو کسی شخص کی سختی یا نرمی کی نسبت رائے قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے مقابل کی کتاب نہ دیکھی جائے۔ اگر صرف مخالف خیالات کو ردّ کرنے کا نام سختی ہو تو میں خیال نہیں کر سکتا کہ دنیا میں کوئی مذہبی مباحثات کی کتاب ایسی پائی جائے جو اس قسم کی سختی سے خالی ہو۔ بلکہ توہین اور سختی تو یہ ہے کہ کسی قوم کے مقتدا کو نہایت درجہ کی بے عزتی کے ساتھ یاد کرنا۔ اور ناپاک افعال اور رذیل اخلاق کی تہمتیں اُس پر لگانا۔ سو یہ طریق حضرات پادری صاحبان اور آریہ صاحبوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور بے اصل تہمتیں سراسر افترا کے طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے ہیں جو کسی مستند اور مسلم الثبوت اسلامی کتاب پر مبنی نہیں ہیں۔ اس سے جس قدر مسلمانوں کا دل دکھتا ہے اُس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟!

اور ہم لوگ پادری صاحبوں کے مقابل پر کیا سختی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح اُنکا فرض

ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بزرگی اور عزت مانیں ایسا ہی ہمارا بھی فرض ہے۔ ہم لوگ صرف خدائی کا منصب خدا تعالےٰ کے لئے خاص رکھ کر باقی امور میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ایک صادق اور راستباز اور ہر ایک ایسی عزت کا مستحق سمجھتے ہیں جو سچّے نبی کو دینی چاہیئے۔ مگر پادری صاحبان ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کب ایسا نیک ظن رکھتے ہیں۔ نہایت سے نہایت نرم کلمہ اُن کا یہ ہوگا کہ وہ شخص نعوذ باللہ مفتری اور کذاب تھا۔ سو کوئی مسلمان اس کلمہ کو بھی بغیر درد اور دُکھ اٹھانے کے سن نہیں سکتا۔ خدا ترسی کا تقاضا یہ تھا کہ یہ لوگ مفتری اور کذّاب کہنے سے بھی پرہیز کرتے۔ کیونکہ جن دلائل کے رُو سے وہ ایک انسان کو خدا بنا رہے ہیں وہ نشان اور دلائل صدہا درجہ زیادہ اس کامل انسان میں پائے جاتے ہیں۔ اس مقدس نبی کے وعظ اور تعلیم نے ہزاروں مُردوں میں **توحید** کی روح پھونک دی اور دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک ہزاروں انسانوں کو موحد نہ بنا لیا۔ وہ خدا ماننے کے لئے پیش کیا جس کو **قانون قدرت** پیش کر رہا ہے۔ زُہد اور تقوےٰ اور عبادت اور محبت الٰہی کی نصیحت کی اور ہزار ہا آسمانی نشان دکھلائے جو اب تک ظہور میں آرہے ہیں٭

٭ **حاشیہ** ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان اور معجزات دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو آنجناب کے ہاتھ سے یا آپ کے قول یا آپ کے فعل یا آپ کی دُعا سے ظہور میں آئے اور ایسے معجزات شمار کے رو سے قریب تین ہزار ۳۰۰۰ کے ہیں۔ اور دوسرے وہ معجزات ہیں جو آنجناب کی اُمّت کے ذریعہ سے ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور ایسے نشانوں کی لاکھوں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ اور ایسی کوئی صدی بھی نہیں گذری جس میں ایسے نشان ظہور میں نہ آئے ہوں۔ چنانچہ اس زمانہ میں **اس عاجز** کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ یہ نشان دکھلا رہا ہے۔ ان تمام نشانوں سے جن کا سلسلہ کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوتا۔

مگر افسوس کہ پادری صاحبوں نے تعصب کے جوش میں آنجناب کی عزت اور مرتبہ کا کچھ بھی لحاظ نہیں کیا اور نہایت درجہ کے قابل شرم افتراؤں سے کام لیا ہے۔

مجھے اس جگہ بعض نادان مسلمانوں کی نکتہ چینی کا بھی اندیشہ ہے۔ شاید وہ یہ اعتراض کریں کہ "کیا ضرور تھا کہ یہ ناپاک کلمات اس کتاب میں لکھے جاتے جن میں اس قدر شرارت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہے"؟ سو اس کا جواب میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ اُس نوٹس کی وجہ سے جو مثل مقدمہ میں شامل ہے ہمارے پر فرض ہو گیا تھا کہ ہم اپنی گورنمنٹ عالیہ پر اصل حقیقت ظاہر کریں کہ سختی ہماری طرف سے ہے یا پادریوں کی طرف سے۔ اور اگر ہم اس دھوکہ دہی کا تدارک نہ کرتے تو حکام کو کیونکر معلوم ہوتا کہ پادری صاحبوں کا یہ سراسر جھوٹ ہے کہ ہماری طرف سے زیادتی اور سختی ہے۔ اور پادری صاحبوں نے نہ محض میرے لئے بلکہ تمام

حاشیہ

ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا نبی اور سب سے زیادہ پیارا جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیونکہ دوسرے نبیوں کی اُمتیں ایک تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں۔ اور صرف گذشتہ قصّے اور کہانیاں اُن کے پاس ہیں۔ مگر یہ اُمت ہمیشہ خدا تعالےٰ سے تازہ بتازہ نشان پاتی ہے۔ لہٰذا اس اُمت میں اکثر عارف ایسے پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تعالےٰ پر اس درجہ کا یقین رکھتے ہیں کہ گویا اُسکو دیکھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کو خدا تعالےٰ کی نسبت یہ یقین نصیب نہیں۔ لہٰذا ہماری روح سے یہ گواہی نکلتی ہے کہ سچا اور صحیح مذہب صرف **اسلام** ہے۔ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کچھ نہیں دیکھا۔ اگر قرآن شریف گواہی نہ دیتا تو ہمارے لئے اور ہر ایک محقق کے لئے ممکن نہ تھا کہ ان کو سچا نبی سمجھتا۔ کیونکہ جب کسی مذہب میں صرف قصّے اور کہانیاں رہ جاتی ہیں تو اس مذہب کے بانی یا مقتدا کی سچائی صرف اُن قصّوں پر نظر کرکے تحقیقی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ وجہ یہ کہ صدہا برس کے گذشتہ قصّے کذب کا

مسلمانوں کے لئے یہ ایک بند اور روک بنائی تھی تا آئندہ کوئی شخص ان کا مقابلہ نہ کرے۔ اور اس بات سے ڈرجایا کریں کہ اُن کے الفاظ سخت الفاظ متصور ہو کر قانون کے نیچے لائے جائیں گے۔ گویا اس طور سے پادری صاحبوں کی مراد پوری ہوگی کہ وہ جس طور سے چاہیں گالیاں دیں۔ مگر دوسرا شخص نرمی کے ساتھ بھی ان کے مقابل پر سر نہ اٹھا دے۔ پس نہایت ضروری تھا کہ اپنی گورنمنٹ عالیہ کو حقیقت حال سے اطلاع دی جائے۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ہماری یہ گورنمنٹ مذہبی امور میں ہرگز پادریوں کی رعایت نہیں کرے گی اور اس بات پر اطلاع پاکر کہ مباحثات میں ہمیشہ زیادتی پادریوں کی طرف سے ہوتی رہی ہے۔ ایسے نوٹس کو جو دھوکہ کھانے کی وجہ سے لکھا گیا ہے محض فضول اور منسوخ کی طرح سمجھے گی۔

اب ہم کچہری کی کارروائی کو سلسلہ وار بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے:۔

بقیہ حاشیہ

بھی احتمال رکھتے ہیں۔ بلکہ زیادہ تر احتمال یہی ہوتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں جھوٹ زیادہ ہے۔ پھر کیونکر دلی یقین سے اُن قصوں کو واقعات صحیحہ مان لیا جائے۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات صرف قصوں کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے خود اُن نشانوں کو پا لیتے ہیں۔ لہذا معائنہ اور مشاہدہ کی برکت سے ہم حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ سو اس کامل اور مقدس نبی کی کس قدر شان بزرگ ہے جس کی نبوت ہمیشہ طالبوں کو تازہ ثبوت دکھلاتی رہتی ہے۔ اور ہم متواتر نشانوں کی برکت سے اس کمال سے مراتب عالیہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ کہ گویا خدا تعالیٰ کو ہم آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ پس مذہب اسے کہتے ہیں اور سچا نبی اس کا نام ہے جس کی سچائی کی ہمیشہ تازہ بہار نظر آئے۔ محض قصوں پر جن میں ہزاروں طرح کی کمی بیشی کا امکان ہے بھروسہ کر لینا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ دنیا میں صدہا لوگ خدا بنائے

ترجمہ چٹھہ انگریزی

بعدالت اے ای مارٹینو صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع امرتسر

مستغیث	جُرم	مستغاث علیہ
قیصرۂ ہند	زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری	میرزا غلام احمدؐ صاحب ساکن موضع قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

بیان عبدالحمید

میں سلطان محمود کا بیٹا ہوں جو جہلم میں رہتا تھا۔ مجھے امرتسر آئے اُنیس بیس دن گذرے ہیں۔ میرزا غلام احمدؐ صاحب قادیاں ضلع گورداسپور نے مجھے اپنے گھر بلایا۔ اور مُجھ سے گفتگو کی۔ اُس نے مجھے کہا کہ امرتسر میں ڈاکٹر کلارک کے پاس جاکر اُسکو کسی نہ کسی طرح قتل کردں۔ وہ مجھے پہلے سے جانتا تھا۔ لیکن اُس نے مجھے اِس امر کے متعلق اُس خاص دن کہا۔ میں

بقیہ حاشیہ

گئے۔ اور صدہا پرانے افسانوں کے ذریعہ سے کراماتی کرکے مانے جاتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ سچّا کراماتی وُہی ہے جسکی کرامات کا دریا کبھی خشک نہ ہو۔ سو وہ شخص ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں اس کامل اور مقدس کے نشان دکھلانے کیلئے کسی نہ کسی کو بھیجا ہے اور اس زمانہ میں مسیح موعود کے نام سے مُجھے بھیجا ہے۔ دیکھو! آسمان نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور طرح طرح کے خوارق ظہور میں آ رہے ہیں اور ہر ایک حق کا طالب ہمارے پاس رہکر نشانوں کو دیکھ سکتا ہے گو وہ عیسائی ہو یا یہودی یا آریہ۔ یہ سب برکات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔

محمدؐ است امام و چراغِ ہر دو جہاں ‏ محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خُدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخدا ‏ خُدا نُماست وُجودش برائے عالمیاں

اور مَیں کئی مرتبہ ظاہر کر چکا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ نے چودھویں صدی کے سر پر

راضی ہوگیا کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ جیسے اُس نے کہا تھا۔ میں نے یہ امر اس لئے کیا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور ڈاکٹر کلارک عیسائی تھے۔ میرزا صاحب نے مجھے کہا تھا کہ مسلمان کو عیسائی کا قتل کرنا جائز ہے۔ اس ارادہ کے ساتھ پھر امرتسر گیا۔ میں نے ڈاکٹر کلارک کے پاس جاکر کہا کہ میں پہلے ہندو تھا۔ پھر مسلمان ہوا۔ اور اب عیسائی ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے اُس سے یہ بھی کہا کہ مَیں مرزا صاحب کی طرف سے آیا ہوں۔ مجھے ڈاکٹر کلارک نے ہسپتال میں بھیج دیا۔

﴿حاشیہ﴾

لوگوں کی اصلاح کے لئے مسیح موعود کے نام پر مجھے بھیجا ہے۔ اور مجھے آسمانی نشان دیئے ہیں۔ اور مَیں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس کتاب میں بھی کچھ اپنی سوانح لکھدوں۔ شاید کوئی طالب حق ان میں غور کرکے کچھ فائدہ اٹھالے۔ اور اتفاق حسنہ سے ان دنوں میں ایک صاحب حاجی محمد اسمعیل خاں نام رئیس دتاولی نے مجھ سے بذریعہ خط درخواست کی کہ تا میں ان کی ایک نو تالیف کتاب میں درج ہونے کیلئے مختصر طور پر اپنی سوانح لکھدوں اور اُس میں اپنا دعوےٰ اور دلائل بھی بیان کروں۔ سو میں مناسب دیکھتا ہوں کہ وہ خط اسجگہ بھی فائدہ عام کیلئے ذیل میں درج کردوں۔ سو وہ معہ تمہیدی عبارت کے یہ ہے:۔

ہمارے مختصر سوانح اور مقاصد

مجھے اس وقت ایک خط معہ ایک چھپی ہوئی درخواست کے حاجی محمد اسمعیل خاں صاحب رئیس دتاولی کی طرف سے ملا جس میں انہوں نے ظاہر کیا ہے کہ وہ ایک ایسی کتاب لکھنا چاہتے ہیں جس میں ہندوستان اور پنجاب کے ہر ایک قسم کے مشہور آدمیوں کا تذکرہ ہو۔ اسی بنا پر انہوں نے مجھ سے بھی میرے سوانح طلب کئے ہیں اور میں نے بھی مناسب سمجھا کہ فائدہ عام کے لئے ان کی اس درخواست کے مطابق کچھ لکھوں اور ان کی کتاب میں شایع ہونے کے لئے کچھ حالات اپنے خاندان کے متعلق اور کچھ اپنی

جہاں عیسائی رہتے اور تعلیم پاتے ہیں۔ میں امرتسر میں چار پانچ دن رہا۔ اور پھر ڈاکٹر کلارک نے مجھے ایک اور ہسپتال میں بھیج دیا جو بیاس میں ہے۔ مجھے کل ڈاکٹر کلارک نے پوچھا کہ میں امرتسر کیوں آیا تھا۔ اور پھر میں نے اصل حقیقت کہہ دی۔ اور کہہ دیا کہ مجھے میرزا صاحب نے ڈاکٹر کلارک کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ اور میں نے اب اپنا ارادہ بدل لیا ہے اور میں اس کے لئے پچھتاتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ میں نے یہ بیان اپنی ہی مرضی اور آزادی سے لکھایا ہے۔ میں دو۲ تین۳ مہینے تک قادیان میں مرزا صاحب کا مرید رہا ہوں۔ پیش ازیں کہ اس نے امرتسر جانے کے لئے کہا۔ قادیان جانے سے پہلے میں گجرات میں رہا ہوں۔ جہاں مجھے ایک پادری تعلیم دیتا تھا وہ مجھے راولپنڈی بھیجنا چاہتا تھا۔ مگر مسلمانوں نے مجھ پر قبضہ پاکر مرزا صاحب کے پاس بھیج دیا۔ میرا باپ زمیندار اور مولوی تھا۔ وہ میرزا صاحب کا مرید نہیں تھا۔ اس کے مرنے پر میرے چچا برہان الدین نے میری پرورش کی۔ وہ جہلم میں رہتا تھا اور میرزا صاحب

تمہید

ذاتی سرگذشت اور کسی قدر اپنے دعویٰ مسیحیت اور دلائل دعویٰ کی نسبت تحریر کر دوں۔ لیکن جس اختصار کی پابندی سے انہوں نے اس کام کا ارادہ فرمایا ہے وہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس لئے میں بقدر کفایت کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس مضمون کو لکھنا چاہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ خانصاحب موصوف میری چند روزہ محنت اور تکلیف کشی کا لحاظ فرما کر بنظر قدرشناسی اس کے تمام و کمال درج کرنے سے دریغ نہیں فرمائیں گے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ جب تک کسی شخص کے سوانح کا پورا نقشہ کھینچ کر نہ دکھلایا جائے تب تک چند سطریں جو اجمالی طور پر ہوں کچھ بھی فائدہ پبلک کو نہیں پہنچا سکتیں اور اُن کے لکھنے سے کوئی نتیجہ معتدبہ پیدا نہیں ہوتا۔ سوانح نویسی سے اصل مطلب تو یہ ہے کہ تا اُس زمانے کے لوگ یا آنے والی نسلیں اُن لوگوں کے

کا مرید تھا۔ میرا ایک اور چچا لقمان تھا۔ اس نے میری والدہ سے میرے باپ کے مرنے کے بعد شادی کی۔ کوئی آدمی موجود نہ تھا جب مرزا صاحب نے مجھے امرتسر جانے کی تعلیم دی۔ مجھے وہ اپنے مکان کے ایک الگ کمرے میں لے گیا۔ اور مجھ سے یہ کہا۔ میں صرف قرآن پڑھتا تھا جب میں میرزا صاحب کے پاس تھا۔ مولوی نورالدین مجھے پڑھاتا تھا۔ میرزا صاحب مجھے اُس خلص دن سے پہلے جب اُس نے مجھے اس کام کے لئے کہا۔ بہت محبت کرتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے اُس نے مجھے کبھی ڈاکٹر کلارک کے قتل کرنے کا ذکر نہیں کیا۔ اور نہ ہی حکیم نورالدین نے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ کوئی اور آدمی قادیان سے میرے بعد آیا۔ مرزا صاحب نے مجھے کہا کہ میں ڈاکٹر کلارک کو کسی موقعہ پر جب میں اُسے اکیلا پاؤں پتھر سے مار ڈالوں۔ میرا چچا برہان الدین پُرجوش مسلمان تھا۔ مرزا صاحب نے مجھے کہا تھا کہ ڈاکٹر کلارک کو قتل کرنے کے بعد قادیان میں چلے آنا۔ جہاں بالکل محفوظ رہو گے۔ میں ذات کا گکھڑ ہوں۔ میں سولہ یا سترہ برس کا ہوں۔

پڑھا یا گیا اور صحیح تسلیم کیا گیا۔
یکم اگست ۱۸۹۷ء

کاپی صحیح مہر
دستخط ہیڈ کلرک
دستخط

دستخط اے ای مارٹینو
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

نوٹ:

واقعاتِ زندگی پر غور کر کے کچھ نمونہ اُن کے اخلاق یا ہمت یا زہد و تقویٰ یا علم و معرفت یا تائید دین یا ہمدردی نوع انسان یا کسی اور قسم کی قابل تعریف ترقی کا اپنے لئے حاصل کریں اور کم سے کم یہ کہ قوم کے اولوالعزم لوگوں کے حالات معلوم کر کے اس شوکت اور شان کے قائل ہو جائیں جو اسلام کے عمائد میں ہمیشہ سے پائی جاتی رہی ہے تا اس کو حمایت قوم میں مخالفین کے سامنے پیش کر سکیں اور یا یہ کہ اُن لوگوں کے مرتبت یا صدق اور کذب کی نسبت کچھ رائے قائم کر سکیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کے لئے کسی قدر مفصل واقعات کے جاننے کی ہر ایک کو ضرورت ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک نامور انسان کے

بعدالت اے ای مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر

مستغیث قیصرہ ہند زیر دفعہ ۱۰۷ مستغاث الیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیان تحصیل بٹالہ

اظہار ڈاکٹر مارٹن کلارک

میں میڈیکل مشنری ہوں اور امرتسر میں رہتا ہوں عبد الحمید نے میرے پاس ۱۵ جولائی کو آکر بیان کیا کہ میں بٹالہ کا برہمن ہوں۔ مجھے غلام احمد قادیانی نے مسلمان کیا تھا۔ اور میں اُسکے پاس سات سال طالب علم ہو کر رہا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ بہت بُرا آدمی ہے۔ اور اب اس کو چھوڑ کر میں عیسائی ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے اس کو داخل کر لیا۔ اس کی کہانی مجھے قرین قیاس نہ معلوم ہوئی۔ میں نے اس کے متعلق تحقیق کرنی شروع کی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ کہانی

واقعات پڑھنے کے وقت نہایت شوق سے اس شخص کے سوانح کو پڑھنا شروع کرتا ہے اور دل میں جوش رکھتا ہے کہ اس کے کامل حالات پر اطلاع پا کر اُس سے کچھ فائدہ اٹھائے۔ تب اگر ایسا اتفاق ہو کہ سوانح نویس نے نہایت اجمال پر کفایت کی ہو اور لائف کے نقشہ کو صفائی سے نہ دکھلایا ہو تو یہ شخص نہایت ملول خاطر اور منقبض ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات اپنے دل میں ایسے سوانح نویس پر اعتراض بھی کرتا ہے اور درحقیقت وہ اس اعتراض کا حق بھی رکھتا ہے۔ کیونکہ اس وقت نہایت اشتیاق کی وجہ سے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ایک بھوکے کے آگے خوانِ نعمت رکھا جائے اور معاً ایک لقمہ کے اٹھانے کے ساتھ ہی اس خوان کو اٹھا لیا جائے۔ اس لئے ان بزرگوں کا یہ فرض ہے جو سوانح نویسی کے لئے قلم اٹھاویں کہ اپنی کتاب کو مفید عام اور ہر دلعزیز اور مقبول انام بنانے کے لئے نامور انسانوں کے سوانح کو صبر اور فراخ حوصلگی کے ساتھ اس قدر بسط سے لکھیں اور اُن کی لائف کو ایسے طور سے مکمل کر کے دکھلاویں کہ اس کا پڑھنا انکی ملاقات

بالکل جھوٹ تھی۔ اور اس کا نام عبد الحمید تھا۔ نہ عبد المجید جیسا اُس نے بیان کیا تھا۔ نہ وہ بٹالہ کا برہمن تھا۔ بلکہ پیدائشی مسلمان علاقہ جہلم سے تھا۔ اس کا چچا برہان الدین غازی ایک مشہور مذہبی جنونی ہے۔ اور اُن کا تمام کا تمام خاندان میرزا قادیانی پر فدائی مرید ہے۔ یہ نوجوان عیسائی مذہب کے متلاشیوں کی طرح گجرات میں رہا تھا۔ اس نے اپنے چچا کے چالیس روپے چُرا کر بُرے کاموں میں خرچ کئے۔ جس پر اس کے چچا نے میرزا قادیانی کے پاس اُس کو بھیج دیا۔ میں خود بیاس گیا۔ اور پھر اس سے دریافت کیا۔ اور پانچ گواہوں کے سامنے اس نے کُھلا کُھلا اقرار کیا کہ اُسے میرزا غلام احمد نے میرے قتل کے لئے بھیجا ہے۔ وہ موقعہ کی تلاش میں تھا کہ جب کبھی وہ مجھے سویا ہوا یا کسی اور حالت میں پائے تو میرے سر کو پتھر سے یا کسی اور ایسی چیز سے پھوڑے۔ اس نے یہ تمام واقعات اپنی مرضی سے لکھے۔ میں اس لکھے ہوئے کاغذ کو پیش کرتا ہوں جس پر اُس نے آٹھ گواہوں کے سامنے دستخط کئے۔ میری واقفیت میرزا صاحب سے

بقیہ حاشیہ

کا قائم مقام ہو جائے۔ تا اگر ایسی خوش بیانی سے کسی کا وقت خوش ہو تو اس سوانح نویس کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کے لئے دُعا بھی کرے۔ اور صفحات تاریخ پر نظر ڈالنے والے خوب جانتے ہیں کہ جن بزرگ محققوں نے نیک نیتی اور افادہ عام کے لئے قوم کے ممتاز شخصوں کے تذکرے لکھے ہیں انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔

اب میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضٰے اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم مغل برلاس ہے * اور میرے بزرگوں کے

حاشیہ در حاشیہ

* عرصہ سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا کہ خدا تعالےٰ کے متواتر الہامات سے مجھے معلوم ہوا تھا۔ کہ میرے باپ دادے فارسی الاصل ہیں۔ وہ تمام الہامات میں نے ان ہی دنوں میں براہین احمدیہ کے حصہ دوم میں درج کر دئے تھے جن میں سے میری نسبت ایک یہ الہام ہے خذوا التوحید

اس مباحثہ کے وقت سے ہے جو ۱۸۹۳ئہ میں موسم گرما میں ہوا تھا۔ میں نے اس مباحثہ میں بڑا بھاری حصہ لیا تھا۔ یہ مباحثہ اس میں اور ایک بڑے بھاری عیسائی عبداللہ آتھم کے مابین ہوا جو مر گیا ہے۔ میں میر مجلس تھا۔ اور دو موقعوں پر مسٹر آتھم کی جگہ بطور مباحث کے بیٹھا تھا۔ مرزا صاحب کو بہت ہی رنج ہوا تھا۔ اس کے بعد اس نے ان تمام کے موت کی پیش گوئی کی جنہوں نے اس مباحثہ میں حصہ لیا تھا اور میرا حصہ بہت ہی بھاری تھا۔ اس وقت سے اس کا سلوک میرے ساتھ بہت ہی مخالفانہ رہا ہے۔ اس مباحثہ کے بعد خاص دلچسپی کا مرکز مسٹر آتھم رہا۔ چار الگ کوششیں اس کی جان لینے کے لئے کی گئیں۔ اس کی موت کی مقرر کردہ میعاد کے آخری دو ماہ میں خاص پولیس کا پہرہ دن رات فیروزپور میں رکھا گیا۔ اُسے امرتسر سے انبالے اور انبالے سے فیروزپور بھاگنا پڑا۔ ان کوششوں کے باعث سے جو اُس کی جان لینے کے لئے کی گئیں} اور یہ کوششیں عام طور پر مرزا صاحب سے منسوب کی گئی ہیں۔ اس کی موت

بقیہ حاشیہ

پرانے کاغذات سے جو اب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مُلک میں سمرقند سے آئے تھے اور اُن کے ساتھ قریباً دو سو آدمی اُن کے توابع اور خدام اور اہل و عیال میں سے تھے اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے اور اس قصبہ کی جگہ میں جو اسوقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو لاہور سے تخمیناً بفاصلہ پچاس کوس بگوشۂ شمال مشرق واقع ہے فرودکش ہو گئے جس کو انہوں نے آباد کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

التوحید یا ابناء الفارس یعنے توحید کو پکڑو۔ توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ پھر دوسرا الہام میری نسبت یہ ہے لوکان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس یعنی اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا تو یہ مرد جو فارسی الاصل ہے وہیں جا کر اس کو لے لیتا۔ اور پھر ایک تیسرا الہام میری نسبت یہ ہے ان الذین کفروا ردّ علیھم رجل من فارس شکر اللّٰہ سعیہ ۔ یعنے جو لوگ کافر ہوئے اس مرد نے جو فارسی الاصل ہے ان کے مذاہب کو رد کر دیا۔ خدا اس کی کوشش کا شکرگزار ہے۔ یہ تمام الہامات ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے آباء اولین فارسی تھے۔ والحق ما اظہرہ اللّٰہ۔ منہ

کے بعد میں ہی پیش نظر رہا ہوں۔ اور کئی ایک مبہم طریقوں سے یہ پیش گوئی مرزا صاحب کی تصنیفات میں مجھے یاد دلائی گئی ہے جس کے لئے سب سے بڑی وہ کوشش تھی جس کو عبدالحمید نے بیان کیا ہے۔ لاہور میں لیکھرام کی موت کے بعد جس کو تمام لوگ مرزا صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں میرے پاس اس بات کے یقین کرنے کے لئے خاص وجہ تھی۔ کہ میری جان لینے کی کوئی نہ کوئی کوشش کی جائے گی۔ میں تین ماہ کے لئے رخصت پر گیا ہوا تھا۔ میری واپسی پر میرا آنا مرزا صاحب کو فوراً معلوم ہو گیا اور عبدالحمید میرے پاس پہنچ گیا۔ عبدالحمید کے بیان پر یقین کرنے کے لئے میرے پاس کافی وجوہ ہیں۔ اور نیز اس بات کا یقین کرنے کے لئے کہ مرزا صاحب مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب کا یہ ایک ہمیشہ کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے مخالفوں کی موت کی پیش گوئیاں کرتے ہیں۔ دستخط اے ای مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

پڑھ کر سنایا گیا۔ تسلیم کیا گیا۔ دستخط " " "

بیان عبدالحمید:۔ میں نے ہی یہ کاغذ جو ڈاکٹر کلارک نے پیش کیا ہے لکھا تھا۔ اور دستخط کئے تھے۔ دستخط حاکم

جو پیچھے سے اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام پور کا لفظ لوگوں کو بھول گیا اور قاضی ماجھی کی جگہ پر قاضی رہا اور پھر آخر قادی بنا اور پھر اس سے بگڑ کر قادیاں بن گیا۔ اور قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ علاقہ جس کا طولانی حصہ قریباً ساٹھ کوس ہے اُن دنوں میں سب کا سب ماجھہ کہلاتا تھا غالباً اس وجہ سے اس کا نام ماجھ تھا کہ اس ملک میں بھینسیں بکثرت ہوتی تھیں۔ اور ماجھ زبان ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ ہمارے بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری کے اس تمام علاقہ کی حکومت بھی ملی تھی اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمر قند سے اس ملک میں آئے

بعدالت اے ای مارٹینو صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر

مستغیث قیصرہ ہند　　زیر دفعہ ۱۰۷　　بنام مرزا غلام احمد صاحب قادیان

حکم

عبدالحمید اور ڈاکٹر کلارک کے بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے عبدالحمید کو ڈاکٹر کلارک ساکن امرتسر کے قتل کرنے کی ترغیب دی۔ اس بات کے یقین کرنے کے لئے وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد مذکور نقض امن کا مرتکب ہو گا۔ یا کوئی قابل گرفت فعل کرے گا۔ جو باعث نقض امن اس ضلع میں ہو گا۔ اس بات کی خواہش کی گئی ہے کہ اس سے حفظ امن کے لئے ضمانت طلب کی جائے۔ واقعات اس قسم کے ہیں کہ جس سے اس کی گرفتاری کے لئے وارنٹ کا شائع کرنا زیر دفعہ ۱۱۴ ضابطہ فوجداری ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا میں اس کی گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری

حاشیہ

مگر کاغذات سے یہ پتہ ملتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیان ملک میں سے تھے۔ اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا پھر اس ملک میں آکر بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ان کو ملے۔ چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست ان کی ہو گئی۔

سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب میرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے جن کے پاس اس وقت ۸۵ گاؤں تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے تاہم ان کی جوانمردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دئے تھے جو اب تک ان کے پاس ہیں۔ غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں اپنے نواح میں ایک خود مختار رئیس تھے۔ ہمیشہ قریب پانسو آدمی کے یعنے کبھی کم اور کبھی زیادہ ان کے دستر خوان پر روٹی کھاتے

کرتا ہوں۔ اور اس کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ آکر بیان کرے کہ کیوں زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری حفظ امن کے لئے ایک سال کے واسطے بیس ہزار روپیہ کا مچلکہ اور بیس ہزار روپے کی دو الگ الگ ضمانتیں نہ لی جائیں۔

دستخط اے ای مارٹینو — یکم اگست ۹۷ء
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر

میں نے وارنٹ کا جاری کرنا روک دیا ہے۔ کیونکہ یہ مقدمہ میرے اختیار میں نہیں ہے دیکھو انڈین لا رپورٹ نمبر ۱۱ کلکتہ ۱۳ و ۱۲ کلکتہ ۱۳۳ اور ۹ الہ آباد ۲۶۔
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے پاس کارروائی کے لئے بھیجا جاوے۔

دستخط اے ای مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ — ۷ ؍ اگست ۹۷ء

تھے۔ اور ایک سو کے قریب علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن شریف کے ان کے پاس رہتے تھے۔ جن کے کافی وظیفے مقرر تھے اور ان کے دربار میں اکثر قال اللہ و قال الرسول کا ذکر بہت ہوتا تھا۔ اور تمام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا۔ جو تارک نماز ہو۔ یہاں تک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنج وقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں۔ اور گرد و نواح کے معزز مسلمان جو اکثر افغان تھے قادیان کو جو اس وقت اسلام پور کہلاتا تھا مکہ کہتے تھے۔ کیونکہ اس پُر آشوب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھی۔ اور دوسری اکثر جگہ میں کفر اور فسق اور ظلم نظر آتا تھا اور قادیان میں اسلام اور تقویٰ اور طہارت اور عدالت کی خوشبو آتی تھی میں نے خود اس زمانہ سے قریب زمانہ پانے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس قدر قادیان کی عمدہ حالت بیان کرتے تھے کہ گویا وہ اس زمانہ میں ایک باغ تھا۔ جس میں حامیان دین اور صلحاء اور علماء اور نہایت شریف اور جوانمرد آدمیوں کے صدہا پودے پائے جاتے تھے۔ اور اس نواح میں یہ واقعات نہایت مشہور ہیں کہ میرزا گل محمد

(ضمیمہ حاشیہ)

نقل مُطابق اصل

اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور
۹ راگست ۹۷ء

بنام میرزا غلام احمد ولد میرزا غلام مرتضےٰ ذات مغل ساکن قادیان پرگنہ بٹالہ ضلع گورداسپور
ہرگاہ ہم کو صاحب مجسٹریٹ ضلع امرتسر سے اطلاع ملی ہے اور بیانات ڈاکٹر مارٹن کلارک وعبدالحمید سے جو صاحب موصوف نے قلمبند فرمائے ہیں اور ہمارے پاس بھیجے گئے ہیں اطلاع مذکور کی تائید ہوتی ہے کہ تم نے عبدالحمید کو ڈاکٹر مارٹن کلارک کے قتل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اس لئے احتمال ہے کہ تم نقض امن کرنے والے ہو یا ایسا فعل کرنے والے ہو جس سے غالباً نقص امن ہوگا۔ لہٰذا بذریعہ اس حکم کے تم کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۱۰ راگست ۹۷ء یوم منگوار بحضور صاحب مجسٹریٹ ضلع بمقام بٹالہ وقت کچہری حاضر ہو کر وجہ اس امر کی ظاہر کرو کہ کیوں تم سے مچلکہ تعدادی ایکہزار روپیہ بطور تاوان باقرار حفظ امن خلائق تا میعاد ایک سال کے نہ لیا جاوے

حاشیہ:

صاحب مرحوم مشائخ وقت کے بزرگ لوگوں میں سے اور صاحب خوارق اور کرامات تھے جن کی صحبت میں رہنے کے لئے بہت سے اہل اللہ اور صلحاء اور فضلاء قادیان میں جمع ہو گئے تھے۔ اور عجیب تر یہ کہ کئی کرامات اُن کی ایسی مشہور ہیں جن کی نسبت ایک گروہِ کثیر مخالفان دین کا بھی گواہی دیتا رہا ہے۔ غرض وہ علاوہ ریاست اور امارت کے اپنی دیانت اور تقویٰ اور مردانہ ہمت اور اولوالعزمی اور حمایت دین اور ہمدردی مسلمانوں کی صفت میں نہایت مشہور تھے اور اُن کی مجلس میں بیٹھنے والے سب کے سب متقی اور نیک چلن اور اسلامی غیرت رکھنے والے اور فسق و فجور سے دور رہنے والے اور بہادر

اور ضمانت نامہ نوشتہ دو ضامنان بقید مبلغ ایک ہزار روپیہ فی ضامن بطور تاوان کے داخل نہ کرایا جاوے۔

آج بتاریخ ۹ر اگست ۹۷ء ہمارے دستخط اور مدالت کی مہر سے جاری کیا گیا

دستخط ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور

نمبر ۴ سمن بنام مستغاث علیہ

حسب دفعہ ۱۵۲۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری

بعدالت کپتان ڈگلس صاحب مجسٹریٹ ضلع

بنام مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضےٰ ذات مغل ساکن قادیان مغلاں پرگنہ بٹالہ ضلع گورداسپور

جو کہ حاضر ہونا تمہارا بغرض جوابدہی الزام دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری ضرور ہے لہذا تم کو اس تحریر کے ذریعہ سے حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۱۰ ماہ اگست ۱۸۹۷ء اصالتاً یا بذریعہ مختار ذی اختیار یا جیسا ہو موقعہ پر بمقام بٹالہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حاضر ہو۔ اور اس باب میں تاکید جانو۔

دستخط مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

اور بارعب آدمی تھے۔ چنانچہ میں نے کئی دفعہ اپنے والد صاحب مرحوم سے سُنا ہے کہ اس زمانہ میں ایک دفعہ ایک وزیر سلطنتِ مغلیہ کا قادیان میں آیا جو غیاث الدولہ کے نام سے مشہور تھا اور اُس نے میرزا گل محمد صاحب کے مدبرانہ طریق اور بیدار مغزی اور ہمت اور اولوالعزمی اور استقلال اور عقل اور فہم اور حمایت اسلام اور جوش نصرت دین اور تقویٰ اور طہارت اور دربار کے وقار کو دیکھا اور اُن کے اس مختصر دربار کو نہایت متین اور عقلمند اور نیک چلن اور بہادر مردوں سے پُر پایا۔ تب وہ چشم پُر آب ہو کر بولا کہ اگر مجھے پہلے خبر ہوتی کہ اس جنگل میں خاندان مغلیہ میں سے ایسا مرد موجود ہے جس میں صفات ضروریہ سلطنت

نقل بیان مشمولہ مثل باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

مہر عدالت

سرکار دولتمدار قیصرہ ہند بذریعہ ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب بنام میرزا غلام احمد قادیانی

مستغیث جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مستغاث علیہ

بیان ہنری مارٹن کلارک باقرار صالح

میں پندرہ سال سے ڈاکٹر مشنری ہوں۔ ہماری واقفیت مرزا صاحب سے ۱۸۹۳ء سے ہے۔ مسٹر عبد اللہ آتھم اور اُن کے درمیان جب مناظرہ مذہبی ہوا تھا میں اس کا موجد تھا۔ مرزا غلام احمد نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے پیشوا ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ مناظرہ ہو ہم نے ایک کتاب پیش کی جو مولوی محمد حسین بٹالوی نے لکھی تھی اور اس میں اہل اسلام کے پیشواؤں نے قرار دیا کہ مرزا صاحب مسلمان نہیں ہیں بلکہ کافر ہیں اور دجال کے چچا ہیں۔ میں عیسائیوں کی طرف سے پریزیڈنٹ کمیٹی مناظرہ تھا۔ دو مرتبہ عبد اللہ آتھم کی جگہ ہم کو مناظرہ میں بیٹھنا پڑا۔ اور مرزا غلام احمد کو سخت زک اٹھانا پڑا۔ مرزا صاحب نے اظہار کیا کہ وہ معجزات دکھلاتے ہیں۔ ہم نے اندھوں، لنگڑوں کو اچھا کرنے کے واسطے کہا جو موجود کئے گئے تھے۔ مگر وہ نہ کر سکے۔ پھر مرزا صاحب نے پیش گوئی کی کہ عیسائی

بقیہ حاشیہ

کے پائے جاتے ہیں تو میں اسلامی سلطنت کے محفوظ رکھنے کے لئے کوشش کرتا کہ ایام کسل اور نالیاقتی اور بدوضعی ملوک چغتائیہ میں اسی کو تخت دہلی پر بٹھایا جائے۔

اس جگہ اس بات کا لکھنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرے پردادا صاحب موصوف یعنی میرزا گل محمد نے ہچکی کی بیماری سے جس کے ساتھ اور عوارض بھی تھے وفات پائی تھی۔ بیماری کے غلبہ کے وقت اطباء نے اتفاق کر کے کہا کہ اس مرض کے لئے اگر چند روز شراب کو استعمال کرایا جائے تو غالباً اس سے فائدہ ہوگا مگر جرأت نہیں رکھتے تھے کہ اُن کی خدمت میں

مخالف پندرہ ماہ کے اندر مرجاویگا۔ یعنے جو شخص فریقین سے راستی پر نہیں ہے پندرہ ماہ کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ کتاب جنگ مقدس چھاپہ شدہ پیش کرتا ہوں۔ اور جس جگہ مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی لکھی ہے نشان ۵ کر دیا ہے۔ بعد ازیں لوگوں کے خیالات عبداللہ آتھم کی طرف تھے۔ عبداللہ آتھم ضعیف آدمی تھا۔ بہت سے آدمی عبداللہ آتھم کی تیمارداری پر تھے۔ عبداللہ آتھم پر بہت حملے کئے گئے جس سے اس کو اپنے مکان کی تبدیلی کرنی پڑی۔ وہ امرتسر سے لدہانہ اور لدہانہ سے فیروزپور گیا۔ پیش گوئی کے آخری دو ماہ میں عبداللہ آتھم کی خاص نگرانی بذریعہ پولس کرائی گئی۔ دن رات خاص حملہ جو کیا گیا ایک امرتسر میں ہوا تھا یعنی ایک سانپ (کوبرا) ایک برتن میں بند کر کے ایک شخص پادری عبداللہ آتھم عیسائی کے مکان میں ڈال گیا۔ گو ہم نے خود نہیں دیکھا۔ مگر یہ امر سچ ہے کہ وہ سانپ مارا گیا تھا۔ اور عام لوگ کہتے تھے۔ مسٹر آتھم نے بھی ہمیں اطلاع دی ہے کہ ایسا ہوا۔ فیروزپور میں دو دفعہ عبداللہ آتھم کی طرف بندوق چلائی گئی۔ اور ایک مرتبہ عبداللہ آتھم کے سونے کے کمرہ کا دروازہ توڑا گیا۔ ✣

عرض کریں۔ آخر بعض نے ان میں سے ایک نرم تقریر میں عرض کر دیا۔ تب انہوں نے کہا کہ اگر خداتعالےٰ کو شفا دینا منظور ہو تو اس کی پیدا کردہ اور بھی بہت سی دوائیں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اس پلید چیز کو استعمال کروں اور میں خدا کے قضا و قدر پر راضی ہوں۔ آخر چند روز کے بعد

✣ اگر واقعی میعاد کے اندر تین حملے ہماری طرف سے ہوئے تھے تو کیا خیال میں آسکتا ہے کہ آتھم اور اس کے عزیز باوجود تین حملوں کے ایسے چپ بیٹھتے کہ نہ نالش کرتے اور نہ اخباروں میں چھپواتے اور نہ ہمیں ضمانت کے لئے طلب کرواتے بلکہ میعاد گذرنے کے بعد اس وقت شور مچایا کہ جب آتھم کے ڈر جانے کے بارے میں پانچ ہزار اشتہار ہماری طرف سے نکلا تا کوئی بہانا ہاتھ آجائے۔ اگر ہمارے اشتہار سے پہلے آتھم کی طرف سے کوئی تحریر شائع ہوئی ہے تو وہ پیش کرنی چاہئے۔ آتھم میعاد کے اندر جبکہ اس پر حملے ہوئے تھے کیوں چپ رہا۔ اور پھر میعاد کے بعد ہمارے اشتہارات سے پہلے کیوں اس کے منہ پر قفل لگا رہا۔ حاضرین جانتے ہیں کہ پیشگوئی کو سنتے ہی آثار خوف اس پر ظاہر ہو گئے تھے۔ منہ

مرزا غلام احمد دولت مند آدمی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے دعاوی کے بطلان کرنے کے واسطے بڑی بڑی
نقل مطابق اصل
رقمیں شرطیہ لکھتے ہیں چنانچہ اشتہار معیار الاخیار والاشرار میں پانچ ہزار انعام کا وعدہ انہوں
نے لکھا ہے۔ مجھ کو علم ہوا ہے کہ وہ بہت روپیہ اپنے پیروان سے حاصل کرتا ہے۔ ڈاکخانہ
کی معرفت اس کو بہت روپیہ حاصل ہوتا ہے۔ عبداللہ آتھم کی زندگی پر حملے جو ہوئے وہ
عام طور پر مرزا صاحب کی طرف منسوب کئے گئے۔ اخباروں میں اسی طرح درج ہوتا رہا مگر
مرزا صاحب نے کبھی ان کی تردید نہیں کی✣ بلکہ ایک طرح پر خوشی منائی اور یہ اظہار کیا کہ عبداللہ آتھم

✣ یہ کس قدر صریح دروغ ہے کہ میری طرف سے حملوں کی کوئی تردید نہیں ہوئی۔ میں نے تو صدہا اشتہارات اور تین ضخیم کتابیں اسی غرض سے شائع کیں کہ اگر میری طرف سے حملے ہوئے ہیں تو آتھم میرے پر عدالت میں نالش کرے یا قسم کھائے۔ بلکہ اسی حجت کے پوری کرنے کے لئے قسم کھانے پر چار ہزار روپیہ دینا بھی کیا۔ سو اس سے زیادہ اس بے ہودہ اور بے اصل الزام کی اور کیا تردید کی جاتی۔ آتھم تو ایسا چُپ ہوا کہ کوئی ثبوت پیش نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ میرے دوسرے الہام کے موافق فوت ہو گیا۔ عجیب بات ہے کہ میعاد پیشگوئی کے اندر تین حملے ہوئے ہوں اور آتھم ایسے وقت چپ رہے کہ جب شور و غوغا کرنا اُس کا فرض تھا اور پھر میعاد کے بعد بھی میرے اشتہارات کے شائع ہونے تک چُپ رہے۔ اور جب اس کو پیش گوئی سے ترساں و لرزاں ہونے پر بار بار ملزم کیا جائے تو اس وقت تین حملے پیش کئے جائیں۔ اور پھر قسم کے لئے بلانے کے وقت بھاگ جائے کہ ہمارے مذہب میں منع ہے۔ اور نہ نالش کرے۔ افسوس پادری صاحبوں کی یہ دیانت ہے۔ ڈاکٹر کلارک اور وارث دین وغیرہ نے عدالت میں قسم کھا کر اس عقیدہ کو بھی حل کر دیا۔ کہ آتھم کا قسم سے انکار کرنا صحتِ نیت پر مبنی تھا یا فسادِ نیت پر۔ یہ بھی یاد رہے کہ آتھم کو ڈرتے رہنے کا تو اقرار تھا اور تنقیح طلب یہ امر تھا کہ وہ خوف پیش گوئی سے تھا یا حملوں سے۔ سو آتھم نے قسم نہ کھانے اور نالش نہ کرنے اور چپ رہنے سے ثابت کر دیا کہ وہ خوف محض پیش گوئی سے تھا۔ ورنہ دشمن ایک حملہ پر بھی چپ نہیں رہ سکتا۔ چہ جائیکہ تین حملے ہوں۔ پیش گوئی سے ڈرتے رہنے کا تو صریح ثبوت ہے۔ کہ آتھم نے نہ نالش کی نہ قسم کھائی اور نہ میعاد کے اندر اور اشتہار سے پہلے کچھ شائع کیا لیکن تین حملوں کا کیا ثبوت ہے جس کا بارِ ثبوت اُسکی گردن پر تھا۔ منہ

اسی مرض سے انتقال فرما گئے۔ موت تو مقدر تھی۔ مگر یہ ان کا طریق تقویٰ ہمیشہ کے لئے یادگار رہا
کہ موت کو شراب پر اختیار کر لیا۔ موت سے بچنے کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا۔ لیکن انہوں نے
معصیت کرنے سے موت کو بہتر سمجھا۔ افسوس ان بعض نوابوں اور امیروں اور رئیسوں کی حالت

اندر سے مسلمان ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب اپنے آپ کو مسیح موعود کہتے ہیں۔ اُن کا مدعا یہ ہے۔ کہ ایک قسم کا خوف عام پیدا ہووے۔ اور مسیح موعود ہونے کے دعوے سے لوگوں کے دلوں میں رعب قائم کرے اور لوگ اس دعوے کو مان لیویں۔ مرزا صاحب نے یہ حصہ بیان کیا (کتاب جنگِ مقدس میں جو الہامی فقرات صفحہ ۱۶۱ و ۱۷۰ پر درج ہیں وہ میری طرف سے ہیں۔ اور اشتہار B میں جو پانچہزار کا وعدہ ہے وہ بھی میری طرف سے ہے اور کتاب شہادۃ میں صفحہ ۱۸۸ پر جو پیشگوئیوں کا ذکر ہے وہ قریباً میرے الفاظ ہیں) کتاب شہادۃ میں پیشگوئیاں موت کی تین مذاہب کے واسطے کی گئی ہیں۔ ایک احمد بیگ کے داماد کی نسبت مسلماناں سے۔ دوسرے لیکھرام پشاوری کی نسبت ہندوؤں سے اور تیسرے عبداللہ آتھم کی نسبت عیسائیوں سے جس سے مرزا صاحب کی مراد ڈرانے کی تھی۔ میں عبداللہ آتھم کی حفاظت کا انتظام کرتا رہا اور جب

پر کہ اس چند روزہ زندگی میں اپنے خدا اور اس کے احکام سے بکلی لاپرواہ ہو کر اور خدا تعالےٰ سے سارے علاقے توڑ کر دل کھول کر ارتکاب معصیت کرتے ہیں اور شراب کو پانی کی طرح پیتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی کو نہایت پلید اور ناپاک کر کے اور عمر طبعی سے بھی محروم رہ کر اور بعض ہولناک عوارض میں مبتلا ہو کر جلد تر مرجاتے ہیں اور آئندہ نسلوں کے لئے نہایت خبیث نمونہ چھوڑ جاتے ہیں۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب میرے پردادا صاحب فوت ہوئے تو بجائے ان کے میرے دادا صاحب یعنی مرزا عطا محمد فرزند رشید اُن کے گدی نشین + ہوئے۔ ان کے وقت میں خدا تعالےٰ

+ ہمارا شجرہ نسب اس طرح پر ہے:- میرا نام غلام احمد ابن مرزا غلام مرتضےٰ صاحب ابن مرزا عطا محمد صاحب ابن مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا فیض محمد صاحب ابن مرزا محمد قائم صاحب ابن مرزا محمد اسلم صاحب ابن مرزا محمد دلاور صاحب ابن مرزا الہ دین صاحب ابن مرزا جعفر بیگ صاحب ابن مرزا محمد بیگ صاحب ابن مرزا عبدالباقی صاحب ابن مرزا محمد سلطان صاحب ابن میرزا ہادی بیگ صاحب مورثِ اعلیٰ۔ منہ

عبداللہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہ ہوئی* تو میں نے عام طور پر مرزا صاحب کے جھوٹا ہونے کی بابت مشتہر کیا اور عام جلسہ کئے گئے جس سے مسلمانان نے مرزا صاحب کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھا اور ان کی بہت حقارت ہوئی۔ اور مرزا صاحب میرے سخت مخالف ہو گئے۔ ایک شخص مولوی عبد الحق صاحب غزنوی نے ایک اشتہار چھاپا (حرف D) جس میں مرزا صاحب کی نسبت انہوں نے لکھا کہ اس نے آریہ وغیرہ سے بزرگوں کو گالیاں دلوائی ہیں۔ پھر قرآن کا اردو ترجمہ مولوی عماد الدین صاحب نے کیا۔ جس سے مولویوں نے مرزا صاحب کو کہا کہ کیوں مولوی عماد الدین کو ابھارا کہ اس نے ترجمہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں ایک تعداد اشخاص کی عیسائی ہو گئی جن میں سے ایک شخص محمد یوسف خان جو ایک اچھا معزز آدمی ہے اور پرہیزگار دیندار و مجاہد سمجھا جاتا تھا اور سکرٹیری # دالیجی مباحثہ کا رہا تھا۔ عیسائی ہو گیا۔ دوسرا آدمی میر محمد سعید تھا جو مرزا صاحب کے بہنوئی* کا خالہ زاد بھائی تھا وہ بھی عیسائی ہوا اور خاص ہمارے ساتھ اس کا تعلق تھا اور جس سے اور بھی مرزا صاحب

* کیسی بد دیانتی ہے کہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ کیا پیش گوئی میں قطعی طور پر موت کا حکم تھا؟ اور کوئی شرط نہ تھی؟ کس قدر بے انصافی ہے کہ آفتاب پر خاک ڈالتے ہیں۔ منہ

یہ سفید جھوٹ ہے۔

* یہ غلط ہے بلکہ وہ بیوی کا خالہ زاد بھائی تھا۔

کی حکمت اور مصلحت سے لڑائی میں سکھ غالب آئے۔ دادا صاحب مرحوم نے اپنی ریاست کی حفاظت کے لئے بہت تدبیریں کیں مگر جب کہ قضاء و قدر ان کے ارادہ کے موافق نہ تھی اس لئے ناکام رہے اور کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ اور روز بروز سکھ لوگ ہماری ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے یہاں تک کہ دادا صاحب مرحوم کے پاس صرف ایک قادیان رہ گئی اور قادیان اس وقت ایک قلعہ کی صورت پر قصبہ تھا اور اس کے چار برج تھے۔ اور برجوں میں فوج کے آدمی رہتے تھے اور چند توپیں تھیں اور فصیل بائیس فٹ کے قریب

کتاب البریہ

ہمارے برخلاف ہو گئے۔ جب محمد یوسف خاں عیسائی ہوا اس کو مسلمانوں نے پوچھا کہ مرزا صاحب
کی پیشگوئی آتھم صاحب کی بابت پوری کرنے آئے ہو۔ یہ بات خلوت میں انہوں نے پوچھی تھی پیشگوئی
جو نسبت احمد بیگ کے داماد کے ہوئی وہ پوری نہیں ہوئی* پیشگوئی جو عیسائیوں سے آتھم
صاحب کی بابت تھی وہ بھی پوری نہیں ہوئی+ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ مرزا صاحب کی عزت اور
آمدنی میں فرق آیا۔ دوکان اس کی بند ہو گئی اور لوگ ٹھٹھا کرنے لگے۔ اب صرف پیشگوئی برخلاف
ہندوؤں کے باقی رہی تھی کچھ عرصہ گذرا ہے کہ لیکھرام قتل کیا گیا جس کے مرنے سے عام آگ ملک میں

* یہ پیشگوئی بھی شرطی تھی جس کا ایک حصہ پورا ہو گیا یعنے احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور اس کے مرنے
پر اس کے عزیزوں نے نہایت درجہ خائف اور ترساں ہو کر شرط کو پورا کیا اور ضرور تھا کہ شرط کے موافق ظہور
میں آتا۔ مگر یہ بھی ضرور ہے کہ دلوں کے سخت ہونے پر خدا کے اصل ارادہ کی پیش گوئی کے مطابق تکمیل ہو جائے
جیسا کہ آتھم کی پیش گوئی میں شرط بھی پوری ہوئی اور آخر موت کی سزا بھی ملی غرض ساری کی ساری پیش گوئی
پوری ہوئی۔ منہ

+ یہ کہنا کہ آتھم کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی سچائی کا خون کرنا ہے۔ آتھم نے آپ اپنے قول اور
فعل سے ثبوت دے دیا کہ وہ پیش گوئی کے اثر سے ڈرتا رہا۔ اس لئے ضرور تھا کہ الہامی شرط سے فائدہ اٹھاتا
پھر دوسرا الہام یہ تھا کہ وہ بعد اخفائے شہادت جلد فوت ہو جائے گا۔ سو وہ فوت ہو گیا۔ اب دیکھو کیسی
صفائی سے یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ منہ

بقیہ حاشیہ

اونچی اور اس قدر چوڑی تھی کہ تین چھکڑے آسانی سے ایک دوسرے کے مقابل اس پر جا سکتے
تھے۔ اور ایسا ہوا کہ ایک گروہ سکھوں کا جو رام گڑھیہ کہلاتا تھا۔ اول فریب کی راہ سے
اجازت لے کر قادیان میں داخل ہوا اور پھر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ہمارے بزرگوں پر
بڑی تباہی آئی اور اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیروں کی مانند پکڑے گئے اور ان کے مال
و متاع سب لوٹی گئی۔ کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکانات مسمار کئے گئے اور جہالت اور تعصب

لگا دی۔ حالات قتل کے عجیب ہیں۔ قاتل نے اپنے آپ کو ہندو ظاہر کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہو گیا تھا اور اب پھر ہندو ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنا رسوخ اور اعتبار لیکھرام کے ساتھ پیدا کیا۔ اور یہ واقعہ قتل اس کے چند ہفتے بعد ظہور میں آیا۔ یہ قتل عام طور پر نسبت مرزا غلام احمد کے قریباً منسوب کیا جاتا ہے۔ میں ایک کتاب مصنفہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پیش کرتا ہوں حرف E جس میں وہ مرزا صاحب کو اس قتل کا الزام لگاتے ہیں* (میں نے مرزا صاحب کچھ کچھ کتاب حرف E کو دیکھا ہے) مرزا صاحب نے ۲۴ مارچ ۹۷ء کو ایک بل ضیاء الاسلام پریس قادیاں شائع کیا جو اس امر پر بڑا زور دیتا ہے کہ ہم کو خبر تھی کہ لیکھرام ۶ مارچ ۹۷ء کو ۶ بجے شام کے مارا جاوے گا مگر واقعہ کے بعد یہ بل شائع کیا گیا تھا اور کہ یہ امر ہماری پیشگوئی کے مطابق تھا (جواب مرزا صاحب

* نوٹ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد حسین نے ضرور کلارک سے کہا ہوگا کہ لیکھرام کا قاتل یہی شخص ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین منہ

سے باغوں کو کاٹ دیا گیا اور بعض مسجدیں جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے دھرم سالہ یعنے سکھوں کا معبد بنایا گیا۔ اس دن ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی جلایا گیا جس میں سے پانسو نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا جو نہایت بے ادبی سے جلایا گیا اور آخر سکھوں نے کچھ سوچ کر ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام مرد و زن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزین ہوئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اُن ہی دشمنوں کے منصوبے سے میرے دادا صاحب کو زہر دی گئی۔ پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں میرے والد صاحب مرحوم مرزا غلام مرتضےٰ قادیاں میں واپس آئے اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے والد صاحب کے دیہات میں سے پانچ گاؤں واپس ملے کیونکہ اس عرصہ میں رنجیت سنگھ نے دوسری اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو دبا کر ایک بڑی ریاست اپنی بنا لی تھی۔ سو ہمارے تمام دیہات بھی رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آ گئے تھے اور لاہور سے لے کر پشاور تک اور دوسری طرف لودھیانہ تک اس کی ملکداری کا سلسلہ

ہم نے پہلے سے یہ تمام پیش گوئی کی ہوئی تھی اور اس کے حوالہ سے الہامی طور پر اشتہار دیا ہوگا) قاتل کبھی نہیں ملے گا۔ یہ امر مرزا صاحب نے کہا تھا* عام مشہور رہے۔ ہمارا قیاس یہ ہے کہ لیکھرام کا قاتل بھی قتل کیا گیا ہے۔ جو کاغذات اس بارے میں ہمارے پاس تھے وہ سرکار میں ہم نے بھیج دئیے تھے۔ اور ایک اور وجہ ہم کو ایذا پہنچانے کے واسطے یہ تھی کہ جب سے مسٹر عبداللہ آتھم انتقال کر گئے صرف میں ہی اس مباحثہ کے متعلق ایک سرگروہ رہ گیا ہوں۔ اور مرزا صاحب ہر طرح سے ہم کو حقارت کی نظر سے دیکھتا اور ہماری نسبت واہیات طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ اپنی قلم اور زبان کو قابو میں نہیں رکھا ہوا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ایک کتاب انجام آتھم شائع کی جو ہر قسم کی ہزلیات سے پُر ہے اور اس کتاب میں صفحہ ۴۴ پر اس قدر جرات کی ہے کہ ہمارے حق میں لکھا ہے کہ مقابلہ کے واسطے آؤ۔ اس کتاب پر حرف F لگایا گیا (مرزا صاحب۔ تسلیم کیا کہ واقعی یہ کتاب ہم نے شائع کی تھی۔) مرزا صاحب۔ مجھ کو الہامی طور پر خبر دی گئی تھی کہ دیانند مر جاویگا اور یہ خبر قبل از وقت دی گئی تھی اور بعض آریہ لوگوں کو علم تھا۔ میں نے بعض کو اطلاع کر دی تھی۔ لیکھرام کے مرنے سے قریب پانچ سال پہلے میں نے اس کے مرنے کی اطلاع دی تھی۔ سر سید احمد خان کی بابت میں نے پیش گوئی کی تھی کہ اُس پر آفت آئے گی۔ احمد بیگ اور اس کی لڑکی کے بارے میں اور داماد کے بارے میں میں نے پیشگوئی کی تھی۔ ۹ مولوی محمد حسین بٹالوی کی بابت ہم یوم کے مرنے یا تکلیف کی بابت کوئی پیش گوئی نہیں کی۔ آئینہ کمالات مشتہر ۹۳ صفحہ ۴۰۔ ۱۰ عبداللہ آتھم کی بابت۔

* یہ بالکل جھوٹ ہے ایسا لفظ کبھی میرے منہ سے نہیں نکلا۔ منہ

حاشیہ

پھیل گیا تھا۔ غرض ہماری پرانی ریاست خاک میں مل کر آخر پانچ گاؤں ہاتھ میں رہ گئے۔ پھر بھی بلحاظ پرانے خاندان کے میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضٰے اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے۔ گورنر جنرل کے دربار میں بزمرہ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے ۱۸۵۷ء میں انہوں نے سرکار انگریزی کی خدمت گذاری میں پچاس گھوڑے معہ پچاس

مـ۱۱ عبداللہ آتھم صاحب کو ایک ہزار انعام کا وعدہ دیا گیا تھا۔ شرطیہ طور پر (تسلیم کیا گیا)۔ مـ۱۲ عبداللہ آتھم صاحب کو دو ہزار روپیہ کے انعام کا وعدہ دیا گیا۔ مـ۱۳ ایضاً تین ہزار ایضاً۔ مـ۱۴ ایضاً چار ہزار ایضاً۔ مـ۱۵ انجام آتھم شائع کیا گیا (تسلیم ہوا) مـ۱۶ انجام آتھم میں مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ ۴۹ مولوی اور ۶۸ چھاپہ والے اگر ہمارے پر ایمان نہیں لاویں گے تو مر جائیں گے (مرزا صاحب نے اس کو تسلیم نہیں کیا)۔ مـ۱۷ اس پیش گوئی میں لیکھرام کے مرنے کی بابت وہ لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ مباہلہ کریں (تسلیم کیا گیا)۔ مـ۱۸ گنگا بشن کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا (تسلیم کیا) مـ۱۹ مولوی محمد حسین بٹالوی کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا (تسلیم کیا گیا) مـ۲۰ رائے جندر سنگھ کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا (تسلیم کیا گیا) مـ۲۱ پیشگوئی بابت مرنے لیکھرام کی۔ (تسلیم کیا گیا) مـ۲۲ نسبت

سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دئے تھے اور آئندہ گورنمنٹ کو اس قسم کی مدد کا عند الضرورت وعدہ بھی دیا۔ اور سرکار انگریزی کے حکام وقت سے بجلدوے خدمات عمدہ عمدہ چٹھیات خوشنودی مزاج ان کو ملی تھیں۔ چنانچہ سر لیپل گریفن صاحب نے بھی اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ غرض وہ حکام کی نظر میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ اور بسا اوقات ان کی دلجوئی کے لئے حکام وقت ڈپٹی کمشنر کمشنر اُن کے مکان پر آکر اُن کی ملاقات کرتے تھے۔ یہ مختصر میرے خاندان کا حال ہے میں ضروری نہیں دیکھتا کہ اس کو بہت طول دوں۔

اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے* اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا۔ اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں تھا۔ میری پیدائش سے پہلے میرے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے۔ ایک دفعہ ہندوستان کا پیادہ پا سیر بھی کیا۔ لیکن میری پیدائش

* نوٹ:۔ میں توام پیدا ہوا تھا ایک لڑکی جو میرے ساتھ تھی وہ چند روز کے بعد فوت ہو گئی تھی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرح پر خدا تعالےٰ نے انثیت کا مادہ مجھ سے بکلی الگ کر دیا۔ منہ

شیخ مہر علی کے دھمکی دی گئی کہ اگر وہ بیعت نہ کرے تو عذاب اس پر نازل ہوگا (تسلیم نہیں کیا گیا) پیشگوئیاں مذکورہ بالا (دستی تحریر شدہ) کاغذات میں درج ہیں جو عدالت میں داخل کیا گیا ہے لیکھرام کے قتل کے بعد ہمکو مخفی طور پر آگاہ کیا گیا کہ ہم کو خبردار رہنا چاہئیے مبادا مرزا صاحب نقصان پہنچائے۔ایک اشتہار میں مرزا صاحب نے یہ لکھا تھا کہ کچھ حصہ کفر کا مٹ گیا ہے اور کچھ حصہ جلد مٹنے والا ہے۔یہ فقرات جو ہیں ان کی بابت میرا خیال ہے کہ جو حصہ کفر کا مٹ گیا ہے وہ لیکھرام کی بابت ہے اور جو باقی ہے وہ میری نسبت ہے اور اس لئے میں نے سرکار میں اطلاع دی تھی۔اشتہار وغیرہ جو میرے پاس آتے ہیں وہ ہمیشہ قادیان سے آتے ہیں۔ حالانکہ میں نہ چندہ دیتا ہوں اور نہ کوئی تعلق ہے۔بعد مناظرہ کے ہماری خط و کتابت چند عرصہ تک رہی۔اور پھر بعد ازیں ہر طرح سے ہم نے خط و کتابت وغیرہ کا مرزا صاحب سے قطع تعلق کر دیا۔سہ ماہ گذشتہ سے ہم نے کوئی اشتہار وغیرہ مرزا صاحب کی طرف سے وصول نہیں پایا۔ جس سے میرا خیال ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ میری طرف سے وہ غافل ہیں۔۱۶ جولائی ۹۷ء کو ایک شخص جوان عمر میرے پاس آیا اور اس نے عیسائی ہونے کی درخواست کی۔اُس نے اپنا نام

کے دنوں میں اُن کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا۔اور یہ خدا تعالےٰ کی رحمت ہے کہ میں نے ان کے مصائب کے زمانہ سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا۔اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملک داری سے کچھ حصہ پایا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح جن کے ہاتھ میں صرف نام کی شہزادگی بوجہ داؤد کی نسل سے ہونے کی تھی اور ملک داری کے اسباب سب کچھ کھو بیٹھے تھے ایسا ہی میرے لئے بھی تحقیق یہ بات حاصل ہے کہ ایسے رئیسوں اور ملک داروں کی اولاد میں سے ہوں۔شاید یہ اس لئے ہوا کہ یہ مشابہت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری ہو۔اگرچہ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرح یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میرے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں مگر تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ تمام صف ہمارے اجداد کی ریاست

عبدالمجید بتلایا اور کہا کہ میں جنم کا برہمن ہوں اور کہ میرا ہندو نام رلیارام ہے اور والد کا نام
رام چند ہے اور کھجوری دروازہ بٹالہ کا رہنے والا ہوں سے سال کی عمر میں مرزا نے مجھے مسلمان
کیا تھا۔ جس کو سات سال گذرے ہیں۔ وہ ایک ہندو دوست کی ترغیب سے مسلمان ہوا تھا۔
اور وہ دوست بھی اسی وقت مسلمان ہوگیا تھا۔ میرا دوست اروڑہ قوم کا تھا اور کرپارام اُس کا
نام تھا۔ اب اس کا نام عبدالعزیز ہے اور بٹالہ میں کپوری دروازہ کے اندر تمباکو فروشی کرتا ہے
سات سال کے عرصہ میں مرزا صاحب کے یہاں طالب علم رہا اور قرآن کی تعلیم پاتا رہا۔ حال
میں جو مرزا صاحب کے دعاوی کی نسبت الہامات باطل ثابت ہوئے تو اس کو یقین ہوا کہ
مرزا صاحب نبی نہیں ہیں۔ اور اس نے خیال کیا کہ مرزا صاحب اچھے آدمی نہیں ہیں اور شرانگیز
ہیں۔ میں سیدھے قادیان سے آیا ہوں۔ اور عام طور پر علانیہ میں نے مرزا صاحب کو گالیاں دی
تھیں۔ جب میں وہاں سے چلا تھا میں اپنے ساتھ کچھ نہیں لایا۔ خداوند مسیح کا قول ہے کہ سب
کچھ چھوڑ چھاڑ پیچھے چلو۔ میں اور کچھ نہیں چاہتا صرف بپتسمہ لینا چاہتا ہوں۔ اپنی معاش ٹوکری
اٹھا کر قلی گری کر کے بسر کروں گا۔ ہم کو کوئی کافی وجہ اس نے نہ بتلائی کہ وہ امرتسر کیوں آیا ہے

اور ملک داری کی لپیٹی گئی اور وہ سلسلہ ہمارے وقت میں آکر بالکل ختم ہوگیا اور ایسا ہوا
تاکہ خدا تعالٰے نیا سلسلہ قائم کرے جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس سُبحانہٗ کی طرف سے
یہ الہام ہے سبحان اللہ تبارک وتعالیٰ زاد مجدك ینقطع آباءك ویبدء
منك یعنے خدا جو بہت برکتوں والا اور بلند اور پاک ہے اس نے تیری بزرگی کو تیرے
خاندان کی نسبت زیادہ کیا۔ اب سے تیرے آبا کا ذکر قطع کیا جائے گا اور خدا تجھ سے شروع
کرے گا۔ اور ایسا ہی اس نے مجھے بشارت دی کہ میں تجھے برکت دوں گا اور بہت برکت
دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔
پھر میں پہلے سلسلہ کی طرف عود کر کے لکھتا ہوں کہ بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم

کیونکہ بٹالہ اور گورداسپور میں مشنری صاحب موجود ہیں اور نہ اس نے کوئی خاص وجہ بتلائی کہ وہ کیوں خاص کر میرے پاس آیا ہے۔ جب کہ اور بھی مشنری صاحب موجود ہیں۔ اس نے صرف یہ کہا کہ اتفاقیہ ایک شخص کے آپ کی کوٹھی بتلانے پر آیا ہوں جب ہم نے اُس سے پوچھا کہ تم نے کرایہ ریل کا کہاں سے لیا تو وہ بتلا نہ سکا۔ ان باتوں پر ہماری خاص توجہ غور کے واسطے ہوئی اور غور طلب معاملہ ہم نے سمجھا اور یہ میرے دل میں گذرا کہ اس کے بیانات لیکھرام کے قاتل کے بیانات سے عجیب تشبیہ رکھتے ہیں۔ پس ہم نے اس کی طرف خاص دھیان رکھا۔ پس اس سے گفتگو کر کے ہم نے قصد مذکور کیا۔ اس شخص نے واقفیت دین عیسوی سے ظاہر کی ہم نے پوچھا کہاں سے یہ واقفیت حاصل کی۔ اس نے کہا کہ قادیان میں ایک عیسائی بٹالہ کا رہتا ہے جو مسلمان ہو کر مرزا صاحب کے یہاں رہتا ہے نام اس کا سائیاں ہے۔ اس کے پاس انجیل مقدس تھی اور مطالعہ کیا کرتا تھا جہاں سے مجھے شوق و رغبت ہوئی۔ میں نے اس نوجوان کو مہاں سنگھ گیٹ والے شفاخانہ میں بھیج دیا۔ کہ وہاں طالب علموں کے پاس رہے اور تعلیم پائے۔ اور ہم نے اس کو بوتلوں کے صاف کرنے وغیرہ کا کام دیا۔ قریباً پانچ چھ یوم تک وہ اس جگہ رہا۔ اول اس میں قابل توجہ یہ بات تھی کہ وہ مرزا صاحب

اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر تقریباً دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو اُن سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا

کے حق میں بہت ہی برا بکتا تھا۔ دوم وہ بپتسمہ لینے کی از حد خواہش رکھتا تھا۔ اور سوم وہ بلا وجہ اور بلا طلبی ہمارے کوٹھی پر آکر گشت اور سیر اور ملاقات چاہتا تھا۔ اور باوجودیکہ ۱۵ سال کی عمر میں وہ محمدی ہوا تھا۔ اپنی گوت (برہمن) سے ناواقف تھا اور نانکوں سے ناواقف تھا۔ اور مختلف اشخاص سے مختلف قسم کی اپنی نسبت کہانی بیان کی مثلاً ایک شخص سے اُس نے اپنے دوست الیسرداس نام کو بجائے کرپارام کے بتلایا۔ بعد انقضائے پانچ روز ہم نے اپنے سپتال واقع بیاس پر اُسے بھیج دیا۔ وہاں بھی میرے طالب علم پڑھتے ہیں جاتے ہی اس نے ایک خط مولوی نورالدین کے نام جو میرزا صاحب کا داہنے ہاتھ کا فرشتہ ہے لکھا۔ یہ اسی شخص کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ خط اُس نے لکھا ہے۔ مطلب اس خط کا یہ تھا کہ میں عیسائی ہونے لگا ہوں آپ روک سکتے ہیں تو روک لیں۔ یہ مطلب بھی اُس کی زبانی ہی معلوم ہوا تھا اور دیگر شہادت بھی ہے۔ باعث خط لکھنے کا یہ تھا کہ ہم نے اس کو کہا تھا۔ کہ یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم مرزا صاحب کو لکھیں کہ یہ شخص عیسائی ہونا چاہتا ہے۔ کل کو یہ نہ کہیں کہ تم اُن کے چور ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں میں خود ہی خط لکھتا ہوں۔ اور اس نے خط لکھ کر بیرنگ ڈاک میں ڈالا۔ اور مجھے خط کے ذریعہ سے خط لکھنے سے منع کیا تھا جب تک میرے بپتسمہ کا وقت ہو۔ وہ خط

بقیہ حاشیہ

اتفاق ہوا۔ اِن کا نام گُل علی شاہ تھا۔ اِن کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔ میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے اور نیز اُن کا یہ بھی مطلب تھا کہ میں اس شغل سے الگ

ہمارے پاس ہے اور ہم پیش کریں گے۔ پھر ہم نے اس نوجوان لڑکے کے حالات کی بابت دریافت کرنا شروع کیا۔ ایک آدمی بٹالہ میں دریافت کے واسطے بھیجا گیا۔ اس آدمی کا نام مولوی عبدالرحیم ہے۔ اس نے بٹالہ کے متعلق حالات عبدالحمید کے محض جھوٹے پائے۔ ذرہ بھر بھی اس میں سچ نہ تھا۔ تب مولوی عبدالرحیم سیدھا قادیان میں مرزا صاحب کے پاس پہنچا اور مکان پر پہنچ کر اس نے دریافت کیا کہ آیا کوئی شخص عبدالمجید نام یہاں پر ہے۔ ایک لڑکا وہاں تھا۔ اُس نے کہا کہ ہاں تھا مگر مرزا صاحب کو گالیاں دے کر چلا گیا ہے۔ پھر مولوی عبدالرحیم مرزا صاحب کے پاس گیا اور دریافت پر کہا کہ میں عیسائی ہوں۔ اور عبدالمجید کی بابت دریافت کیا۔ مرزا صاحب نے کہا کہ وہ جھوٹا ہے۔ پیدائشی مسلمان ہے اور اس کا پیدائشی نام عبدالحمید ہے اور وہ مولوی برہان الدین جہلمی کا بھتیجا ہے۔ وہ راولپنڈی میں عیسائی ہوا تھا اور یہاں قادیان میں آکر پھر مسلمان ہوگیا تھا۔ اور چند عرصہ محنت ٹوکری اٹھا کے کرتا رہا۔ اور قریباً سات آٹھ یوم سے یہاں سے چلا گیا ہے۔ اور یہ عرصہ اُس عرصہ سے مطابق ہے جب وہ ہماری کوٹھی پر آیا تھا۔ اور آخرکار مرزا صاحب نے کہا کہ اس کی اچھی طرح خاطر مدارات کرو اور خوراک پوشاک عمدہ دو تو وہ تمہارے پاس رہے گا۔ پھر ہم نے جہلم سے دریافت کیا وہاں سے ہم کو معلوم ہوا کہ اس نوجوان آدمی کا نام

ہوکر ان کے غموم وہموم میں شریک ہو جاؤں۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ میرے والد صاحب اپنے بعض آباد اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا رہا۔ اُن کی ہمدردی اور مہربانی میرے پر نہایت درجہ پر تھی مگر وہ چاہتے تھے کہ دنیا داروں کی طرح مجھے رُو بخلق بناویں

عبد المجید نہیں ہے اور کہ اس کا والد مر گیا ہے۔ اس کی ماں نے اس کے ایک چچا سے نکاح کر لیا ہے۔ اور دوسرا چچا اور خاندان کا بڑا ممبر مولوی برہان الدین ہے۔ جو مولوی برہان الدین غازی کے نام سے مشہور ہے۔ وہ قوم کے گکھڑ ہیں۔ برہان الدین معہ اپنے کل خاندان کے نہایت ہی پکے محمدی ہیں۔ برہان الدین مجاہدین میں سے ہے۔ میرا مطلب ہے کہ جو مجاہدین سرحد سے باہر ہیں اُن سے اس کا واسطہ تعلق رہا ہے اور وہ بڑا لا دھڑک ہے۔ اگرچہ اب عمر رسیدہ ہے جہاں تک سُنا ہے نیک معاش ضرور ہے اور نسبت سب خاندان خاص کر کے بُرہان الدین مرزا صاحب پر جاں نثار ہیں۔ نوجوان آدمی کی کچھ حقیقت قریباً للعہ بیگہ اراضی ہے اور کچھ نقدی بھی ہے جو بوقت وفات والدش اس کے چچوں کے قبضہ میں آیا۔ یہ تحقیقات محمد یوسف خاں نے کی تھی جو مرزا صاحب کا مرید سابق تھا اور خود بھی مجاہدوں کی بُو رکھتا تھا اور بُرہان الدین کا دوست قدیمی تھا۔ اس کا خط ہمارے پاس ہے جو پیش کیا جاتا ہے۔ مکرر۔ ضرورت پیش کرنے کی نہیں ہے۔ اس نوجوان کو کبھی بپتسمہ نہیں دیا گیا تھا اور وہ نہایت وحشیانہ اور ناشائستہ زندگی بسر کر آیا تھا۔ اور اس نے اپنے چچا کے للعہ چوری کر کے شہوت پرستی میں خراب کئے تھے رات و دن وہ بد مستوں عیاشوں اور رنڈی بازیوں میں پھرتا رہتا تھا۔ پھر ہم نے اس کے عیسائی ہونے کے متلاشی ہونے کی بابت گجرات سے دریافت کیا بذات خود ہم نے دریافت کیا تھا۔

اور میری طبیعت اس طریق سے سخت بیزار تھی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کمشنر نے قادیان میں آنا چاہا۔ میرے والد صاحب نے بار بار مجھ کو کہا کہ ان کی پیشوائی کے لئے دو تین کوس جانا چاہیئے۔ مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی۔ اور میں بیمار بھی تھا۔ اس لئے نہ جا سکا پس یہ امر بھی اُن کی ناراضگی کا موجب ہوا اور وہ چاہتے تھے کہ میں دنیوی امور میں ہر دم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں

معلوم ہوا کہ وہ گجرات کے ضلع مونگ کے ریلیف ورکس پر میٹ رہا تھا اور روز منادی کے وقت آکر پادری صاحب یا عیسائیوں کو دق کرتا تھا اور اپنی بہن کے پاس جو کھوا میں رہتی تھی سکونت رکھتا تھا اور کہا کہ ایک روز میں انجیل پڑھتا تھا۔ ایک دن بہنوئی نے نکال دیا اور پادری صاحب کے پاس گجرات چلا آیا۔ ہماری دریافت کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ لڑکا نہایت بدچلن اور مشکوک سا آدمی گجرات میں تھا۔ اور اس لئے زناکاری کی علت میں گجرات سے مشن والوں نے نکال دیا تھا۔ کسی صورت سے اس کو عیسائی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ نہایت ہی برا محمدی سمجھا جاتا تھا۔ گجرات میں اس کی دو دست بازاری عورتیں تھیں یا ایک شخص میراں بخش جولاہا تھا جو مرزا صاحب کا سخت عقیدتمند مرید ہے۔ جب ہم نے یہ باتیں سنیں تو ہمارا اشتباہ مرزا صاحب کی نسبت اور زیادہ ہوا کہ وہ قادیان میں ٹوکری اٹھاتا رہا تھا اور آخر کار گالیاں دے کر چلا آیا ہے جس کا اصل مدعا یہ ہے کہ اس امر کا اشتباہ نہ ہو کہ اس نوجوان کی مرزا صاحب سے سازش ہے اور مرزا صاحب جب مجھ سے دریافت کیا گیا تو جو معلوم تھا کہہ دیا تھا۔ ہم نے جرائم کے ارتکاب کے اصول کا جو قانون ہے اس کی مطالعہ کیا ہے اور ہم کو معلوم ہے کہ بموجب اس علم کے جو شخص زنا پر آمادہ ہو اس کو قتل پر آمادہ کرنا آسان ہے۔ نیز ایسے اشخاص جن کو حوران بہشت کی تمنا ہو اور ایسے نوجوان کو جن کو زنا کی لت ہو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یعنے ایسے

اپنے تئیں محو کر دیا تھا۔ اور اُن کے لئے دعا میں بھی مشغول رہتا تھا۔ اور وہ مجھے دلی یقین سے برّ بالوالدین جانتے تھے اور بسا اوقات کہا کرتے تھے کہ میں صرف ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ جس طرف اس کی توجہ ہے یعنی دین کی طرف صحیح اور سچ بات یہی ہے۔ ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں ایسا ہی اُن کے زیر سایہ ہونے کے ایام میں چند سال تک میری عمر کراہت طبع کے ساتھ انگریزی ملازمت میں بسر ہوئی۔ آخر چونکہ میرا جُدا رہنا میرے والد صاحب پر بہت گراں تھا

شخص کے واسطے حوران بہشت کا خیال بڑھکر لقمہ ہے۔ جان جائے تو چلی جائے۔ حوران بہشت تو ملیں گی۔ نیز ہم کو یہ بھی علم ہوا کہ وہ نوجوان ایک نکمے مسلمان خاندان جہلمی سے تھا۔ جن کو مرنے کا ذرا خوف نہیں ہے۔ اور اگر وہ بطور مرید مرزا صاحب کے مرتا تو مرزا صاحب کی عزت تھی۔ اور اگر وہ بطور مسلمان کے مرتا تو شہید کہلاتا۔ اور اگر یونہی مرجاتا تو اسکے بچوں کو جائداد سے فائدہ تھا۔ ان باتوں کو مدنظر رکھکر ہم بیاس گئے اور روبروئے گواہاں ہم نے اُس نوجوان سے گفتگو کی۔ اور میرے وعدہ پر کہ ہم تمہارا بُرا نہیں چاہتے اُس لڑکے نے پانچ کس گواہان کے روبروئے اقرار کیا اور خود لکھکر (حرف ج) دیا جو ہمارے روبروئے اُس نے لکھا تھا۔ اور پھر روبروئے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر امرتسر کے تصدیق بھی کرا دیا تھا۔ علاوہ اس اقرار نامہ کے اس نوجوان نے از خود مجھے کہا کہ میں بایماء مرزا صاحب جان بوجھکر انکو گالیاں دیکر آیا تھا۔ اور یہ بھی اُس نے ہم کو کہا کہ ریل کا کرایہ بطور مزدوری ٹوکری اُٹھانے کے مرزا صاحب نے دیا ہے۔ اور پھر یہ بھی اُس نے ہم کو کہا کہ جو خط مولوی نورالدین کو بیاس سے بھیجا تھا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ میری سکونت کا اسکو پتہ ملے۔

حاشیہ:

اس لئے اُن کے حکم سے جو عین میری منشاء کے موافق تھا۔ مَیں نے استعفا دیکر اپنے تئیں اُس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی سُبکدوش کر دیا اور پھر والد صاحب کیخدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت کم ایسے ہونگے جو پُورے طور پر صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوں اور جو اُن ناجائز حظوظ سے اپنے تئیں بچا سکیں جو ابتلا کے طور پر انکو پیش آتے رہتے ہیں۔ مَیں ہمیشہ اُن کے مُنہ دیکھ کر حیران رہا اور اکثر کو ایسا پایا کہ اُن کی تمام دلی خواہشیں مال و متاع تک خواہ حلال کی وجہ سے ہو یا حرام کے ذریعہ سے محدود تھیں۔ اور بہتوں کی دن رات کی کوششیں صرف اسی مختصر زندگی کی دُنیوی ترقی کے لئے

اُس نے یہ بھی کہا کہ مولوی نورالدین کو اس سازش کا کچھ علم نہیں ہے اور نہ اُس نے کبھی کچھ اس بارے میں کہا تھا۔ پر بعد اس کی زبانی ہم کو معلوم ہؤا کہ اس نوجوان کے پیچھے دو آدمی اور پھرتے تھے اور ہمارا خیال لیکھرام کے قاتل کے نہ پائے جانے پر غور کرکے یہ تھا کہ وہ دو آدمی اسکو بھی مار ڈالیں گے بعد اس کے کہ وہ مجھے قتل کرے۔ اسلئے ہم نے بڑے خرچ و احتیاط سے اس نوجوان لڑکے کی جان کی حفاظت کی۔ ۳۱ر جولائی ۹۷ء کو ہم اسکو پھر امرتسر لے گئے۔ اور حکام ضلع کو اطلاع دیا۔ پھر تحقیقات ہوئی جس کا ہم کو حال معلوم نہیں۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ مرزا صاحب کی ایماء سے نقص امن ہونے کا احتمال ہے اور ہمکو اندیشہ ہے۔ کہ وہ اور بھی سازشیں کرنا چاہتا ہے۔ جو پیشگوئی مرزا صاحب نے ہماری نسبت کی ہے۔ وہ ہتک آمیز ہے اور ممکن ہے کہ ہماری طرف سے وہ نقص امن کرانا چاہتے ہیں کہ میں خود اُن بے عزتی کے الفاظ کو دیکھ کر نقص امن کروں۔ ہم کو اپنی حفاظت کا اکثر انتظام کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ ہم ڈاکٹر ہیں۔ ہم کو اکثر اوقات ہر قسم کے اشخاص سے تعلق پڑتا ہے۔ اور اگر اس قسم کا اندیشہ لاحق حال رہے تو شاید نقص امن ہو جائے۔ ہمارے خیال میں آئندہ کیلئے

بقیہ حاشیہ

مصروف پائیں۔ میں نے ملازمت پیشہ لوگوں کی جماعت میں بہت کم ایسے لوگ پائے کہ جو محض خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرکے اخلاق فاضلہ حلم اور کرم اور عفت اور تواضع اور انکسار اور خاکساری اور ہمدردی مخلوق اور پاک باطنی اور اکل حلال اور صدق مقال اور پرہیزگاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ بلکہ بہتوں کو تکبر اور بدچلنی اور لاپروائی دین اور طرح طرح کے اخلاق رزیلہ میں شیطان کے بھائی پایا۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع کے انسانوں کا مجھے تجربہ حاصل ہو۔ اسلئے ہر ایک صحبت میں مجھے رہنا پڑا۔ اور بقول صاحب مثنوی رومی وہ تمام ایام سخت کراہت اور درد کے ساتھ میں نے بسر کئے۔

؎ من بہر جمعیتے نالاں شدم ٭ جفت خوشحالاں و بدحالاں شدم

کوئی پیشگوئی جو میری نسبت نقصان یا موت وغیرہ کی کیجائے اسکو نقض امن تصور کیا جاوے۔ بیاس پر ایک زندہ سانپ پکڑا گیا تھا تو عبدالحمید نے بڑی منت اور زاری کی تھی کہ ڈاکٹر صاحب نے حکم دیا ہے کہ جب سانپ کوئی پکڑا جائے تو ہمارے پاس لانا۔ حالانکہ ہمنے کوئی ایسا حکم نہیں دیا تھا۔

دستخط حاکم

نقل بیان مشمولہ مقدمہ عدالت فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

مرجوعہ	فیصلہ	نمبر بستہ	نمبر مقدمہ
۹ راگست ۹۷ء	زیر تجویز	از محکمہ	۳/۲

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی۔

جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

تتمہ بیان ڈاکٹر کلارک صاحب باقرار صالح ۱۲ راگست ۹۷ء

[مہر و دستخط] ۱۵/۸/۹۷

پیشگوئی جو برخلاف سلطان محمد کے مسلمانوں سے کی گئی تھی اور عبداللہ آتھم کی بابت جو عیسائیوں

ہر کسے از ظن خود شد یار من ٭ وز درون من نجست اسرار من

حضرت والد صاحب مرحوم کی خدمت میں پھر حاضر ہؤا تو بدستور اُن ہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہوگیا۔ مگر اکثر حصہ وقت کا قرآن شریف کے تدبّر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا۔ اور بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں سُنایا بھی کرتا تھا اور میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے۔ انہوں نے پَیروی مقدمات میں ستر ہزار روپیہ کے قریب خرچ کیا تھا جس کا انجام آخر ناکامی تھی۔ کیونکہ ہمارے بزرگوں کے دیہات مُدت سے ہمارے قبضہ سے نکل چکے تھے۔ اور اُن کا واپس آنا ایک خیال خام تھا۔ اسی نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم ایک نہایت عمیق گرداب غم اور حُزن اور اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے۔

حاشیہ نمبر ۱

سے مرزا صاحب نے کی تھی وہ پُوری نہ ہوئی*۔ اور صرف پیشگوئی برخلاف لیکھرام کے جو ہنڈوں کے واسطے تھی باقی تھی۔ پیشگوئیوں کے پُورا نہ ہونے کے واسطے مرزا صاحب کو آمدنی میں نقصان پہنچا۔ بعد مرگ لیکھرام کے مرزا صاحب نے ایک اشتہار (حرف کالح) جاری کیا جس میں وہ لیکھرام کے قتل کا ذکر کرتے ہیں (اشتہار پیش کیا گیا) ایک اور اشتہار جاری ہُوا تھا (حرف کال) مرزا صاحب کی طرف سے جس میں مرزا صاحب ——— ایک اور اشتہار پیش کیا جاتا ہے (حرف D) جسمیں عبداللہ آتھم کے مرجانے کی پیشگوئی بابت صفائی سے تحریر ہوجانے کا مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے۔ بسوال عدالت ایک خط امرتسر سے عبدالحمید نے قادیاں کسی شخص کے نام

اور مجھے اُن حالات کو دیکھ کر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کا موقعہ حاصل ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت والد صاحب کی تلخ زندگی کا نقشہ مجھے اُس بے لوث زندگی کا سبق دیتا تھا جو دنیوی کدورتوں سے پاک ہو۔ اگرچہ حضرت مرزا صاحب کے چند دیہات ملکیت باقی تھے اور سرکار انگریزی کیطرف سے کچھ انعام بھی سالانہ مقرر تھا اور ایّام ملازمت کی پنشن بھی تھی۔ مگر جو کچھ وہ دیکھ چکے تھے اس لحاظ سے وہ سب کچھ ہیچ تھا۔ اسی وجہ سے وہ ہمیشہ مغموم اور محزون رہتے تھے۔ اور بارہا کہتے تھے کہ جسقدر میں نے اس پلید دُنیا کے لئے سعی کی ہے، اگر میں وہ سعی دین کیلئے کرتا تو شاید آج قطب وقت یا غوث وقت ہوتا۔ اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

* مَیں ابھی لکھ چکا ہوں کہ یہ دونوں پیشگوئیاں بڑی صفائی سے پُوری ہوگئی ہیں۔ سلطان محمد یعنے احمد بیگ کا جو داماد ہے اسکی نسبت جو پیشگوئی تھی اسمیں احمد بیگ اس کا خسر بھی شامل تھا اور پیشگوئی میں شرط توبہ تھی۔ چنانچہ احمد بیگ نے شوخی اور تکذیب پر اصرار کیا اسلئے میعاد کے اندر فوت ہوگیا دیکھو یہ پیشگوئی کیسی صفائی سے پوری ہوئی۔ رہا اُس کا داماد سو احمد بیگ کی موت نے اُن سب پر لرزہ ڈالدیا اور لرزاں اور ترساں ہوگئے۔ اسلئے خدا نے اسکے داماد سلطان محمد کو کسی اور وقت تک مہلت دیدی اور آتھم بھی الہامی شرط کی وجہ سے اور اخفائے شہادت سے بموجب ہمارے الہام کے مرگیا۔ پھر یہ کیسا ظلم ہو کہ سچ کو جھوٹ سمجھتے ہیں منہ

ضـ۔ نقل مطابق اصل۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کی کا لفظ دو جگہ سہواً کاتب ۱۷۰ سے رہ گیا ہے اصل عبارت یوں ہوگی کہ مرجانے کی پیشگوئی کی بابت۔

بھیجا تھا جس کا پتہ نہیں کون تھا۔ عبد الحمید نے مجھ سے کہا تھا۔ جب وہ امرتسر آیا تھا کہ میں سات سال ہندو سے مسلمان ہو کر مرزا صاحب کے پاس رہا تھا اور تعلیم پا تا رہا تھا۔ مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ برہان الدین و لقمان کے درمیان ناراضگی ہے یا نہ۔ برہان الدین جو خاندان کا سرگروہ مرزا صاحب کا مُرید ہے۔ بجواب وکیل مدعا علیہ۔ عبد الحمید ۴ - ۵ بجے شام کے میری کوٹھی پر ۱۶ر جولائی ۹۷ء کو مجھے آکر ملا تھا۔ مَیں اپنے دفتر کے کمرے میں تھا اُس نے ہمارے پُوچھنے پر کون ہو۔ کیوں آئے ہو۔ اُس نے اپنا نام وغیرہ سلسلہ وار بتلایا۔ آدھ گھنٹہ تک میرے پاس بیٹھا رہا تھا۔ جو کچھ اُس نے مجھ سے گفتگو کی تھی وہ مَیں نے اپنے بیان میں لکھا دی۔ اسکے علاوہ اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ عبد الحمید کے آتے ہی شکل دیکھ کر ہم کو اسکی نسبت شک ہُوا کہ یہ وہ شخص ہی جس کو مرزا صاحب نے میرے قتل کے واسطے بھیجا ہے۔ مَیں نے کسی کو یعنے پولیس وغیرہ کو اطلاع نہیں دی۔ مگر اپنے لوگوں کو کہا کہ اس کو رکھو اور دھیان رکھو مگر اپنا پتہ اس کو نہ دو۔ عبد الحمید کے پاس کوئی ہتھیار اور کوئی چیز نہیں تھی۔ ہم نے کسی سے یہ ذکر نہیں کیا کہ ہمارا اشتباہ اس شخص کی نسبت ہے کہ وہ ہم کو قتل کریگا۔ باہر کمرے کے دو تین آدمی تھے مگر ہماری باتیں نہیں سنتے تھے۔ میرا حق ہی کہ اگر کوئی شخص مارنے کے واسطے بھی آوے مَیں اسکو تعلیم عیسوی دوں خواہ ہم کو شبہ ہو کہ وہ

نفح قلب

عُمر بگذشت و نماندست جز ایّامے چند ٭ بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

اور مَیں نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ ایک اپنا بنایا ہُوا شعر رقّت کے ساتھ پڑھتے تھے اور وہ یہ ہے۔ از در تو اے کسِ ہر بیکسے ٭ نیست اُمیدم کہ روم نا امید۔ اور کبھی درد دِل سے یہ شعر اپنا پڑھا کرتے تھے۔ بآب دیدۂ عشاق و خاکپائے کسے ٭ مرا دلیست کہ درخون تپد بجائے کسے حضرت عزّت جلشانہٗ کے سامنے خالی ہاتھ جانے کی حسرت روز بروز آخری عُمر میں اُنپر غلبہ کرتی گئی تھی۔ بارہا افسوس سے کہا کرتے تھے کہ دنیا کے بیہودہ خرخشوں کیلئے مَیں نے اپنی عُمر ناحق ضائع کر دی۔ ایک مرتبہ حضرت والد صاحب نے یہ خواب بیان کیا کہ مَیں نے رسول اللہ

مارنے آیا ہے مَیں اُس کو تعلیم دُونگا۔ اور دوم ہم نے اس نوجوان کو اس واسطے رکھا کہ اگر کوئی
شرارت بھی کرے تو اچھا ہے کہ ان کو لینے کے دینے پڑ جاویں (سوال۔ کیا آپ اپنی جان کی
پرواہ نہیں کرتے) یہ سوال بے تعلق ہے مَیں جواب نہیں دیتا۔ عبد الحمید کو جلال الدین ملازم
شفاخانہ ہسپتال میں بعد گفتگو لے گیا تھا۔ کیونکہ اسی جگہ ہمارے طالب علم رہتے ہیں۔ اور
جلال الدین کو بھی ہم نے کہا تھا کہ عبد الحمید پر نظر رکھنا۔ مگر کسی بھید سے واقف نہ کرنا۔ کسی
خاص بھید کا ذکر نہ تھا۔ عام طور پر کہا تھا ۲۲ر جولائی ۹۷ء کی شام تک عبد الحمید کو شفاخانہ
میں رکھا گیا تھا۔ ۱۶ سے ۲۲ تاریخ تک شاید پیر کے دن ۱۹ر تاریخ ۴-۵ بجے شام کے قریب
ہماری کوٹھی پر آیا۔ خواہ مخواہ آیا بُلایا نہ تھا اور اِدھر اُدھر جھانکتا تھا۔ مَیں نے برآمدہ میں اس کو
ڈانٹا کہ کیوں بلا بُلائے چلا آیا ہے جا چلا جا۔ اُس وقت اُسکے ہاتھ میں کوئی پتھر وغیرہ نہ تھا۔
ہمارے ڈاکٹر شفاخانہ نے ہم سے کہا تھا کہ عبد الحمید کو سوزاک ہے ڈاکٹر نے اس کا علاج کیا تھا۔
بیاس میں بھی ہمارے طالب علم ہیں اسلئے ہم نے مناسب سمجھا کہ وہاں اس کو بھیجدیا جاوے

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک بڑی شان کے ساتھ میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں جیسا کہ
ایک عظیم الشان بادشاہ آتا ہے۔ تو مَیں اُسوقت آپکی طرف پیشوائی کے لئے دوڑا۔ جب قریب
پہنچا تو مَیں نے سوچا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہیئے۔ یہ کہکر جیب میں ہاتھ ڈالا جس میں صرف
ایک روپیہ تھا۔ اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہؤا کہ وہ بھی کھوٹا ہے۔ یہ دیکھ کر مَیں
چشم پُر آب ہو گیا اور پھر آنکھ کھل گئی" اور پھر آپ ہی تعبیر فرمانے لگے کہ دُنیا داری کے
ساتھ خدا اور رسول کی محبت ایک کھوٹے روپیہ کی طرح ہے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ
میری طرح میرے والد صاحب کا بھی آخر حصّہ زندگی کا مصیبت اور غم اور حزن میں ہی گذرا
اور جہاں ہاتھ ڈالا آخر ناکامی تھی اور اپنے والد صاحب یعنے میرے پردادا صاحب کا
ایک شعر بھی سُنایا کرتے تھے جس کا ایک مصرع راقم کو بھول گیا ہے اور دُوسرا یہ ہے کہ
ع "جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر ہنستی ہے" اور یہ غم اور درد اُن کا پیرانہ سالی میں

سانون مہتر بیاس سے آیا ہُوا تھا۔ اُسکے ہمراہ یہی تھا اور ہدایت کی تھی کہ عبدالحمید کو پریداس کے حوالہ کردو اور یہ خط دیدو۔ پریداس کو ہدایت کی تھی کہ دین عیسوی کی تعلیم دو اور اس سے کام لو نازک اندام نہیں ہے۔ جب وہ امرتسر میں رہا تھا اسکی ظاہرا شکل وشباہت سے وہ قاتل معلوم ہوتا تھا۔ اب ویسی اسکی شکل وشباہت نہیں رہی جب سے اُسنے اقبال کرا ہے اسکی رگ ہائے میں ایک قسم کی حرکت معلوم ہوتی تھی اور آشوب والی آنکھیں تھیں جو بعد اقبال نہیں رہی۔ مولوی عبدالرحیم نے بھی یہ تغیر اس میں معلوم کیا تھا جب تک وہ ہسپتال میں رہا اور اس کی حالت حسب مذکورہ بالا ہم دیکھتے تھے جیسے ہمارا وہ شک جڑ پکڑ گیا اور پختہ ہوا۔ جب بیاس بھیجا تھا کسی کو نہیں کہا تھا کہ اپنا بھید نہ دینا اور اسکا دھیان رکھنا۔ امرتسر میں سب کو کہا تھا کہ اس کا حال دریافت کرو کہ کون ہے اور اسکے حالات کیا ہیں۔ یہ اپنے حالات مختلف قسم کے بتلاتا تھا۔ خاصکر عبدالرحیم نے ہم سے کہا تھا کہ پتہ نہیں لگتا کہ کون ہے۔ ۲۲ جولائی ۹۷ء سے ۳۱ جولائی ۹۷ء تک عبدالحمید بیاس میں رکھا گیا تھا۔ دو تین دفعہ غالباً ہم بیاس گئے مگر خلوت میں اسکو نہیں دیکھا تھا عام طور پر دیکھتے رہے تھے اُسنے کبھی

نزول المسیح

بہت بڑھ گیا تھا۔ اسی خیال سے قریباً چھ ماہ پہلے حضرت والد صاحب نے اس قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کی کہ جو اسجگہ کی جامع مسجد ہے۔ اور وصیت کی کہ مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہو۔ تا خدائے عزّوجل کا نام میرے کان میں پڑتا رہے۔ کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو۔ چنانچہ جس دن مسجد کی عمارت بہمہ وجوہ مکمل ہوگئی اور شاید فرش کی چند اینٹیں باقی تھیں کہ حضرت والد صاحب صرف چند روز بیمار رہ کر مرض پیچش سے فوت ہوگئے اور اس مسجد کے اسی گوشہ میں جہاں انہوں نے کھڑے ہوکر نشان کیا تھا دفن کئے گئے۔ اللّٰھم ارحمہ وادخلہ الجنۃ۔ آمین۔ قریباً اسی یا پچاسی برس کی عمر پائی۔

ان کی یہ حسرت کی باتیں کہ میں نے کیوں دنیا کے لئے وقت عزیز کھویا ابتک میرے دل پر دردناک اثر ڈال رہی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو دنیا کا طالب ہوگا۔

کوئی کوشش مجھ پر حملہ کرنے کی نہیں کی تھی ۱۳ار جولائی ۹۷ء کو اُس نے اقبال کیا تھا۔ میں خاص اُس کام کے واسطے وہاں اس روز گیا تھا اور اُس کو کہا کہ سچ سچ بتلا۔ اُسنے اپنے آپکو دو چار دفعہ رلیا رام بھی بتلایا بعد میں اقبال کیا۔ بغیر کسی دباؤ اُس نے اقبال کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ اگر مجھے کوئی خطرہ نہ ہووے تو بتلاتا ہوں۔ اور پھر میرے وعدہ پر کہ تمہارا نقصان نہ ہوگا اقبال کیا تھا۔ پانچ آدمی موجود تھے۔ پریمداس۔ وارث دین۔ عبد الرحیم۔ دیال چند اور ایک اور آدمی نام یاد نہیں۔ وارث دین میرے ماتحت نہیں ہے وہ عیسائی نہیں ✤ ہے۔ بیاس میں ہماری کوٹھی کے کھانے والے کمرہ میں یہ گفتگو عبد الحمید سے ہوئی تھی اور اسی وقت اسکی قلم سے اقبال لکھوایا تھا۔ اسکی قلم کا لکھا ہوا بھی کاغذ ہمنے دیا تھا۔ اوّل ایک اور کاغذ بطور مسودہ لکھا تھا۔ پھر اس کاغذ حرف II پر نقل کیا تھا۔ جہانتک مجھے علم ہے ہم نے یا ہمارے متعلقین نے کوئی لفظ یا حرف اُسکو نہیں بتلایا تھا۔ ۴ اور ۶ بجے شام کے درمیان کا یہ واقعہ ہے ۵ بجے کے بعد ۶ بجے سے پہلے لکھا گیا تھا۔ تین کس دیگر تھے۔ ایک سب پوسٹماسٹر۔ پوسٹماسٹر و تار بابو بلائے گئے تھے۔ اور انکو کہا گیا تھا کہ اس نوجوان سے پوچھ لو۔ اور انہوں نے دریافت کیا تھا اور اُن سے کہا تھا کہ میں اپنی خوشی سے لکھتا ہوں اور یہ امر سچ ہے۔ یہ تینوں گواہ ہندو ہیں۔ ہم کو معلوم نہیں کہ آریہ ہیں یا نہ۔ چونی لال کو ہم پیش کرینگے۔ ہماری کوٹھی پر تینوں

ضمیمہ لنگر ۱

آخر اس حسرت کو ساتھ لیجائیگا۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھے۔ میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کے ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔ مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب ان کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ میں اسوقت لاہور میں تھا جب مجھے یہ خواب آیا تھا۔ تب میں جلدی سے قادیاں پہنچا اور انکو مرض زحیر میں مبتلا پایا۔ لیکن یہ امید ہرگز نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہوجائینگے۔ کیونکہ مرض کی شدت کم ہوگئی تھی اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے۔ دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیز انکی خدمت میں حاضر تھے کہ مرزا صاحب نے مہربانی سے مجھے فرمایا کہ اسوقت تم ذرہ آرام کرلو۔ کیونکہ جون کا مہینہ تھا۔ اور

✤ یہ بات غلط ہے بلکہ وارث دین عیسائی ہے۔ ۱۸۴

شخص بُلائے ہوئے آئے تھے۔ اُنکے آنے سے پہلے اقبال لکھا ہوُا تھا۔ اُسی روز رات کی گاڑی میں ہم اُس کو اپنے ساتھ لائے اور سلطان ونڈ کے شفاخانہ میں یعنی احاطہ مشن میں رات کو رکھا۔ پہرہ بھی اسپر لگایا تھا کہ مبادا بھاگ نہ جائے۔ اس اقبال کو جب لکھا گیا ہمنے سب سچ سمجھا گویا نہایت ہی سچ سمجھا تھا۔ یہ بالکل ہی ناممکن ہے کہ کسی اور نے اسکو ہمارے پاس بھیجا ہو سوائے مرزا صاحب کے اور نہ یہ ہم نے سمجھا کہ کسی کی ترغیب سے وہ اقبال کر رہا ہے۔ میری رائے پہلے یہ تھی کہ مولوی نورالدین کا کوئی تعلق اس سے نہیں ہے۔ جب عبدالحمید نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ جب خط مولوی نورالدین کے نام اس نوجوان نے بھیجا کچھ ہمارا شک ہوُا کہ ان کا بھی تعلق ہے گو نورالدین کے تعلق کی بابت اب بھی ہم کو شک ہے۔ لیکن جو بیان مرزا صاحب کی نسبت عبدالحمید نے کیا ہے اسکی بابت ہم کو اب بھی کوئی شک نہیں ہے مطلق نہیں ہے جو بیان پہلے لکھنے سے یعنی اقبال سے عبدالحمید نے کیا تھا اسکو ہم نے جھوٹ سمجھا تھا یعنی جو بابت ہندو ہونے وغیرہ کے بیان کیا تھا وہ جھوٹا سمجھا تھا۔ باقی بیانات کی بابت نہ ہم نے اعتبار کیا تھا اور نہ بے اعتباری تھی۔ ہندو سے مسلمان ہونے کا جو اُس نے بیان کیا تھا یہ بھی جھوٹ سمجھا۔ ہم نے یقین کیا تھا کہ وہ قادیاں سے آیا ہے۔ ہم نے یقین کیا تھا کہ وہ قلی کا کام کرتا رہا ہے اور ہم نے یقین کیا تھا کہ ایک شخص سُنا تھا کہ قادیاں میں ہے۔

گرمی سخت پڑتی تھی۔ میں آرام کے لئے ایک چوبارہ میں چلا گیا اور ایک نوکر پیر دبانے لگا کہ اتنے میں تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہوُا **والسّماءِ والطّارق** یعنے قسم ہے آسمان کی جو قضاء و قدر کا مبدء ہے اور قسم ہے اُس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا۔ اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پُرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائیگا۔" سبحان اللہ کیا شان خداوند عظیم ہے کہ ایک شخص جو اپنی عمر ضائع ہونے پر حسرت کرتا ہوُا فوت ہوُا ہے اسکی وفات کو عزا پُرسی کے طور پر بیان فرماتا ہے۔ اس بات سے اکثر لوگ تعجب کریں گے کہ خدا تعالیٰ کی عزا پُرسی کیا معنے رکھتی

اور ہم نے زیادہ یقین اس امر کا کیا تھا کہ اسکے حالات کی تحقیقات مناسب ہے، باقی جملہ حالات کو یا تو شکی تصوّر کیا تھا یا یقین کیا تھا قادیاں سے دریافت کرنے سے مُراد پختہ حالات معلوم کرنے کی تھی مرزا صاحب کے برخلاف مقدمہ کرنے کے واسطے نہ تھی۔ ۳۱ر جولائی ۹۷ء تک ہمارا کوئی ارادہ مقدمہ مرزا صاحب سے کرنے کا نہ تھا۔ دریافت اِس واسطے نہ کی تھی کہ مرزا صاحب پر مقدمہ بنایا جاویگا۔ ۳۱ر جولائی ۹۷ء سے پہلے ۳۰ر جولائی ۹۷ء کو ہمیں معلوم ہو گیا تھا اور یقین ہُوا تھا کہ عبد الحمید بدمعاش زانی اور لُچا وغیرہ ہے۔ ۲۵ر جولائی ۹۷ء کو مرزا صاحب سے عبد الحمید کی بابت حالات کی خبر ہم کو ملی تھی۔ ۳۰ر جولائی ۹۷ء کو حالات جہلم سے معلوم ہوئے تھے۔ مرزا صاحب کا بیان بغیر زیادہ دریافت کے ہم نے باور نہیں کیا تھا۔ ہم کو تحقیقات سے معلوم ہُوا تھا کہ عبد الحمید کبھی عیسائی نہیں ہُوا تھا۔ قریب تین ماہ سے زیادہ وہ گجرات میں عیسائیوں کے پاس رہا تھا۔ فروری مارچ اور کچھ حصہ ماہ اپریل کا شاید تھا سوائے گجرات کے اور کہیں ہم نے خود ذاتی تحقیقات نہیں کی۔ باقی شخص جنہوں نے تحقیقات کی تھی سب زندہ ہیں۔ عبد الحمید ایک جوان طاقتور ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم سے طاقتور ہے یا نہ۔ جب میں اسکو امرتسر لایا تھا صاحب مجسٹریٹ ضلع نے میرا اور اُس کا بیان لکھا اور اقبال کی تصدیق کی اور مد ؍؍ کی ضمانت کا وارنٹ

ہے۔ مگر یاد رہے کہ حضرت عزّت جلّشانہٗ جب کسی کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے تو ایک دوست کی طرح ایسے معاملات اس سے کرتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا ہنسنا بھی جو حدیثوں میں آیا ہے ان ہی معنوں کے لحاظ سے ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب مجھے حضرت والد صاحب مرحوم کی وفات کی نسبت اللہ جلّشانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوُا جو میں نے ابھی ذکر کیا ہے تو بشریّت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدن حضرت والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلا ہمیں پیش آئیگا۔ تب اُسی وقت یہ دوسرا الہام ہوُا اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ یعنے کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے اور اس الہام نے عجیب سکینت اور اطمینان بخشا اور فولادی میخ کیطرح

جاری کیا۔ ہم نے کوئی نیا استغاثہ ضلع گورداسپور میں نہیں کیا۔ رُوبروئے صاحب مجسٹریٹ ضلع کے قبل از ثمن بنام ملزم کے جو چٹھی مولوی نورالدین کے نام عبدالمجید نے لکھی تھی ہم نے نہیں دیکھی۔ یوسف خان سے سُنا تھا کہ بُرہان الدین غازی ہے۔ یوسف برہان الدین کا پُرانا دوست ہے۔ برہان الدین کو ہمنے کبھی نہیں دیکھا جو کچھ اُسکی بابت ہم نے بیان کیا ہے یوسف خان کی زبانی ہے اور اُس سے سُنا ہُوا ہے۔ ہم کو ذاتی علم نہیں ہے۔ عبدالحمید کی جائداد نقدی وغیرہ کی بابت بھی سُنی سُنائی بات ہے۔ پادری دیدار سنگھ صاحب سے سُنا تھا ہم گکھڑوں سے واقف ہیں ہم کو معلوم نہیں ہے کہ وہ نمک حلال گورنمنٹ کے ہیں یا نہ۔ ۳۱ر جولائی ۹۷ء سے جو میری نسبت پیشگوئی مرزا صاحب نے کی تھی وہ حرف A جنگ مقدس میں صفحہ ۱۶/۱۸۹ پر درج ہے اور فریق کے لفظ میں ہم اپنے آپکو شامل سمجھتے ہیں۔ اور دوم انجام آتھم کے صفحہ ۴۴ حرف II ہماری نسبت پیشگوئی موت کی کی ہے پہلی پیشینگوئی میں پندرہ ماہ کی میعاد تھی جو گذر چکی ہے اور دُوسری پیشگوئی کی تاریخ ۱۴ر ستمبر ۹۷ء تک ہے۔ لیکن ایک اور اشتہار میں اس تاریخ کو وسعت دی گئی ہے۔ حرف ؟ ہماری نسبت

میرے دل میں دھنس گیا۔ پس مجھے اُس خدائے عزوجل کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُس نے اپنے اس مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کرکے دکھلایا کہ میرے خیال اور گمان میں بھی نہ تھا۔ میرا وہ ایسا متکفل ہُوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز ایسا متکفل نہیں ہوگا۔ میرے پر اُسکے وہ متواتر احسان ہوئے کہ بالکل محال ہے کہ میں انکار کرسکوں۔ اور میرے والد صاحب اُسی دن بعد غروب آفتاب فوت ہوگئے۔ یہ ایک پہلا دن تھا جو مَیں نے بذریعہ خدا کے الہام کے ایسا رحمت کا نشان دیکھا۔ جس کی نسبت میں خیال نہیں کرسکتا کہ میری زندگی میں کبھی منقطع ہو۔ میں نے اس الہام کو اُن ہی دنوں میں ایک نگینہ میں کُھدوا کر اُسکی انگشتری بنائی جو بڑی حفاظت سے ابتک رکھی ہوئی ہے۔ غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گذری۔ ایک طرف اُن کا دُنیا سے اُٹھایا جانا تھا اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا مجھسے شروع ہُوا۔ مَیں کچھ بیان نہیں کرسکتا۔ کہ

خاص طور پر پیشگوئی ہے اور ہمارا نام موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ اشتہار حرف ن میں عداوت اور دشمنی کی زندگی مرنے کے قریب قریب ہے۔ میری زندگی سے مراد ہے گواہ نے از خود بیان کیا
دستخط
اشتہار حرف ن ستمبر ۱۸۹۴ء کے بہت عرصہ بعد قبل از مرگ مسٹر عبداللہ آتھم ہمنے جاری کیا تھا جب عبداللہ آتھم نہ مرا۔ مرزا صاحب کے بر خلاف بہان اُٹھ کھڑا ہوا کہ وہ جھوٹا ہے۔ مرزا صاحب نے کہا کہ عبداللہ آتھم اسلئے نہیں مرا کہ وہ اندر سے مسلمان ہوگیا تھا جو خوف کا نتیجہ تھا۔ تب مرزا صاحب نے اشتہار جاری کئے کہ اگر وہ خوف زدہ نہیں ہوا اور رجوع بحق نہیں ہوا تھا۔ تو مباہلہ کرے اور قسم اُٹھاوے عبداللہ آتھم نے قسم اُٹھانے سے انکار کیا کہ مسیحی مذہب میں قسم کھانا منع ہے ✢۔ تب ہم نے اس اشتہار حرف ن کو جاری کیا تھا کہ مرزا نوک کا گوشت کھا کر ثابت کرے کہ وہ مسلمان ہے کیونکہ اور مسلمان اسکو مسلمان نہیں مانتے تب عبداللہ آتھم کو یہ کہنا اسکے برابر ہوگا۔ وکیل کی جرح شروع ہوئی عبدالحمید کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ اور تین بھائی اُسکے ہیں۔ ہم کو معلوم نہیں کہ عبدالحمید کب قادیان میں آیا تھا۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ کب تک

نقل مطابق اصل

کونسا عمل تھا جسکی وجہ سے یہ عنایت الٰہی شامل حال ہوئی۔ صرف اپنے اندر یہ احساس کرتا ہوں کہ فطرتاً میرے دل کو خدا تعالےٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے جو کسی چیز کے روکنے سے رک نہیں سکتی۔ سو یہ اسی کی عنایت ہے۔ میں نے کبھی ریاضات شاقہ بھی نہیں کیں اور نہ زمانہ حال کے بعض صوفیوں کی طرح مجاہدات شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا اور گوشہ گزینی کے التزام سے کوئی چلہ کشی کی اور نہ خلاف سُنت کوئی ایسا عمل رہبانیت کیا جسپر خدا تعالےٰ کے

✢ ڈاکٹر کلارک نے معہ اپنے تمام عیسائی گواہوں کے اِس مقدمہ میں انجیل اُٹھا کر قسم کھائی۔ اب اُسی مُنہ سے آتھم کا ذکر کیا ہے کہ اُس نے کہا قسم کھانی ہمارے مذہب میں منع ہے۔ یہ عجیب بات ہے دکھانے کے دانت اور کھانے کے اور۔ اور ڈاکٹر صاحب نے آپ سخت گوئی کی شکایت کی اور مسلمانوں کے آگے خنزیر کھانے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ کیا ایک مسلمان کو کہنا کہ خنزیر کھا۔ یہ سخت لفظ نہیں ہے؟ منہ

وہاں رہا تھا۔ عبدالرحیم کے بیان پر ہم کہتے ہیں کہ وہ قادیان سے آیا تھا۔ ۳۱ جولائی ۹۳ئہ کو
پریمداس نے مجھ سے کہا تھا کہ دو آدمی اسکی بابت ذکر کرتے تھے۔ اقبال سے پہلے اُس نے ہم سے
کہا تھا اُسنے کہا تھا کہ بیاس میں وہ دو آدمی دیکھے تھے ہمنے خود عبدالحمید سے دو آدمیوں کی
بابت پُوچھا تھا جنکا پریمداس نے ذکر کیا تھا۔ عبدالحمید نے کہا کہ مجھے انکا کچھ علم نہیں ہے پچاس یا
پچیس ہزار کے انعام کا اشتہار حال میں دیا ہے کہ جو مرزا صاحب کی طرف سے جاری شدہ دیکھا تھا
مگر پیش نہیں کرسکتا، یاد نہیں کب دیکھا تھا۔ معلوم نہیں کس کی بابت وہ اشتہار تھا۔ ان اشتہارات
سے ہمنے یہ رائے قائم کی تھی کہ وہ اشتہارات کا روپیہ ادا کرسکتے ہیں مگر ادا نہیں کرینگے۔ میں کبھی
قادیان نہیں گیا اور نہ ذاتی علم انکی دانشمندی کا ہے۔ میر محمد سعید بذریعہ ناطہ مرزا صاحب کا رشتہ دار
ہے۔ مجھے زیادہ تشریح معلوم نہیں یوسف خاں کے عیسائی ہونیکے بعد میر محمد سعید عیسائی ہوا تھا
۹۳ئہ کے مباحثہ سے ہمارے سے دشمنی مرزا صاحب کیطرف سے ہوئی ہمکو ذرہ بھر بھی دشمنی
اُن سے نہیں ہے ۹۴ئہ میں جب محمد سعید عیسائی ہونے آیا ہمکو کوئی اشتباہ اس کی نسبت
نہیں ہوا کہ وہ ہم کو ماریگا۔ یوسف خاں بھی ۹۴ئہ میں عیسائی ہوا تھا اسکی نسبت مجھے تو

بقیہ حاشیہ

کلام کو اعتراض ہو۔ بلکہ میں ہمیشہ ایسے فقیروں اور بدعت شعار لوگوں سے بیزار رہا جو انواع
اقسام کے بدعات میں مبتلا ہیں۔ ہاں حضرت والد صاحب کے زمانہ میں ہی جبکہ انکا زمانہ
وفات بہت نزدیک تھا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو
خواب میں دکھائی دیا اور اُس نے یہ ذکر کرکے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے
رکھنا سُنّت خاندان نبوت ہے" اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مَیں اس سُنّت اہل بیت
رسالت کو بجالاؤں۔ سو مَیں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا مگر ساتھ ہی یہ
خیال آیا کہ اس امر کو مخفی طور پر بجالانا بہتر ہے۔ پس مَیں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ
نشست گاہ میں اپنا کھانا منگواتا اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جن کو مَیں نے

کوئی شک نہیں ہوا تھا لیکن اور عیسائیوں بلکہ محمدیوں کو بھی شک ہوا تھا کہ آتھم کی پیشگوئی پوری کرنے آیا ہے۔ ہم سے عیسائیوں نے کہا تھا کہ تم اچھا نہیں کرتے کہ اُس کو آتھم صاحب کے پاس جانے دیتے ہو۔ ہم نے مطلق خیال نہیں کیا تھا کہ وہ آتھم کو مار ڈالے گا۔ کیونکہ اس کو مَیں جانتا تھا کہ راست آدمی ہے۔ سوائے کتاب مولوی محمد حسین کے ہم خود مرزا صاحب کے اشتہارات سے قیاس کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کو علم لیکھرام کے قتل کا خوب تھا۔ مَیں

پہلے سے تجویز کرکے وقت پر حاضری کے لئے تاکید کردی تھی۔ دے دیتا تھا اور اس طرح تمام دن روزہ میں گذارتا اور بجز خدا تعالےٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر دو تین ہفتہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت مَیں پیٹ بھر کر روٹی کھالیتا ہوں۔ مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں بہتر ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کروں۔ سو مَیں اس روز سے کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہانتک کہ مَیں تمام دن رات میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا اور اسی طرح مَیں کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہانتک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک مَیں نے ایسا ہی کیا اور باوجود اسقدر قلّت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچّہ بھی اسپر صبر نہیں کرسکتا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا۔ اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے۔ وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اُس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیا اس اُمّت میں گذر چکے ہیں۔ اُن سے ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ حسنینؓ و علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ اور یہ خواب نہ تھی بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی۔ غرض اسی طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے۔ اور علاوہ اسکے انوار رُوحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سُرخ ایسے دلکش و دلستان

مولوی محمد حسین کو جانتا ہوں ۱۸۹۳ء میں جب عبد الحق کا مرزا صاحب سے مباہلہ ہوا تھا ایک یا دو دفعہ ہم سے ملے تھے یاد نہیں پہلے کب ملا تھا۔ چھ ماہ گذشتہ سے میں نے اسکو نہیں دیکھا۔ سب سے آخری دفعہ ۱۸۹۵ء میں اُسکو دیکھا تھا۔ مولوی محمد حسین و محمد علی آج سے چھ ماہ گذشتہ کے اندر ہمنے نہیں دیکھا اور نہ ہمنے انکو ۱۰ اگست ۱۸۹۷ء یا ۹ اگست ۱۸۹۷ء کو بمقام بٹالہ دیکھا ہے ہرگز۔ بٹالہ میں نہیں دیکھا۔ میں جانتا ہوں کہ مولوی محمد حسین اور مرزا صاحب کی سخت دشمنی ہے۔ مَیں یہ بھی جانتا ہوں کہ آریہ لوگ بھی مرزا صاحب کے مخالف ہیں کسی خاص

طور پر نظر آتے تھے جنکا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے جن میں سے بعض چمکدار سفید اور بعض سبز اور بعض سُرخ تھے۔ انکو دل سے ایسا تعلق تھا کہ انکو دیکھکر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا اور دُنیا میں کوئی بھی ایسی لذّت نہیں ہوگی جیسا کہ انکو دیکھکر دل اور رُوح کو لذّت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے یعنی وہ ایک نُور تھا جو دِل سے نکلا اور دُوسرا وہ نُور تھا جو اُوپر سے نازل ہوا اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پَیدا ہوگئی۔ یہ رُوحانی امور ہیں کہ دُنیا انکو نہیں پہچان سکتی کیونکہ وہ دُنیا کی آنکھوں سے بہت دُور ہیں لیکن دُنیا میں ایسے بھی ہیں جنکو ان امور سے خبر ملتی ہے۔

غرض اس مدت تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ظاہر ہوئے وہ انواع اقسام کے مکاشفات تھے۔ ایک اور فائدہ مجھے یہ حاصل ہوا کہ مَیں نے ان مجاہدات کے بعد اپنے نفس کو ایسا پایا کہ مَیں وقت ضرورت فاقہ کشی پر زیادہ سے زیادہ صبر کر سکتا ہوں۔ مَیں نے کئی دفعہ خیال کیا کہ اگر ایک موٹا آدمی جو علاوہ فربہی کے پہلوان بھی ہو۔ میرے ساتھ فاقہ کشی کے لئے مجبور کیا جائے تو قبل اسکے کہ مجھے کھانے کیلئے کچھ اضطرار ہو۔ وہ فوت ہو جائے۔ اِس سے مجھے یہ بھی ثبوت ملا کہ انسان کسی حد تک فاقہ کشی میں ترقی کر سکتا ہے اور جبتک کسی کا جسم ایسا سختی کش نہ ہو جائے میرا یقین ہے کہ ایسا تنعّم پسند رُوحانی منازل کے

آریہ کا نام امرتسر میں یا اور جگہ ہمیں معلوم نہیں جس نے مجھے کہا ہو کہ مرزا صاحب نے لیکھرام کو قتل کیا یا کرایا ہے۔ لالہ رام بھج دت جو ہماری طرف سے وکیل ہیں اور موجود عدالت ہے آریہ ہے کوئی فیس ہمنے انکو نہیں دی۔ اشتہار حرف m n o h ہمنے لالہ رام بھج سے لئے ہیں۔ آج سے پہلے قبل از تقرری بطور پیرو کار منجانب سرکار ہے۔ ہم بھی آپکو گواہ سمجھتے تھے یہ بھی ہم کو معلوم ہے کہ مسلمان بھی عموماً مرزا صاحب کے برخلاف ہیں۔ (اول گواہ نے جواب نہ دیا۔ پھر اپنے وکیل سے یہ صلاح لیکر جوابدوں یا نہ دوں کہا) کہ مرزا صاحب کی نسبت میری ذاتی رائے یہ ہے کہ وہ ایک خراب فتنہ انگیز اور خطرناک آدمی ہے اچھا نہیں ہے۔ مرزا صاحب کی اپنی تصنیفات سے ہمنے رائے مذکور قائم کی ہے۔ عیسوی مذہب کے برخلاف بھی مرزا صاحب نے

لائق نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں ہر ایک کو یہ صلاح نہیں دیتا کہ ایسا کرے اور نہ میں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا۔ میں نے کئی جاہل درویش ایسے بھی دیکھے ہیں جنہوں نے شدید ریاضتیں اختیار کیں اور آخر یبوست دماغ سے وہ مجنون ہو گئے اور بقیہ عمر انکی دیوانہ پن میں گذری یا دوسرے امراض سل اور دق وغیرہ میں مبتلا ہو گئے۔ انسانوں کے دماغی قویٰ ایک طرز کے نہیں ہیں۔ پس ایسے اشخاص جنکے فطرتاً قویٰ ضعیف ہیں انکو کسی قسم کا جسمانی مجاہدہ موافق نہیں پڑ سکتا اور جلد تر کسی خطرناک بیماری میں پڑ جاتے ہیں۔ سو بہتر ہے کہ انسان اپنی نفس کی تجویز سے اپنے تئیں مجاہدہ شدیدہ میں نہ ڈالے اور دین العجائز اختیار رکھے۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی الہام ہو اور شریعت غراء اسلام سے منافی نہ ہو تو اسکو بجالانا ضروری ہے لیکن آجکل کے اکثر نادان فقیر جو مجاہدات سکھلاتے ہیں۔ اُن کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پس اُن سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

یاد رہے کہ میں نے کشف صریح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے اصلاح پاکر جسمانی سختی کشی کا حصہ آٹھ یا نو ماہ تک لیا اور بھوک اور پیاس کا مزہ چکھا۔ اور پھر اس طریق کو علی الدوام بجالانا چھوڑ دیا اور کبھی کبھی اس کو اختیار بھی کیا۔ یہ تو سب کچھ

بہت کچھ لکھا ہے جس سے ہم ناخوش ہیں۔ مرزا صاحب کے مرید امرتسر میں بھی ہیں معلوم نہیں کہ کسقدر ہیں۔ میں قطب الدین۔ یعقوب اخبار نویس اور ایک اور شخص مریدان سے واقف ہوں۔ یہ معلوم نہیں کہ عبداللہ آتھم نے سانپ فیروزپور والے کو بچشم خود دیکھا تھا یا نہ۔ مَیں نے دو دفعہ بندوق عبداللہ آتھم پر چلتے نہیں دیکھی رائے میّاداس اکسٹرا اسسٹنٹ نے ہم سے ذکر کیا تھا۔ مکان میں آدمیوں کے داخل ہونے کی بابت بھی رائے میّاداس نے کہا تھا۔ ان حملوں کی بابت پولیس میں معلوم نہیں کہ کوئی رپٹ دیگئی تھی یا نہ یا کوئی استغاثہ

ہوا لیکن روحانی سخت کشتی کا حصہ ہنوز باقی تھا۔ سو وہ حصہ ان دنوں میں مجھے اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور تکفیر اور توہین اور ایساہی دوسرے جہلاء کے دُشنام اور دل آزاری سے مل گیا۔ اور جس قدر یہ حصہ بھی مجھے ملا۔ میری رائے ہے کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم کسی کو ملا ہوگا۔ میرے لئے تکفیر کے فتوے طیّار ہو کر مجھے تمام مشرکوں اور عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھہرایا گیا اور قوم کے سفہاء نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں کہ ابتک مجھے کسی دوسرے کے سوانح میں انکی نظیر نہیں ملی۔ سو مَیں اللہ تعالےٰ کا شکر کرتا ہوں کہ دونوں قسم کی سختی سے میرا امتحان کیا گیا۔

اور پھر جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا۔ تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ **تو اِس صدی کا مجدّد** ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ الرّحمٰن علّم القراٰن لِتُنذِرَ قومًا مَّا اُنذِرَ آباءُ ھُمْ وَلتستبین سبیل المُجرمین۔ قُل انّی اُمِرْتُ وَانا اوّل المؤمِنین۔ یعنی خدا نے تجھے قرآن سکھلایا اور اسکے صحیح معنے تیرے پر کھولدیئے۔ یہ اسلیئے ہوا کہ تا تُو ان لوگوں کو بدانجام سے ڈراوے۔ کہ جو

کیا گیا تھا۔ اگر کوئی استغاثہ ہوتا تو ضروری نہ تھا کہ ہم کو اطلاع ہوتی۔ عبدالرحیم حکمت کا کام کرتا ہے۔ اور پریداس ہمارا واعظ ہے۔ عبدالرحیم آٹھ نو ماہ سے ہمارے ماتحت ہے اور پریداس ہے للعہ سال سے۔ سوال۔ کس نے آپکو مخفی طور پر اطلاع دی تھی کہ مرزا صاحب سے خبردار رہو۔ جواب۔ ہم اس سوال کا جواب دینے کے قابل نہیں ہیں۔ سوال کسی ہندو آریہ یا مسلمان یا عیسائی یا سرکاری افسر نے آپکو خبردار کیا؟ جواب اِس سوال کا جواب

بباعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کے غلطیوں میں پڑ گئے اور تا اُن مجرموں کی راہ کُھل جائے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے ان کو کہدے کہ میں مامور من اللہ اور اوّل المومنین ہوں۔ اور یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے جو انہی دنوں میں جس کو آج اٹھارہ سال کا عرصہ ہوا ہے۔ میں نے تالیف کر کے شائع کی تھی۔ اس کتاب کے الہامات پر نظر غور ڈالنے سے ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا نے کیوں اور کس غرض سے مجھے اس خدمت پر مامور کیا۔ اور کیا حالت موجودہ زمانہ کی اور صدی کا سر اس بات کو چاہتا تھا یا نہیں کہ کوئی شخص ایسے غربت اسلام کے زمانہ اور کثرت بدعات اور سخت بارش بیرونی حملوں کے دنوں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید اور تجدید دین کیلئے آوے۔

اور اسجگہ یہ بات بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانہ تک اِس ملک کے اکثر علما میرے دعویٰ مجدد ہونے کی تصدیق کرتے تھے اور کم سے کم یہ کہ نہایت حسن ظن سے میرے الہامات پر بڑے بڑے سخت متعصبوں کو بھی کوئی جرح نہ تھی۔ اور اکثر اُن میں سے بڑی خوشی سے کہتے تھے کہ خدا نے اسلام کے لئے چودھویں صدی کو مبارک کیا کہ اپنی طرف سے ایک مجدد بھیجا اور بعض نے اُن میں سے نہایت اخلاص سے براہین احمدیہ کا ریویو بھی لکھا اور اس میں اس قدر میری تعریف کی کہ جس قدر ایک انسان کسی کامل درجہ کے راستباز اور پاک باطن اور خدا رسیدہ

بھی دینے سے محذور رہوں۔ لیکھرام عیسوی مذہب کے خلاف تھا۔ اسکی تحریریں برخلاف عیسائی مذہب کے ہمنے دیکھی ہیں شاید ایک دیکھی ہو۔ وہ اچھا آدمی تھا گو اسکی اور میری رائے کا خلاف تھا۔ لیکھرام عیسائی مذہب پر حملہ کیا کرتا تھا۔ جہانتک مجھ کو علم ہے لیکھرام کی ذات کے برخلاف کوئی عیسائی نہ تھا۔ سوال۔ آپکو معلوم ہے کہ بعض آریہ جس فریق کا لیکھرام نہ تھا اور پورانے عقائد کے ہندو اور مسلمان لوگ لیکھرام کے برخلاف تھے۔ جواب۔ میں نہیں بتلاسکتا میں اخبار عام۔ سماچار۔ ٹریبیون۔ پائونیر اخبارات کو نہیں دیکھا کرتا۔ ستیارتھ پرکاش کتاب ہم نے دیکھی ہے مگر پڑھی نہیں۔ ہم کو علم نہیں ہے کہ لیکھرام کے برخلاف دہلی

حاشیہ:

اور ہمدرد اسلام کی تعریف کرسکتا ہے۔ حالانکہ اُس مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم تھا کہ براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں جنمیں خداتعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا ہے۔ غرض اسوقت تک کہ تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا اور صرف مجدد چودھویں صدی ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا۔ کوئی بڑی مخالفت علماء کی طرف سے نہیں ہوئی۔ بلکہ اکثر اُن میں مصدق اور مطیع رہے۔ مگر اس دعویٰ مسیحیت کے وقت میں عجب طور کا شور علماء میں پھیلا۔ اور اُن میں سے اکثر لوگوں نے انواع اقسام کی خیانت سے عوام کو دھوکہ دیا اور بعض نے اُن میں سے میری تکفیر کے بارے میں استفتاء طیار کیا اور بڑی کوشش کرکے صدہا کم فہم اور موٹی عقل والے لوگوں کے اُسپر دستخط کرائے۔ مگر جیسا کہ پہلے آثار نبویہ میں لکھا گیا تھا کہ "اُس آنے والے امام موعود کی تکفیر ہوگی۔ اس پیشگوئی کو پورا کیا کیونکہ اُن پاک نوشتوں کا پورا ہونا ضروری تھا۔ اور تعجب کہ مسیح موعود ہونے کے دعوے میں کوئی ایسی نئی بات نہیں تھی کہ جو براہین احمدیہ میں اسوقت سے اٹھارہ برس پہلے درج نہیں ہو چکی تھی۔ مگر پھر بھی نادان مولویوں نے اس دعوے پر بڑا شور برپا کیا۔ آخر اُنکی فتنہ انگیزیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ گھر گھر میں عدادت پڑ گئی۔ مسلمانوں کا ایک گروہ

بمبئی۔ ملتان۔ پشاور میں نالشات ہوئی تھیں یا نہ۔ عبداللہ آتھم کی بابت پیشگوئی اس کی
درخواست پر نہیں کی گئی تھی۔ مرزا صاحب نے زبردستی یہ پیشگوئی کی تھی۔ عبداللہ آتھم کی
تحریر کو ہم پہچانتے ہیں۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ اور لوگوں کے برخلاف درخواست یا بلا درخواست
پیشگوئیاں مرزا صاحب نے کی تھیں۔ میں اپنے اصلی باپ کا نام نہیں جانتا۔ میں ہمیشہ سے
عیسائی ہوں۔ ہم نے کبھی عبدالحمید سے نہیں کہا تھا کہ مرزا صاحب کا ایک مرید قادیاں سے
آیا ہے۔ اس سے حال تمہارا دریافت کرتے ہیں۔ (بسوال لالہ رام بھج وکیل استغاثہ) ہسپتال
میں اور بھی متلاشی بھیجے جاتے ہیں۔ عبدالحمید اپنا حال جہلم کا پیشی سے پہلے مقبل ہو گیا تھا۔
اور اُس نے اقبال لکھ دیا تھا۔ مولوی نورالدین مرزا صاحب کے ساتھ مل کر قتل کے مشورہ
میں شامل ہے۔ مَیں لالہ رام بھج کو ۸½ بجے رات کے کل ملا تھا۔ اور فقط مقدمہ کا حال
پوچھتے رہے تھے۔ سُنایا گیا درست تسلیم ہوا۔ دستخط حاکم

میرے ساتھ ہو گیا اور ایک گروہ کج فہم مولویوں کے پیچھے لگا اور ایک گروہ ایسا رہا کہ نہ موافق
اور نہ مخالف۔ اور اگرچہ ہمارا گروہ ابھی بکثرت دُنیا میں نہیں پھیلا لیکن پشاور سے لیکر
بمبئی اور کلکتہ اور حیدر آباد دکن اور بعض دیار عرب تک ہمارے پیرو دُنیا میں پھیل
گئے۔ پہلے یہ گروہ پنجاب میں بڑھتا پھولتا گیا اور اب میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان
کے اکثر حصوں میں ترقی کر رہا ہے۔ ہمارے گروہ میں عوام کم اور خواص زیادہ ہیں۔
اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی کے ذی عزت عہدہ دار ہیں۔ جو ڈپٹی کلکٹر اور
اکسٹرا اسسٹنٹ اور تحصیلدار وغیرہ معزز عہدوں والے آدمی ہیں۔ ایسا ہی پنجاب
اور ہندوستان کے کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیم یافتہ ایف اے۔ بی اے۔ اور
ایم اے اور بڑے بڑے تاجر اس جماعت میں داخل ہیں۔ غرض ایسے لوگ جو
عقل اور علم اور عزت اور اقبال رکھتے تھے یا بڑے بڑے عہدوں پر سرکار انگریزی
کی طرف سے مامور تھے یا رئیس اور جاگیردار اور تعلقہ دار اور نوابوں کی اولاد تھے،

حاشیہ

نقل تتمہ بیان ڈاکٹر کلارک بصیغہ فوجداری اجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ	فیصلہ	نمبر بستہ	نمبر مقدمہ
۹ راگست ۹۷ء	متدائرہ	ازمحکمہ	۳/۲

مہر عدالت

دستخط حاکم

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام میرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

تتمہ بیان ڈاکٹر کلارک باقرار صالح - ۱۳ راگست ۹۷ء

ہمارے والد کلارک صاحب نے ہمکو اطلاع دی تھی کہ خبردار رہو مرزا صاحب نقصان پہنچائیں گے۔ کل ہمنے جواب مصلحتاً نہیں دیا تھا۔ ڈاکٹر کلارک سنایا گیا درست ہے دستخط حاکم

اور یا ہندوستان کے قطبوں اور غوثوں کی نسل تھے جنکے بزرگوں کو لاکھوں انسان اعلیٰ درجہ کے ولی اور قطب وقت سمجھتے تھے - وہ لوگ اس جماعت میں داخل ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں - غرض اللہ تعالیٰ کے فضل اور قدرت نے مولویوں کو اُنکے ارادوں سے نامراد رکھکر ہماری جماعت کو فوق العادت ترقی دی ہے اور دے رہا ہے - وہ لوگ جو درحقیقت پارسا طبع اور خدا ترس اور نوع انسان سے ہمدردی کرنیوالے اور دین کی ترقی کے لئے بدل وجان کوشش کرنیوالے اور خدا تعالیٰ کی عظمت کو دل میں بٹھانیوالے اور عقلمند اور ذی فہم اور اولوالعزم اور خدا اور رسول سے سچی محبت رکھنے والے ہیں وہ اِس جماعت میں بکثرت پائے جائیں گے - مَیں دیکھتا ہوں کہ خداوند کریم اِس بات کا ارادہ کر رہا ہے کہ اس جماعت کو بڑھاوے اور برکت دے اور زمین کے کناروں تک سعادتمند انسانوں کو کھینچکر اس میں داخل کرے۔

اسجگہ اس بات کا لکھنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کہ میرا یہ دعویٰ کہ مَیں مسیح موعود ہوں ایک ایسا دعویٰ ہے جس کے ظہور کی طرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں اور احادیث نبویّہ کی متواتر پیشگوئیوں کو پڑھکر ہر ایک شخص اِس بات کا منتظر تھا کہ کب وہ بشارتیں ظہور میں آتی ہیں بہت سے اہلِ کشف نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر خبر دی تھی کہ وہ مسیح موعود چودھویں صدی

نقل بیان عدالت فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

مرجوعہ فیصلہ نمبر بستہ نمبر مقدمہ مہر عدالت دستخط حاکم

۹ راگست ۹۷ء زیر تجویز از محکمہ ۳/۳ ۱۵/۸/۹۷

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری بنام مرزا غلام احمد قادیانی

بیان مرزا غلام احمد بلا حلف ۱۳ راگست ۹۷ء

ہمنے کبھی پیشگوئی نہیں کی کہ ڈاکٹر کلارک صاحب مرجائینگے۔ ہرگز ہمارا منشاء کسی لفظ سے یہ نہ تھا کہ صاحب موصوف مرجاوینگے۔ عبد اللہ آتھم کی بابت ہمنے شرطیہ پیشگوئی کی تھی کہ اگر رجوع بحق نہ کریگا تو مرجاویگا۔ عبد اللہ آتھم صاحب کی درخواست پر پیشگوئی صرف اُس کے واسطے کی تھی۔ کُل متعلقین مباحثہ کی بابت پیشگوئی نہ تھی۔ لیکھرام کی درخواست پر اُسکے واسطے بھی پیشگوئی کی گئی تھی۔ ہم نے کی تھی چنانچہ پُوری ہوئی۔

سُنایا گیا درست ہے۔ سب بیان درست درج ہوا ہے۔ دستخط حاکم

بقیہ حاشیہ

کے سر پر ظہور کریگا۔ اور یہ پیشگوئی اگرچہ قرآن شریف میں صرف اجمالی طور پر پائی جاتی ہے مگر احادیث کے رُو سے اسقدر تواتر تک پہنچی ہے کہ جس کا کذب عند العقل ممتنع ہے۔ اگر تواتر کچھ چیز ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی پیشگوئیوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلیں۔ کوئی ایسی پیشگوئی نہیں جو اس درجہ تواتر پر ہو۔ جیساکہ اس پیشگوئی میں پایا جاتا ہے۔ جس شخص کو اسلامی تاریخ سے خبر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اسلامی پیشگوئیوں میں سے کوئی ایسی پیشگوئی نہیں جو تواتر کے رُو سے اس پیشگوئی سے بڑھکر ہو۔ یہانتک کہ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص اس پیشگوئی کا انکار کرے اُسکے کفر کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ متواترات سے انکار کرنا گویا اسلام کا انکار ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ باوجود اس تواتر کے ہمارے زمانہ فیج اعوج کے علماء نے اس پیشگوئی کے صحیح صحیح معنے سمجھنے میں بڑا دھوکہ کھایا ہے اور بباعث سخت غلط فہمی کے اپنے عقیدہ میں قابل شرم تناقضات جمع کر لئے ہیں۔ یعنی ایک طرف تو قرآن شریف پر ایمان لاکر اور احادیث صحیحہ

نقل بیان گواہ مشمولہ مثل اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

مہر عدالت — دستخط حاکم — مصدقہ عدالت

سرکار بذریعہ ہنری مارٹن کلارک ڈاکٹر مشنری امرتسر بنام مرزا غلام احمد سکنہ قادیان

مستغیث — مستغاث علیہ

جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

بیان گواہ استغاثہ باقرار صالح

عبدالحمید ولد سلطان محمود ساکن جہلم ذات گکھڑ عمر ۱۷ سال بیان کیا:۔

میں اب متلاشی عیسائی ہوں پہلے محمدی تھا۔ میں عیسائی لوگوں کے پاس گجرات میں گیا تھا چار ماہ ہوئے ہیں۔ اُسوقت مرزا صاحب سے میری واقفیت نہ تھی۔ مونگ رسول ریلیف ورکس پر جان محمد بابو کے تحت میٹ تھا۔ دو تین ماہ عیسائیوں کے پاس گجرات میں رہا تھا۔ وہاں محمدی لوگوں نے مجھے بدلالیا تھا۔ اسلئے گجرات میں چلا آیا تھا۔ مرزا صاحب کے بہت مُرید گجرات میں ہیں۔ انہوں نے مجھے قادیان میں بھیجا۔ جب میں وہاں گیا میرا چچا برہان الدین اُسوقت قادیان میں نہ تھا۔ مجھے صلاح دیگئی تھی کہ جو شکوک تمہارے ہیں قادیان جاکر رفع کرلو۔ مجھے مولوی نورالدین

کو تسلیم کرکے ان کو یہ ماننا پڑا کہ حضرت عیسےٰ درحقیقت فوت ہوگئے ہیں۔ اور دوسری طرف یہ عقیدہ بھی انہوں نے رکھا کہ کسی زمانہ میں خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں نازل ہونگے۔ اور وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں فوت نہیں ہوئے۔ اور پھر ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا قرار دیا اور دُوسری طرف یہ عقیدہ بھی رکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک نبی آنے والا ہے۔ یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام جو کہ نبی ہیں۔ اور ایک طرف یہ عقیدہ رکھا کہ مسیح موعود دجّال کے وقت آئے گا اور دجّال کا تمام رُوئے زمین پر بجز حرمین شریفین تسلّط ہوجائے گا۔ اور دوسری طرف بموجب حدیث صحیح مرفوع متصل صحیح بخاری اس بات کو بھی اُنہیں ماننا پڑا کہ مسیح موعود صلیب کے غلبہ کے وقت آئیگا یعنے اُسوقت جبکہ عیسائی مذہب دُنیا میں زور کے ساتھ

اور مرزا صاحب نے سکھلایا تھا۔ قرآن کی تعلیم نہیں دی تھی۔ گجرات سے آکر صرف چار روز قادیاں میں مظہر رہا تھا۔ میں جہلم واپس چلا گیا تھا۔ اور چچا لقمان کے گھر میں جاکر رہا تھا۔ برہان الدین کے گھر نہیں گیا تھا۔ وہاں میرا چچا مولوی برہان الدین غازی ہے اور وہ مرزا صاحب کا مرید ہے دوسرا چچا میر القمان ہے مگر وہ مرید مرزا صاحب کا نہیں ہے۔ میری ماں نے بعد میرے والد کے مرجانے کے لقمان سے نکاح کرلیا ہوا ہے اور اُس سے اولاد بھی ہے۔ میرے دونوں چچوں نے میری پرورش کی۔ دو تین دن جہلم رہ کر پھر میں قادیاں میں چلا آیا۔ مرزا صاحب مجھ سے بہت پیار کیا کرتے تھے۔ ایک روز ایک علیحدہ مکان میں مجھے لے گئے اور کہا کہ جاؤ امرتسر میں اور ڈاکٹر کلارک صاحب کو پتھر مار کر مارڈے۔ میں نے کہا کہ میں کیوں یہ کام کروں۔ تو مرزا صاحب نے کہا کہ اگر دین محمدی پر ہو کر تم یہ قتل کروگے تو تم مقبول ہو جاؤ گے۔ پہلے مجھے پڑھایا کرتے تھے پھر جب مجھے قتل کرنے کے واسطے مرزا صاحب نے کہا تو مجھے یہ کہا کہ اب تم چار پانچ روز مزدوری کرو۔ تاکہ لوگ یہ کہیں کہ مزدوری کرتا آیا ہے۔ اور پھر یہ کہا کہ جب تو جانے لگے تو ہمکو گالیاں نکالکر جاؤ۔ میں امرتسر چلا گیا اور ڈاکٹر صاحب مستغیث مقدمہ ہذا کے پاس گیا اور کہا کہ میں عیسائی ہونے آیا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے میری بڑی خاطر تواضع کی اور مجھے ہسپتال میں بھیجدیا۔ مجھے مرزا صاحب نے کہا تھا کہ پہلے اپنا نام رلارام بتلانا پھر عبد المجید بتلانا کہ مسلمان ہو کر

پھیلا ہوا ہوگا۔ اور عیسائی طاقت اور دولت سب طاقتوں اور دولتوں سے بڑھی ہوئی ہوگی۔ اور پھر ایک طرف یہ عقیدہ رکھنا پڑا کہ مسیح اپنے وقت کا حاکم اور امام اور مہدی ہوگا! اور پھر دوسری طرف یہ عقیدہ رکھا کہ مسیح مہدی اور امام نہیں بلکہ مہدی کوئی اور ہوگا جو بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔ غرض اس قسم کے بہت سے تناقضات جمع کرکے اِس پیشگوئی کی صحت کی نسبت لوگوں کو تذبذب اور شک میں ڈال دیا۔ کیونکہ جو امر کئی تناقضات کا مجموعہ ہو ممکن نہیں کہ وہ صحیح ہو۔ پھر اہل عقل لوگ کیونکر اسکو قبول کرسکیں اور کیونکر اپنے جوہر عقل کو پیروں کے نیچے کچل کر اس ٹیڑھے طریق پر قدم ماریں۔ اِسی وجہ سے حال کے اُن نو تعلیم یافتہ لوگوں کو جو نیچر اور قانونِ

یہ نام حاصل کیا ہے۔ قریب ایک ماہ میں ڈاکٹر صاحب کے پاس امرتسر میں رہا۔ پہلے پانچ چھ روز امرتسر رہا۔ پھر بیاس پر رہا۔ کاغذ حرف ۲ مشمولہ مثل میری قلم کا لکھا ہوا ہی جو بطور اقبال کے میں نے ڈاکٹر صاحب کو لکھ کر دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اسوقت موجود تھے جب میں نے لکھ کر دیا تھا۔ بیاس سے ایک خط میں نے مولوی نور الدین صاحب کو لکھا تھا کہ میں عیسائی ہو جاؤنگا۔ یہ سچا دین ہے محمدی دین سچا نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا تھا کہ ایک مرید مرزا صاحب کا ہمارے پاس آیا ہے۔ ہم اُن سے پوچھتے ہیں کہ اسکو عیسائی بنائیں یا نہ۔ جب مولوی نور الدین صاحب کو خط لکھا ڈاکٹر صاحب کو علم نہ تھا اور عیسائیوں کو بتلایا تھا۔ کاغذ حرف ۲ کے لکھنے سے پہلے خط مولوی نور الدین صاحب کو لکھا تھا۔ بھگت رام اور ایک اور منشی جس کا نام یاد نہیں موجود تھے۔ جب میں نے خط مولوی نور الدین صاحب کو لکھا تھا وہ دیکھ رہے تھے۔ قریب ایک ماہ کے ہوا ہے کہ میں قادیاں سے روانہ ہو کر امرتسر مرزا صاحب کے پاس سے ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تھا۔ مولوی نور الدین کی طرف خط بھیجنے سے یہ مطلب تھا کہ انکو معلوم ہو جائے کہ میں بیاس میں ہوں۔ جب قادیاں سے امرتسر گیا تھا ۳ر کرایہ دیا تھا اور قادیاں میں ٹوکری اُٹھانے کی اجرت میں ۱۲ر مرزا صاحب نے مجھے دیئے تھے۔ میں نے عبد اللہ آتھم کی بابت سُنا ہوا ہی اُن کو

حاشیہ

قدرت اور عقلی نظام کو واقعات کی صحت یا عدم صحت کیلئے ایک معیار قرار دیتے ہیں۔ اس پیشگوئی سے باوجود اعلیٰ درجہ کے تواتر کے جو اس میں ہے انکار کرنا پڑا۔ اور درحقیقت اگر اس پیشگوئی کے یہی معنے کئے جائیں کہ جو اسقدر تناقضات کو اپنے اندر رکھتے ہیں تو انسانی عقل ان تناقضات کی تطبیق سے عاجز آکر آخر اس پریشانی سے رہائی اسی میں دیکھتی ہے کہ اس پیشگوئی کی صحت سے بھی انکار کرے۔ **سو یہی سبب تھا** کہ نیچر اور عقل کے دلدادہ باوجود پیشگوئی کی اسقدر تواتر کے اس عظیم الشان پیشگوئی سے انکاری ہوگئے۔ لیکن افسوس کہ ان لوگوں نے بھی انکار کرنے میں بڑی شتاب کاری سے کام لیا ہے۔ کیونکہ اخبار متواترہ سے کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا۔ اور جو خبر تواتر کے درجہ پر پہنچ جائے ممکن نہیں کہ اس میں کذب کا شائبہ ہو۔ پس

دیکھا نہیں۔ اُن پر حملہ کئے جانے کی بابت مجھے کوئی علم نہیں ہے کہ کب حملے ہوئے اور کیا کیا حملے ہوئے اور کس نے حملے کئے۔ جب میں پہلے ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تو میرا ارادہ مارنے کا تھا۔ بعد میں ارادہ بدل گیا۔ مجھے لقمان نے مرزا صاحب کے پاس نہیں بھیجا تھا اور نہ ڈاکٹر صاحب کے پاس بھیجا ہے۔ ہمارے خاندان میں کوئی رنج مولوی برہان الدین کے مرزا صاحب کا مرید ہو جانے سے نہیں ہے۔ لقمان اسوقت جہلم میں ہے اور برہان الدین کا پتہ نہیں ہے کہ کہاں ہے۔ (بسوال مستغیث کہا) کہ بھگت رام سے میری مراد بھگت پر یداس سے ہے جسکی موجودگی میں خط مولوی نورالدین کو لکھا تھا۔ مرزا صاحب نے مجھے کہا تھا کہ جب موقعہ لگے ڈاکٹر صاحب (مستغیث) کو مار دینا اور ہمارے پاس چلے آنا پھر تمہیں کوئی نہیں ماریگا۔ امرتسر جاکر ملاقات ڈاکٹر صاحب سے کرنے پر میرا ارادہ بدل گیا تھا۔ امرتسر جانے سے پہلے کبھی ڈاکٹر صاحب کو آگے نہیں دیکھا تھا اور نہ جان پہچان تھا۔ (بسوال مرزا صاحب) جب میں مرزا صاحب کا مُرید ہوا تھا تو مرزا صاحب نے مجھے کہا تھا کہ کہو میں احمد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہوں۔ اور کہا کہ پچھلے گناہوں کی معافی خدا سے چاہو اور آیندہ نماز پڑھو۔ قرآن پڑھو۔ (نوٹ) مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ہمکو یاد نہیں ہو کہ گواہ ہمارا دست بیع ہوا تھا یا نہ) چھاپہ شدہ شرائط بیعت کی شرط چہارم مجھ کو وقت بیعت کے مرزا صاحب نے نہیں سُنائی اور نہ سمجھائی تھی۔ حرف K

حاشیہ:

طریق انصاف اور حق پرستی یہ تھا۔ کہ خبر متواتر کو ردّ نہ کرتے۔ ہاں اُن معنوں کو ردّ کردیتے جو نادان مولویوں نے کئے جن سے کئی قسم کے تناقض لازم آئے اور کئی تناقض جمع بھی کر لئے اور درحقیقت یہ ناقص الفہم مولویوں کا قصور ہے جو انہوں نے ایک سیدھی اور صاف پیشگوئی کے ایسے معنے کرکے جو تناقضات کا مجموعہ تھے محقق طبع لوگوں کو بڑی پریشانی اور سرگردانی میں ڈال دیا۔ اب خدا تعالےٰ نے اسکے سچّے اور صحیح معنے کھول کر جو تناقضات اور نامعقولیت سے بالکل پاک ہیں ہر ایک انصاف پسند محقق کو یہ موقعہ دیا ہے کہ وہ اس خبر متواتر کو مان کر اُسکے مصداق کی تلاش میں لگ جائے اور خدا تعالیٰ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱ (3)

شامل مثل کیا گیا۔ سنا یا گیا درست تسلیم ہوا۔ عبد الحمید بقلم خود

گواہ نے بعد بیان کرنے کے عرض کی کہ چونکہ اُسنے صاف صاف حالات بیان کر دیئے ہیں اُسکو جان کا اندیشہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ وہ اپنی حفاظت میں اُسکو رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ گواہ کو اجازت ڈاکٹر صاحب کے پاس رہنے کی دی گئی۔ دستخط حاکم

نقل تتمہ بیان مشمولہ مثل اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

مرجوعہ	فیصلہ	نمبر بستہ	نمبر مقدمہ	مہر عدالت
۱۵ ر اگست ۹۷ء	زیر تجویز		۳/۲	

دستخط حاکم ۱۰/۸/۹۷

سرکار دولتمدار مستغیث جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری بنام مرزا غلام احمد سکنہ قادیان مستغاث علیہ

تتمہ بیان عبد الحمید باقرار صالح

قادیاں سے جہلم لقمان کے پاس صرف ملنے ملاقات کیواسطے مظہر گیا تھا۔ اور کوئی کام نہ تھا۔

کی صریح پیشگوئی سے انکار کرکے مکذبین میں داخل نہ ہو۔

اس بیان کی تفصیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرماکر اِس پیشگوئی کی معقولیت کو کھولدیا اور ظاہر فرمادیا کہ مسیح کا دوبارہ دُنیا میں آنا اُسی رنگ اور طریق سے مقدر تھا جیساکہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا۔ ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا گیا تھا کیونکہ صحیفہ ملاکی میں اس بات کا بہ تصریح ذکر تھا کہ وہ مسیح موعود جس کا یہودیوں کو انتظار تھا۔ وہ دنیا میں نہیں آئے گا جبتک کہ ایلیا نبی دوبارہ دُنیا میں نہ آلے۔ اگر ہمارے مخالفین میں سعادت اور حق جوئی کا مادہ ہوتا تو وہ ملاکی نبی کی اس پیشگوئی سے جسپر یہود اور نصاریٰ دونوں کا اتفاق ہے بہت فائدہ اُٹھاتے۔ کیونکہ صحیفہ ملاکی کی ظاہر نص کے لحاظ سے ضرور کہنا پڑتا ہے کہ ایلیا ابتک دُنیا میں واپس نہیں آیا۔ حالانکہ حضرت مسیح کو دُنیا میں آئے ہوئے قریباً انیس سو برس کے ہوگیا۔ پس اگر جیساکہ ملاکی کے ظاہر الفاظ سے نکلتا ہے جسپر علماء یہود آج تک بڑے زور سے جمے بیٹھے ہیں یہی صحیح ہے کہ ضرور مسیح سے پہلے ایلیا نبی کا بذاتہ

دو تین روز وہاں رہا تھا۔ چالیس روپیہ چچا لقمان کے گھر سے پہلی دفعہ لے آیا تھا۔

سُنایا گیا درست ہے۔ عبد الحمید دستخط حاکم

نقل تتمہ بیان عبد الحمید شمولہ مثل فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ	فیصلہ	نمبر بستہ	نمبر مقدمہ
۹ اگست ۹۷ء	زیر تجویز	از محکمہ	۳/۴

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری بنام میرزا غلام احمد قادیانی

تتمہ بیان عبد الحمید باقرار صالح بسوال عدالت

۲ بجے دن نماز ظہر کے وقت مرزا صاحب نے مجھے کہا تھا کہ جاؤ کلارک صاحب کو مارو۔ مسجد کے

دوبارہ دنیا میں آنا ضروری ہے تو اس صورت میں حضرت عیسٰے علیہ السلام سچے نبی نہیں ٹھہر سکتے اور سچے اُسی حالت میں ٹھہر سکتے ہیں کہ جب ایلیا نبی کے واپس آنے کی کوئی تاویل کیجائے۔ یعنی یہ کہ ایلیا کے دوبارہ آنے سے کسی مثیل ایلیا کا آنا مراد لیا جائے اور وہ مثیل یوحنا تھا یعنے یحیٰ ذکریا کا بیٹا۔ جیسا کہ یہی تاویل یہودیوں کے مطالبہ کے وقت حضرت عیسٰے علیہ السلام نے بھی کی اور اس تاویل سے جو ایک نبی کے مُنہ سے ثابت ہوئی صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ مسیح کا دُنیا میں دوبارہ آنا بھی ایلیا کے دوبارہ آنے کی مانند ہے۔ اور ایک نظیر جو قائم ہو چکی ہے اُس سے مُنہ پھیرنا اور ظاہری معنے کرکے کئی تناقضات کو اپنے عقیدہ میں جمع کر لینا یہ اُن لوگوں کا کام ہے جن کو عقل اور فہم سے بہت ہی کم حصہ ملا ہے۔ پیشگوئیوں پر اکثر مجازات اور استعارات غالب ہوتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کوئی حماقت نہیں ہوگی کہ پیشگوئی کے کسی لفظ کو اُس حالت میں بھی ظاہر پر حمل کیا جائے کہ جبکہ ظاہر پر حمل کرنے سے کئی تناقضات جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی عادت سے تو یہود ہلاک ہوئے۔

اور مسیح کے بارے میں ایسی ہی ایک اور پیشگوئی تھی کہ وہ بادشاہ ہوگا اور کافروں سے لڑے گا۔ سو یہودیوں نے اس سے بھی ٹھوکر کھائی۔ کیونکہ حضرت مسیح کو ظاہری بادشاہت نہیں ملی۔ اسی واسطے ابتک یہودی کہتے ہیں کہ جو مسیح کے حق میں پیشگوئیاں تھیں آجتک

ساتھ کمرہ میں مرزا صاحب مجھے لے گئے اور کہا کہ ایک بات کہتا ہوں۔ مَیں نے کہا دل وجان سے مانوں گا۔ مرزا صاحب کے مکان میں وہ کمرہ ہے۔ امرتسر میں ایک شخص قطب الدین مرید مرزا صاحب کا ہے۔ مرزا صاحب نے بتلایا تھا کہ تم اُسکے پاس جانا۔ مَیں سیدھا اُسکے پاس گیا تھا۔ امرتسر کڑموں کی ڈیوڑھی میں برتنوں کا کام کرتا ہے۔ آدھ گھنٹہ اُسکے پاس ٹھہرا تھا۔ میں نے اُس کو کہا تھا کہ مرزا صاحب نے مجھے کلارک صاحب کے قتل کے واسطے بھیجا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ اچھا جب تم یہ کام

ایک حرف بھی اُن میں سے پُورا نہیں ہوا۔ یہی حجت یہودیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آگے پیش کی تھی اور بار بار یہ جتلایا تھا کہ سچے مسیح سے پہلے ایلیا کا دوبارہ دُنیا میں آنا ضروری ہے نہ یہ کہ کوئی اُس کا مثیل آوے کیونکہ ملاکی نبی کی کتاب میں ایلیا نبی کا بذاتہٖ واپس آنا لکھا ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ اُس کا کوئی مثیل آوے گا۔" لیکن حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے انکو یہ جواب دیا کہ ایلیا نبی کے دوبارہ آنے سے مراد اُنکے مثیل کا آنا ہے جو اُنکی خُو اور طبیعت پر ہو۔ اور بیان کیا کہ وہ شخص یوحنا ذکریا کا بیٹا یعنے یحییٰ ہے۔ اور بادشاہی کی نسبت انہوں نے یہ تاویل کی تھی کہ میری آسمانی بادشاہت ہے زمینی نہیں ہے۔" اور ان تاویلوں کو یہودیوں نے نہایت بعید اور تکلفات رکیکہ سمجھا تھا اور اب تک یہی سمجھ رہے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی کتابوں کے ظاہر الفاظ پر زور مارتے تھے۔ اور بظاہر یہودی لوگ سچ پر معلوم ہوتے تھے۔ اسلئے کہ وہ لوگ کتب مقدسہ کے نصوص صریحہ پیش کرتے تھے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام تاویلات سے کام لیتے تھے جو رکیک اور خفیف معلوم ہوتی تھیں۔

ہمارے علما بڑے خوش قسمت ہوتے اگر وہ ایلیا کے دوبارہ آنے کے قصّے کو یاد کرکے اُس سے نصیحت پکڑتے اور حضرت عیسےٰ کے آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کے وہی معنے کرتے جو خود حضرت عیسےٰ نے ایلیا نبی کے دوبارہ نازل ہونے کے معنے کئے ہیں۔ کاش وہ اِس بات کو سوچتے کہ یہ راقم جو نزول مسیح کے معنے کرتا ہے وہ نئے معنے نہیں ہیں بلکہ وہی معنے ہیں جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زبان سے پہلے نکل چکے ہیں کیونکہ نزول مسیح ابن مریم کا مقدمہ نزول ایلیا نبی کے مقدمہ سے بالکل ہم شکل ہے۔ پس

کرچکو میرے پاس آنا مَیں قادیاں میں پہنچا دُونگا۔ ڈاکٹر صاحب کو ملکر اُسی روز شام کو مَیں پھر واپس قطب الدین کے پاس گیا اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب سے مِل آیا ہوں۔ اُس نے مجھے ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی کا نشان و پتہ دیا تھا۔ مرزا صاحب مجھ سے بہت پیار کرتے تھے اور مجھ سے مٹھیاں بھروایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہماری بات (قتل) یاد ہے۔ مَیں کہا کرتا تھا کہ ہاں یاد ہے۔ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ کلارک صاحب رحمدل ہیں جب تم جاؤگے وہ پاس رکھ لیں گے۔ تم اُنکے سونے اُٹھنے بیٹھنے کے حالات دریافت کرکے جب موقعہ ملے پتّھر مار کر یا اور طرح سے ہلاک

بقیہ حاشیہ

جس حالت میں آجتک یہودیوں کی یہ تمنّا پُوری نہیں ہوئی۔ کہ ایلیا نبی آسمان سے اُترتا اور اِسی وجہ سے وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے مُنکر ہے۔ تو ان مولویوں کی تمنّا کیونکر پُوری ہوسکتی ہو کہ کسی وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام خود آسمان سے نازل ہوگا۔ عقلمند وہ ہے جو دُوسرے کے ٹھوکر کھانے سے عبرت پکڑے۔ یہودی جو حضرت عیسےٰ پر ایمان لانے سے بے نصیب رہے اُس کی یہی وجہ وہ آجتک بیان کرتے ہیں کہ اُن کو وہی ملاکی نبی کی پیشگوئی تاکیدًا سُنائی گئی تھی کہ جب تک ایلیا نبی دوبارہ دُنیا میں نہ آئے وہ مسیح نہیں آئے گا جس کا اُن کو وعدہ دیا گیا تھا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ وہ مسیح بادشاہ کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ مگر یہ دونوں پیشگوئیاں حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر صادق نہ آئیں۔ اِسی لئے یہودی آجتک اسی بات کو روتے ہیں کہ ہم کیونکر یسوع بن مریم کو مان لیں۔ حالانکہ نہ ایلیا نبی اُس سے پہلے آیا اور نہ وہ بادشاہ کی صورت میں ظاہر ہوُا۔ اور بظاہر یہودی حق پر معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُن کی کتابوں کے نصوص صریحہ سے یہی نکلتا ہے کہ درحقیقت مسیح سے پہلے ایلیا نبی آئیگا اور آخر مسیح بادشاہ ہوکر آئے گا۔

غرض یہ ایک ایسا مقدمہ تھا کہ مسیح موعود کے نزول اور دُوسری علامات کو اِس مقدمہ نے صاف کر دیا تھا۔ اور منصفوں کے لئے ایلیا نبی کے نزول کی طرز مسیح کے نزول کے لئے ایک تشفّی بخش نظیر تھی۔ مگر تعصب انسان کو نابینا کر دیتا ہے۔ زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ صحیح بخاری میں صاف لکھا تھا کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنے وہ مسیح موعود

کر دینا۔ میرے باپ کا نام لقمان ہے۔ سلطان محمود غلطی سے لکھا یا تھا۔ سلطان محمود کے ساتھ شادی مکرر میری ماں نے کی تھی۔ پہلے غلطی سے لکھایا ہے کہ لقمان سے شادی ہوئی تھی۔ سلطان محمود کی ایک لڑکی ہے۔ لقمان کا اور بیٹا ہے جو میرا بھائی ہے۔ ہم تین بھائی ہیں۔ میں نے بپتسمہ کبھی نہیں لیا متلاشی رہا تھا۔ مالاکنڈ میں فوج کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ بوجہ کام نہ ہوسکنے کے مجھے برخاست کیا گیا تھا۔ جب واپس مالاکنڈ سے آیا متلاشی نہ تھا۔ محمدی تھا۔ دو سال کے قریب اس بات کو ہوئے ہیں۔ قادیان آنے سے پہلے سلطان محمود مجھ سے ناراض ہوا تھا۔

اسی اُمّت میں سے ہوگا۔ اور اسی طرح صحیح مُسلم میں فامّکم منکم لکھا تھا یعنے مسیح تم میں سے ایک اُمّتی آدمی ہوگا۔ اور تمہارا امام ہوگا۔ کیا یہ باتیں تسلّی پانے کیلئے نہ تھیں؟ کیا یہ امر تسلّی بخش نہ تھا کہ قرآن نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کا فوت ہوجانا بیان فرمایا؟ حدیثوں میں ان کی عمر ایک سو بیس برس لکھ کر یہ اشارہ فرمایا کہ وہ ۱۲۰ سنہ عیسوی میں ضرور فوت ہوگئے ہیں۔ توفی کے معنے مارنا بیان فرمایا گیا اور آیت فلمّا توفیتنی نے صاف طور پر خبر دیدی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہوگئے اور وہ جھگڑا جو اِس سے پہلے ہوچکا ہے جو یہود اور حضرت عیسٰی میں ایلیا نبی کے نزول کے بارے میں تھا۔ کوئی ایسا مسلمان نہیں کہ اس میں یہود کو سچّا قرار دے۔ سو دُنیا میں دوبارہ آنے کے معنے جو ایک نبی نے کئے وُہی معنے ہم حضرت عیسٰے کے نزول کے بارے میں کرتے ہیں۔ مگر ہمارے مخالف مولوی جو معنے کرتے ہیں اُنکے پاس اُن معنوں کی کوئی سند موجود نہیں۔

اب سوچنا چاہیئے کہ ہم تو اس عقیدہ کو پیش کرتے ہیں جس کی پہلی کتابوں میں نظیر موجود ہے اور جس کا قرآن مصدق ہے۔ اور ہمارے مخالف حضرت عیسٰے کے نزول کے بارے میں اُس عقیدہ کو پیش کرتے ہیں جس کی تمام انبیاء کے سلسلہ میں کوئی نظیر موجود نہیں اور قرآن اُس کا مکذّب ہے۔ پھر ہمارے مخالف جبکہ اس بحث میں عاجز آجاتے ہیں تو افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے **نبوّت** کا دعوٰی کیا ہے اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افترا ہیں۔ ہمارا ایمان ہے

اُس نے نکالا نہ تھا۔ وہاں سے نہر پہ چلا گیا تھا۔ بوجہ نہ کام کرنے کے سلطان محمود ناراض ہوا تھا۔ برہان الدین اور سلطان محمود کا مذہبی تفرقہ ہے۔ برہان الدین مرزا صاحب کا مُرید ہے۔ سلطان محمود نہیں ہے۔ اِس بات سے ایک دوسرے کو بُرا سمجھتے ہیں۔ قادیاں میں جوبلی کے موقعہ پر مَیں نہ تھا۔ بعد میں آیا تھا۔ برہان الدین کو مَیں نے جب گیا وہاں دیکھا تھا۔ تین چار دفعہ مرزا صاحب نے قتل کی بابت مجھ سے ذکر کیا تھا کہ دین محمدی پہ ہو کر قتل کرو گے تو مقبول ہو گے کیونکہ کلارک صاحب مخالف مذہب ہے۔ پانچوں وقت مرزا صاحب جب مسجد میں نماز کے واسطے

کہ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہلِ سُنّت کے قائل ہیں۔ صرف یہ فرق ہے کہ ہمارے مخالف اپنی جہالت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو حقیقی طور پہ انتظار کرتے ہیں۔ اور ہم **بروزی طور پر** جیساکہ تمام متصوّفین کا مذہب ہے اور ہم مانتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیشگوئی پُوری ہو گئی۔

رہی یہ بات کہ میرے اِس دعویٰ مسیح ہونے پہ دلیل کیا ہے۔ تو واضح ہو کہ آثار صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص عیسائیت کے فتنہ کے وقت عیسیٰ پرستی کے فتنہ کو دُور کرنے کے لئے صدی کے سر پہ بطور مجدّد کے ظاہر ہو گا۔ اُسی مجدّد کا نام مسیح ہے۔ پھر بعد اس کے احادیث کی غلط فہمی سے عوام نے سمجھ لیا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر صدی کا مجدّد ہو گا اور صدی کے سر پہ آئے گا۔ اور اکثر علما کی یہی رائے قائم ہوئی۔ کہ وہ چودھویں صدی ہو گی۔ لیکن اس خیال میں غلطی یہ ہوئی کہ اصل منشاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ جس مجدّد کو اس اُمّت کے مجدّدوں میں سے عیسائی حملوں کی مدافعت میں اسلام کی نصرت کرنی پڑیگی اُس کا نام بلحاظ عیسائیت کی اصلاح کے مسیح ہو گا۔ مگر ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا۔ کہ خود مسیح کسی زمانہ میں آسمان سے اُتر آئے گا، حالانکہ یہ صریح غلطی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فصیح اور پرحکمت بیان میں یہ غیر موزون اور بے تعلق اور

بیان نمبر ۱

آیا کرتے تھے میں مُٹھیاں بھرتا تھا۔ اور وہ مجھ سے پیار کیا کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ ۲۰۔
۴۰ ثار کا پتھر اُٹھا کر سوتے وقت یا اور موقعہ پاکر کلارک صاحب کو مارنا اور مار دینا۔ میں نے یہ
سب حال قطب الدین کو بتلایا تھا۔ اور اُس نے کہا تھا کہ بیشک تُو یہ کام کر اور میرے پاس چلا آ۔
(بسوال عدالت) اِسوقت برہان الدین اور سلطان محمود مجھ سے ناراض ہیں کہ میرا روپیہ و جائداد
اُنکے پاس ہے اور وہ دینا نہیں چاہتے۔ مولوی نورالدین کے پاس اِسواسطے خط بھیجا تھا کہ مرزا
صاحب اور وہ ایک ہی ہیں۔ جب میں امرتسر ہسپتال میں تھا میرا کوئی تعلق قطب الدین سے
نہیں رہا تھا اور نہ کسی کے پاس مَیں نے کوئی خط لکھا تھا۔ خط ب دا میں نے بیاس میں ڈاکٹر

غیر معقول بات ہرگز مقصود نہ تھی کہ ایک نبی جو اپنی زندگی کے دن پورے کرکے عادة اللہ کے
موافق خدا تعالیٰ اور نعیم آخرت کی طرف بُلایا گیا پھر وہ اس دار تکالیف اور دار الفتن میں بھیجا
جائیگا۔ اور وہ نبوّت جسپر مُہر لگ چکی ہے اور وہ کتاب جو خاتم الکتب ہے۔ فضیلت ختمیت سے
محروم رہ جائیگی۔ بلکہ نہایت لطیف استعارہ کے طور پر یہ پیشگوئی کیگئی کہ ایک زمانہ ایسا
آئیگا کہ جب عیسائی لوگ اپنی مخلوق پرستی اور صلیب کے باطل خیالات میں انتہا درجہ کے تعصب
تک پہنچ جائیں گے۔ اور اپنی کمال تحریف اور دجل کی وجہ سے مسیح دجّال ہو جائیں گے۔
تب خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے اُن کی اصلاح کے لئے ایک آسمانی مسیح پیدا کریگا۔
جو دلائل شافیہ سے ان کی صلیب کو توڑ دیگا۔

اس پیشگوئی کے سمجھنے میں اہل عقل اور تدبّر کرنیوالوں کے لئے کچھ بھی دِقّت
نہ تھی۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مقدسہ ایسے صاف تھے کہ خود
اس مطلب کی طرف رہبری کرتے تھے کہ ہرگز اِس پیشگوئی میں بنی اسرائیل کا دوبارہ
دنیا میں آنا مراد نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا۔ کہ
میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ایسی مشہور تھی کہ کسی کو
اِس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت کریمہ

صاحب کو لکھا تھا۔ (بسوال وکیل ملزم) لقمان جب میں چھ سال کی عمر کا تھا مر گیا تھا۔ میں نے للعہ روپیہ بغیر علم سلطان محمود کے گھر سے لئے تھے۔ گھر والی عورتوں کو اطلاع کر دی تھی۔ اور نہر پر چلا گیا تھا۔ میرے دو بھائی اور محمد کامل و محمد عالم گھر پر ہیں۔ میں نے محمد عالم کا زیور نہیں لیا۔ اُس نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا کہ اسکے پاس میرا روپیہ تھا۔ پانچ چھ سال کی بات ہے۔ باپ کی زمین پر دوسرے بھائی میرے قابض ہیں۔ حصہ پیدا وار لیتا ہوں وہ میری طرف سے کاشت کرتے ہیں۔ جائداد کی وجہ سے اور سوتیلے بھائی ہونے کی وجہ سے مجھ سے خفا رہتے ہیں۔ سات ماہ سے جہلم سے نکلا ہوا ہوں۔ برہان الدین کا لڑکا محمد کامل کی لڑکی سے منسوب ہے

نبی: ۱

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1] سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا۔ کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کے رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریف لاوے۔ اس سے تو تمام تار و پود اسلام درہم برہم ہو جاتا تھا۔ اور یہ کہنا کہ "حضرت عیسیٰ نبوت سے معطل ہو کر آئے گا" نہایت بیحیائی اور گستاخی کا کلمہ ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کے مقبول اور مقرب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اپنی نبوت سے معطل ہو سکتے ہیں؟ پھر کونسا راہ اور طریق تھا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دُنیا میں آتے۔ غرض قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین رکھکر اور حدیث میں خود آنحضرت نے لا نبی بعدی فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کے رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ اور پھر اس بات کو زیادہ واضح کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ آنے والا مسیح موعود اسی اُمت میں سے ہوگا۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اِمَامُکُم مِنکُم اور صحیح مسلم کی حدیث فامکم منکم جو عین مقام ذکر مسیح موعود میں ہے صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ وہ مسیح موعود اسی اُمت میں سے ہوگا۔ !!!

پھر دُوسرا فیصلہ کہ جو اس بارے میں قرآن اور حدیث نے کر دیا۔ یہ موجود تھا۔ کہ

[1] الاحزاب : ۴۱

برہان الدین بھی میرے سے دشمنی کرتا ہے۔ برہان الدین اور سلطان محمود الگ الگ مسجدوں میں ہیں۔ جہلم سے پہلے بہل مونگ رسول گیا تھا۔ پادری ڈال گئی صاحب کے پاس گجرات میں رہا تھا۔ گجرات میں پادری صاحب کے پاس تین چار ماہ رہا تھا۔ وہاں بائبل پڑھی تھی۔ اسوقت مذہب عیسائی پسند آیا تھا۔ چال چلن کی وجہ سے بپتسمہ نہیں ملا تھا کیونکہ میں محمدی لوگوں کو پسند کرتا تھا۔ پادری صاحب نے ایک آدمی اللہ دتا عیسائی میرے ساتھ کیا تھا اور کہا تھا کہ پنڈی کا اسکو ٹکٹ لے دو۔ اور پنڈی جاوے۔ میں یوسف کو جانتا ہوں۔ اُسکے پاس جاتا تھا۔ اِسلئے جاتا تھا۔ اللہ دتا میرے ہمراہ اسٹیشن پر نہیں آیا تھا۔ امیرالدین مرزا صاحب کا مُرید مجھے

ضمیمہ نمبر ۱

قرآن شریف نے صاف صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ دیکھو آیت فلما توفیتنی[1] صاف ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں اور صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور نیز حدیث نبوی سے اس بات کا ثبوت دیدیا ہے کہ اسجگہ توفّی کے معنے مار دینے کے ہیں۔ اور یہ کہنا بیجا ہے کہ یہ لفظ توفیتنی جو ماضی کے صیغہ میں آیا ہے در اصل اسجگہ مضارع کے معنے دیتا ہے یعنی ابھی نہیں مرے بلکہ آخری زمانہ میں جاکر مرینگے۔ کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ میری اُمت کے لوگ میری زندگی میں نہیں بگڑے بلکہ میری موت کے بعد بگڑے ہیں۔ پس اگر فرض کیا جائے کہ ابتک حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ ابتک نصاریٰ بھی نہیں بگڑے۔ کیونکہ آیت میں صاف طور پر بتلایا گیا نصاریٰ کا بگڑنا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی موت کے بعد ہے اور اس سے زیادہ اور کوئی سخت بے ایمانی نہیں ہوگی کہ ایسی نص صریح سے انکار کیا جائے۔

اب جس حالت میں قرآن شریف کے صاف لفظوں سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی موت ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین

✠ حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اور حُلیہ تھا اور آنے والے مسیح موعود کا اور حُلیہ۔ سو یہ دو مختلف حُلیے بتلا رہے ہیں کہ وہ مسیح اور تھا یہ اور ہے۔ دیکھو صحیح بخاری منہ

[1] المائدۃ: ۱۱۸

مل گیا۔ اور اُسکے ہاتھ میں مظہر آگیا۔ اُس نے مجھے قادیاں میں بھیجدیا۔ اور کہا کہ اوّل لاہور شیخ رحمت اللہ کے پاس جاؤ۔ پھر قادیاں جانا۔ دُوسرے تیسرے روز گجرات جانے کے بعد واقف ہوئے تھے۔ مجھے عیسائیوں نے نکال دیا تھا کرایہ راولپنڈی کا مجھے نہیں دیا۔ امیرالدین مجھے روز روز سمجھایا کرتا تھا کہ مرزا صاحب کے پاس جاؤ۔ وہ پڑھا ہُوا ہے۔ جہلم اور گُجرات میں اچھے اچھے مولوی ہیں۔ مگر کسی سے مَیں نے اپنے شکوک کی بابت نہیں پوچھا۔ مہینہ ڈیڑھ ماہ سے سوزاک ہو گیا۔ زیادہ آم کھانے سے۔ کنجری بازی سے سوزاک نہیں ہُوا۔ ڈنگہ میں عیسائی مذہب کی بابت لوگوں کو مَیں مسائل بتایا کرتا تھا۔ پہلے پہل قادیاں میں جوبلی سے ماہ ڈیڑھ ماہ پہلے گیا تھا۔ پانچ چھ دن وہاں رہا تھا۔ پھر لاہور اور وہاں سے جہلم گیا تھا۔ راستہ میں گجرات بھی ٹھہرا تھا۔ پادری صاحب کے پاس گیا تھا اور کہا تھا کہ قادیاں مرزا صاحب کے پاس سے ہو کر آیا ہوں مجھ سے محبت پیار کرتے تھے۔ پہلی دفعہ مرزا صاحب نے قتل کی بابت کچھ نہیں کہا تھا۔ گجرات کے پادری صاحب ناراض ہوئے تھے کہ کیوں قادیاں گئے ہو۔ مَیں نے کہا کہ مَیں بھول گیا معاف کرو۔

رکھتا ہے اور حدیث ان دونوں باتوں کی مصدّق ہے۔ اور ساتھ ہی حدیث نبوی یہ بھی بتلا رہی ہے کہ آنے والا مسیح اس اُمّت میں سے ہوگا گو کسی قوم کا ہو۔ تو اسجگہ طبعاً یہ سوال پَیدا ہوتا ہی کہ باوجود نصوص صریحہ کے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات اور آنیوالے مسیح کے اُمّتی ہونے پر دلالت کرتی تھیں پھر کیوں اِس بات پر اجماع ہو گیا کہ درحقیقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے اُتر آئیں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر میں جو شخص اجماع کا دعویٰ کرتا ہی وہ سخت نادان یا سخت خیانت پیشہ اور دروغگو ہے۔ کیونکہ صحابہ کو اس پیشگوئی کی تفاصیل کی ضرورت نہ تھی وہ بلاشبہ بموجب آیت فلمّا توفیتنی اس بات پر ایمان لاتے تھے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ تبھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اس بات کا احساس کر کے کہ بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں شک رکھتے ہیں زور سے یہ بیان کیا کہ

اور مجھے رکھو۔ انہوں نے کہا کہ گھر جاؤ اور بائبل پڑھو۔ مجھکو رکھانہ تھا۔ پھر میں جہلم چلا گیا۔
اسواسطے کہ میرا چچا میرے عیسائی ہونے سے ناراض تھا۔ مرزا صاحب نے میرے شکوک
رفع کر دیئے تھے۔ چچا کو راضی کرنے کے واسطے گیا تھا۔ پھر دوبارہ جوبلی کے دوچار روز
بعد میں مظہر قادیاں گیا تھا کہ مرزا صاحب نے پہلی دفعہ بیعت نہیں کیا تھا۔ ۱۷-۱۸ یوم وہاں
رہا۔ جانے کے دو روز بعد دست بیع مرزا صاحب سے ہوا۔ بہت سارے آدمی موجود تھے۔
حکیم نورالدین۔ حکیم فضل الدین وغیرہ قریب ۲۰-۳۰ آدمی تھے۔ اُوپر والی مسجد میں بیعت
کی تھی۔ بیعت سے ۹-۱۰ روز بعد مرزا صاحب زنانہ مکان کے بالاخانہ میں لے گئے تھے۔
جب ظہر کی نماز ہوچکی تو مرزا صاحب نے مجھے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو۔ جب لوگ سارے چلے گئے
تو دروازہ کی راہ سے مرزا صاحب مجھے اُس کمرہ میں لے گئے۔ کوئی آدمی نہ تھے۔ اُسوقت
اُوپر کے حصہ مسجد میں نہ تھا۔ اندر جاکر مرزا صاحب نے بٹھلادیا اور کہا کہ تم امرتسر میں جاؤ اور
اپنے آپکو ہندو ظاہر کرنا اور کلارک صاحب کو پتھر مار کر مار دینا۔ میں نے اقرار کرلیا۔ اندر اسلئے

کوئی بھی نبی زندہ نہیں ہے سب فوت ہوگئے۔ اور یہ آیت پڑھی کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[1] اور کسی نے اُن کے اس بیان پر انکار نہ کیا۔ پھر ماسوا اس کے امام مالک جیسا امام عالم حدیث و قرآن و متقی اِس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔ ایسا ہی امام ابن حزم جن کی جلالت شان محتاج بیان نہیں قائل وفات مسیح ہیں۔ اسی طرح امام بخاری جن کی کتاب بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے، وفات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔ ایسا ہی فاضل و محدث و مفسر ابن تیمیہ و ابن قیم جو اپنے اپنے وقت کے امام ہیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں۔ ایسا ہی رئیس المتصوفین شیخ محی الدین ابن العربی صریح اور صاف لفظوں سے اپنی تفسیر میں وفات حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تصریح فرماتے ہیں۔ اسی طرح اور بڑے بڑے فاضل اور محدث اور مفسر برابر یہ گواہی دیتے آئے ہیں اور فرقہ معتزلہ کے تمام اکابر اور

[1] آل عمران : ۱۴۵

لے گئے تھے کہ شاید کوئی آدمی آجاوے۔ روز روز کہتے تھے کہ وہ کام یاد ہے کہ نہ۔ اور تیار ہو کہ نہ۔ میں کہتا تھا کہ یاد ہے اور تیار ہوں۔ یہ اُسوقت پوچھتے تھے جب مَیں مٹھیاں بھرا کرتا تھا۔ محبت بہت کرتے تھے جیسے باپ بیٹے سے۔ سر پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ پانچوں وقت مٹھیاں بھرتا تھا۔ لوگ بھی بھرا کرتے تھے۔ مسجد میں مٹھیاں بھرتے تھے غسل خانہ میں مٹھیاں نہیں بھرا کرتا تھا۔ وہ غسل خانہ نہانے اور پیشاب کرنے کی جگہ ہے۔ جس کمرہ بالا خانہ میں مجھے مرزا صاحب لے گئے تھے وہ بھی غسل خانہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ قریب ۱۸ × ۱۲ فٹ کا کمرہ ہے۔ ہر ایک کونہ میں غسل کرنے کی جگہ بنائی ہوئی ہے۔ پکّی جگہ نہیں ہے تختے لگائے ہوئے ہیں۔ اقبال حرف ع میں نے خود لکھا تھا۔ کسی نے مسودہ نہیں بنایا تھا۔ پہلے ایک دفعہ لکھا صحیح نہ تھا۔ پھر دوبارہ صاف کرکے لکھا تھا۔ (نوٹ۔ گواہ سے ایک پرچہ نقلِ اقبال کرائی گئی۔ تین[۳] جگہ تحریر میں ہجوں میں غلطی کی۔ جنپر نشان × کیا گیا ہے۔ اور نشان حرف ریکے لگایا گیا ہے۔) گواہ۔ میں نے اُس کمرہ کو غسل خانہ سمجھا تھا۔ رُوبروئے

بقیہ حاشیہ

امام یہی مذہب رکھتے ہیں۔ پھر کس قدر افترا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا اجماعی عقیدہ قرار دیا جائے۔ بلکہ یہ اُس زمانہ کے عوام الناس کے خیالات ہیں جبکہ ہزارہا بدعات دین میں پیدا ہوگئی تھیں اور یہ وسط کا زمانہ تھا جس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج رکھا ہے۔ اور فیج اعوج کے لوگوں کی نسبت فرمایا ہے کہ لیسوا منّی ولستُ منھم یعنے نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ مَیں اُن میں سے ہوں۔ ان لوگوں نے اس عقیدہ کو اختیار کرنے سے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے اور وہاں قریباً اُنیس سَو[۱۹۰۰] برس سے زندہ بجسم عنصری موجود ہیں اور پھر کسی وقت زمین پر واپس آئیں گے۔ قرآن شریف کی چار جگہ مخالفت کی ہے۔ اوّل یہ کہ قرآن شریف صریح لفظوں سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات ظاہر فرماتا ہے جیساکہ بیان ہوا اور یہ لوگ اُن کے زندہ ہونے کے قائل

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر امرتسر غسل خانہ کا لفظ نہیں لکھوایا تھا۔ صبح کی نماز پڑھ کر تھوڑا سا دن نکل آیا تھا۔ جب قادیاں سے آیا تھا اسمٰعیل بیگ کے سالے کا یکہ شاید تھا۔ اُسی روز ریل پر چڑھ کر امرتسر چلا گیا تھا۔ ۱۱ بجے وہاں پہنچا۔ سیدھا قطب الدین کے پاس گیا۔ آدھ گھنٹہ اس کے پاس ٹھہرا۔ تاریخ نہیں بتلا سکتا۔ قطب الدین نے پتہ ڈاکٹر صاحب کے مکان کا دیا۔ کوٹھی پر میں جا ملا۔ ہال بازار مسجد میں سو رہا تھا۔ قریب تین بجے کے کوٹھی پر گیا تھا۔ دو آدمی میرے ساتھ نہ تھے۔ دس بارہ منٹ میں کوٹھی پر پہنچ گیا۔ اپنے دفتر کے کمرہ میں ڈاکٹر صاحب تھے۔ اوّل خانساماں کو ملا۔ پھر بیرہ کو۔ اُس نے صاحب کو اطلاع دی۔ مجھے اندر بُلایا گیا۔ ایک سردار کسی کام کے واسطے وہاں کھڑا تھا۔ چٹھی لیکر چلا گیا تھا۔ اندر جاتے ہی میں نے کہا کہ میں متلاشی ہوں عیسائی ہونے آیا ہوں۔ صاحب نے پوچھا کہاں سے آیا ہے۔ میں نے کہا قادیاں سے۔ پھر میں نے اپنا ہندو نام رلا رام بیان کیا اور سب حالات بیان کئے جو پہلے بیان کر چکا ہوں مگر وہ سارا بیان جھوٹ تھا۔ میرے دل میں تھوڑا خیال ہُوا تھا کہ میں قتل نہیں کرونگا۔ تین چار روز

حاشیہ

ہیں۔ **دوسرے** یہ کہ قرآن شریف صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ کوئی انسان بجُز زمین کے کسی اور جگہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ **فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ**[1] یعنے تم زمین میں ہی زندہ رہوگے اور زمین میں ہی مروگے اور زمین سے ہی نکالے جاؤگے۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ ''نہیں اِس زمین اور کرہ ہوا سے باہر بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ ابتک جو قریباً اُنیسویں صدی گذرتی ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں''۔ حالانکہ زمین پر جو قرآن کے رُو سے انسانوں کے زندہ رہنے کی جگہ ہے باوجود زندگی کے قائم رکھنے کے سامانوں کے کوئی شخص اُنیس سو برس تک ابتدا سے آجتک کبھی زندہ نہیں رہا تو پھر آسمان پر اُنیس سو برس تک زندگی بسر کرنا باوجود اس امر کے کہ قرآن کے رُو سے ایک قدر قلیل بھی بغیر زمین کے انسان زندگی بسر نہیں کر سکتا۔

[1] الاعراف : ۲۶

کے بعد جب میں بیاس گیا تو میرا ارادہ قتل کا بدل گیا تھا۔ پانچ چھ روز میں امرتسر رہا تھا۔ امرتسر ہسپتال کے ڈاکٹر کے ماتحت میں کام کرتا تھا اور تعلیم پاتا تھا۔ زخموں کو دھویا کرتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب سوائے ایک روز کے روز بروز ملا کرتے تھے۔ دو دفعہ کوٹھی پر میں گیا تھا۔ اُسی دفتر والے کمرہ میں مظہر ملا تھا۔ اُسی طرح اکیلا ملا تھا جیسے کہ پہلے روز ملا تھا۔ ہر دفعہ ڈاکٹر صاحب پُوچھتے تھے کہ تم کون تھے اور کہاں سے آئے ہو۔ میں نے پہلا بیان کر دیا تھا۔ کوئی خاص ارادہ سوائے اسکے کہ بائبل صاحب سے لینی تھی اور نہ تھا۔ پہلی دفعہ کتاب مجھکو دی گئی تھی۔ مگر دوسری کی سی دوسری دفعہ کتاب مجھکو دی گئی تھی۔ بیاس تعلیم کے واسطے ڈاکٹر صاحب نے بھیجدیا تھا اور ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ مولوی عبدالرحیم ڈرتا ہے کہ تم اُسکو مار نہ ڈالو۔ اسلئے بیاس چلے جاؤ۔ اور لوگ بھی کہتے ہیں کہ تم خون کرنے آئے ہو۔ سوائے قطب الدین کے مَیں نے کسی سے ذکر نہیں کیا تھا کہ مَیں قتل کرنے کے ارادہ سے آیا ہوں۔ ساون سنگھ بیاس میرے ساتھ گیا تھا۔ ایک ہفتہ اُسجگہ رہا تھا۔ تین چار روز کے بعد مَیں نے مولوی نورالدین کو چٹھی لکھی تھی۔ ایک کوٹھی

کس قدر خلاف نصوص صریح قرآن ہے جسپر ہمارے مخالف ناحق اصرار کر رہے ہیں۔ **تیسرے** یہ کہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ کسی انسان کا آسمان پر چڑھ جانا عادۃ اللہ کے مخالف ہے جیساکہ فرماتا ہے **قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا**[1]۔ لیکن ہمارے مخالف حضرت عیسٰے کو اُنکے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھاتے ہیں۔ **چوتھے** یہ کہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں مگر ہمارے مخالف حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خاتم الانبیا ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے نام سے یاد کیا ہے وہاں حقیقی نبوت مراد ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی نبوّت کے ساتھ دنیا میں آئے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ٹھہر سکتے ہیں؟ نبی ہونے

[1] بنی اسرائیل: ۹۴

نئی بن رہی تھی۔ وہاں میں نے چٹھی لکھی تھی۔ بھگت رام کے سامنے لکھی تھی۔ دو راج
دو تین مزدور بھی وہاں تھے۔ بھگت سے پیسہ یا ٹکٹ خط روانہ کرنے کے واسطے
نہیں مانگے تھے۔ اقبال ۵ ۱/۲ کے قریب لکھا تھا بیٹھنے کے کمرہ میں خط لکھا تھا۔ کھانے
والے کمرے کے پاس ہے۔ (پھر کہا کہ) پتہ نہیں کھانے والا کمرہ کون ہے۔ میرے اقبال
لکھنے کیوقت اسٹیشن ماسٹر۔ تار بابو اور ڈاک بابو موجود تھے (پھر کہا کہ) لکھ چکا تھا۔ دستخط
کر رہا تھا جب وہ آئے تھے۔ دو تین آدمی اور تھے جن کے روبرو لکھا تھا۔ وہ عبدالرحیم،
بھگت رام۔ شیخ وارث تھے۔ اور ڈاکٹر صاحب بھی تھے۔ بیاس میں مظہر نے کسی سے

کی حالت میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام نبوت کے لوازم سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں؟!

غرض ان لوگوں نے یہ عقیدہ اختیار کر کے چار طور سے قرآن شریف کی مخالفت کی ہے۔
اور پھر اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنے جسم عنصری
کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے؟ تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث دکھلا
سکتے ہیں۔ صرف نزول کے لفظ کے ساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ ملا کر عوام کو دھوکہ دیتے
ہیں۔ مگر یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور نزول کا لفظ
محاورات عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کا
بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی وارد شہر کو پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اُترے
ہیں۔ اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اُترا ہے۔ اگر
اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی
ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسےٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے
تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی حدیث پیش کرے۔ تو
ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی

نہیں کہا تھا کہ میں ڈاکٹر صاحب کو مارنے آیا ہوں۔ بھگت پریداس سے بھی نہیں کہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب مجھ کو ہمراہ امرتسر لے آئے تھے اور مجھے انہوں نے معافی دے دی تھی کہ نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ بیاس سے چلکر اُسی دن سُورج غروب ہونے سے پہلے امرتسر پہنچ گئے تھے۔ رات کو ڈاکٹر صاحب نے سلطان پنڈ میں جو امرتسر سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے بھیجدیا اور وارث اور پریداس و عبدالرحیم میرے ساتھ رہے تھے۔

کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کر لیں۔

افسوس ہے کہ ہمارے سادہ لوح علما صرف نزول کا لفظ احادیث میں دیکھ کر اس بلا میں گرفتار ہو گئے ہیں کہ خواہ نخواہ امیدیں باندھ رہے ہیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام آسمان سے واپس آئیں گے اور وہ دن ایک بڑے تماشے اور نظارہ کا دن ہوگا کہ اُنکے دائیں بائیں فرشتے ساتھ ساتھ ہونگے جو اُنکو آسمان سے اُٹھا کر لائیں گے۔ افسوس کہ یہ لوگ کتابیں تو پڑھتے ہیں مگر آنکھ بند کر کے۔ فرشتے تو ہر ایک انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور بموجب حدیث صحیح کے طالب العلموں پر اپنے پروں کا سایہ ڈالتے ہیں۔ اگر مسیح کو فرشتے اُٹھائیں تو کیوں نرالے طور پر اس بات کو مانا جائے۔ قرآن شریف سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ ہر ایک شخص کو خدا تعالےٰ اُٹھائے پھرتا ہے حملنٰھم فی البرّ والبحر[1] مگر کیا خدا کسی کو نظر آتا ہے؟ یہ سب استعارات ہیں۔ مگر ایک بیوقوف فرقہ چاہتا ہے کہ انکو حقیقت کے رنگ میں دیکھیں اور اس طرح پر ناحق مخالفوں کو اعتراض کا موقعہ دیتے ہیں۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر حدیثوں کا مقصد یہ تھا کہ وہی مسیح جو آسمان پر گیا تھا۔ واپس آئیگا تو اس صورت میں نزول کا لفظ بولنا بے محل تھا۔ ایسے موقعہ پر جہاں کسی کا واپس آنا بیان کیا جاتا ہے۔ عرب کے فصیح لوگ رجوع بولا کرتے ہیں نہ نزول۔ پھر کیونکر ایسا غیر فصیح اور بے محل لفظ اُس افصح الفصحاء اور اعرف الناس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے جو تمام فصحاء کا سردار ہے۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ (side label)

[1] بنی اسرائیل: ۷۱

ایک دیسی عیسائی کے گھر ہم سارے رہے تھے۔ جب قادیان سے بٹالہ آیا تھا۔ مولوی غلام مصطفٰے چھاپہ والے کے مکان پر نہیں گیا تھا۔ مرزا صاحب نے بوجہ بدچلنی مجھے قادیاں سے نہیں نکلوایا تھا۔ ڈاکٹر صاحب پیار اور خلق سے جب پہلے میں گیا پیش آئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب میرے سے مضبوط ہیں۔ لیکن حملہ کرنیوالا جو بھیجا جائے اُسکو اپنا کام کرنا پڑتا ہے۔ اپنی زندگی کے

ایک بڑا دھوکہ ان کم فہم علماء کو یہ لگا ہوا ہے کہ جب قرآن شریف میں یہ لوگ یہ آیت پڑھتے ہیں کہ ماقتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لھم[1] اور نیز یہ آیت کہ بل رفعہ اللہ الیہ[2] تو اپنی غایت درجہ کی نادانی سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ نفی قتل اور نفی صلب اور لفظ رفع اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام یہود کے ہاتھ سے بچکر اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے۔ گویا بجز آسمان کے اور کوئی جگہ اُنکے پوشیدہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کو زمین پر نہیں ملتی تھی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے ہاتھ سے محفوظ رکھنے کیلئے تو ایک وحشت ناک اور سانپوں سے بھری ہوئی غار کفایت ہو گئی مگر مسیح کے دشمن زمین پر اُسکو نہیں چھوڑ سکتے تھے خواہ اللہ تعالیٰ انکو بچانے کے لئے زمین پر کیسی ہی تدبیر کرتا اسلئے مجبوراً یہودیوں سے اللہ تعالیٰ نے نعوذ باللہ عاجز آکر اُنکے لئے آسمان تجویز کیا۔ قرآن میں تو رفع الی السماء کا ذکر بھی نہیں بلکہ رفع الی اللہ کا ذکر ہے جو ہر ایک مومن کے لئے ہوتا ہے۔

یہ لوگ یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر یہی قصہ صحیح ہے تو قرآن شریف نے جو اس قصہ کو لکھا تو ان آیات کی شان نزول کیا تھی اور کونسا جھگڑا یہود اور نصاریٰ میں حضرت عیسٰی کے آسمان پر معہ جسم عنصری کے جانے کے متعلق تھا جس جھگڑے کو قرآن شریف نے ان آیات کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہا۔ ظاہر ہے کہ قرآن شریف کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے اختلافات کو حق اور راستی کے ساتھ فیصلہ کرے۔ سو یاد رہے کہ

[1] النساء: ۱۵۸ [2] النساء: ۱۵۹

پہلے کبھی ایسا ارادہ میں نے نہیں کیا اور نہ کبھی مارنے پر مامور ہوا تھا۔ جب میں مسلمان تھا میں قتل کرنا جرم اور گناہ سمجھتا تھا۔ مگر جب مرزا صاحب نے کہا کہ تم مقبول ہو جاؤ گے تو میرے خیال میں تبدیلی ہوئی اور پکا یقین ہو گیا کہ میں بہشت میں جاؤں گا۔ اس سے پہلے کہ میں مرزا صاحب سے ملوں میرا اپنا خیال یہ تھا کہ قتل کرنا گناہ ہے۔ گو محمدی مذہب کے رُو سے کسی کافر کو مارنا ثواب ہے۔ یہ بات قرآن میں درج ہے۔ میں نے خود پڑھا ہی۔ ترجمہ لکھا ہوا دیکھکر پڑھ

یہود اور نصاریٰ میں جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت اختلاف تھا اور اب بھی ہے وہ اختلاف اُنکے رفع رُوحانی کے بارے میں ہے۔ یہود نے صلیب دیئے جانے سے یہ نتیجہ نکالا تھا۔ کہ حضرت عیسےٰ کا رفع رُوحانی نہیں ہوا اور نعوذ باللہ وہ ملعون ہیں۔ کیونکہ اُنکے مذہب کے رُو سے ہر ایک مومن کا مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص صلیب کے ذریعہ سے مارا جائے اُس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا یعنے وہ شخص لعنتی ہوتا ہے۔ پس یہودیوں کی یہی حجت تھی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مصلوب ہو گئے اسلئے اُن کا رفع رُوحانی نہیں ہوا اور وہ لعنتی ہیں اور نالائق عیسائیوں نے بھی تین دن کیلئے حضرت عیسےٰ کو رفع سے محروم سمجھا اور لعنتی ٹھہرایا۔ اب قرآن شریف کا اس ذکر سے مدعا یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کے رُوحانی رفع پر گواہی دے۔ سو اللہ تعالیٰ نے مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ[1] کہہ کر نفی صلیب کی اور پھر اُس کا نتیجہ یہ نکالا کہ بَل رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ[2] اور اس طرح پر جھگڑے کا فیصلہ کر دیا۔

اب انصافاً دیکھو کہ اسجگہ رفع جسمانی کا تعلق اور واسطہ کیا ہے۔ یہودیوں میں سے اب تک لاکھوں تک زندہ موجود ہیں۔ اُن کے عالموں فاضلوں کو پُوچھ لو کہ کیا آپ لوگ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اُن کا رفع رُوحانی نہیں ہوا۔ یا یہ کہ اُن کا رفع جسمانی نہیں ہوا۔ ایسا ہی یہود یہ کہتے تھے کہ سچا مسیح اُسوقت آئے گا کہ جب الیاؔ نبی ملاکی کی پیشگوئی کے موافق دوبارہ دُنیا میں آجائے گا۔ پھر جبکہ

[1] النساء: ۱۵۸ [2] النساء: ۱۵۹

لیتا ہوں ۔میرے چچے نے پڑھایا تھا۔ اور ایک مُلّا نے بھی پڑھایا تھا۔ میں بلا معنے کے قرآن پڑھتا رہا ہوں۔ ۳۱؍ جولائی ۹۷ء کو وعدہ معافی مجھے دیا گیا تھا اسلئے میں نے اقبال لکھدیا تھا اگر کوئی شخص کسی کو مارنے جائے اور مار دیوے تو مجرم ہے ورنہ نہیں۔ تاریخ تحریر اقبال سے برابر ڈاکٹر صاحب کے پاس میں رہا ہوں۔ تین چار روز ہوئے انار کلی میں مولوی محمد حسین کو دیکھا تھا۔ پہلے اس سے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے کوئی خط مرزا صاحب کو نہیں لکھا۔ بائبل میں لکھا ہے کہ تو خون نہ کر اسلئے میرا ارادہ بدل گیا۔ کہ کیوں ایسے نیک آدمی کو جیسے کہ ڈاکٹر کلارک ہے قتل کروں۔ ہمارے خاندان سے کسی نے کبھی قتل نہیں کیا۔ غازی کا مطلب مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہے بیاس میں بھگت پریمداس نے ایک سانپ سیاہ رنگ کا پکڑا تھا۔ مار کر ڈاکٹر کلارک صاحب کے پاس میں لایا تھا۔ دوسرا سانپ جو پکڑا تھا وہ بھاگ گیا تھا۔ یعنے پہلے دن دو سانپ پکڑے گئے تھے ایک مر گیا تھا اور دُوسرا بھاگ گیا تھا۔ تیسرے روز ایک اور سانپ پکڑا گیا تھا۔ اُس کو بھی مار ڈالا تھا۔ صرف ڈاکٹر صاحب کو دکھلانے کے واسطے سانپ لیجانا چاہا تھا۔ (بسوال عدالت) بھگت پریمداس نے روکدیا تھا۔ (وکیل) قطب الدین کو میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ مرزا صاحب نے کوئی خط اسکی طرف نہیں دیا تھا۔ قطب الدین نے کہا تھا کہ تم کوٹھی دیکھ آؤ۔ پتھر میں بتلاؤنگا اُٹھا لیجانا اور اُسے مار دینا۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا تھا کہ

خدا تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت سے جسکی حقیقت انسانوں پر نہیں کھل سکتی۔ یہود کو اس امتحان میں ڈالا کہ ایلیا نبی جس کا انکو انتظار تھا۔ آسمان سے نازل نہ ہوا۔ اور حضرت ابن مریم نے مسیح ہونے کا دعویٰ کردیا۔ تو یہ دعویٰ یہودیوں کو خلاف نصوص صریحہ معلوم ہوا اور انہوں نے کہا کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر نعوذ باللہ توریت باطل ہے اور ممکن نہیں کہ خدا کی کتابیں باطل ہوں۔ پس تمام جڑ انکار کی یہی تھی۔ اسی وجہ سے یہودی حضرت مسیح کے سخت دشمن ہوگئے۔ اور انکو کافر اور مرتد اور دجّال اور ملحد کہنے لگے اور تمام علما کا فتویٰ اُنکے کفر پر ہوگیا۔

ہم مرزا صاحب کو چٹھی لکھتے ہیں کہ یہ شخص عیسائی ہونے کو آیا ہے۔ مَیں نے منع کیا تھا۔ اسلئے کہ جب بپتسمہ ہو جاوے تب چٹھی لکھنا۔ آج میں قادیاں گیا تھا۔ عبد الرحیم اور دو سپاہی اور وارث دین۔ دو سپاہی اور بھی ساتھ گئے۔ (بسوال پیروکار) ایک دفعہ پہلے پہل بھی مرزا صاحب مجھے اُس اُوپر والے کمرہ میں لے گئے تھے۔ خیر الدین کی مسجد واقعہ امرتسر میں میں سو گیا تھا اسلئے ٹھہر گیا۔ مجھ سے پُوچھا نہ گیا اسلئے مَیں نے پہلے اقبال نہیں کیا تھا۔ سلطان محمود نے مجھے قرآن پڑھایا تھا۔ چچا برہان الدین مالاکنڈ نہیں گیا تھا۔ دونوں دفعہ جب میں امرتسر کوٹھی پر ملا تھا۔ ڈاکٹر صاحب خوشی سے ملے تھے دونوں دفعہ از خود گیا تھا۔ بلایا نہ گیا تھا۔ بیاس جاتے وقت طلب کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے جھڑکی برانڈہ میں نکل کر نہیں دی تھی کہ کیوں بے بلائے آئے ہو۔ عبد الحمید (دستخط حاکم)

سُنایا گیا درست ہے۔ دستخط حاکم

اور اُن میں زاہد اور راہب اور ربّانی بھی تھے۔ وہ سب اُن کے کفر پر متفق ہو گئے کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ یہ شخص ظاہر نصوص کو چھوڑتا ہے۔ یہ تمام فتنہ صرف اس بات سے پڑا کہ حضرت مسیح نے ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کے بارے میں یہ تاویل پیش کی تھی کہ اس سے مراد ایسا شخص ہے جو اُس کی خُو اور طبیعت پر ہو۔ اور وہ یُوحنّا یعنی یحیٰ ذکریا کا بیٹا ہے" مگر یہ تاویل یہودیوں کو پسند نہ آئی۔ اور جیسا کہ مَیں نے ابھی لکھا ہے۔ انہوں نے ان کو ملحد قرار دیا کہ جو نصوص کو ان کے ظاہر سے پھیرتا ہے۔ لیکن چونکہ حضرت عیسے علیہ السلام درحقیقت سچا نبی تھا اور ان کی تاویل بھی گو بظاہر کیسی ہی بعید از قیاس تھی مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک درست تھی۔ اسلئے بعض لوگوں کے دلوں میں یہ بھی خیال تھا کہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو راستبازی کے انوار کیوں اس میں پائے جاتے ہیں اور کیوں سچے رسولوں کی طرح اس سے نشان ظاہر ہوتے ہیں پس اس خیال کے دُور کرنے کے لئے یہودیوں کے مولوی ہر وقت

ضمیمہ ۱۳

نقل تحریر مشمولہ مثل فوجداری اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ　فیصلہ　نمبر بستہ　نمبر مقدمہ

۹ راگست ۱۸۹۷ء　متدائرہ　از محکمہ　۳/۴

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک　بنام مرزا غلام احمد قادیانی　جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

منکہ عبد الحمید ولد سلطان محمود سکنہ جہلم کا ہوں حال وارد بیاس۔ جو کہ میں موضع قادیاں میں سے مرزا صاحب غلام احمد قادیاں سے روانہ کیا گیا تھا کہ تم ڈاکٹر کلارک صاحب نقیضان کردیں یعنے مار ڈالا۔ اور مجکو اس کام کے واسطے میں چلا آیا ہوں۔ یہ قادیاں میں زبانی غسل خانہ میں کہی۔　دستخط حاکم . . . .

نوٹ۔ یہ پرچہ عبد الحمید گواہ سے لکھوایا گیا۔　دستخط 13/8/97

اسی تدبیر میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح عوام کو یہ یقین دلایا جائے کہ یہ شخص نعوذ باللہ کاذب اور ملعون ہے۔ آخر انکو یہ بات سوجھی کہ اگر اسکو صلیب دیجائے تو البتہ ہر ایک پر صاف طور پر ثابت ہو جائیگا کہ یہ شخص نعوذ باللہ لعنتی اور اس رفع سے بے نصیب ہے جو راستبازوں کا خدا تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور اس سے اس کا کاذب ہونا ثابت ہوگا۔ کیونکہ توریت میں یہ لکھا تھا کہ جو شخص صلیب پر کھینچا جائے وہ لعنتی ہے یعنے اُس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ سو انہوں نے اپنی دانست میں ایسا ہی کیا یعنے صلیب دیا۔ اور یہ امر نصاریٰ پر بھی مشتبہ ہو گیا۔ اور انہوں نے بھی گمان کیا کہ حضرت مسیح حقیقت میں مصلوب ہو گئے ہیں۔ اور پھر اس اعتقاد سے یہ دوسرا عقیدہ بھی انھیں اختیار کرنا پڑا کہ وہ لعنتی بھی ہیں۔ مگر لعنت کے چھپانے کے لئے اور اُس کا کلنک دُور کرنے کیلئے یہ تجویز سوچی گئی کہ اُنکو خدا تعالیٰ کا بیٹا بنایا جائے۔ ایسا بیٹا جس نے دنیا کے تمام گنہگاروں کی لعنتیں اپنے سر پر اُٹھالیں اور بجائے دوسرے ملعونوں کے آپ ملعون بن گیا۔ اور پھر

نقل بیان مشمولہ مثل اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ
سرکار دولتمدار بنام مرزا غلام احمد سکنہ قادیان جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

۱۰ ؍اگست ۱۸۹۷ء بیان عبدالرحیم باقرار صالح

ولد جے سنگھ ذات عیسائی ساکن حال امرتسر عمر ۔ سال بیان کیا کہ مجھے ڈاکٹر صاحب مستغیث نے عبدالحمید گواہ کے حالات دریافت کرنے کے واسطے تعینات کیا تھا۔ ۲۰ یوم کے قریب اس بات کو ہوئے ہیں۔ بٹالہ میں میں نے دریافت کیا تو جو بیانات عبدالحمید نے کئے تھے سب جھوٹ پائے گئے۔ دوسرے روز قادیاں میں مظہر گیا۔ وہاں سید حامرزا

ملعونوں کی موت سے مرا یعنی مصلوب ہوا۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں قدیم سے یہ رسم تھی۔ کہ جرائم پیشہ اور قتل کے مجرموں کو بذریعہ صلیب ہی ہلاک کیا کرتے تھے۔ اس مناسبت سے صلیبی موت لعنتی موت شمار کی گئی تھی مگر عیسائیوں کو یہ بڑا دھوکہ لگا کہ انہوں نے اپنے پیر و مرشد اور نبی کو ملعون ٹھہرایا۔ وہ بہت ہی شرمندہ ہونگے جب وہ اس بات پر غور کرینگے کہ لعنت کا مفہوم لُغت کی رو سے اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص ملعون درحقیقت خدا سے مرتد ہوگیا ہو۔ کیونکہ لعنت ایک خدا کا فعل ہے اور یہ فعل انسان کے اُس فعل کے بعد ظہور میں آتا ہے کہ جب انسان عمدًا بے ایمان ہوکر خدا تعالیٰ سے تمام تعلّقات توڑ دے اور خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اُس سے بیزار ہو جائے۔ سو جب ایسے شخص سے خدا بھی بیزار ہو جائے اور اُس کو اپنی درگاہ سے ردّ کردے اور اُس کو دشمن پکڑے تو اس صورت میں اس مردود کا نام ملعون ہوتا ہے اور یہ امر ضروری ہوتا ہے کہ یہ شخصِ ملعون خدا سے بیزار ہو۔ اور خدا تعالیٰ اس سے بیزار ہو۔ اور شخصِ ملعون خدا تعالیٰ کا دشمن ہو جائے اور خدا تعالیٰ اُس کا دشمن ہو جائے۔ اور شخصِ ملعون خدا تعالیٰ کی معرفت سے بکلّی بے نصیب ہو جائے اور اندھا اور گمراہ ہو جائے

صاحب کے مکان حجرہ میں جہاں وہ رہتے ہیں چلا گیا۔ اور کسی شخص سے بات چیت نہیں کی اُن سے کہا کہ ایک شخص رلارام نام تھا جو مسلمان ہوا عبدالمجید کے نام سے اب اپنے آپکو بتلاتا ہے اُس کا کیا حال ہی۔ مرزا صاحب نے کہا کہ وہ ہندو سے مسلمان نہیں ہوا۔ بلکہ پیدائشی مسلمان ہے جہلم کا رہنے والا ہے۔ برہان الدین کا بھتیجا ہی۔ راولپنڈی میں اُس

اور ایک ذرّہ خدا کی محبت اُس کے دل میں نہ رہے۔ اسی لئے لُغت کے رو سے لعین شیطان کا نام ہے۔

پس ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بالکل اس تہمت سے پاک ہیں کہ نعوذ باللہ ان کو ملعون کہا جائے اور رفع الی اللہ سے انکو بے نصیب سمجھا جائے۔ لیکن عیسائیوں نے اپنی حماقت سے اور یہودیوں نے اپنی شرارت سے انکو ملعون قرار دیا۔ اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں لعنت کا لفظ رفع کے لفظ کی نقیض ہے۔ پس اس سے یہ لازم آیا کہ وہ نعوذ باللہ موت کے بعد خدا کی طرف نہیں بلکہ جہنم کی طرف گئے۔ کیونکہ لعنتی یعنی وہ شخص جس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہ ہوا۔ وہ جہنم کی طرف جاتا ہے۔ یہ متفق علیہ اہلِ اسلام اور یہود کا عقیدہ ہے اسی لئے نصاریٰ کو یہ عقیدہ رکھنا پڑا کہ حضرت عیسٰی مرنے کے بعد تین دن تک جہنم میں رہے۔ بہرحال ایک سچے نبی کی ان دونوں قوموں نے بڑی بے ادبی کی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اس الزام سے بری کرے۔ پس اوّل تو خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ فرمایا کہ مسیح ابن مریم درحقیقت سچا نبی اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے مقربوں میں سے تھا۔ اور پھر یہود اور نصاریٰ کے اس وسوسہ کو بھی دور کیا کہ وہ مصلوب ہو کر لعنتی ہوا۔ اور فرمایا وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبّہ لھم[1]۔ اور یہ بھی فرما دیا کہ بل رفعہ اللہ الیہ[2]۔ پس اس طرح پر وہ لعنت اور عدم رفع کی تہمت جو چھ سو برس سے یہود اور نصاریٰ کی طرف سے انپر وارد کی گئی تھی اسکو دُور فرمایا۔

[1] النساء: ۱۵۸ [2] النساء: ۱۵۹

لڑکے نے بپتسمہ پایا تھا۔ پھر مسلمان ہوگیا۔ اب قریباً آٹھ یوم سے چلا گیا ہے۔ تم اُس کو اگر اچھا کھانا اور اچھے کپڑے دوگے تو تمہارے پاس ٹھہر جاوے گا۔ پھر میں نیچے مکان کے اُتر آیا۔ تو ایک شخص جوان عمر سابق عیسائی نے جس کا نام سائیداس ہے۔ اور ایک لڑکے نے کہا کہ عبدالحمید مرزا صاحب کو علانیہ گالیاں دے کر چلا گیا ہے۔ مرزا صاحب

سو ان آیات کی شان نزول یہی ہے کہ اُسوقت کے یہود اور نصاریٰ حضرت مسیح کو ملعون خیال کرتے تھے۔ اور نہایت ضروری تھا کہ اُن شریروں اور احمقوں کی غلطی ظاہر کرکے اُن کے جھوٹے الزام سے حضرت مسیح کو بری کر دیا جائے۔ پس اس ضرورت کے لئے قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا۔ اور جبکہ مصلوب نہ ہوا تو یہ اعتراض سراسر غلط ٹھہرا کہ خدا کی طرف اس کا رفع نہیں ہوا۔ اور نعوذ باللہ وہ ملعون ہوا بلکہ خدا تعالیٰ نے اور مقربوں کی طرح اس کو بھی رفع کی خلعت سے ممتاز کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اِس فیصلہ میں حضرت عیسیٰ کے ملعون اور غیر مرفوع ہونے کے بارے میں عیسائیوں اور یہودیوں دونوں کو جھوٹا ٹھہرایا۔

اب اس تمام تحقیق سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰ کی بریّت اور اُنکا صادق اور غیر کاذب ہونا جسمانی رفع پر موقوف نہ تھا۔ اور جسمانی رفع کے نہ ہونے سے اُن کا کاذب اور ملعون ہونا لازم نہ آتا تھا۔ کیونکہ اگر صادق اور مقرب الٰہی ہونے کے لئے جسمانی رفع کی ضرورت ہے تو بموجب عقیدہ ان نادان علما کے لازم آتا ہے کہ صرف حضرت عیسےٰ ہی خدا کے مقرب ہوں اور باقی تمام نبی جن کا جسمانی رفع جسم عنصری کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہوا۔ وہ نعوذ باللہ قرب الٰہی سے بے نصیب ہوں۔ اور جبکہ جسمانی رفع کچھ شئے نہ تھا اور کسی نبی کے صادق اور مقرب الٰہی ہونے کے لئے جسمانی طور پر اُس کا آسمان پر جانا ضروری نہ تھا۔ تو کیونکر ممکن تھا کہ خدا کی

نے یہ بھی کہا تھا کہ عبدالحمید قلی یعنے ٹوکری اُٹھانے کا کام بھی کرتا ہے۔

گواہ کو سُنایا گیا درست ہے۔ دستخط حاکم عبدالرحیم بقلم خود

نقل تتمہ بیان عبدالرحیم باقرار صالح بصیغہ فوجداری اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

تتمہ بیان عبدالرحیم باقرار صالح

۱۳ اگست ۹۷ء۔ مَیں پہلے ہندو تھا نائی۔ پھر مسلمان ہوا۔ ۔۔ ۔۔ سال مسلمان رہا۔ ۱۱ اکتوبر ۹۶ء کو عیسائی ہوا۔ یکم فروری ۹۷ء سے ڈاکٹر صاحب کے ماتحت ہوں ۔۔

کلام میں جو پُر حکمت ہے یہ فضول اور لغو اور بے تعلق جھگڑا شروع کیا جاتا۔ حالانکہ یہود کا یہ مدعا اور مقصود نہ تھا کہ حضرت مسیح کے رفع جسمانی میں بحثیں کریں اور ایسی بحث سے اُن کو کچھ حاصل نہ تھا۔ اُنکا تمام مقصد جس کے لئے اُنکی قوم میں معاندانہ جوش پیدا ہوا تھا اور ابتک ہے صرف یہ تھا کہ وہ اُنکے مصلوب ہونے سے یہ نتیجہ نکالیں کہ انکا رُوحانی رفع نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی دانست میں انکو صلیب دیا۔ اور توریت میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ جو شخص لکڑی پر لٹکایا جائے یعنی صلیب دیا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا قُرب اُسکو میسر نہیں ہوتا۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ رفع الی اللہ نہیں ہوتا بلکہ اسفل السافلین میں گرایا جاتا ہے۔ پس یہ صلیب کا لفظ اور جو اُسکا نتیجہ لعنت بیان کیا گیا ہے یہی پُکار پُکار گواہی دے رہا ہے کہ یہود کا تمام شور و غوغا اُسوقت یہی تھا کہ صلیب ملنے سے مسیح کا لعنتی ہونا ثابت ہے اور لعنتی ہونے سے عدم رفع ثابت۔ پس جو جھوٹا الزام لگایا گیا تھا خُدا نے اُسی کا فیصلہ کرنا تھا۔ ہاں اگر مصلوب ہونے کا نتیجہ توریت کے رُو سے یہ بیان کیا جاتا کہ جو شخص مصلوب ہو اُسکا جسمانی رفع نہیں ہوتا تو ممکن تھا کہ خدا تعالیٰ مسیح کو جسمانی طور پر آسمان پر پہنچاتا اور کُچھ بھی شُبہ نہ رہنے دیتا۔ مگر اب تو یہ خیال سراسر بے تعلق

تنخواہ پاتا ہوں۔ جب مرزا صاحب سے دریافت کیا تو جو کچھ مرزا صاحب نے عبد الحمید کی بابت بیان کیا سچ معلوم ہوا۔ عبد الحمید کا بیان جھوٹ پایا گیا۔ ۲۳ر جولائی ۹۷ئ کو قادیاں گیا تھا۔ اتوار کو واپس آ کر صاحب کو اطلاع دی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو لڑکے پر شبہ ہوا۔ مجھ سے رائے پوچھی۔ مَیں نے کہا کہ مَیں رائے نہیں دے سکتا کہ اسکو عیسائی کیا جائے یا نہ۔ پھر لڑکے کو بیاس بھیجا گیا اور مَیں ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ بیاس گیا۔ عبد الحمید سے ڈاکٹر صاحب کے

کتاب البریہ

اور اصل جھگڑے اور اُسکے فیصلہ سے کچھ لگاؤ نہیں رکھتا اور خدا تعالیٰ کی شان اس سے منزّہ ہو کہ اِس بیہودہ اور لغو اور بے تعلق امر کے بحث میں اپنے تئیں ڈالے۔ خدا کی تعلیمیں نجات اور قرب الٰہی کی راہیں بتلاتی ہیں اور اُن الزاموں کا نبیوں پر سے ذب اور دفع کرتی ہیں جنکی رُو سے اُنکے مقرب اور ناجی ہونے پر حرف آتا ہے۔ مگر آسمان پر اس جسم کے ساتھ چڑھ جانا نجات اور قرب الٰہی سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ ورنہ ماننا پڑتا ہے کہ بجز حضرت مسیح کے نعوذ باللہ باقی تمام نبی نجات اور قرب الٰہی سے محروم ہیں اور یہ خیال صریح کُفر ہے۔

ہمارے نادان مولوی اتنا بھی نہیں سوچتے کہ یہ تمام جھگڑا رفع اور عدم رفع کا صلیب کے مقدمہ سے شروع ہوا ہے یعنے توریت نے صلیب پر مرنے والوں کو رُوحانی رفع سے محروم ٹھہرایا ہے۔ پھر اگر توریت کے یہ معنے کئے جائیں کہ صلیب پر مرنے والا رفع جسمانی سے بے نصیب رہتا ہے تو ایسے عدم رفع سے نبیوں اور تمام مومنوں کا کیا حرج ہے۔ ہاں اگر یہ فرض کر لیں کہ نجات کیلئے رفع جسمانی شرط ہے تو نعوذ باللہ ماننا پڑتا ہے کہ بجز مسیح تمام انبیا نجات سے محروم ہیں! اور اگر رفع جسمانی کو نجات اور ایمان اور نیک بختی اور مراتب قرب سے کچھ بھی تعلق نہیں جیسا کہ فی الواقع یہی سچ ہے تو قرآن کے لفظ رفع کو اصل مقصد اور مراد سے پھیر کر اور اُسکی شان نزول سے لاپرواہ ہو کر خود بخود رفع جسمانی مُراد لے لینا کسقدر گمراہی ہے۔ قرآن شریف میں تو یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے بلعم کا رفع

روبروئے دریافت کیا کہ تم نے جو بیان کیا درست معلوم نہیں ہوتا۔ اُسنے کہا کہ مُنہ چھوٹا اور بڑی بات ہے۔ صاحب نے معافی دی اور اُسنے سچ سچ بتلادیا کہ ڈاکٹر صاحب کو مارنے کے واسطے آیا ہوں۔ جب میں امرتسر میں قادیاں سے واپس آکر پہنچا تھا اس سے دوسرے یا تیسرے روز امرتسر سے بیاس ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ گیا تھا۔ بیاس میں شاید بیٹھنے کے کمرہ میں صاحب نے اور مَیں نے لڑکے سے پُوچھا تھا۔ وارث دین۔ پر یداس ایک اور عیسائی موجود تھا۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے اسکو کہا کہ لکھدو۔ عبدالحمید نے میرے روبروئے لکھا ۶ بجے شام سے پہلے لکھا تھا۔ لکھکر مجھے × اور گواہ حاشیہ بلائے گئے تھے۔ پھر اُسی روز ۶ بجے کی گاڑی پر سوار ہو کر امرتسر چلے آئے تھے۔ ریل سے اُتر کر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس لڑکے کی حفاظت کرو۔ میں پریداس اور وارث ہمراہ ہو کر لڑکے کو سلطان ونڈ لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب کوٹھی پر شاید عبدالحمید کو لے گئے تھے یا نہ ہم سیدھا اسکو سلطان ونڈ لے گئے تھے۔ بسوال عدالت۔ جب لڑکا پہلے پہل آیا تو اسکی شکل وشباہت خونی کی معلوم ہوتی تھی۔ بازار سے روٹی لاکر کھائی تھی۔ عبدالرحیم بقلم خود سُنایا گیا درست ہے دستخط حاکم

کرنا چاہا تھا لیکن وہ زمین کی طرف جُھک گیا۔ تو کیا اسجگہ بھی یہ کہو گے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ بلعم کو بجسم عنصری آسمان پر اُٹھا دے۔ سو ہر ایک شخص یاد رکھے اور بے ایمانی کی راہ کو اختیار نہ کرے کہ قرآن شریف میں ہر ایک جگہ رفع سے مُراد رفع رُوحانی ہے۔

بعض نادان کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں یہ آیت بھی ہے کہ رفعناہ مکاناً علیاً[1]۔ اور اسپر خود تراشیدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ادریس تھا جسکو اللہ تعالےٰ نے معہ جسم آسمان پر اُٹھا لیا تھا۔ لیکن یاد رہے کہ یہ قصہ بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے قصے کی طرح ہمارے کم فہم علما کی غلطی ہے اور اصل حال یہ ہے کہ اسجگہ بھی رفع رُوحانی ہی مُراد ہے۔ تمام مومنوں اور رسولوں اور نبیوں کا مرنے کے بعد رفع رُوحانی ہوتا ہے۔ اور کافر کا رفع رُوحانی نہیں ہوتا۔ چنانچہ آیت لا تفتح لهم ابواب السّماء[2] کا اسی کی

× یہ لفظ نہیں پڑھا گیا۔

[1] مریم: ۵۸ [2] الاعراف: ۴۱

نقل بیان مشمولہ مثل اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور
سرکار دولتمدار بنام مرزا غلام احمد سکنہ قادیاں جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری
۱۰ اگست ۹۷ء بیان پریداس باقرار صالح

ولد ہیرا ذات عیسائی ساکن حال امرتسر عمر للعہ سال بیان کیا کہ اقبال حرف ہتھ میرے روبروئے عبدالحمید نے لکھا تھا۔ ایک اور خط بھی اُسنے میرے روبرو مولوی نورالدین صاحب کیطرف لکھا تھا۔ یہ دونوں خط واقبال بمقام بیاس لکھے گئے تھے۔ خط میں عبدالحمید نے مولوی نورالدین صاحب کو لکھا تھا کہ دین محمدی جھوٹا ہے اور دین عیسوی سچا ہے۔ مَیں عیسائی ہونے لگا ہوں۔ مَیں اسوقت بیاس میں ہوں۔ اگر اب مجھے سمجھانا چاہتے ہیں تو آکر سمجھا دیویں۔ اور مجھسے ٹکٹ کیواسطے پیسے مانگے۔ مَیں نے کہا تھا کہ تم مولوی صاحب کو اتنا پیار کرتے ہو تو بیرنگ خط بھیجدو۔ اُسنے بھیجدیا۔ پھر جواب کوئی اُس خط کا نہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب بیاس گئے تھے۔ انکے روبروئے عبدالحمید نے کہا تھا کہ پہلے وہ برہمن تھا رلارام نام تھا۔ پھر مسلمان ہوگیا۔ اب مسلمان ہوں اور عبدالحمید نام ہے۔

حاشیہ

طرف اشارہ ہے! اور اگر حضرت ادریس معہ جسم عنصری آسمان پر گئے ہو۔ تو بموجب نص صریح آیت فِيهَا تَحْيَوْنَ[1] جیسا کہ حضرت مسیح کا آسمانوں پر سکونت اختیار کر لینا ممتنع تھا ایسا ہی انکا بھی آسمان پر ٹھہرنا ممتنع ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اِس آیت میں قطعی فیصلہ دے چکا ہے کہ کوئی شخص آسمان پر زندگی بسر نہیں کر سکتا بلکہ تمام انسانوں کیلئے زندہ رہنے کی جگہ زمین ہے۔

علاوہ اسکے اس آیت کے دوسرے فقرہ میں جو فِيهَا تَمُوتُونَ ہے یعنی زمین پر ہی مرو گے۔ صاف فرمایا گیا ہے کہ ہر ایک شخص کی موت زمین پر ہوگی۔ پس اس سے ہمارے مخالفوں کو یہ عقیدہ رکھنا بھی لازم آیا کہ کسی وقت حضرت ادریس بھی آسمان پر سے نازل ہونگے۔ حالانکہ دُنیا میں یہ کسی کا عقیدہ نہیں اور طرفہ یہ کہ زمین پر حضرت ادریس کی قبر بھی موجود ہے جیسا کہ حضرت عیسےٰ کی قبر موجود ہے۔

بعض علماء ان پختہ ثبوتوں سے تنگ آکر یہ کہتے ہیں کہ فرض کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرگئے مگر کیا اللہ تعالےٰ قادر نہیں کہ آخری زمانہ میں اُن کو پھر زندہ کرے۔

[1] الاعراف: ۲۶

عبدالحمید کے آنے کے ۸ روز بعد مَیں ریل پر پرچہ مسیحی دین کے تقسیم کرنے کے واسطے گیا تھا۔جب واپس آیا تو کھوہ کے پاس ایک شخص تھا۔اور ایک اور فاصلہ پر تھا۔ایک نے مجھ سی پوچھا کہ کہاں جاتے ہو مَیں نے کہا کہ گھر جاتا ہوں۔اُس نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی لڑکا عبدالحمید ہی۔میں نے کہا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ وہ لڑکا پہلے ہندو تھا۔رلارام اُس کا نام ہی۔بٹالہ اُسکے گھر ہیں پہلے بے ایمانی اُس نے کی کہ مسلمان ہوُا اور اب عیسائی ہونے آیا ہے۔مَیں نے کہا کہ جو تاریکی اُسکے دل میں تھی دُور ہو جائے گی اور تم کو تکلیف پھر نہیں دیگا۔پھر وہ دونوں شخص وہیں رہے اور مَیں اپنے ہسپتال کو چلا گیا۔سفید پوش آدمی تھے۔ٹھیک نہیں کہہ سکتا کہ ہندو تھے یا مسلمان تھے۔داڑھی مُنڈی ہوئی تھی۔پنجابی بولی تھی۔سرحدی بولی نہ تھی۔پھر اُن آدمیوں کو نہیں دیکھا۔اُس شخص سے نے اسٹیشن ماسٹر سے بھی ذکر کیا تھا کہ یہ لڑکا ہندوؤں کا ہے۔مجھے سٹیشن ماسٹر نے کہا تھا۔مَیں نے عبدالحمید سے اُن دو آدمیوں کی بابت ذکر کیا تھا کہ وہ تمہارے پنڈ کے ہیں یا کیا۔اُس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

پڑھا گیا اِس ~~~ سُنایا گیا درست ہے ~~~ دستخط حاکم

شہادت استغاثہ ہو چکی ہے مستغاث علیہ کی طرف سے وکیل نے پرسوں آنا ہے پرسوں پیش ہووے۔

دستخط حاکم

مگر ہم کہتے ہیں کہ قطع نظر اس بات کے کہ قرآن شریف کے رُو سے مُردہ کا زندہ ہو کر دنیا میں آباد ہونا بالکل ممتنع ہے اور آیت فیمسك التی قضیٰ علیها الموت[1] اس دوبارہ رُوح کے آنے سے مانع ہے۔پھر اگر بطور فرض محال مان بھی لیں کہ حضرت عیسےٰ زندہ ہو کر آئیں گے۔تو ہمیں کسی حدیث یا اثر صحابی سے نشان بتلانا چاہیئے کہ کونسی قبر پھٹے گی جس سے وہ زندہ ہو کر نکل آئیں گے۔ افسوس کہ ہمارے مخالف ایک جھُوٹے عقیدہ میں پھنسکر ناحق گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں۔ان لوگوں نے ایسے بیہودہ اور لغو عقائد سے دین کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔اور مخالفوں کو اعتراض کرنے کا موقعہ دیا ہی۔ایک فرقہ مسلمانوں کا جو نیچر اور قانون قدرت کا عاشق ہو رہا ہے وہ اِن ہی لوگوں کی نہایت غیر معقول تقریروں سے مسیح کے دوبارہ آنے

[1] الزمر: ۴۳

نقل بیان پریداس مشمولہ مثل فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور
سرکار بذریعہ ڈاکٹر صاحب ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری
بیان پریداس باقرار صالح واقعہ ۱۲ اگست ۱۸۹۷ء

میں قریب ۱۶ سال یا کم و بیش سے عیسائی ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کے ماتحت ۔۔ سال ہو گئے ہیں۔ اسوقت بیاس پر تعینات ہوں۔ عبد الحمید ۲۱-۲۲ جولائی ۹۷ء کو میرے پاس بھیجا گیا

کی پیشگوئیوں سے منکر ہو گیا جو اسلامی تواریخ میں اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہے کیونکہ اُن لوگوں نے جو نو تعلیم یافتہ اور محققانہ طرز پر خیالات رکھتے تھے۔ ان لوگوں کی یہ تقریریں سنیں کہ آخری زمانہ میں ایک دجّال پیدا ہوگا جس کا گدھا قریباً تین سو ہاتھ لمبا ہوگا اور وہ دجّال اپنے اختیار سے مینہہ برسائیگا اور آفتاب نکالے گا۔ اور مُردے زندہ کریگا اور بہشت اور دوزخ اُسکے ساتھ ہونگے اور خدا کی تمام چیزوں اور دریاؤں اور ہواؤں اور آگ اور خاک اور چاند اور سورج وغیرہ مخلوقات پر اسکی حکومت ہوگی اور ایک آنکھ سے کانا اور ایک آنکھ میں پھولا ہوگا۔ اور خدا کے پرستار اُسکے وقت میں تنگی اور امساک باراں سے مرینگے اُنکی دُعا بھی قبول نہیں ہوگی۔ اور دجّال کے پرستار بڑے مزے میں ہونگے۔ عین وقتوں پر دجّال اُنکی کھیتیوں میں مینہہ برسادے گا اور پھر آسمان سے مسیح بڑی شان سے اُتریگا۔ دائیں بائیں اُسکے فرشتے ہونگے۔ جہانتک اُسکا سانس پہنچے گا کافر لوگ اُس سے مرینگے۔ مگر دجّال کو اپنے سانس سے مار نہیں سکیگا۔ آخر بڑے جدوجہد اور جاں کاہی سے حربہ کے ساتھ اُسکا کام تمام کریگا"۔ اِن تقریروں سے نو تعلیم یافتہ لوگ بہت گھبرائے اور درحقیقت گھبرانے کا محل تھا۔ کیونکہ اگر دجّال ایسا ہی ذوالاقتدار ہے تو جس حالت میں کہ مخلوق پرست لوگ بغیر اسکے کہ اپنے معبودوں سے کوئی خدائی کا کرشمہ دیکھیں ناحق مخلوق پرستی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور کروڑہا تک اُنکی نوبت پہنچ گئی

تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے چٹھی میں لکھا تھا کہ اس عزیز کو دین عیسائی سکھلاؤ اور کام لو۔ ٹوکری اُٹھا سکتا ہی نازک اندام نہیں ہے ۱۳ر جولائی ۹۷ء تک جبتک اقبال لکھا گیا عبدالحمید نے نہیں کہا تھا کہ وہ ڈاکٹر کلارک کو مارنے آیا ہی۔ بیاس میں ایک نیا کمرہ ڈاکٹر صاحب کا بنتا ہے وہاں عبدالحمید نے رُوبروئے یوسف خان اور میرے مولوی نورالدین کو خط لکھا تھا۔ میرے دل میں ۱۳ر جولائی ۹۷ء تک کوئی شک عبدالحمید کی نسبت نہیں ہوا تھا۔ بلکہ دو آدمیوں نے اُسکی بابت کہا تھا کہ یہ ہندوؤں کا لڑکا ہی اور مجھ کو اس سے ہمدردی ہی۔ ایک روز دو سانپ پکڑے گئے تھے۔ پریداس بقلم خود سُنایا گیا درست ہے۔ (دستخط حاکم)

ہے تو پھر ایسا شخص کہ جو درحقیقت خدائی کی قدرتیں دکھلائیگا اُسکے پرستاروں کا کہانتک شمار پہنچے گا۔ اور ایسے لوگوں کو کیوں معذور نہ سمجھا جائے جنہوں نے اُسکی پوری خدائی دیکھ لی ہوگی۔ دیکھو مسیح ابن مریم دُنیا میں آکر ایک چُوہا بھی پیدا نہ کرسکا تب بھی چالیس کروڑ کے قریب مخلوق پرست لوگ اُسکی پُوجا کر رہے ہیں۔ پھر ایسا شخص جسکے ہاتھ میں خدا کی قدرت کا تمام نظام ہوگا۔ وہ کسقدر دُنیا میں فتنہ ڈال سکتا ہی اور خدائے کریم و رحیم کی سُنّت اور عادت سے بالکل بعید ہے کہ ایسے ایمان سوز فتنہ میں لوگوں کو مُبتلا کرے۔ اس سے نعوذ باللہ قرآن شریف کی ساری توحید خاک میں ملتی ہے اور تمام قرآنی تعلیم درہم برہم ہو جاتی ہے۔ پھر کیونکر ایسا دجّال اہلِ عقل اور بصیرت کو سمجھ آسکتا۔ اسی طرح مسیح ابن مریم کا برخلاف نصوص صریحہ کتاب اللہ کے صدہا برس آسمان پر زندگی بسر کرکے اور پھر ملائک کے گروہ میں ایک مجمع عظیم میں نازل ہونا اور سانس سے تمام کافروں کو مارنا اور یہ نظارہ دُنیا کے لوگوں کو دکھائی دینا جو ایمان بالغیب کے بھی منافی ہے درحقیقت ایسا ہی امر تھا جو نیچر اور قانون قدرت کے ماننے والے اس سے انکار کرتے۔ کیونکہ اس قسم کے معجزات کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں۔ اور قرآن اس کا مکذب ہے جیسا کہ آیت قل سبحان ربّی[1] سے ظاہر ہے۔

[1] بنی اسرائیل: ۹۴

نقل بیان گواہ استغاثہ بصیغہ فوجداری اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور
سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب جرم ۱۰۷۔ ضابطہ فوجداری بنام مرزا غلام احمد قادیانی

بیان مولوی نورالدین گواہ استغاثہ باقرار صالح ..... ۱۳ اگست ۱۸۹۷ء

ولد غلام رسول ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور قوم قریشی عمر ۵۰ سال۔ بیان کیا۔

مَیں مرزا صاحب کا مُرید ہوں۔ بہت عرصہ سالہا سال سے۔ مجھے کبھی دائیں ہاتھ کے فرشتے کا لقب نہیں ملا۔ اور نہ خلیفہ کا لقب ملا ہے۔ مجھے سب سے بزرگ نہیں کہا جاتا۔ عبدالحمید ہماری برادری سے نہیں ہے۔ ہم قریشی ہیں اور عبدالحمید گکھڑ ہے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجھے کوئی خط عبدالحمید کا بیرنگ نہیں آیا۔ مَیں تین قسم کا خط بیرنگ لیتا ہوں۔ گھر سے آئے ہوئے یا اگر کوئی ٹکٹ لگا کر بھیجے اور بیرنگ اتفاقیہ ہو جائے تو مَیں اسکا محصول دیدیتا ہوں یا کتابوں کی بلٹیوں والے خط بیرنگ لیتا ہوں باقی مَیں بیرنگ خط واپس کرتا ہوں۔ عبدالحمید سے مَیں واقف ہوں دو دفعہ قادیان میں آیا تھا اور مجھ سے کہا تھا کہ مرزا صاحب کی بیعت کرا دو۔ مَیں نے مرزا صاحب سے

سو یہ تمام گناہ ہمارے علماء کی گردن پر ہے کہ دجّال کو خدائی کا پورا جامہ پہنا کر اور مسیح کو ایسی طرز پر آسمان سے اُتار کر جسکی نظیر تمام سلسلہ معجزات اور قانون قدرت میں پائی نہیں جاتی محققوں کو نہایت توحش اور حیرانی میں ڈالدیا۔ آخر وہ بیچارے ان دونوں پیشگوئیوں سے منکر ہو گئے۔ حالانکہ یہ دونوں پیشگوئیاں اسلامی تواریخ اور احادیث اور آثار صحابہ میں اس درجہ تواتر پر ہیں کہ یہ تواتر کسی دوسری پیشگوئی میں پایا نہیں جاتا اور کوئی عقلمند اخبار متواترہ سے انکار نہیں کر سکتا۔ پس اگر یہ نافہم علماء ان پیشگوئیوں کے سیدھے اور صحیح معنے کرتے تو یہ فرقہ لائق رحم اس بلاء انکار میں نہ پڑتا۔ اور ان عقلمندوں پر ہرگز امید نہ تھی کہ اگر وہ سیدھے اور صاف اور قریب قیاس معنے پاتے تو اس اعلیٰ درجہ کی پیشگوئی کو جسپر اسلام کے تمام فرقوں کا اتفاق ہے بلکہ نصاریٰ کی انجیل بھی اسپر گواہ ہے رد کر دیتے۔ کیونکہ دجّال کے یہ سیدھے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

عرض کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسقدر جلدی بیعت نہیں کرتے اور نہ ایسی بیعت کو ہم پسند کرتے ہیں کہ بیعت کرنیوالے کا حال اچھی طرح معلوم نہ ہووے۔ عبدالحمید دو چار روز رہکر چلا گیا۔ یاد نہیں کہ کب آیا تھا۔ پھر معلوم نہیں کہ کس عرصہ کے بعد دوبارہ آیا تھا مگر زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا۔ دوسری دفعہ کی بابت یاد نہیں کہ کتنے روز رہا تھا۔ مرزا صاحب عبدالحمید سے نہ سختی اور نہ پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اجنبی لوگوں کو زیادہ مت رہنے دیا کرو۔ تاوقتیکہ شرافت کا حال معلوم نہ ہو۔ بنگال میں معلوم نہیں کہ کوئی مُرید مرزا صاحب کا ہے یا نہ۔ حیدرآباد میں دو مُرید ہیں۔ بمبئی میں ایک شخص۔ کرانچی میں کوئی نہیں۔ کابل میں کوئی نہیں۔ لکھنؤ میں کوئی نہیں۔ دہلی میں ایک ہے۔ پنجاب میں مُرید ہیں تعداد یاد نہیں۔ مرزا صاحب کتابیں تصنیف کرتے ہیں۔ بعض اُن کے مُرید مفت کتابیں لیجاتے ہیں اور بعض قیمت دیجاتے ہیں اور نذر بھی دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں

معنے ہیں جو خود دجل کے لفظ سے ہی معلوم ہو رہے ہیں یعنے یہ کہ جو فروش گندم نما کے طور پر دھوکہ دہی کے پیشہ کو کمال کی حد تک پہنچانا یہی معنے پیشگوئی میں مقصود ہیں جو کوئی معقول پسند اُنکے ماننے میں تامّل نہیں کر سکتا اور اسی دجّالیت کے لحاظ سے حدیثوں میں دو قسم کے صفات دجّال معہود کے بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ نبوّت کا دعویٰ کریگا۔ اور دوسرے یہ کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ ان دونوں باتوں کو اگر حقیقت پر حمل کیا جائے تو کسی طرح تطبیق ممکن نہیں کیونکہ نبوّت کا دعویٰ اس بات کو مستلزم ہے کہ شخص مدعی خداتعالیٰ کا قائل ہو۔ اور خدائی کا دعوےٰ اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص مدعی آپ ہی خدا بن بیٹھے اور کسی دوسرے خدا کا قائل نہ ہو۔ پس یہ دونوں دعوے ایک شخص سے کیونکر ہو سکتے ہیں۔

پس اصل بات یہ ہے کہ دجّال ایک شخص کا نام نہیں ہے۔ لُغت عرب کے

کہ مرزا صاحب صہ ۔۔۔ ،،، روپیہ تک انعام دے سکتے ہیں۔ یوسف خان جبتک قادیاں میں رہا ہم سے الگ رہا مگر اُسکی خرابی کوئی نہیں دیکھی۔ مرزا صاحب نے عبد الحمید کو کرایہ نہیں دیا تھا حکم دیا تھا کہ نکال دو۔ نکمے آدمیوں کو وہ نہیں رہنے دیتے۔ جہانتک مجھے معلوم ہے اور یاد ہے میں نے ۲ر اُسکو دیئے تھے۔ مرزا صاحب نے اُسکو کچھ نہیں دیا تھا۔ عبد الحمید کو چھاپہ خانہ میں کام کرتے مَیں نے خود نہیں دیکھا سُنا تھا کہ کام کرتا تھا۔ گالیوں کی بابت سُنا تھا کہ مرزا صاحب کو گالیاں اُس نے دی ہیں۔ میرے رُوبروئے گالیاں مرزا صاحب کو اُس نے نہیں دی تھیں۔ جوبلی کے دن عبد الحمید کی بابت نہیں کہہ سکتا کہ وہاں تھا یا نہیں۔ جوبلی پر برہان الدین آیا تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ لڑکا اچھا نہیں ہے تم اس سے خطا کھاؤگے۔ یعنے تم کو تکلیف دیگا۔ خبر نہیں کس نے عبد الحمید کو کہا تھا کہ چلے جاؤ۔ مَیں نے نہیں کہا تھا۔ **بسوال وکیل مُلزم**۔ جب پہلی دفعہ عبد الحمید قادیاں آیا

روسے دجّال اُس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں امین اور متدیّن ظاہر کرے مگر در اصل نہ امین ہو اور نہ متدیّن ہو بلکہ اُسکی ہر ایک بات میں دھوکہ دہی اور فریب دہی ہو۔ سو یہ صفت عیسائیوں کے اُس گروہ میں ہے جو پادری کہلاتے ہیں اور وہ گروہ جو طرح طرح کی کلوں اور صنعتوں اور خدائی کاموں کو اپنے ہاتھ میں لینے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں جو یورپ کے فلاسفر ہیں۔ وہ اسوجہ سے دجّال ہیں کہ خدا کے بندوں کو اپنے کاموں سے اور نیز اپنے بلند دعووں سے اسی دھوکہ میں ڈالتے ہیں کہ گویا کارخانہ خدائی میں اُنکو دخل ہے۔ اور پادریوں کا گروہ اس وجہ سے نبوّت کا دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ لوگ اصل آسمانی انجیل کو گم کرکے محرف اور مغشوش مضمون بنام نہاد ترجمہ انجیل کے دُنیا میں پھیلاتے ہیں اور اگر اُس اصل انجیل کا مطالبہ کیا جائے جو حضرت عیسٰی کی تین[۳] برس کی الہامی کلام تھی۔ جسکی نسبت وہ بیان کرتے ہیں کہ "میں کچھ نہیں کہتا مگر وہی جو خدا نے مجھکو کہا۔" تو اُس کا کچھ بھی پتہ نہیں بتلا سکتے کہ وہ کتاب کہاں غائب ہوگئی۔ اور یہ ترجمے جو پیش کرتے ہیں تو

میں اُس سے واقف ہوا تھا۔ جہاں عام لوگ ملاقاتی یا فقیر وغیرہ رہتے ہیں وہاں وہ رہتا تھا
مرزا صاحب کے گھر سے سو گز دُور جگہ ہے۔ مرزا صاحب وہاں نہیں آیا کرتے۔ چار سال
سے برابر مرزا صاحب کے پاس رہتا ہوں۔ وہ خلوت میں رہتے ہیں۔ صرف پانچ وقت نماز
کے واسطے باہر نکلتے ہیں اور کبھی کبھی ہوا خوری کے واسطے باہر جاتے ہیں۔ صبح۔ ظہر۔ عصر۔
مغرب اور عشا کے وقت باہر آتے ہیں اُسوقت عام مجمع ہوتا ہے۔ ہر ایک آدمی وہاں موجود
ہوتا ہے۔ کوئی شخص اندر مکان مرزا صاحب کے نہیں جاتا۔ میں خود کبھی نہیں گیا۔ عام طور پر مرزا
صاحب نے حکم دیا تھا کہ جو اجنبی لوگ ہیں سوائے مخلصوں کے باقی لوگوں کو نکال دیا جائے۔
جب برہان الدین نے کہا تھا کہ یہ لڑکا اچھا نہیں ہے۔ میں نے مرزا صاحب سے اسکی بابت
ذکر نہیں کیا تھا۔ بلکہ برہان الدین سے کہا تھا کہ بُرے اچھے ہوجاتے ہیں آپ کیوں ایسی بدظنّی
اسپر رکھتے ہیں۔ اُس نے کہا تھا۔ میں زیادہ تجربہ اسکی بابت رکھتا ہوں۔ عبدالحمید میرے
درس میں کبھی نہیں بیٹھا اور مرزا صاحب سے تو ملا ہی نہیں۔ اسکو سوزاک کی بیماری ہے۔ میں نے

بلاشبہ یہ انکی طبع زاد انجیلیں ہیں جنکی صحت کا وہ کچھ بھی ثبوت نہیں دے سکتے۔ پس جس
گستاخی اور دلیری سے وہ ان بے اصل تراجم کو شایع کر رہے ہیں یہی فعل انکا دُوسرے
لفظوں میں گویا نبوّت کا دعویٰ ہے۔ کیونکہ انہوں نے جعل سازی سے نبوّت کے منصب کو
اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جو چاہتے ہیں ترجمہ کے بہانہ سے لکھ دیتے ہیں اور پھر اُسکو خدا تعالیٰ
کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ پس یہ طریق اُنکا نبوّت کے دعوے سے مشابہ ہے اور اس
دام میں گرفتار اکثر عوام عیسائی ہیں۔ اور یہ دجل پادریوں کا منصب ہے۔

اور دجّال کی دُوسری جُز وہ جنکے افعال خدائی کے دعوے سے مشابہ ہیں وہ جیسا کہ
میں نے ابھی بیان کیا ہے یورپ کے فلاسفروں اور کلوں کے ایجاد کرنیوالوں کا گروہ ہے۔
جنھوں نے اسباب اور علل کے پیدا کرنے کیلئے اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔

اُس کا علاج کیا تھا۔ دوبارہ جب وہ قادیاں آیا مَیں اسی جگہ تھا۔ دوبارہ آنے پر نکالا گیا تھا۔ شاید برہان الدین اُسوقت اُسجگہ نہ تھا۔ یہ غالب اُمید ہے۔ محمد یوسف کے نکالے جانے کی بابت اب مَیں نے لفظ سُنا ہے کہ وہ نکالا گیا تھا۔ دراصل وہ خود چلا گیا تھا۔ حرف F صفحہ ۴۴ میں جو عبارت درج ہے وہ راستی اور جھوٹ کی بابت ہے کہ کوئی شخص جو راستی پر نہ ہووے اُس کو خدا ضائع کریگا خواہ کوئی ہووے۔ اس میں مرزا صاحب بھی شامل ہیں یہ عبارت پیشگوئی نہیں ہے۔ کوئی شخص ہو شریر اور جھوٹے کا انجام اچھا نہیں ہے۔ عبارت کے آخر میں لفظ جھوٹ کا درج ہے جھوٹے کا نہیں ہے۔ محمد سعید کو جو عیسائی ہو گیا ہے،

اور بہت سی کامیابیوں کی وجہ سے آخر اس ردّی اعتقاد تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا کی قدرت اور اُسپر ایمان رکھنا کچھ چیز نہیں ہے۔ اور اس گروہ کے تابع اکثر یورپ کے خواص عیسائی ہیں۔ اور وہ دن رات اِن تلاشوں میں لگے ہوئے ہیں کہ ہم خود ہی کسی طرح پر اس راز کے مالک ہو جائیں کہ جب چاہیں بارش برسادیں اور جب چاہیں کسی کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا کردیں اور جب چاہیں کسی کو عقیمہ بنادیں۔ پس کچھ شک نہیں کہ یہ طریق دوسرے لفظوں میں خدائی کا دعویٰ ہے۔

غرض دجّال کی نبوّت اور الوہیّت کے دعوے کی یہ ایک ایسے معنے ہیں کہ کوئی دانشمند اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ اور بلا شبہ پادریوں نے نبوّت کی امانت میں جو الہام اور وحی الٰہی ہے ایسی بیجا دست اندازی کی ہے کہ ایک مدعی کے طور پر منصب نبوّت میں ہاتھ ڈالا ہے۔ اور ہر ایک ترجمہ جو انجیل کے نام سے یہ لوگ شائع کرتے ہیں وہ گویا ایک نئی انجیل ہوتی ہے جو اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا تو جسقدر ترجمے شائع کئے گئے ہیں ساتھ اُنکے اصل کو بھی شائع کرتے جیسا کہ قرآن شریف کے شائع کرنے میں مسلمانوں کا طریق ہے۔ مگر ان لوگوں نے اصل کو چھپایا اور اُن ترجموں کو

ضمیمہ ۳۱

جانتا ہوں۔ اسکو مرزا صاحب نے قادیاں سے نکال دیا تھا۔ یوسف خان اور محمد سعید اکٹھے یکجا رہتے تھے۔ دونوں قادیاں سے اکٹھے نہیں گئے علیحدہ علیحدہ گئے تھے اندر مکان غسلخانہ کا حال مجھے معلوم نہیں کہ کہاں ہے۔ مسجد کا عام غسل خانہ ہے۔ (بسوال پیروکار) مرزا صاحب کا کوئی حجرہ مسجد میں نہیں ہے۔ (بسوال عدالت) عبدالحمید کی بیعت نہیں ہوئی تھی۔ بیعت کی شرائط اسکو کوئی میں نے نہیں پڑھائی تھیں۔ (حرف K)

نورالدین سنایا گیا درست ہے نورالدین دستخط حاکم۔

نقل بیان گواہ استغاثہ بصیغہ فوجداری اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری ۱۳؍ اگست ۹۷ء

بیان شیخ رحمت اللہ باقرار صالح ۱۵/۸/۹۷

ولد شیخ عبدالکریم ذات شیخ ساکن گجرات حال لاہور عمر للعہ سال بیان کیا کہ میں تجارت کا کام کرتا ہوں۔ مرزا صاحب کا مرید ہوں قریب چھ سال سے۔ تعداد مریدوں کی مجھے معلوم نہیں۔ عبدالحمید کو غالباً ماہ مئی میں بمقام لاہور دیکھا تھا۔ میری دوکان پر آیا تھا۔ میرے پاس گجرات

شائع کیا جو خود اُنکے ہاتھوں کے کرتب ہیں۔ پس بلاشبہ ایک طور سے یہ دعویٰ نبوت ہی کہ کسی اپنی کلام کو پیش کرکے پھر اُسکو خدا کی طرف منسوب کرنا۔

ایسا ہی دعویٰ الوہیت اُن کے فلاسفروں کی ان حرکات سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ راز آفرینش الٰہی میں ایسے طور سے ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں جس سے تمام الوہیت کے کاموں پر قبضہ کرلیں اور یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے نظام برّی اور بحری اور ارضی اور سماوی میں دخل دینا چاہے اور طبعی تحقیقاتوں میں پڑکر اور ہر ایک شئے کی کنہ تک پہنچکر نظام عالم کے سلسلہ کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہے تو جسقدر اُسکو اس فلسفیانہ تحقیقات اور تفتیش اور کھوج لگانے اور جانچ اور پڑتال میں کامیابیاں ہوتی ہیں۔ اور

کے محمدیوں نے اُسکو نہیں بھیجا تھا۔ امیرالدین نے میرے پاس نہیں بھیجا تھا۔ ٹھیک تاریخ یاد نہیں۔ اُس نے مجھے کہا تھا کہ میں برہان الدین کا بھتیجا ہوں عیسائی ہوگیا تھا۔ مگر اب میرا عقیدہ پھر گیا ہے مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ مَیں نے پہلے بھی سُنا ہوا تھا کہ ایک بھتیجا برہان الدین کا عیسائی ہے۔ معلوم نہیں کس نے کہا تھا۔ دو یا تین روز میرے مردانہ مکان پر رہا تھا۔ اُسنے قادیاں آنے کا ارادہ کیا اور مجھ سے کرایہ مانگا۔ مَیں نے ۸ر کے پیسے اسکو دیئے تھے۔ مجھے کوئی اطلاع نہیں آئی تھی کہ وہ پہنچ گیا ہے۔ کسی آئے گئے سے معلوم ہوا تھا کہ پہنچ گیا ہے۔ چوتھے پانچویں روز بعد پھر واپس آیا۔ مگر میں وہاں نہ تھا۔ میرے آدمیوں نے کہا کہ آیا تھا اور جہلم گیا ہے اُس کے بعد پھر مَیں نے اُس کو نہیں دیکھا۔ مَیں عموماً قادیاں میں جاتا ہوں اور بفضلِ خدا مالدار ہوں مالیٹ ٹکس ادا کرتا ہوں۔ قادیاں میں مہمان خانہ میں رہتا ہوں جو مرزا صاحب کے مکان سے الگ ہے۔ مرزا صاحب کا خلوت خانہ نہیں ہے۔ مسجد میں عوام الناس سے عام لوگوں سے

نقلِ ۱

الٰہی نظام کے کاموں کو اپنے طور پر بھی ادا کرنے لگتا ہے۔ یہ تمام کامیابیاں اس میں وہ متکبرانہ صفات پیدا کر دیتی ہیں جو خاصہ حضرت کبریائی ہے۔ اور اس غرور کے نشے میں ایسے ایسے طور سے انانیت کا رنگ اُسکے نفس رزیل پر چڑھ جاتا ہے جسکو دُوسرے لفظوں میں خدائی کا دعویٰ کہہ سکتے ہیں۔ بالخصوص جبکہ ایسا متکبر فلسفی کسی اپنی عملی حکمت سے مثلاً کسی طوفانِ ہوا یا طوفانِ آب کے پیدا کرنے پر قادر ہو جاتا ہے یا مینہ برسانے پر قدرت پاتا ہے تو اس قسم کی کامیابیاں تقاضا کرتی ہیں کہ وہ ایک الوہیت کا نشان اپنے اندر ملاحظہ کرے اور حضرت عزت جلشانہٗ کو تحقیر کی نظر سے دیکھے۔ پس ایسے انسان کے دِل سے وقتاً فوقتاً خداتعالیٰ کی عظمت گھٹتی جاتی ہے اور اُسکے دِل میں یہ بات جم جاتی ہے کہ شاید اسی طرح سلسلہ علل و معلول کی ناسمجھی کی وجہ سے لوگ خدا کے وجود کے قائل ہو گئے ہیں۔ پس وہ ان منحوس کامیابیوں کی شامت سے جو آب و ہوا اور دریاؤں اور سمندر اور نباتات اور حیوانات اور

ملتے ہیں۔ میرے علم میں کوئی خاص جگہ نہیں ہے جہاں وہ مشورے کرتے ہوں۔ اگر میری طاقت ہو اور اسلام کی خاطر روپیہ کی ضرورت ہووے تو میں مرزا صاحب کو امداد دینے کو حاضر ہوں۔ ۱۶۔۱۱ اور ۲۲۔ جولائی سنہ ۹۷ء کے درمیان مَیں گجرات گیا تھا۔ مَیں کہہ نہیں سکتا کہ عبد الحمید نے میرے پاس کیا نام ظاہر کیا تھا۔ یوسف خان کو جانتا ہوں۔ میرے سامنے کبھی امامت نہیں کی اور نہ وہ اس قابل ہے کہ امام مقرر ہو۔ (بسوال وکیل ملزم) عبد الحمید کو مَیں بدمعاش جانتا ہوں۔ اُسنے مجھے کہا تھا کہ کچھ شکوک ہیں جو مٹانے کے واسطے قادیاں جاتا ہوں۔ مسجد کے ساتھ ایک غسل خانہ ہے اسمیں پیشاب کرتے اور نہاتے ہیں۔ بیٹھنے کی جگہ وہاں نہیں ہے۔ حُجرہ کوئی نہیں ہے۔ چھ سال کے عرصہ میں مجھے کبھی مرزا صاحب سے مکان کے اندر خلوت میں ملنے کا موقعہ نہیں ہوُا۔ اگر کبھی تین چار سو آدمی جمع ہوں کسی جلسہ کے موقعہ پر تو زنانہ مکان خالی کردیا جاتا ہے اور سب لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں ورنہ کوئی اُسجگہ نہیں جاتا۔ سوائے پانچ وقت کی نماز ولے کسی سے وہ نہیں ملتے۔ سوال۔ رات کو قادیاں یکّہ ہا کلارک صاحب نے بھیجے تھے۔ جواب۔ تین یکّے صاحب موصوف نے بھیجے تھے۔ سوال۔ گردھاری لعل آریہ کو آپ جانتے ہیں۔ جواب

جمادات اور طرح طرح کے کاموں اور طرح طرح کی ایجادوں اور اجرام فلکی اور نظام شمسی کے متعلق فلسفہ جدیدہ اور کیمسٹری وغیرہ کے ذریعہ سے اسکو حاصل ہو جاتی ہیں اور دُوربینوں کے ذریعہ سے آفتاب اور چاند اور ستاروں کی کیفیتوں کو دریافت کرتا ہے اور نہ صرف یہ کہ اُن چیزوں کے طبعی نظام پر اُسکو علم ہوتا ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرح عملی طور پر کئی امور کر کے بھی دکھا دیتا ہے تو اس صورت میں یہ ضروری امر ہے کہ جو طبعاً پیش آسکتا ہے کہ اس ناقص العقل کو یہ خیال پیدا ہو کہ یہ تمام امور جو لوگ اپنی نادانی سے دُعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مانگا کرتے تھے یہ طریق تو کچھ چیز نہیں ہے بلکہ انسان خود اپنی حکمت عملیوں سے یہ تمام امور پیدا کر سکتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہی خدائی کا دعویٰ ہے کہ جو اس زمانہ میں یورپ کے لوگوں کے

دیکھا ہے ذاتی واقفیت نہیں ہے رات کے وقت قادیان گیا تھا۔ عبدالحمید صبح قادیان گیا ہے
گنگارام کو جانتا ہوں وہ مدرس تھا قادیان میں اور وہ بھی قادیان عبدالحمید کے ساتھ گیا ہے۔
گنگارام کو مَیں جانتا ہوں کہ آریہ ہے۔ بسوال پیروکار۔ غسلخانہ کا ایک دروازہ ہے جو بند ہوجاتا
ہے۔ اُسکے اُوپر ایک منزل ہے۔ صاف میدان اور عام طور پہ نماز میں استعمال آتا ہے اور
اُسجگہ مرزا صاحب بھی آتے ہیں۔ مسجد میں سے ایک دروازہ مرزا صاحب کے مکان کو جاتا ہے
اور ایک سیڑھیوں میں سے۔ دستخط بخط انگریزی۔ سُنایا گیا درست ہے۔ دستخط حاکم

نقل بیان گواہ استغاثہ بصیغہ فوجداری اجلاسی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور
سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری ۱۳ اگست ۹۷ء

مولوی محمد حسین گواہ استغاثہ باقرار صالح

ولد شیخ رحیم بخش ذات شیخ ساکن بٹالہ۔ عمر ۔۔ سال بیان کیا کہ مَیں مرزا صاحب کو بہت دیر سے
جانتا ہوں۔ انہوں نے بہت پیشگوئیاں کی ہیں۔ ۲۰۔ ۲۵ پیشگوئیاں کی ہیں۔ انجام آتھم میں

دلوں میں بھرا ہوا ہے اور وہ تو وہ دوسرے لاکھوں انسان اُنکی تعجب انگیز طبعی تحقیقاتوں اور
عجیب در عجیب ایجادوں اور حکمت عملیوں سے اُس عظمت کی نظر سے انکو دیکھتے ہیں کہ گویا ایک
حصہ خدائی کا اُن میں ثابت کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ ہمارا ایک چشم دید ماجرا ہے کہ ایک ہندو جو ایک
معزز عہدہ پر تھا اُسکے روبرو کچھ ذکر خدا تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کا ہوا تو اُس نے بڑے غیظ
اور غضب میں آکر کہا کہ "لوگ جب کُنہ اشیاء کے سمجھنے سے عاجز آجاتے ہیں تو خدا کی قدرت بیان
کرنے لگتے ہیں۔ انگریزوں نے وہ خدائی دکھلائی ہے کہ قدرتوں کا پردہ کھول دیا ہے اور طبعی
تحقیقاتیں انسان کو خدائی کا مرتبہ دیتی جاتی ہیں"۔ سو اُس ہندو نے جو انگریزوں کو خدا ٹھہرا دیا،
اسکی یہی وجہ تھی کہ انکی عجائب صنعتیں اُسکے خیال میں ایسی عظیم الشان معلوم ہوئیں جو اُس نے
خدا کے وجود کو غیر ضروری سمجھا اور مَیں دیکھتا ہوں کہ یہ اثر مسلمانوں خاصکر نو تعلیم یافتہ لوگوں میں

صفحہ ۴۴ پر جو عبارت آخر صفحہ کے درج ہے کہ جھوٹ کی بیخ کنی خدا کریگا اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ ضائع ہوگا۔ اس عبارت سے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی خاص ذاتی دشمنی مرزا صاحب کی کلارک صاحب سے ہے۔ مباحثہ مذہبی ہے۔ مذہبی معاملات میں میرا مرزا صاحب سے اتفاق نہیں ہے اس بارے میں انہوں نے کہ مسلمانان و عیسائیوں وغیرہ میں پھوٹ پیدا کرائی ہے۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے ہیں یہ انکی تعلیم کا اثر ہے۔ وہ فتنہ انگیز آدمی ہے۔ محمدیوں کے خیالات مذہبی سے میں واقف ہوں۔ اگر کلارک صاحب مر جائیں تو مرزا صاحب کو اپنے تابعین سے بہت عزت ہوگی اور انکی شراکت ثابت ہوگی۔ عبداللہ آتھم بعد میعاد فوت ہوا اور انجام آتھم میں مرزا صاحب نے لکھا کہ اسکی پیشگوئی کے مطابق فوت ہوا ہے۔ ۹۵ء میں مظہر کلارک صاحب سے ملا تھا۔ پھر اسکے بعد کبھی نہیں ملا۔ بلکہ اُن سے شکایت ہے اور رنج ہے کہ ایک خاص امر کے واسطے انکو ملا تھا اور انہوں نے ہمدردی نہ کی۔ میرے بھائی سے وہ کبھی نہیں ملے۔ میں نے ایک کتاب ۸۰ صفحہ کی لکھی ہے لیکھرام کے قتل کی بابت۔ خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ لیکھرام کے قتل کی نشاندہی

بہت پھیلا ہوا ہے۔ اور یوروپین فلاسفروں کی ایک ایسی عظمت انکے دلوں میں بیٹھ گئی ہے کہ اگر جھوٹ کے طور پر بھی کوئی شخص مثلاً یہ بیان کرے کہ "یورپ کے فلاں ملک میں یہ نئی ایجاد ہوئی ہے کہ وہ ایک حکمت عملی سے آم کے بیج کو زمین میں بوکر اور بعض چیزوں کی قوت اسکو پہنچا کر ایک ہی دن میں اُسکو ایسا نشوونما دیدیتے ہیں کہ پھل بھی لگ جاتا ہے اور شام تک خوب کھانے کے لائق ہو جاتا ہے" تو نو تعلیم یافتہ لوگوں میں سے شاید کوئی بھی انکار نہ کرے۔ بہتیرے نادان کہتے ہیں کہ یورپینوں سے کوئی بات ان ہونی نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ آیندہ زمانہ میں کسی حکمت عملی سے آسمان تک بھی پہنچ جائیں۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ چند تجربوں سے کسی شخص کی قوت اور قدرت ایسی مان لیتا ہے کہ مبالغہ کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی حال اس ملک کے اکثر لوگوں کا ہو رہا ہے۔ مثلاً اگر چند کس جو معتبر ہوں محض ہنسی کے طور پر ہندوستان کے ایک مشہور رئیس اور معزز نامور

کے مرزا صاحب ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ بقول اُنکے خدا انکو ہر بات کی خبر دیتا ہے۔ قاتل کا کیوں پتہ نہیں دیتا۔ سوا اسکے جو صفحہ ۴۴ حرف F پر پیشگوئی ہے اور کوئی پیشگوئی کلارک صاحب کی بابت مرزا صاحب نے نہیں کی۔ سوال۔ میں اہل حدیث ہوں جن کو پہلے غلطی سے وہابی کہتے تھے۔ (اہل حدیث کے برخلاف دیگر مذاہب کے مسلمان یعنے حنفی شیعہ وغیرہ ہیں یا نہ۔ عدالت نے یہ سوال نامنظور کیا۔) خون کا پیاسا ہونے سے میرا مطلب ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب کے برخلاف ہوں انکو انکے پیرو کاٹ ڈالیں یعنے کاٹنے والے سمجھیں۔ یہ انکی تعلیم ہے۔ گواہ نے کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۰۱ پیش کر کے بیان کیا کہ صفحہ ۶۰۰ پر جو

ضمیمہ ۱

مثلاً سرسید احمد خاں صاحب بالقابہ کے پاس یہ ذکر کریں کہ یورپینوں نے ایک ایسا مادہ جاذبہ نباتات کا پیدا کیا ہے کہ اُس مادہ کو ایک درخت کے مقابل رکھنے سے فی الفور وہ درخت معہ بیخ و بُن اُکھڑ کر اُس مادہ کے پاس حرکت کرتا ہُوا آجاتا ہے تو کیا ممکن ہے کہ سید صاحب ذرّہ بھی انکار کریں۔ لیکن اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ پیش کیا جائے کہ کئی مرتبہ آپکے پاس آپکے اشارے سے بعض درخت حرکت کر کے آگئے تھے تو سید صاحب ضرور اس معجزہ سے انکار کرینگے اور معًا اس فکر میں لگ جائیں گے کہ کسی طرح اس حدیث کو موضوع ٹھہرایا جائے !!!

اب سوچنا چاہیئے کہ اس زمانہ کی حالت کس حد تک پہنچ گئی ہے کہ خدا اور اُس کے رسول کی عظمت اسقدر بھی لوگوں کے دلوں میں نہیں رہی جسقدر ان لوگوں کی عظمت ہے جنکو کافر کہا جاتا ہے۔ اس تمام تقریر سے ہماری غرض یہ ہے کہ دراصل یہی لوگ دجّال ہیں جنکو **پادری یا یوروپین فلاسفر** کہا جاتا ہے۔ یہ پادری اور یوروپین فلاسفر دجّال معہود کے دو جبڑے ہیں جن سے وہ ایک اژدہا کی طرح لوگوں کے ایمان کو کھاتا جاتا ہے۔ اوّل تو احمق اور نادان لوگ پادریوں کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔ اور اگر

سوال حرف S ہے وہ مَیں نے لکھا ہی اور جواب حرف R ہے وہ مرزا صاحب کا ہی۔ براہین احمدیہ پر ریویو مَیں نے تصنیف کیا تھا۔ حرف T صفحہ ۷۶ الغایت ۱۸۸۔ اسوقت مرزا صاحب کے حالات اچھے تھے اور مَیں نے ایسا ہی لکھا تھا اور لکھا تھا کہ مرزا صاحب کے والد نے غدر میں امداد دی تھی۔ کتاب اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ حرف U میں مَیں نے مرزا صاحب کی نسبت کفر کا فتویٰ دیا تھا مرزا صاحب کو مَیں مسلمان نہیں سمجھتا دہریہ ہے۔ مولوی غلام قادر حنفی مجھکو فتنہ انگیز نہیں کہتا اور نہ اہل حدیث کو کافر کہتا ہی۔ ہماری تحریرات اور تعلیمات کی وجہ سے بھی لوگوں میں تنازعات ہیں مگر ایسے نہیں ہیں جس سے خون ہوں عدالت میں بھی مقدمات ہوئے ہیں۔ مَیں نے سلطان روم

اور اگر کوئی شخص اُن کے ذلیل اور جھوٹے خیالات سے کراہت کرکے اُنکے پنجے سے بچا رہتا ہی تو وہ یوروپین فلاسفروں کے پنجے میں ضرور آجاتا ہی۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ عوام کو پادریوں کے دجل کا زیادہ خطرہ ہے اور خواص کو فلاسفروں کے دجل کا زیادہ خطرہ۔

اب یقیناً سمجھو کہ یہی دجّال ہے جس کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ یہ تو ہرگز ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر کسی میں خدائی کی طاقتیں پیدا ہو جائیں۔ تمام قرآن شریف اوّل سے آخر تک اس کا مخالف ہی۔ پس دجّال کی خدائی سے مراد یہی امور اور اُسکے عجائبات ہیں جو آجکل یورپ کے فلاسفروں سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہی پیشگوئی کا منشا تھا جو ظہور میں آگیا۔ دجّال کا لفظ بھی بیان کر رہا ہی کہ دجّال میں کوئی حقیقی قدرت نہیں ہوگی صرف دجل ہی دجل ہوگا۔ اب اگر کوئی سعید ہے تو اس بات کو قبول کرے۔ درحقیقت یہ فتنہ جو پادریوں اور یوروپین فلاسفروں سے ظہور میں آیا ہے ایسا فتنہ ہے کہ آدم کے وقت سے آجتک اِسکی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اس فتنہ سے لوگوں کے ایمان کو ضررِ عظیم پہنچا ہے اور لاکھوں انسانوں کے دلوں سے خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہوگئی ہے۔ بعض دلوں پر تو یہ فتنہ پورا محیط

کی تائید اور ہمدردی میں ایک آرٹیکل لکھا ہے۔ مرزا صاحب نے سلطان روم کے برخلاف لکھا ہے۔

(اس موقعہ پر انگریزی چٹھے میں جو عدالت نے نوٹ دیا ہو وہ ہم ذیل میں درج کر دیتے ہیں۔)

"I consider sufficient evidence has been recorded regarding the hostility of the witness to the Mirza and there is no necessity to stray further from the main lines of the case."

ترجمہ۔ مین خیال کرتا ہوں کہ کافی شہادت لکھی جا چکی ہے کہ گواہ کو مرزا صاحب سے عداوت ہے۔
اور اب زیادہ ضرورت نہیں کہ مقدمہ کے خاص امر سے ہم دوسری طرف چلے جاویں۔

(بقیّہ بیان گواہ) لیکھرام کے قتل کی بابت جو کچھ ہم نے کہا ہے کہ مرزا صاحب کی سازش سے قتل ہُوا ہے وہ خود مرزا صاحب کی تحریروں سے اخذ ہے۔ (مکرّر کہا کہ) مرزا صاحب اِس قتل کے ذمّہ وار ہیں۔ اُنکو قاتل نہیں کہتا نہ سازش ہے۔ وہ ذمّہ وار ہے نشاندہی کا اپنی تحریروں سے۔

ہو گیا ہے۔ اور بعض پر کچھ نہ کچھ اس کا اثر پڑ گیا ہی۔ اَے بندگانِ خدا سوچو کہ سچ یہی ہے۔
مَیں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو نیچر اور صحیفہ قدرت کے پَیرو بننا چاہتے ہوں۔ اُن کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ نہایت عمدہ موقعہ دیا ہے کہ وہ میرے دعوے کو قبول کریں۔ کیونکہ وہ لوگ اُن مشکلات میں گرفتار نہیں ہیں جن میں ہمارے دُوسرے مخالف گرفتار ہیں۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السّلام فوت ہو گئے۔ اور پھر ساتھ اسکے انہیں یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح موعود کی نسبت جو پیشگوئی احادیث میں موجود ہے وہ اُن متواترات میں سے ہے جن سے انکار کرنا کسی عقلمند کا کام نہیں۔ پس اس صورت میں یہ بات ضروری طور پر انہیں قبول کرنی پڑتی ہی کہ آنیوالا مسیح اسی اُمّت میں سے ہو گا۔ البتہ یہ سوال کرنا اُن کا حق ہے کہ ہم کیونکر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا قبول کریں؟ اور اِسپر دلیل کیا ہے کہ

جو لوگ مرزا صاحب کے پیرو ہیں اُنکی تعداد بموجب ایک فہرست کے بقدر ستر ہزار یا اسکے قریب ہے۔ سوال۔ سوائے اِن مریدان کے اور مسلمان لوگ مرزا صاحب کے ہندوستان میں برخلاف ہیں۔ (عدالت نے سوال نامنظور کیا) عبد الحمید کو ۸ یا ۹ ر اگست ۱۸۹۷ء کو دیکھا تھا۔ ایک عیسائی اُسکو ساتھ لئے جاتا تھا۔ بٹالہ میں مَیں ڈاکٹر کلارک صاحب کی کوٹھی پر نہیں گیا۔ پیشگوئی ہو یا نہ ہو کلارک صاحب کے مرنے سے مرزا صاحب فائدہ اُٹھائینگے۔ میرے مرنے سے بھی مرزا صاحب کو فائدہ ہوگا۔ میں عیسائیت کے بڑا برخلاف ہوں۔ بقلم محمد حسین

سُنایا گیا درست تسلیم ہوا۔ دستخط حاکم

وہ مسیح موعود تم ہی ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس زمانہ اور جس ملک اور جس قصبہ میں مسیح موعود کا ظاہر ہونا قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور جن افعال خاصہ کو مسیح کے وجود کی علت غائی ٹھہرایا گیا ہے اور جن حوادث ارضی اور سماوی کو مسیح موعود کے ظاہر ہونے کی علامات بیان فرمایا گیا ہے اور جن علوم اور معارف کو مسیح موعود کا خاصہ ٹھہرایا گیا ہے وہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے مجھ میں اور میرے زمانہ میں اور میرے ملک میں جمع کر دی ہیں اور پھر زیادہ تر اطمینان کے لئے آسمانی تائیدات میرے شامل حال کی ہیں ؎

چوں مرا حکم از پئے قوم مسیحی دادہ اند	مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں	ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

اب تفصیل اسکی یہ ہے کہ اشارات نص قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں اور آپ کا سلسلہ خلافت حضرت موسیٰ کے سلسلہ خلافت سے بالکل مشابہ ہے۔ اور جس طرح حضرت موسیٰ کو وعدہ دیا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں یعنے جبکہ سلسلہ اسرائیلی نبوت کا انتہا تک پہنچ جائے گا۔ اور بنی اسرائیل کئی فرقے ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کی تکذیب کریگا یہانتک کہ بعض بعض کو کافر

(حاشیہ: ۳ ... ۱)

نقل بیان پربھدیال گواہ استغاثہ مشمولہ مثل فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

پربھدیال گواہ استغاثہ باقرار صالح ۱۳ اگست ۹۷ء مہر عدالت دستخط حاکم

ولد رامچند ذات برہمن ساکن قادیاں عمر ۔ سال۔ بیان کیا کہ میں حلوائی کی دوکان کرتا ہوں۔ میری دوکان سے شیرینی خرید اکرتا تھا۔ یہ یاد نہیں ہے کہ کس کس تاریخ کو مٹھائی خریدی تھی۔ قریب ایک ماہ کے ہؤا ہے کہ وہاں اُسکو دیکھا تھا اور کچھ معلوم نہیں ہے۔ اُس وقت اور کپڑے تھے۔ سر پر پگڑی لال اور بُوٹ پاؤں میں تھے۔ پاجامہ بھی پہنا ہؤا تھا۔ کپڑے اتار کر ننگا ٹوکری اٹھانے کا کام کرتا تھا۔ مرزا صاحب کو ہم رئیس مانتے ہیں۔ محل ماڑیاں زمینات کے مالک ہیں۔ (بسوال وکیل ملزم) ہندو لوگ بھی اچھا سمجھتے ہیں۔ آج سپاہی لایا ہے۔

پربھدیال سُنایا گیا درست ہے۔ دستخط حاکم

کہیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ ایک خلیفہ حامی دین موسیٰ یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرے گا۔ اور وہ بنی اسرائیل کی مختلف بھیڑوں کو اپنے پاس اکٹھی کریگا۔ اور بھیڑیے اور بکری کو ایک جگہ جمع کر دے گا۔ اور سب قوموں کے لئے ایک حَکم بنکر اندرونی اختلاف کو درمیان سے اُٹھا دے گا۔ اور بُغض اور کینوں کو دُور کر دے گا۔

یہی وعدہ قرآن میں بھی دیا گیا تھا جسکی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ آخرین منہم لمّا یلحقوا بہم[1]۔ اور حدیثوں میں اسکی بہت تفصیل ہے چنانچہ لکھا ہے کہ یہ اُمّت بھی اسی قدر فرقے ہو جائیں گے جسقدر کہ یہود کے فرقے ہوئے تھے۔ اور ایکدوسرے کی تکذیب اور تکفیر کرے گا۔ اور یہ سب لوگ عناد اور بغض باہمی میں ترقی کرینگے۔ اُسوقت تک کہ مسیح موعود حَکم ہو کر دُنیا میں آوے۔ اور جب وہ حَکم ہو کر آئے گا۔ تو بغض اور شحناء کو دُور کر دے گا۔ اور اُس کے زمانہ میں بھیڑیا اور بکری ایک جگہ جمع ہو جائینگے۔ چنانچہ یہ

[1] الجمعۃ : ۴

نقل بیان عبدالحمید بصیغہ فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ

مرجوعہ فیصلہ نمبر مقدمہ نمبر بستہ :مہر عدالت: دستخط حاکم ۲/۸/۹۷

۹ راگست ۱۸۹۷ء متدائرہ $\frac{3}{2}$ ازمحکمہ

سرکار بذریعہ مسٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ تعزیرات ہند

یہ عبارت انگریزی چٹھے سے ترجمہ کی گئی ہے۔

{ اُس بیان کی بنا پر جو عبدالحمید نے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کے آگے بیان کیا ہی عبدالحمید کو بطور ایک سرکاری گواہ کے پھر شہادت کیلئے بلایا گیا اور اُسکا بیان لیا گیا }

بیان عبدالحمید گواہ باقرار صالح ۲۰ راگست ۱۸۹۷ء۔ بسوال عدالت

مَیں نے کپتان صاحب پولیس کے رُوبروئے بٹالہ میں ایک بیان کیا تھا۔ ایک تھانہ دار مجھ کو صاحب کے پاس لایا تھا۔ نام نہیں جانتا۔ اُس وقت مَیں انارکلی (بٹالہ) میں تھا۔ ہم تین آدمی گاڑی میں تھے۔ ایک مَیں ایک تھانہ دار اور ایک سائیس۔ اُس وقت مَیں وارث دین عیسائی۔ بھگت پریم داس اور دو پولیس سپاہیوں کی حفاظت میں تھا۔ تھانہ دار سیدھا صاحب کے پاس مجھے لے گیا تھا۔ مَیں سب سے پہلے امرتسر ہال دروازہ میں نور الدین عیسائی کے پاس

حاشیہ ۱

بات تمام تاریخ جاننے والوں کو معلوم ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام ایسے ہی وقت میں آئے تھے کہ جب اسرائیلی قوموں میں بڑا تفرقہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور ایک دُوسرے کے مکفّر اور مکذّب ہو گئے تھے۔ اسی طرح یہ عاجز بھی ایسے وقت میں آیا ہے کہ جب اندرونی اختلافات انتہا تک پہنچ گئے اور ایک فرقہ دُوسرے کو کافر بنانے لگا۔ اس تفرقہ کے وقت میں اُمّتِ محمدیہ کو ایک حَکَم کی ضرورت تھی۔ سو خدا نے **مجھے حَکَم** کرکے بھیجا ہے۔

اور یہ ایک عجیب اتفاق ہو گیا ہے جس کی طرف نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا اشارہ پایا جاتا ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام حضرت موسٰی سے تیرہ سو برس

گیا تھا۔ قادیاں سے آکر دو روز چھاپہ خانہ غلام مصطفٰے میں مظہر رہا تھا۔ ملازمت چھاپہ خانہ کے واسطے وہاں ٹھہرا تھا۔ مگر وہاں کام نہ تھا۔ پھر میں امرتسر نور دین کے پاس گیا۔ نور دین نے پادری گرے صاحب کے نام مجھے چٹھی دی تھی۔ نور دین کے پاس بطور متلاشی عیسائیت گیا تھا۔ میں قطب الدین کے پاس ہرگز نہیں گیا تھا۔ میرا پہلا بیان کہ اُس کے پاس گیا تھا۔ سچ نہیں ہے۔ اُس سے مظہر واقف تک بھی نہیں ہے۔ پادری گرے صاحب سے مَیں نے عرض کی تھی کہ مجھے عیسائی کرو۔ انہوں نے مجھے نور دین کے پاس واپس بھیجدیا اور کہا کہ اپنا خرچ کھاؤ تو عیسائیت سکھلائیں گے۔ مَیں نے یہ شرط منظور کی اور نور دین کے پاس واپس گیا۔ اُس نے مجھے کہا کہ ڈاکٹر کلارک صاحب کے پاس جاؤ وُہ روٹی بھی دینگے اور عیسائیت بھی سکھلائیں گے۔ مَیں ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ ہندو سے مسلمان ہوا ہوں۔ یہ بھی بات نور دین سے بھی کہی تھی۔ اور مَیں نے کہا کہ قادیان سے آیا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اچھا ہم دریافت کرتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ جب بپتسمہ ہوجائے تب دریافت کرنا تب ڈاکٹر صاحب نے مجھے ہسپتال میں بھیجدیا۔ وہاں عبدالرحیم عیسائی تھا۔ اُس نے مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے اُس سے بھی کہا کہ قادیاں سے آیا ہوں۔ دُوسرے تیسرے روز وہ مجھے ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر لے گیا۔ مجھے ڈاکٹر صاحب نے بلایا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مولوی عبدالرحیم کہتا ہے کہ تُو خون کرنے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱

بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوئے اسی طرح یہ عاجز بھی چودھویں صدی میں خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہُوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی لحاظ سے بڑے بڑے اہل کشف اسی بات کی طرف گئے کہ وہ مسیح موعود چودھویں صدی میں مبعوث ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرا نام **غلام احمد قادیانی** رکھکر اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا۔ کیونکہ اس نام میں تیرہ سو کا عدد پُورا کیا گیا ہے۔ غرض قرآن اور احادیث سے اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ آنے والا مسیح چودھویں صدی میں ظہور کرے گا۔ اور وہ تفرقہ مذاہب اسلام اور غلبہ باہمی عناد کے وقت میں آئے گا۔

آیا ہے۔ مَیں نے کہا کہ نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہ بچّہ ہے یہ ایسا کام کس طرح کرسکتا ہے۔ پھر مجھے بیاس میں بھیجدیا۔ عبدالرحیم نے مجھے دو تین دفعہ یہ بات کہی کہ مجھے پتہ مل گیا ہے کہ تم کس کام کے واسطے آئے ہو۔ مَیں نے کہا کہ مَیں صرف عیسائی ہونے آیا ہوں اور کسی کام کے واسطے نہیں آیا۔ پھر مَیں بیاس چلا گیا۔ وہاں عبدالرحیم دو روز کے بعد آیا۔ چار بجے دن کے وقت آیا تھا۔ مجھ سے ملا۔ ہسپتال میں جہاں میں پڑھ رہا تھا۔ مجھے کہا کہ بتلاؤ تم کس طرح آئے ہو کہ ہم کو پتہ لگ گیا ہے۔ سچ بتلاؤ ورنہ کپتان صاحب پولیس کے حوالہ کردینگے۔ مَیں نے کہا کہ عیسائی ہونے آیا ہوں اور کوئی بات نہیں ہے۔ اُس نے کہا کہ تم خون کرنے آئے ہو۔ مگر یہ نہیں کہا تھا کہ کس کو مارنے کے واسطے۔ پھر وہ چلا گیا۔ دُوسرے تیسرے روز ڈاکٹر صاحب معہ یوسف خان اور ایک اور بوڑھا سا آدمی کے آئے۔ اور میرا فوٹو ڈاکٹر صاحب نے اُتارا اور امرتسر چلے آئے۔ اُسوقت اور نوکروں کی بھی تصویریں لیں۔ اُسوقت تک کوئی ذکر ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے نہیں کیا۔ اسکے بعد دو روز گذر کر تار آئی کہ ڈاکٹر صاحب مجھے امرتسر بُلاتے ہیں۔ ایک سانپ مارا۔ بھگت پریمداس نے مارا تھا۔ اُس نے مجھے کہا کہ یہ سانپ مرا ہوا ساتھ لیجاؤ صاحب کو دکھلانا۔ اسٹیشن پر سے محمد یوسف مجھے کوٹھی پر لے گیا اور وہاں میرا فوٹو لیا گیا۔ خراب نکلا۔ پھر مجھے ڈاکٹر صاحب نے محمد یوسف کے ہمراہ بازار میں بھیجا اور وہاں میری

نشان ۱۰۳:

علاوہ ان سب امور کے ایک عظیم الشان علامت مسیح موعود کی احادیث صحیحہ میں یہہ لکھی گئی ہے کہ وہ ایسے وقت میں آئے گا کہ جبکہ صلیبی مذہب زمین پر بڑے جوش سے پھیلا ہوا ہوگا۔ جیساکہ حدیث **یکسر الصلیب** جو صحیح بخاری میں ہے۔ اسی پر دلالت کرتی ہے۔ سو ایسے وقت میں اور ایسے زمانہ میں یہ عاجز آیا ہے۔

اور دُوسری علامت اشارات احادیث سے مسیح موعود کے لئے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ ممالک مشرقیہ میں مبعوث ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجّال کا پتہ و نشان مشرق ہی بتلایا تھا۔ جیساکہ حدیث **و اومیٰ الی المشرق** سے ظاہر ہے

تصویر اُتاری گئی۔ پھر مَیں کھانا کھانے بازار گیا اور بعد کھانا کھانے کے محمد یوسف مجھے کوٹھی پر لے گیا۔ اُسی بازار میں دوکان تھی جہاں یوسف تھا۔ دام کھانے کا یوسف نے دیا تھا۔ جب کوٹھی گیا۔ وہاں سے بیاس پر مجھے بھیجا گیا۔ بیاس جانے سے پہلے مجھے ہسپتال میں بھیجا گیا تھا اور وہاں سے پرچہ جات سٹیشن پر لانے کے واسطے اکیلا بھیجا گیا۔ عبدالرحیم وہاں تھا۔ اُس نے کہاکہ تُو سچ سچ بتلادے جس بات کے واسطے آیا ہے مجھکو معلوم ہوگیا ہے۔ ورنہ قید ہوجاویگا۔ اِسکے بعد میری فوٹو لی گئی۔ اور کوٹھی پر گیا اور پھر یوسف نے مجھے ٹکٹ لے دیا اور مَیں بیاس چلا گیا۔ دو روز کے بعد ڈاکٹر صاحب۔ عبدالرحیم۔ وارث دین۔ بھگت پریداس اور ایک اور جوان عیسائی وہاں آئے۔ اور وارث دین عبدالرحیم نے سب کے رُوبروئے مجھے کہاکہ اب بتلاؤ جس کام کے واسطے تُو آیا ہے۔ مَیں نے کہاکہ مَیں عیسائی ہونے کو آیا ہوں۔ انہوں نے کہاکہ تجھکو مرزا نے بھیجا ہے۔ مَیں نے کہاکہ نہیں اُس نے مجھے کچھ نہیں کہا ہے۔ عبدالرحیم میرے پاس بیٹھا ہُوا تھا۔ اُس نے مجھے کہاکہ تُو یہ بات کہہ کہ مرزا غلام احمد نے مجھے بھیجا ہے کہ ڈاکٹر کلارک کو پتھر سے مار دے۔ مجھے تصویر دکھلائی اور کہاکہ جہاں جاؤ گے پکڑے جاؤ گے۔ ورنہ یہ بات کہدو۔ مَیں نے اُسکے کہنے کے بموجب ویسا ہی کہدیا تب ڈاکٹر صاحب نے اور دوسروں نے کہاکہ ہمکو ایسا تحریر کردو۔ مَیں نے تحریر کر دیا۔ اور لکھا "نقصان کر" تو مجھے عبدالرحیم

حاشیہ: ۱

پس اس صورت میں اس حدیث سے صاف طور پر یہ اشارہ نکلتا ہے کہ مسیح موعود مشرق سے پیدا ہوگا۔ کیونکہ جبکہ دجّال کا مستقر اور مقام مشرق ہوا تو مسیح جو دجّالی کارروائیوں کو نابود کرنے کے لئے آئے گا ضرور ہے کہ وہ بھی مشرق میں ظہور کرے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ ہمارا ملک ہند خاصکر پنجاب کا حصہ مکّہ معظمہ سے بجانب مشرق واقعہ ہے۔ اور عجب تر یہ کہ دمشقی حدیث میں بھی جو مسلم میں ہے منارہ مشرقی کا ذکر کرکے مسیح موعود کے ظہور کے لئے مشرق کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔

ایسا ہی احادیث میں یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ مہدی موعود ایسے قصبہ کا رہنے

نے کہا کہ لفظ "مار ڈال" کا بھی لکھدو۔ کان میں یہ بات کہی تھی۔ میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وقت
تحریر اقبال وہ میرے پہلو بہ پہلو بیٹھا ہوا تھا۔ دو دفعہ اقبال لکھا تھا۔ باراوّل لفظ صرف نقصان
لکھا تھا۔ دوسری دفعہ جب لکھنے لگا تو بموجب اُسکے کہنے کے مار ڈال کا لفظ بھی لکھدیا۔ پھر جب
دستخط کرتا تھا۔ پوسٹماسٹر وغیرہ کو انہوں نے بلایا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ مارے ڈر کے
مَیں نے کہا کہ ہاں رضامندی سے لکھ دیتا ہوں۔ جب مَیں نے لکھدیا تو ڈاکٹر صاحب اور
سب نے کہا کہ ٹھیک تو ہمارے دل کی مُراد پوری ہوگئی ہے۔ پھر ۶ بجے کی ٹرین میں مجھے امرتسر لیکر
ڈاکٹر صاحب وغیرہ آئے اور کوٹھی پر لے گئے۔ وارث دین عبدالرحیم بھگت پریمداس ساتھ
تھے جس روز اقبال لکھا اُس روز سوائے عبدالرحیم کے بھگت پریمداس و وارث دین بھی مجھے
کہتے تھے کہ تو اِس طرح بیان کردے مرزا کو پھنسا دے۔ تجھکو کچھ نہیں ہوگا کہ تم کو ڈاکٹر صاحب نے
معافی دیدی ہے۔ رات کو مجھے سلطانونڈ لے گئے۔ خیرالدین ڈاکٹر کے مکان پر مجھے رکھا۔ اور مجھے
سکھلاتے رہے کہ تم یہ بات کہدینا کہ مرزا نے بھیجا ہے کہ ڈاکٹر کو پتھر سے ماردو۔ مَیں نے ڈر کے مارے
کہا کہ ایسا ہی کہونگا۔ رات کو مَیں بڑا بےچین رہا اور بیخواب رہا کہ مجھ سے جھوٹ کہلواتے ہیں۔
صبح مجھے گاڑی میں بٹھلاکر کوٹھی پر لائے اور کہتے رہے کہ تم کو کچھ بھی نہیں کہا جائیگا یہ ہی بیان کرنا۔
ڈپٹی کمشنر کے رُوبروئے میرے اظہار ہوئے۔ مَیں نے رلیا رام اپنا نام از خود بتلایا تھا۔

بقیہ حاشیہ ۱

والا ہوگا جس کا نام کدعہ یا کدیہ ہوگا۔ اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ لفظ کدعہ در اصل
قادیاں کے لفظ کا مخفف ہے۔ اور بعض روایات میں یہ جو آیا ہے کہ "وہ کدعہ یمن کی
بستیوں میں سے ایک گاؤں ہے" یہ حدیث کے لفظ نہیں ہیں۔ بلکہ کسی شخص نے اجتہادی
طور پر یہ خیال کیا ہے۔ شاید اس نام کے مشابہ کوئی گاؤں یمن میں دیکھکر کسی کو خیال آگیا ہو کہ
شاید وہ یہی گاؤں ہوگا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اب ایسا کوئی گاؤں ملک یمن میں آباد نہیں ہے
اور نہ اس سرزمین میں کسی نے ایسا دعویٰ کیا۔ مگر قادیاں اسوقت موجود ہے اور
نیز مسیحیت اور مہدویت کا مدعی بھی موجود۔

نور دین کے پاس ایک شخص ہندو تھا یا مسلمان کے کہنے پر کہا تھا کہ وہ عیسائی کرتا ہی۔ سب سے پہلے جب میں ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تو میں نے نہیں کہا تھا کہ مرزا صاحب نے مجھے بھیجا ہے۔ اپنا پتہ کھجوری دروازے کا بھی میں نے خود بخود بتلایا تھا۔ یہ باتیں اسواسطے میں نے کی تھیں کہ پہلے میں سکاچ مشن گجرات میں تھا۔ اور بوجہ بدچلنی مجھے نکالا گیا تھا۔ اس غرض سے میں نے اپنے آپکو ہندو ظاہر کیا تھا کہ پہلا حال معلوم نہ ہووے۔ مولوی نوردین کو چٹھی میں نے بیاس سے ضرور لکھی تھی کہ میں عیسائی دین کو اچھا سمجھتا ہوں۔ وارث دین بھگت پریداس و عبدالرحیم نے مجھے کہا تھا کہ تو اس چٹھی کی بابت کہنا کہ مرزا صاحب اور مولوی نورالدین ایک ہی ہیں۔ اسلئے اُنکو چٹھی لکھی تھی کہ میرے حالات کی اُنکو خبر ہو جائے۔ عبدالرحیم، پریداس اور وارث دین نے انارکلی میں مجھے سکھلایا تھا کہ یہ کہنا کہ مرزا صاحب کو گالیاں دیکر چلا آیا تھا۔ مرزا صاحب کے دو آدمیوں سے بوجہ اُنکے نصیحت دینے کے میرا تکرار ضرور ہوا تھا۔ مگر مرزا صاحب کو میں نے کوئی گالی بُرا نہیں کہا۔ مجھے کوئی علم دو آدمیوں کا جو بیاس میں دیکھے جانے بیان کئے گئے ہیں نہیں ہے۔ سُلطان وِنڈ میں عبدالرحیم وغیرہ نے مجھے کہا تھا کہ تم یہ بات کہنا کہ ڈاکٹر صاحب کو دیکھکر میری نیت قتل کرنے کی بدل گئی ہے۔ جب میرا اظہار ہو چکا تھا۔ مجھے کوٹھی امرتسر میں لیجاکر بند کر دیا تھا اور عبدالرحیم و وارث دین و پریداس کہتے تھے کہ تم کو مرزا صاحب کا کوئی آدمی مار دیگا۔

بقیہ حاشیہ

ایسا ہی مسیح موعود کے وجود کی علت غائی احادیث نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دُور کرے گا۔ اور اُن کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کر کے دکھلا دے گا۔ چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا۔ میں نے خدا تعالیٰ سے بصیرت کاملہ پا کر ثابت کر دیا کہ وہ لعنتی موت کہ جو نعوذ باللہ حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ جس پر تمام مدار صلیبی نجات کا ہے۔ وہ کسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ اور کسی طرح لعنت کا مفہوم کسی راستباز پر صادق نہیں آسکتا۔ چنانچہ فرقہ پادریان اس جدید طرز

دو مہتر میرے ساتھ مکان میں بند کئے گئے تھے۔ وہ بھی سکھلاتے رہتے تھے۔ قطب الدین کی بابت مجھے وارث دین۔ عبد الرحیم و پریمداس نے کہا تھا کہ اُس کا نام لو۔ وکیل صاحب (لالہ رام بھج) نے انارکلی میں مجھ سے پوچھا تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی اور آدمی بھی تھا یا نہ۔ جبتک کسی اور آدمی کا ذکر نہ ہوئے تم پرندہ نہ تھے کہ مار کر اُڑ جاتے عدالت باور نہیں کریگی۔ اسپر وارث دین وغیرہ نے قطب الدین کی شمولیت کی بابت مجھے سکھلایا تھا۔* مَیں نے وکیل صاحب کو پتہ قطب الدین کا نہیں بتلایا تھا۔ میرے ہاتھ پر پریمداس نے کرمونکی ڈیوڑھی اور قطب الدین کا پتہ لکھدیا تھا کہ جب اظہار دوگے یاد رکھنا۔ پنسل سے لکھا تھا۔ پنسل وارث دین کی تھی۔ یہی پنسل ہے جو اسوقت وکیل کے ہاتھ میں ہے اور اسی سے لکھا تھا۔ **نوٹ**۔ تسلیم کیا گیا کہ پنسل وارث دین کی ہے)۔ اور بھی بہت پنسلیں سکول میں تھیں۔ وارث دین وغیرہ قطب دین کا حلیہ بیان کرتے تھے مگر مَیں اسکو مطلق نہیں جانتا۔ رات کو انہوں نے مجھ سے حلیہ وغیرہ قطب دین کا ذکر کیا تھا وکیل سے مَیں نے حلیہ وغیرہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔ بھگت پریمداس۔ وارث دین اور عبد الرحیم کے سکھلانے پر مَیں نے بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب کو مٹھیاں بھرا کرتا تھا۔ مَیں مرزا صاحب کے مکان پر کبھی نہیں گیا تھا صرف ایک دفعہ اُنکو مسجد میں دیکھا تھا۔ صرف ان لوگوں کے کہنے سے سب بیان

بقیہ حاشیہ

کے سوال سے جو حقیقت میں اُنکے مذہب کو پاش پاش کرتا ہے ایسے لاجواب ہو گئے کہ جن جن لوگوں نے اِس تحقیق پر اطلاع پائی ہے وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق نے صلیبی مذہب کو توڑ دیا ہے۔ بعض پادریوں کے خطوط سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس فیصلہ کرنے والی تحقیق سے نہایت درجہ ڈر گئے ہیں اور وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس سے ضرور صلیبی مذہب کی بنیاد گرے گی۔ اور اُس کا گرنا نہایت ہولناک ہوگا۔ اور وہ لوگ درحقیقت اس مثل کے مصداق ہیں کہ يُرجى برءمَنْ جرحه السنان۔ ولا يُرجى برء مَن مزّقه

* اس جگہ سے ظاہر ہے کہ دیسی عیسائی کس چلن کے آدمی ہیں اور جھوٹ کو کیسا شیر مادر سمجھتے ہیں اور کیسے جھوٹے منصوبے ظلم کرنے کے لئے باندھتے ہیں۔ منہ

کیا ہے۔ اُن ہی کے کہنے سے بیان کیا تھا کہ امرتسر مسجد خیر الدین میں مظہر سویا رہا تھا۔ یہ بات بھی بٹالہ میں مجھے سکھلائی گئی تھی۔ مارے ڈر کے پہلے میرا بیان جھوٹا لکھواتے رہے ہیں۔ جب تھانہ دار بُلانے گیا تھا وہ اندر تھا۔ باہر وارث دین نے مجھے کہا کہ خبردار پہلا بیان مت بدلنا تم کو ڈاکٹر صاحب نے وعدہ معافی دیا ہوا ہے۔ دو سپاہی پولیس کے سکھ تھے۔ انہوں نے بھی مجھے کہا تھا کہ خبردار اظہار مت بدلنا۔ ایک مدرس نہال چند نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔ آج صبح عبد الغنی عیسائی میرے پاس آیا تھا اور کہتا تھا کہ شیخ وارث دین اور یوسف کہتے ہیں کہ تم کو ڈاکٹر صاحب سے معافی دلوا دینگے اور تم بچ رہوگے اگر پہلا اظہار دوگے۔ کپتان صاحب کو مَیں نے اِس امر کی اطلاع دے دی تھی۔ صاحب بہادر غسل کر رہے تھے۔ خانساماں خاکروب وغیرہ سب احاطہ والوں کو خبر ہے کہ انہوں نے اسکو دیکھا تھا۔ مَیں نے کوئی کمرہ مرزا صاحب کا نہیں دیکھا ہوا۔ اور نہ غسلخانہ کا کوئی علم ہے صرف ان لوگوں کے کہنے سے مَیں نے ایک کمرہ کا جو مسجد کے اُوپر لے حصّہ سے ملا ہوا ہے نام لے دیا تھا۔ ڈر کے مارے مَیں سب بیان کرتا رہا تھا۔ نور الدین عیسائی نے مجھے کہا تھا کہ تمہارا گذارہ میرے پاس نہیں ہو سکے گا۔ ڈاکٹر صاحب کے پاس جاؤ۔ اِس لئے مَیں ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تھا ورنہ پہلے کوئی واقفیت ڈاکٹر صاحب سے نہ تھی۔ اقبال کا مطلب مجھے عبد الرحیم نے بتلایا تھا اور مَیں نے لکھ دیا تھا۔ لفظ بھی مجھے اُس نے بتلائے تھے۔ پہلے جو

حاشیہ:

البرھان۔ یعنے جو شخص نیزہ سے زخمی کیا جائے اُس کا اچھا ہونا اُمید کی جاتی ہے۔ لیکن جو شخص بُرہان سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے اُس کا اچھا ہونا امید نہیں کی جاتی۔

ایسا ہی مَیں نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر ثابت کر دیا کہ مسیح کا رفع جسمانی بالکل جھوٹ ہے۔ عیسائی تواریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت تک عیسائیوں کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں اور اُن کا رفع رُوحانی ہوا ہے۔ پھر بعد میں جب عیسائی لوگ یہودیوں کے مقابل پر رفع رُوحانی کا کوئی ثبوت نہ دے سکے۔ کیونکہ رُوح نظر نہیں آتی۔ تو یہ بات بنائی گئی کہ یسوع کو آسمان کی طرف جاتے فلاں شخص نے دیکھا تھا اور

تحریر میں نے کی تھی وہ مجھ سے لیکر اُنہوں نے چاک کر دی تھی۔ جو بیان مَیں نے اب لکھایا ہے
یہ بالکل درست اور سچ ہے۔ پہلا بیان مارے خوف اور ترغیب کے لکھایا تھا۔ مَیں نے خود بخود
یہ بیان جواَب لکھوایا ہے کسی کی ترغیب یا تحریص سے نہیں لکھوایا۔ (بسوال وکیل استغاثہ) مَیں
اسوقت تک محمدیوں سے نہیں رہا۔ یعنے نہ محمدؐ صاحب کو سچّا جانتا ہوں اور قرآن کو۔ متلاشی
عیسائی ہوں۔ مَیں لاہور سے قادیاں مولوی نورالدین کے ساتھ کبھی نہیں آیا اور نہ امرتسر میں۔
پہلے پہل جب قادیاں گیا تھا سالم یکہ بٹالہ سے لیا تھا۔ شیخ رحمت اللہ کو دو دفعہ مَیں نے لاہور
میں دیکھا تھا یعنے ملا تھا۔ پہلی دفعہ اُس نے ۸ر مجھے دیئے تھے۔ ڈاکٹر نبی بخش کو لاہور دیکھا تھا
لاہور سے بٹالہ تک آیا۔ وہ اوّل درجہ کی گاڑی میں تھا اور مَیں سوم درجہ میں تھا۔ بٹالہ اُسکے پاس
مَیں نہیں ٹھہرا تھا۔ صرف رات رہا اور صبح قادیاں چلا گیا تھا۔ قادیاں جانے کے وقت سے مولوی
نوردین سے واقف ہوُا ہوں۔ میری سفارش کسی نے مولوی نورالدین سے نہیں کی تھی۔
میراں بخش گجراتی نے مجھے کہا تھا کہ مرزا صاحب کے پاس قادیاں جاؤ اور تعلیم پاؤ۔ دُوسری دفعہ
گجرات نوکری کے واسطے مظہر گیا تھا۔ میرے پاس دو روپیہ تھے جب قادیاں گیا تھا مولوی
نورالدین کی میرے چچا برہان الدین سے خبر نہیں کہ دوستی ہے یا نہ۔ جب مَیں پہلی دفعہ قادیاں آیا
برہان الدین وہاں نہ تھا۔ دُوسری دفعہ میرے آنے سے پہلے وہ وہاں تھا۔ وہ اور مَیں اکٹھے

بقیہ حاشیہ ۳ ۱

پھر رویت کے لحاظ سے دلوں میں یہ بات سماگئی کہ جسم عنصری کے ساتھ یسوعؑ آسمان پر چلا گیا
آسمان پر چڑھانے سے اصل غرض تو یہ تھی کہ تا یہودیوں کے اس الزام سے یسوع کو بَری
کریں کہ وہ نعوذ باللہ لعنتی ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھایا نہیں گیا۔ مگر جن لوگوں نے اس
اعتراض سے بچنے کے لئے یسوع کے جسم کو آسمان پر چڑھا دیا۔ انہوں نے یہ خیال نہیں
کیا کہ لعنت جسپر یہود زور مارتے تھے اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مصلوب ہونے سے
کسی کا جسم آسمان پر نہیں جاتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ ملعون کی رُوح خدا تعالیٰ کی طرف
اُٹھائی نہیں جاتی۔ یہودیوں کا یہ خیال نہ تھا کہ ملعون کا جسم آسمان پر نہیں جاتا اور نہ اُنکا

نہ رہتے تھے۔ برہان الدین سے میری پہلے بھی صلح تھی تب بھی تھی۔ جب بٹالہ میں یہ مقدمہ ہو رہا تھا خبر نہیں برہان الدین تھا۔ اب بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے کیونکہ مَیں پہرہ میں تھا۔ مَیں نے ٹوکری اُٹھانے کا کام از خود کیا تھا کسی کے کہنے سے نہیں کیا تھا۔ چھاپہ خانہ میں علیحدہ کام کیا تھا۔ مَیں نے برہان الدین کو وہاں تب نہیں دیکھا تھا۔ صرف ایک جوڑہ کپڑوں کا میرے پاس تھا جب مَیں قادیان گیا تھا۔ مجھے وارث دین وغیرہ کہتے تھے کہ تم کہو کہ دو تین جوڑے تھے جب گیا تھا۔ غلام مصطفٰے میرا پہلے واقف نہ تھا۔ مُسلمان جانکر کھانا اُس نے دو روز دیا تھا۔ بٹالہ میں دریافت کرکے اُسکے چھاپہ خانہ میں گیا تھا۔ ۹ بجے دن کے گاڑی میں سوار ہوکر امرتسر گیا تھا۔ جاتے ہی حال بازار سے نور الدین کا پتہ مجھے ملا تھا کہ وہ عیسائی منّاد ہے۔ کھانا کھاکر بٹالہ سے چلا تھا۔ دو تین بجے دن کے گرے صاحب کے پاس گیا تھا اور اسی روز ڈاکٹر صاحب کے یہاں گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے میرے نانکے وغیرہ کا حال پُوچھا تھا اور مَیں جواب کافی نہ دے سکا تھا۔ ٹم ٹم میں تھانہ دار مجھے چڑھا لایا تھا۔ سائیس کے سامنے مجھے پیچھے بٹھایا تھا۔ شام کو پریداس و وارث دین وغیرہ کپتان صاحب کے بنگلہ پر آئے تھے کہ لڑکا ہمکو ملجاوے۔ راستہ میں تھانہ دار نے مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ مَیں نے پُوچھا تھا کہ کیوں مجھے کپتان صاحب نے بلایا ہے۔ اُس نے کہا

بقیہ حاشیہ نمبر ۱

یہ خیال تھا کہ جو لوگ ملعون نہیں ہوتے وہ معہ جسم آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ توریت سے ثابت ہے کہ حضرت یوسف کی ہڈیاں چار سو برس بعد فوت کے حضرت موسٰی کنعان کی طرف لے گئے۔ اگر وہ ہڈیاں آسمان پر چلی جائیں تو زمین سے کیونکر دستیاب ہوتیں۔ توریت سے یہ بھی ثابت ہے کہ انسان مرنے کے بعد خاک میں جائے گا کیونکہ وہ خاک سے پیدا کیا گیا ہے۔ غرض اس میں کسی کو کلام نہیں کہ مرنے کے بعد تمام نبی زمین میں ہی دفن ہوتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ تمام نبی خدا کے مقرب تھے نہ ملعون۔ پھر اگر ملعون کی یہ علامت ہے کہ وہ معہ جسم آسمان پر نہیں اُٹھایا جاتا تو نعوذ باللہ تمام نبی ملعون ہونگے۔* اور ایسا خیال

* اگر ملعون معہ جسم آسمان پر نہیں جاتا تو ماننا پڑیگا کہ جو لوگ ملعون نہیں وہ ضرور معہ جسم آسمان پر جاتے ہیں اور یہ صریح باطل ہے۔ منہ

تھاکہ خبر نہیں۔ سیدھا بنگلہ پر تھانہ دار لے گیا۔ بموجب حکم کپتان صاحب کے تھانہ دار نے مجھ سے دریافت کیا۔ وہ دُوسرا تھانہ دار تھا۔ درخت کے نیچے جو احاطہ بنگلہ میں ہی تھانہ دار مجھے لے گئے اور مجھ سے دریافت کیا۔ قریب پچیس ۲۵ گز کے درخت دُور تھا۔ انہوں نے مجھے کہاکہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ سچ نہیں بولتا۔ مَیں نے جواب دیاکہ مَیں سچ کہتا ہوں جو لکھایا ہی سچ ہے۔ پھر انہوں نے کپتان صاحب سے کہاکہ یہ لڑکا سچ نہیں بتلاتا ہے۔ صاحب نے حکم دیاکہ میرے روبروے لاؤ۔ محمد بخش پوچھنے والوں میں نہ تھا۔ صرف ایک آدمی پوچھتا تھا۔ جو دُوسرا تھانہ دار ہی نام نہیں جانتا۔ وہ تھانہ دار نہیں پوچھتا تھا جو گاڑی میں لایا تھا۔ محمد بخش نے کوئی بات مجھ سے نہیں پوچھی تھی۔ محمد بخش اور دُوسرا تھانہ دار اور ایک اور سپاہی یا منشی وہاں تھے۔ وہ منشی ہندو تھا۔ وہ منشی کسی مقدمہ کے فیصلہ ہونے کا ذکر کرتا تھا۔ اسلئے معلوم ہُوا کہ وہ منشی ہے۔ مجھے محمد بخش نے نہیں کہا تھاکہ تم نے مرزا صاحب کے برخلاف لکھوانے میں گناہ کیا ہے۔ مجھے کوئی آدمی مرزا صاحب کا نہیں ملا۔ صرف چار پانچ منٹ درخت کے نیچے گفتگو ہوئی تھی۔ تین چار قدم کے فاصلہ پر چارپائی تھی اُسپر پھر مَیں لمبا پڑا رہا تھا۔ ایک دو گھنٹے کے بعد لوکراٹھا اور مظہر کو کپتان صاحب کے رُوبروئے حاضر کیا گیا۔ میرے پاس کوئی آدمی نہیں آیا۔ اور نہ کسی نے تھانہ دار سے گفتگو کی تھی۔

صریح باطل ہے۔ لہٰذا قطعی طور پر یہ ماننا پڑا کہ ملعون سے مراد وہ شخص ہے جس کی رُوح کو خدا کے قرب میں جگہ نہ ملے اور **خدا کی طرف** نہ اُٹھایا جائے۔

اور مَیں ابھی لکھ چکا ہوں کہ توریت کے رُو سے جو شخص لکڑی پر لٹکایا جائے۔ یعنے مصلوب ہو۔ وہ لعنتی ہے۔ اور اسی سے یہود نے یہ نتیجہ نکالا تھاکہ نعوذ باللہ حضرت عیسٰی علیہ السلام لعنتی ہیں۔ اور اس تحقیق سے ثابت ہُوا کہ لعنت کو جسم سے کچھ تعلق نہیں اور نہ عدم لعنت سے جسم کا آسمان پر جانا مانا گیا ہے۔ لہٰذا یہود کا اعتراض حضرت مسیح کی نسبت صرف یہ تھاکہ وہ اُن کو ملعون ٹھہرا کر اُس مقام قرب اور رحمت سے بے نصیب ٹھہراتے تھے جہاں ابراہیم اور

جب کپتان صاحب نے مجھ سے اوّل دریافت کیا تو مَیں نے وہی حالات بیان کیا جو پہلے لکھوایا تھا۔ صاحب نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہو۔ اب تم کو انار کلی میں نہیں بھیجا جاویگا۔ گورداسپور لیجاوینگے۔ پھر مَیں نے کہا کہ میں نے سچ بولا ہے۔ صاحب نے کہا کہ نہیں تم جھُوٹ بولتے ہو۔ جب تمہارے شک رفع ہوگئے تھے تو کیوں پھر عیسائیوں کے پاس گئے تھے۔ مَیں نے کہا تھا کہ نوکری کے واسطے گجرات گیا تھا۔ صاحب نے کہا تھا کہ مرزا صاحب کے تم کو بھیجنے کی بابت جھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ سچ سچ بتلاؤ۔ مَیں نے خدا کے خوف سے ڈر کر پھر سب حال سچ سچ بتلا دیا جو لکھا یا گیا ہے۔ انسپکٹر صاحب اور محمد بخش تھانہ دار اور ایک اور منشی اُسوقت موجود تھے جب کپتان صاحب نے میرا بیان لکھا تھا۔ صاحب سوال کرتے رہے تھے اور مَیں مسلسل بیان لکھوا رہا تھا۔ اُسی روز مجھے گورداسپور لے آئے تھے۔ جب اقبال لکھا گیا تھا ڈاکٹر صاحب پانچ چار قدم کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ عبدالرحیم کہتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب تم کو بچالیں گے اور دھمکی بھی دیگئی تھی کہ تمہاری ہمارے پاس ہی۔ جہاں جاؤ گے پکڑے جاؤ گے۔ لفظ "مار ڈال" کا میرے کان میں عبدالرحیم نے کہا تھا کہ لکھو جس رات لالہ رام بھج نے مجھ سے پُوچھا تھا اُس سے دُوسرے دن میری شہادت دوبارہ ہوئی تھی۔ اور پیشی عدالت سے پہلے عبدالرحیم وغیرہ نے قطب الدین وغیرہ کی بابت سکھلایا تھا۔ پہلی دفعہ

بقیہ حاشیہ

اسرائیل اور یعقوب وغیرہ نبیوں کی رُوحیں گئی ہیں۔ پس اس مقام میں یہ خیال پیش کرنا کہ حضرت مسیح معہ جسم آسمان پر چلے گئے ہیں پھر اس سے اُنکی خدائی نکالنا یہ ایک ایسا امر ہے۔ جو یہودیوں کے اعتراض سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے گذرنے کے بعد یہ دعویٰ کہ یسوع آسمان پر چلا گیا ہے اس غرض سے کیا گیا تھا کہ تا یہودیوں کے اعتراض لعنت کو دفع کیا جائے اور اُسوقت تک عیسائیوں کا یہی خیال تھا کہ خدا کی طرف مسیح کی رُوح اٹھائی گئی۔ کیونکہ خدا کی طرف رُوح جاتی ہے نہ کہ جسم اور پھر دوسرے زمانہ میں اصل بات بگڑ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ مسیح کا جسم آسمان پر چلا گیا ہے اور وہ خدا ہے۔ حالانکہ اصل مُدعا یہ تھا کہ مسیح کو

جب وکیل بارہ بجے آیا۔ اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم پرند نہیں ہو کہ اُڑ کر امرتسر گئے تھے کوئی اور آدمی بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور تب عبد الرحیم وغیرہ نے مجھے قطب الدین کی شمولیت کی بابت کہا تھا۔ **نوٹ** وکیل استغاثہ نے تسلیم کیا کہ ہم نے دوسرے آدمی کی شمولیت کی بابت گواہ سے شام کے وقت بھی پوچھا تھا۔" شام کے وقت پھر وکیل نے پوچھا تھا۔ اور مَیں نے حسب گفتہ عبد الرحیم وغیرہ قطب الدین کا نام بتلایا تھا۔ وکیل نے مجھے کہا تھا کہ عدالت اِس بات کو نہیں مانے گی کہ تُو اکیلا مار کر چلا گیا یا چلا جاویگا۔ کسی اور آدمی کی شمولیت ضرور ہوگی۔ تب بارہ بجے کے بعد حسب سکھلاوٹ قطب الدین کا نام بیان کیا تھا۔ مسجد کے ساتھ ایک کمرہ ہے جسکی بابت مَیں نے ذکر کیا تھا۔ پہاڑ کی طرف ہے۔ معلوم نہیں اُسکا دروازہ کدھر کو ہے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ قطب الدین کا رنگ و حُلیہ کیا ہے۔ اور نہ کسی نے مجھے بتلایا تھا۔ نہ ابتک میں اُسکے حلیہ وغیرہ سے آگاہ یا واقف ہوا ہوں۔ (بسوال عدالت) پیشی عدالت سے پہلے بارہ بجے دن کے وقت وکیل رام بھج میرے پاس آیا اور مجھے کہا کہ تم پرندہ نہیں ہو کہ مار کر اُڑ جاتے۔ اِسکے بعد وارث دین وغیرہ نے مجھے قطب دین کا نام بتلایا۔ اور جب شام کو وکیل نے پھر مجھ سے ذکر کیا تو قطب الدین کا نام مَیں نے بتلایا تھا اور میری ہتھیلی پر دوسری

صلیب کے نتیجہ سے بچا لیا جائے۔ اور وہ رُوحانی رفع پر موقوف تھا۔ اور رُوحانی رفع اسی غرض سے تھا کہ تا یہ دکھلایا جائے کہ وہ لعنت کے داغ سے پاک ہے۔ مگر توریت کے منشاء کے موافق لعنت کے داغ سے وہ پاک ہو سکتا ہے جس کی رُوح خدا کی طرف اُٹھائی جائے نہ کہ جسم آسمان کی طرف جائے۔ عیسائی اِس بات کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح بقول اُنکے صلیبی مَوت سے اس الزام کے نیچے آ گئے تھے کہ وہ لعنتی ہوں اور اُس لعنت سے مراد ابدی لعنت تھی۔ پھر اس عقیدہ کے موافق اوّل اعتراض تو یہی ہوتا تھا کہ وہ ابدی لعنت یعنے یہ کہ رحمتِ الٰہی سے مردود ہو جانا اور خدا کا دشمن ہو جانا اور خدا سے بیزار ہو جانا اور شیطان سیرت ہو جانا

بقیہ حاشیہ ۱

دفعہ عدالت میں پیش ہونے سے پہلے پریمداس نے پتہ قطب دین کا لکھا تھا۔ (بسوال وکیل ملزم) جب دوبارہ شہادت بٹالہ میں ہوئی اُسکے بعد ڈاکٹر صاحب کے پاس رہا تھا۔ دو سپاہی اور دو چوہڑے اور تین عیسائی میری حفاظت پر تھے یعنے اُنکے پہرہ میں مظہر تھا۔ مرزا صاحب کا کوئی آدمی مجھے نہیں ملا۔ اور نہ اُس بیان کو میں نے کسی کی ترغیب اور تحریص سے لکھایا۔ جو پولیس والے صاحب کے رُوبروئے لکھایا گیا ہے۔ صرف صاحب نے کہا تھا کہ ہم سچ دریافت کرنا چاہتے ہیں اور میں نے خدا کے خوف سے سچ لکھا دیا۔ تھانہ داروں نے مجھے کوئی خوف یا ترغیب نہیں دی تھی۔ مرزا صاحب نے ہرگز مجھے نہیں کہا تھا کہ تم جاکر ڈاکٹر صاحب کو مار ڈالو۔ مسجد کے ساتھ والے کمرے میں کوئی شخص نہیں جا سکتا۔ وہ زنان خانہ صاحب مکان کا ہے۔ مجھے اُس کے دروازے کا بھی حال معلوم نہیں ہے۔ شیخ وارث دین۔ بھگت پریمداس اور ایک اور عیسائی بوڑھا اور عبدالرحیم مجھے سکھلاتے رہے تھے۔ اُس رات کو جسکے دوسرے دن میری دوبارہ شہادت ہوئی ہے تالا باہر سے مکان کو لگا کر مجھے اندر مکان کے بند رکھتے تھے۔ انارکلی میں مجھے سکھلاتے رہے تھے کہ تم بیان کرنا کہ مرزا صاحب نے مجھے مارنے کیواسطے بھیجا تھا۔ وکیل نے جب شام کے وقت مجھ سے پُوچھا تھا اُسوقت ڈاکٹر صاحب ذرا فاصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وکیل نے کہا تھا کہ جو سوال ملزم کی طرف سے وکیل کرے۔ اُسکا جواب

جیساکہ لُغت کی رُو سے مفہوم لَعنت کا ہے وہ تین[۳] دن تک کیوں محدود ہوگئی۔ کیا توریت کا مطلب صرف تین[۳] دن میں یا ابدی لَعنت ہے؟ اِس **خود تراشیدہ عقیدہ** سے تو توریت باطل ہوتی ہے اور ممکن نہیں کہ خدا کا نوشتہ باطل ہو۔

علاوہ اسکے توریت کا مطلب تو یہ تھا کہ صلیب پر مارے جانے سے خدا کی طرف رُوح اُٹھائی نہیں جاتی بلکہ جہنّم کی طرف جاتی ہے۔ چنانچہ یہ مؤخرالذکر جزو عیسائیوں کے عقیدہ میں داخل ہے۔ اِسی وجہ سے وہ لوگ نعوذ باللہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تین دن تک جو لعنت کے دن تھے وہ نعوذ باللہ جہنّم میں رہے اور

اُلٹا دینا۔ مَیں یہ بات سچ اور ایمان سے کہتا ہوں کہ وکیل رام بھج نے مجھکو حسب مذکورہ بالا
کہا تھا۔ میرے ساتھ ایک سپاہی آریہ قادیاں گیا تھا۔ آریوں کے ہاں ٹھہرا تھا اور آریوں
نے گواہ بنا دیئے تھے۔ نہال چند مدرس عیسائی ہے۔ عبد الحمید بقلم خود
سُنایا گیا درست ہے تسلیم کیا گیا دستخط حاکم

نقل ترجمہ بیان ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور
سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری
ترجمہ بیان ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب باقرار صالح ۲۰ اگست ۱۸۹۷ء دستخط حاکم مہر عدالت
ہم کو عبد الحمید کے اس دوسرے بیان کی نسبت کچھ معلوم نہیں ہے۔ عبد الرحیم ۲ بجے
اور چھ بجے کے درمیان بیاس جاکر امرتسر واپس آسکتا تھا۔ جب ہم سب بیاس گئے تو کسی
شخص کو عبد الحمید کے ساتھ علیحدہ بات کرنے کا موقعہ نہیں تھا۔ عبد الحمید کے اقبال کیوقت
عبد الرحیم ذرا فاصلے پر موجود تھا اور کان میں بات نہیں کرسکتا تھا۔ اُس نے ہمارے پاس
اقبال کیا۔ عبد الرحیم اقبال کرنے کے وقت نہیں بولا۔ اقبال میں لفظ نقصان اوّل عبد الحمید نے
لکھا تھا اور پھر لفظ مار ڈالنا اُسنے از خود لکھا تھا۔ ہم نے لڑکے کو مسٹر اہل ساپ صاحب

بقیہ حاشیہ ۱

جب لعنت کے دن ختم ہو چکے تو وہ اسی جسم کے ساتھ جو لعنتی صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور
بذریعہ سزا جہنم صاف نہیں کیا گیا تھا خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھائے گئے۔ سو عیسائی لوگ اِس
بات کو خود مانتے ہیں کہ لعنت کے دنوں نے تقاضا کیا کہ تا حضرت یسوع کی رُوح جہنم میں جائے۔
اور پھر جو لعنت سے پاک ہونے کے دن تھے اُن دنوں نے تقاضا کیا کہ تا اُنکی رُوح خدا تعالیٰ
کی طرف اُٹھائی جائے۔ اَب چونکہ وہ لعنت کے دنوں کی نسبت اقرار کر چکے ہیں کہ یسوع کی
محض رُوح ہی جہنم میں گئی تھی اسلئے انھیں اس دوسرے پہلو میں بھی یہی اقرار کرنا پڑیگا کہ

ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس بہادر کی درخواست اور اُسکی اپنی درخواست پر رکھا تھا۔ ہم نے مسٹر گرے اور اُسکے اُنکے پاس جانے کی نسبت بعد میں سُنا۔ (بسوال وکیل ملزم) ہم ڈاکٹر مشنری ہیں۔ ہمنے اپنے وکیل کا سفر خرچہ اور محنتانہ نہیں دیا۔ ہمکو یاد نہیں ہے کہ آیا ہم نے رام بھج دت کو وکیل مقرر کیا یا وہ از خود آیا۔ ہم لوگ ایک شخص جو سب کا دشمن ہو کے بارے میں ملکر کارروائی کرتے ہیں۔ (بسوال عدالت) عبدالرحیم ۲۳ سال ملازمت مشن میں رہا۔ جب لڑکا آیا۔ عبدالرحیم ایک بڑی خوفزدہ حالت میں تھا اور اقبال کیا کہ وہ اُسکو مار ڈالنے آیا ہے۔ لڑکے کی روانگی کے دن ہم عبدالرحیم کو اُسکے ظاہر ارادوں کے بارے میں ناراض ہوئے۔ ہم کو سوجھ گئی تھی کہ اشارہ نادرست نہیں تھا۔ اور لڑکے کے چہرے پر ظاہرا ایک رنگ آتا تھا۔ اور دُوسرا جاتا تھا۔ ۲۰/۹/۹۷ کوئی سوال نہیں ہوا۔ دستخط حاکم

نقل بیان مسٹر لیمارچنڈ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور بعدالت فوجداری اجلاسی مسٹر ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم۔ اضابطہ فوجداری مُہرعدالت دستخط حاکم

۲۰ راگست ۹۷ء بیان مسٹر لیمارچنڈ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس باقرار صالح

۱۳ ر تاریخ کو صاحب مجسٹریٹ ضلع نے ہم سے فرمایا تھا کہ عبدالحمید کے بیان سے پوری تسلّی انکی نہیں

بقیہ حاشیہ

خدا کی طرف بھی محض ان کی رُوح ہی گئی تھی اور اس کے ساتھ وہ جسم نہیں تھا جو نعوذ باللہ لعنتی صلیب سے ناپاک ہو چکا تھا۔ کیونکہ جس حالت میں لعنت کے دنوں میں جسم تین دن تک قبر میں رہا اور جہنم میں لعنت کا نتیجہ بھگتنے کے لئے محض رُوح گئی تو پھر خدا جو بموجب قول اُنکے رُوح ہے کیونکر اس کی طرف جسم اُٹھایا گیا۔ حالانکہ جسم کا جہنم میں جانا ضروری تھا۔ کیونکہ گو لعنت یسوع کے دل پر پڑی مگر جسم بھی دل کے ساتھ شریک تھا۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ عیسائیوں کا جہنم محض ایک جسمانی آتش خانہ ہے کوئی رُوحانی عذاب اُس میں نہیں۔ غرض

ہوئی اور زیادہ حال دریافت کرنا ضروری ہے۔ ہم نے ڈاکٹر کلارک صاحب سے قبل اسکے کہ وہ جائیں دریافت کیا کہ کس طرح عبدالحمید کو ہم بلائیں۔ انہوں نے نہال چند منشی کا پتہ دیا کہ اسکو لکھ کر بلالیں ۱۴ تاریخ کو محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ مسانیاں سے واپس بٹالہ آیا اور ہم نے اسکو نہال چند کے پاس معہ ایک چٹھی کے بھیجا۔ جب وہ عبدالحمید کو لایا ہمارے پاس بہت کام تھا۔ ہم نے محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو باہر درخت کے نیچے اپنے زیر نگرانی رکھو۔ انسپکٹر صاحب جلال الدین کو بھی حکم دیا تھا کہ حفاظت رکھو۔ ہم کو علم ہے کہ یہ دونوں افسر قادیاں والے مرزا صاحب کے ہرگز مرید نہیں ہیں۔ جب کام سے ہم فارغ ہوئے۔ ہم نے عبدالحمید کو بلوایا۔ درخت کے نیچے جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم دیکھ سکتے تھے۔ قریب دو گھنٹہ کے بعد ہم نے صرف عبدالحمید کو بلوایا تھا۔ دونوں افسر اُسکو لائے تھے۔ قبل اسکے کہ عبدالحمید کو لاویں انسپکٹر صاحب نے ہم سے کہا کہ اگر فرصت نہیں ہے تو عبدالحمید کو واپس انارکلی بھیجدیا جاوے کیونکہ وہ جانا چاہتا ہے اور مقدمہ کی بابت کچھ اصلیت ظاہر نہیں کرتا۔ ہم نے تب کہا کہ اُس کو ہمارے رُوبروئے حاضر کرو۔ جب وہ آیا تو وہی کہانی اُس نے بیان کی جو پہلے مرزا صاحب کے اسکو امرتسر برائے قتل ڈاکٹر کلارک صاحب بھیجنے کی نسبت بیان کی تھی۔ ہم نے دو صفحے لکھے اور اُسکو کہا کہ ہم اصلیت صرف دریافت کرنا چاہتے ہیں ناحق وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔ اِس

حاشیہ

اس تمام تحقیق سے ثابت ہوا کہ عیسائیوں نے یسوع کا معہ جسم اُٹھایا جانا قرار دیکر اپنے عقیدہ کو غلطیوں اور تناقضوں سے پُر کر دیا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ اس کی فقط رُوح خدا تعالےٰ کی طرف اُٹھائی گئی اور وہ بھی صلیب سے ایک مدت دراز کے بعد۔

اور اس تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یسوع کا خدا کی طرف اُٹھائے جانا جو اُس کے خدا ہونے کی دلیل ٹھہرائی گئی ہے یہ سراسر بیہودگی اور حماقت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب یہودی لوگ اپنے زعم میں حضرت مسیح کو مصلوب کر چکے تو انہوں نے ہر بعد عیسائیوں کو

بات کے کہنے پر عبد الحمید ہمارے پاؤں پر گر پڑا اور زار زار رونے لگا۔ بڑا پشیمان معلوم ہوتا تھا
اور کہا کہ میں اب سچ سچ بیان کرتا ہوں جو اصل واقعہ ہے اور تب اُس نے وہ بیان ہمارے
رُوبروئے کہا جو ہم نے حرف بحرف اسکی زبان سے لکھا اور عدالت میں پیش ہے۔ ہم نے تب
ڈپٹی کمشنر بہادر کو تار دی اور گواہ کو گورداسپور لائے۔ وہ جب سے بیان لکھا ہے ہمارے
احاطہ میں رہتا ہے اور اپنی مرضی سے جہاں جی چاہتا ہے آتا جاتا ہے۔ آج صبح عبد الحمید نے
ہم سے کہا تھا کہ ایک شخص نے (عبد الغنی۔ یاد دلانے پر گواہ نے نام کی بابت کہا کہ یہی نام ہے)
اسکو کہا ہے کہ پہلے بیان کے مطابق پھر بیان لکھوانا ورنہ قید ہو جاؤ گے۔ ہمارے خدمتگاروں نے
اُس شخص کو دیکھا تھا جب عبد الحمید ہم کو کہنے آیا تو معلوم ہوا کہ عبد الغنی احاطہ سے چلا گیا تھا۔
ڈاکٹر گرے صاحب نے ہمسے دریافت کیا تھا اور انہوں نے ہم کو چٹھی لکھی ہے جو پیش کی جاتی ہے۔
حرف V۔ دستخط بخط انگریزی۔ سُنایا گیا درست ہے، تسلیم ہوا۔ دستخط حاکم

نقل بیان وارث دین گواہ بحلف بمقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر ایم ڈبلیو ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہادر گورداسپور
سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری : مہر عدالت : دستخط حاکم
۲۰ راگست ۱۸۹۷ء۔ بیان وارث دین گواہ بحلف۔
ولد احسان علی ذات عیسائی ساکن جنڈیالہ عمر ۲۵ سال بیان کیا کہ جب محمد بخش تھانہ دار عبد الحمید کو

تنگ کرنا شروع کیا کہ یسوع نعوذ باللہ لعنتی اور خدا سے دُور اور مہجور تھا۔ تبھی تو مصلوب ہو گیا۔
اور یسوع گو زندہ بچ گیا تھا۔ مگر اُس کا پھر ظالم یہودیوں کے سامنے جانا مصلحت نہ تھی۔ اسلئے
عیسائیوں نے یہ بات کہکر پیچھا چھوڑایا کہ فلاں عورت یا مرد کے رُوبروئے یسوع لعنت کے
دنوں کے بعد آسمان پر چلا گیا ہے۔ مگر یہ بات یا تو بالکل جھوٹا منصوبہ اور یا کسی مراقی عورت
کا وہم تھا۔ کیونکہ اگر خدا تعالےٰ کا یہ ارادہ ہوتا کہ یسوع کو جسم کے سمیت آسمان پر
پہنچادے اور اس طرح پر مشاہدہ کرا کر لعنت کے داغ سے پاک کرے تو ضروری تھا کہ دشمن

کتاب البریہ

لینے کے واسطے انارکلی گیا۔ تو بہادر سنگھ سپاہی گاڑی میں ساتھ بیٹھنے لگا تھا تو تھانہ دار نے کہاکہ سائیس بہتر ہے ساتھ نہ بیٹھو۔ پھر شام کے وقت میں گیا تو تھانہ دار نے کہاکہ اب لڑکا نہیں مل سکتا۔ جب اقبال عبدالحمید نے بیاس میں لکھا تھا اُسوقت ڈاکٹر صاحب میز کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ جیسے کہ مجسٹریٹ عدالت میں اسوقت بیٹھا ہوا ہے اور عبدالحمید سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اسکے دائیں ہاتھ عبدالرحیم۔ پریمداس و دیال چند بیٹھے ہوئے تھے اور بائیں ہاتھ مظہر تھا۔ دائیں طرف اوّل پریمداس دوم دیال چند اور سوم عبدالرحیم تھے۔ میں نے سُنا تھا کہ لڑکے نے وکیل صاحب کو بتلایا ہے کہ وہ امرتسر میں ایک آدمی کو ملا تھا۔ جب وہ پہلے امرتسر گیا تھا۔ بمقام انارکلی بٹالہ نہال چند کی زبانی مجھے معلوم ہوا تھا کہ ایک اور شخص بھی قتل کرنے کے مشورہ میں امرتسر شامل ہے۔ تب میں نے عبدالحمید سے دریافت کیا تو اُسنے نام قطب الدین اور پتہ دوکان کا بتلایا۔ شاید ۱۲ تاریخ ماہ حال تھی شام کا وقت تھا حلیہ کسی کو اُس نے نہیں بتلایا تھا۔ (بسوال وکیل ملزم) میں پہلے مسلمان تھا۔ ۱۸۷۳ء میں عیسائی ہوا تھا ڈاکٹر صاحب سے صرف صاحب سلامت ہے اور کوئی تعلق نہیں ہے۔ مشن کی طرف سے مدارس کا ملاحظہ کیا کرتا ہوں۔ لڑکے نے پہلے مسودہ لکھا تھا اور پھر نقل دوبارہ کیا تھا۔ دیال چند نے قلم دوات اور کاغذ لا دیا تھا۔ عبدالحمید نے جو مسودہ لکھا تھا وہ پڑھا نہیں گیا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱

میں یہودیوں کے رئیسوں اور سردار کاہنوں اور مولویوں کے روبروئے یسوع کو آسمان پر معہ جسم اُٹھایا جاتا تا اُن پر حجّت پوری ہوتی نہ یہ کہ کوئی ایسی مجہول الحال عورت عیسائیوں میں سے دیکھتی یا ایسا ہی کوئی اور عیسائی مشاہدہ کرتا جن کے بیان پر لوگ ٹھٹھا کرتے اور اُن کو مصداق مثل مشہور "پیراں نمے پرند مُریداں مے پرانند" کا ٹھہراتے۔ آخر اس بیہودہ صعود سے فائدہ کیا ہوا جس کا کوئی بھی ثبوت نہیں اور عیسائی اس قول سے خود جھوٹے ٹھہرتے ہیں کہ جبکہ جہنم کی طرف لے جانے کے وقت جسم کو ساتھ نہیں کرتے۔

میرے سامنے لکھا گیا اور نقل بھی کیا گیا تھا۔ پہلے غلطی ہوگئی تھی اِسلئے دوبارہ نقل کیا تھا۔
لفظ "نقصان" اور "مار ڈال" خود عبدالحمید نے لکھے تھے۔ میرا دستخط اس اقبال پر نہیں ہے
عبدالحمید نقل کر رہا تھا جب پوسٹماسٹر وغیرہ آئے تھے قریباً ختم ہونے والا تھا۔ کھانے والے
کمرہ میں دری پر ہم سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ صرف ڈاکٹر صاحب دری پر نہ تھے۔ وہ
کرسی پر تھے۔ ڈاکٹر صاحب میز کے ایک پہلو کے ساتھ بیٹھے ہوئے اور ہم لوگ اُنکے
آگے بیٹھے ہوئے تھے۔ عبدالحمید کو ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ جو کچھ کہتے ہو لکھکر دے دو۔ اور اُس نے
بلا حیل و حجت لکھدیا تھا۔ مَیں دوران مقدمہ میں بٹالہ آیا تھا۔ جب ڈاکٹر صاحب چلے گئے
تو میں پیچھے رہا تھا۔ رات کو یہاں آیا ہوں۔ خرچ آمد و رفت کا اپنے پاس سے کیا ہے۔
بیاس سے امرتسر آتے ہوئے لڑکے کو رائے ونڈ* رکھا تھا۔ اور مَیں وہاں ساتھ رہا تھا۔
اوّل ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر گئے تھے اور پھر سلطان ونڈ گئے تھے۔ کوٹھی پر ساتھ میں
گیا تھا۔ اور جب صاحب ڈپٹی کمشنر کے روبروئے امرتسر بیان ہوا۔ تب بھی ساتھ
گیا تھا۔ وارث دین سنایا گیا درست تسلیم ہوا۔ دستخط حاکم

* انگریزی میں سلطان ونڈ ہے

یہ کیسا صاف مسئلہ ہے کہ جبکہ جہنم کی طرف صرف روح لعنت کے اثر سے گئی تھی۔ تو
وہی رُوح پاک ہونے کی حالت میں خداتعالیٰ کی طرف جانی چاہیئے تھی جسم کا کیا دخل تھا۔
اور اثر لعنت سے جسم ناپاک بھی تھا۔ مگر یاد رہے کہ ہم تو اس بات کو نہیں مانتے کہ نعوذ باللہ
کسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملعون بھی ہو گئے تھے اور جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے خدا سے
بیزار اور خدا کے دشمن اور شیطان کی راہ کو پسند کرنے والے ہو گئے تھے۔ ہاں اگر مصلوب ہو گئے
تھے تو یہ سب کچھ ماننا پڑے گا۔ اس وقت تو ہماری بحث یہ ہے کہ ہماری اس جدید تحقیق
سے جو **کسر صلیب** کے لئے خداتعالیٰ کی طرف سے ہم کو عطا ہوئی ہے۔ یہ دو۲ باتیں
خوب صفائی سے ثابت ہو گئی ہیں یعنے ایک یہ کہ مسیح علیہ السّلام کا ہرگز رفع جسمانی

نقل بیان یوسف خان بمقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع گورداسپور سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مہر عدالت دستخط حاکم

۲۰ راگست ۹۷ء یوسف خان گواہ باقرار صالحہ

ولد اخوند احمد شاہ خاں ذات افغان عیسائی ساکن گجرات تحصیل مردان عمر ۶۰ سال بیان کیاکہ میں زمینداری کرتا ہوں۔ میں پہلے محمدی تھا۔ ۶۰ سال کی عمر تک محمدی رہا۔ میں مرزا صاحب کا مُرید ہُوا تھا اور محمد سعید کا مَیں مددگار تھا جو کتب خانہ کے چارج میں تھا۔ بعد محمد سعید کے چلے جانے کے مَیں انچارج ہُوا تھا۔ مَیں جنڈیالہ میں قبل از مناظرہ ۹۳ء گیا تھا کہ مسلمان لوگ مرزا صاحب کو مباحثہ کے واسطے منتخب کریں۔ اختتام مباحثہ پر ۵؍ جون ۹۳ء کو مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ جو حرف A پر درج ہے۔ اور انہوں نے کہاکہ جو فریق ناحق پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ **نوٹ**۔ گواہ نے پیشگوئی کو پڑھ کر کہا کہ جو فریق غلطی پر ہے شکست کھائے گا یعنے برباد ہوگا۔ اس وقت میں نے یہ ہی سمجھا تھا کہ عبداللہ آتھم کے واسطے یہ پیشگوئی ہے۔ مگر بعد میں مرزا صاحب نے زبانی تشریح کی تھی کہ جو جو شخص فریق مخالف کا ہے ہر ایک کے واسطے یہ پیشگوئی ہے۔ قادیاں آٹھ نو روز بعد پہنچکر دریافت کیا تھا۔ جب ڈاکٹر کلارک صاحب بیمار ہوئے تھے تو مرزا صاحب

نہیں ہُوا نہ اُس رفع کا کچھ ثبوت ہے اور نہ اُس کی کچھ ضرورت تھی۔ ہاں ایک سو بیس برس کے بعد رفع رُوحانی ہُوا ہے جس کی قرآن شریف نے شہادت دی ہے۔ مگر صلیب کے دنوں میں رفع روحانی بھی نہیں ہُوا۔ بلکہ وہ اس کے بعد ستاسی ۸۷ برس اور زندہ رہے ہیں۔ ہمارے علماء کی یہ غلطی ہے کہ معًا صلیب کے ساتھ ہی حضرت عیسٰے کا رفع جسمانی مانتے ہیں حالانکہ دُوسری طرف یہ اقرار بھی رکھتے ہیں کہ اُن کی عُمر ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی ہوئی تھی۔ اب اُن سے کوئی پُوچھے کہ جبکہ یہود اور نصارٰی کی تاریخ متواتر سے جس پر یونانی اور رومی کتب تاریخ بھی

نے کہا تھا کہ ضرور اُسکو بھی سزا ملنی چاہیئے یعنے سزائے موت۔ اشتہار مورخہ ۱۵ اکتوبر ۹۴ء حرف A.A.A گواہ نے پیش کیا۔ نیز اشتہار مورخہ ۵ ستمبر ۹۴ء حرف 3C گواہ نے پیش کیا۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب سے مرزا صاحب سخت ناراض تھے۔ جولائی ۹۳ء میں مرزا صاحب نے ایک روز بہت لوگوں کے روبرو سے اپنی خواب بیان کی کہ ایک سانپ نے مجھے دہنے ہاتھ پر کاٹا اور میں اپنے والد کے پاس گیا۔ میرے والد نے اُس زخم کو اُسترے سے کاٹنا شروع کر دیا اور سینہ تک کاٹ دیا۔ اور اس سے مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ آتھم کو سانپ کاٹے گا۔ اسکی بابت سیالکوٹ وغیرہ میں لوگوں کو بذریعہ خط اطلاع دیگئی تھی۔ ایک سال بعد مناظرہ کے میں عیسائی ہوا تھا۔ مارچ ۹۴ء میں مرزا صاحب سے جدا ہوا تھا۔ مولوی برہان الدین کو ۶۹ء سے جانتا ہوں۔ **نوٹ**۔ پیشگوئی حرف A گواہ نے پڑھی اور اُسکا مطلب اس طرح ادا کیا جیسے ڈاکٹر کلارک صاحب نے۔ (بسوال وکیل ملزم) میں نے کوئی امتحان عربی۔ فارسی۔ انگریزی کا پاس نہیں کیا۔ یردالی النصاریٰ کے معنے یہ ہیں کہ ہمنے الٹا دیا اسکو طرف عیسائیوں کے۔ مرزا صاحب عبداللہ آتھم کی طرف معنے اس پیشگوئی کے نکالتے ہیں میں نہیں نکالتا۔ میں عیسائی تھا جب پیشگوئی کی میعاد گذری۔ محمد سعید اور میں قادیاں میں اکٹھے رہتے تھے میرے سے پیچھے محمد سعید قادیاں سے چلا گیا تھا وہ بھی عیسائی ہے۔ میں مرزا صاحب کی باتوں کو اچھا نہیں سمجھتا۔ یوسف خان بقلم خود۔ سُنایا گیا درست ہے۔ تسلیم ہوا۔ دستخط حاکم

شہادت دیتی ہیں۔ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام تینتیس [۳۳] برس کی عمر میں مصلوب ہوئے اور یہی چاروں انجیلوں کی نصوص صریحہ سے سمجھا جاتا ہے۔ تو پھر ایکسو بیس [۱۲۰] برس کی عمر میں کس حساب سے وہ اُٹھائے گئے۔ حالانکہ حدیث ایک سو بیس برس کی محدثین کے نزدیک صحیح اور رجال اُسکے ثقات ہیں اور ایک سو بیس برس کی حد لگا دینا یہ امر بھی دلالت کرتا ہے کہ اس کے بعد اُن کی موت ہوئی۔

نقل بیان مرزا غلام احمد قادیانی بلا حلف بمقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک بنام مرزا غلام احمد قادیانی جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری : مہر عدالت : دستخط حاکم

۲۰ راگست ۱۸۹۷ء بیان مرزا غلام احمد قادیانی بلا حلف

جب مباحثہ ۱۸۹۳ء کا ختم ہوا آخر پر ہمنے حسب درخواست عبداللہ آتھم کے اسکی نسبت پیشگوئی کی تھی۔ ڈاکٹر کلارک صاحب کی بابت یہ پیشگوئی نہ تھی اور نہ وہ اس پیشگوئی میں شامل تھا۔ فریق سے مراد آتھم ہی ہے۔ جیساکہ عبارت سے ظاہر ہے۔ فریق اور شخص کے ایک ہی معنے ہیں اور اسمیں ہم بھی شامل ہیں۔ کوئی حملہ آتھم کے اوپر نہیں کیا گیا تھا اگر ہوتا تو وہ خود کوئی استغاثہ کرتا یا رپورٹ دیتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ پندرہ ماہ کے عرصہ کے بعد عبداللہ آتھم فوت ہوئے تھے۔ پندرہ ماہ گذرنے کے بعد عبداللہ آتھم سے ہمنے سُنا تھا کہ اپنے دوستوں کے پاس بیان کیا تھا کہ اُسپر تین بار حملے ہوئے۔ اسپر بھی ہمنے اس کو متنبہ کیا کہ میں ایسا سنتا ہوں کہ آپ میرے پر الزام لگاتے ہیں کہ میرے پر تین حملے ہوئے۔ اگر یہ صحیح ہے تو چاہیئے کہ آپ قسم کھائیں یا عدالت میں نالش کریں یا خانگی طور پر باضابطہ اسکا ثبوت دیں۔ مگر کوئی جواب مجھے نہیں ملا۔ اس سے پہلے اُسنے کبھی بیان نہیں کیا تھا نہ کسی اخبار میں نہ اور طرح پر۔ میں نے کوئی پیشگوئی سانپ کی بابت نہیں کی تھی۔ عبدالحمید کو ایکدفعہ میں نے مسجد میں دیکھا تھا کسی

نقل حاشیہ:

اب خلاصہ کلام یہ کہ مسیح کا مصلوب ہونا توریت کے رو سے صرف اس بات کا مانع تھا کہ اور تمام صلحا اور راستبازوں کی طرح اس کا رفع روحانی ہوا۔ اور یہی بار بار یہود کا اعتراض بھی تھا پس نصاریٰ کا اس پہلو کو اختیار کرلینا کہ حضرت مسیح درحقیقت مصلوب ہوگئے ہیں۔ اور پھر یہ بات بنانا کہ گویا وہ بعض عیسائیوں کے رُوبروئے صلیب سے نجات پاکر تین دن بعد مع جسم آسمان پر چلے گئے تھے یہ نہایت لغو اور بیہودہ عذر ہے۔ کیونکہ جبکہ انہوں نے توریت کے موافق اس بات کو مان لیا کہ یسوع مصلوب ہوکر درحقیقت مورد لعنت ہوگیا تھا۔

۲۴۵

شخص نے ذکر کیا تھا کہ یہ شخص عیسائی ہوگیا تھا اب یہاں آیا ہے۔ میرے ساتھ اسکی کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کس نے اُسکو مزدوری وغیرہ کا کوئی کام دیا تھا۔ مَیں نے کوئی کام نہیں دیا تھا۔ میں نے کوئی پیشگوئی نہ اشارتاً اور نہ کنایتاً ڈاکٹر کلارک صاحب کی بابت کی۔ مَیں نے سُنا تھا کہ عبدالحمید اچھے چال چلن کا لڑکا نہیں ہے۔ اسلئے میں نے گھر سے ایک رقعہ لکھ کر بھیجدیا تھا کہ اس کو نکال دینا چاہیئے۔ مجھے پھر خبر نہیں کہ وہ کہاں چلا گیا۔ مَیں نے ایک پیسہ تک اُسکو جاتے ہوئے نہیں دیا۔ نہ امرتسر بھیجا۔ جھوٹ کی بیخکنی سے مراد ہے کہ جھوٹ ضائع ہوجاوے گا۔ ڈاکٹر کلارک صاحب کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ جبتک کوئی شخص رضامندی ظاہر نہ کرے پیشگوئی نہیں کیجاتی۔ خط مورخہ ۵ رمئی ۹۳ء دستخطی عبداللہ آتھم پیش کرتا ہوں جسمیں وہ نشان معجزہ یا دلیل قاطع مانگتے ہیں۔ (حرف ی) حرف O میں دوبارہ روشنی ڈالنے سے مراد ہے کہ پیشگوئی کے پورا ہونے نے یقین کو زیادہ کیا۔ دستخط مرزا غلام احمد

سُنایا گیا سب بیان صحیح اور درست مندرج ہے درست تسلیم ہوا۔ دستخط حاکم

بعدالت کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور

ملکہ قیصرہ ہند بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور جرم زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

ترجمہ از انگریزی

حکم

کارروائی تحقیقات ہذا اُس اطلاع سے پیدا ہوئی جو ڈاکٹر مارٹن کلارک سی ایم ایس کیجانب سے

بقیہ حاشیہ

تو اب بلاشبہ توریت اُس کو آسمان پر چڑھنے سے روکتی ہے۔ ورنہ توریت خود باطل ہوتی ہے۔ یہ کیونکر مان لیا جائے۔ کہ توریت کے لعنت کا حکم اوروں کے لئے ابدی اور یسوع کے لئے صرف تین دن تک محدود تھا۔ توریت میں کوئی ایسی تخصیص نہیں۔ بلکہ اُس لعنت سے ابدی لعنت مراد ہے کہ جو کبھی بھی گلے سے نہیں اترے گی۔ اگر موسےٰ کی کتاب توریت میں کہیں تین دن کا ذکر بھی ہے تو حضرات عیسائیاں ہم کو

ضمیمہ کتابُ البریّہ

(ذیل کی دو شہادتیں جو بروز فیصلہ مقدمہ شامل مثل ہوئیں وہ سہواً درج کتاب
نہیں ہوئیں اب ذیل میں لکھی جاتی ہیں انکو اخیر حکم سے پہلے شامل کتاب سمجھنا چاہیئے۔)

نقل چٹھی مورخہ ۱۸ اگست ۹۷ء منجانب پادری ایچ۔ جی۔ گرے امرتسر بنام ڈبلیو لیمار چنڈ صاحب بہادر ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور۔

قیصرہ ہند بنام مرزا غلام احمد قادیاں

بعدالت کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ

"میں ڈرتا ہوں کہ میں اس معاملہ پر کوئی روشنی نہیں ڈال سکتا۔ عبدالحمید یا جو کچھ اُس کا نام ہے میرے پاس آیا تھا۔ اور اُس نے بیان کیا کہ وہ اصلی ہندو ہے اور کچھ دنوں مرزا قادیانی کا مُرید رہا ہے لیکن اب وہ عیسائی ہونا چاہتا ہے۔ مجھے وہ کوئی سچا متلاشی نہ معلوم ہوا بلکہ میں نے ایک معمولی سمجھا۔ میں نے اُسے کہا کہ میں اُسے تعلیم دونگا۔ وہ روزانہ یا ہفتہ میں ایک دو دفعہ میرے پاس آنا چاہیے۔ پھر اُس نے دریافت کیا کہ اُس کا گذارہ کیسے ہوگا۔ میں نے جواب دیا کہ اس امر میں مَیں اُسے ایک پیسہ بھی گذارہ کیلئے نہ دُونگا۔ جو کچھ میرے دل پر اسکی طرف سے خیال پیدا ہوا وہ یہ ہے کہ وہ ایک نکمّا اور مفتری آدمی ہے۔ جو مجھ سے روپیہ یا خوراک کا گذارہ چاہتا ہے۔ سو میں اس امر سے حیران نہ ہوا کہ وہ پھر کبھی میرے پاس نہیں آیا۔ مجھے یاد نہیں کہ آیا وہ میرے پاس کوئی چٹھی لایا یا نہیں۔ لیکن نور دین نے اتفاقیہ مجھ سے ذکر کیا تھا کہ وہ نوجوان اُسکے پاس بھی گیا تھا۔" ✤

نقل بیان نورالدین عیسائی گواہ استغاثہ مشمولہ مثل عدالت فوجداری باجلاس کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور۔ واقعہ ۲۲ اگست ۱۸۹۷ء مرجوعہ ۹ اگست ۹۷ء فیصلہ ۲۳ اگست ۹۷ء

سرکار بذریعہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک مستغیث بنام مرزا غلام احمد قادیانی

استغاثہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

بیان نورالدین عیسائی گواہ استغاثہ بہ حلف۔ ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء

✤ پادری ایچ۔ جی۔ گرے اور نور دین عیسائی کا بیان صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ عبدالحمید محض اپنے گذارہ کیلئے پادریوں کے دروازہ پر گیا تھا۔ پادری صاحب کے بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر پادری گرے صاحب اُسکو گذارہ دیتے تو وہ اُسی جگہ ٹھہر جاتا ڈاکٹر کلارک کے پاس نہ جاتا۔ منہ

ہیں امرتسر میں مشن کی طرف سے واعظ ہوں۔ اور ہال بازار میں میرا مقام صدر ہے۔ عبدالحمید میرے پاس امرتسر آیا تھا۔ اپنا پہلا نام رلیا رام بتلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اب میں مسلمان ہوں۔ اور عبدالحمید یا عبدالمجید نام ظاہر کیا تھا۔ کہتا تھا کہ پہلے میں ہندو تھا۔ میں نے پادری گرے صاحب کے پاس اُسکو بھیجدیا تھا۔ صاحب موصوف نے واپس بھیجدیا تھا کہ اُس کو تعلیم دو۔ جب طیار ہوجاوے عیسائی کیا جاوے گا۔ مگر وہ لڑکا پھر چلا گیا اور مَیں نے اُس کو پھر کبھی نہیں دیکھا۔ شاید اس واسطے چلا گیا ہوگا کہ ہمارے ہاں روٹی کپڑہ اُس کو نہیں ملتا تھا۔ عبدالحمید نے اور مشنوں کی بابت بھی مجھ سے پوچھا تھا۔ شاید ڈاکٹر کلارک صاحب کے مشن کا بھی ذکر ہوا ہو۔ مگر ڈاکٹر کلارک صاحب کا صریح ذکر نہیں ہوا تھا۔ اُس نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ مرزا صاحب کی طرف سے آیا ہوں۔ مکرر کہا کہ عبدالحمید نے کہا تھا کہ میں مرزا صاحب کا شاگرد ہوں۔ سنایا گیا درست ہے۔ العبد نورالدین

دستخط حاکم

متعلق صفحہ ۲۴۵ کتاب البریّہ اخیر حکم سے پہلے

ذیل کا فقرہ فارسی مثل میں نہ تھا انگریزی چٹھے میں ہے کل شہادۃ کے ختم ہونے پر اخیر حکم سے پہلے یہ فقرہ درج ہے

Dr Clark states he wishes to resign the post of prosecutor.

Adjourned to 23rd August

Sd/ M. Douglas District Magistrate.

ترجمہ ڈاکٹر کلارک بیان کرتا ہی کہ وہ مستغیث ہونے سے دست بردار ہوتا ہے۔

تیئیس ۲۳ اگست پر ملتوی کیا گیا

دستخط ایم ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

ص ۲۴۶

رُوبرو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر بدیں مضمون دیگئی کہ ایک نوجوان بعمر اٹھارہ سال عبدالحمید نامی نے بیان کیا ہے کہ اُسکو مرزا غلام احمد قادیانی نے اُسکے (ڈاکٹر مارٹن کلارک) قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے غلام احمد کی گرفتاری کیلئے ایک وارنٹ جاری کیا اور نوٹس دیا کہ وہ انکو وجہ بتلائیں کہ کیوں اُس سے حفظ امن کیلئے مچلکہ نہ لیا جائے مگر بعدازاں معلوم کرکے کہ اُسکو اختیار قانونی حاصل نہیں ہے اُسنے مثل کو ضلع ہذا میں بھیجدیا کیونکہ غلام احمد کی سکونت اس ضلع میں واقع ہے۔ بادی النظر میں یہ مقدمہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسمیں پولیس کیجانب سے مزید تحقیقات کیجائے اور پھر سیشن سپرد کیا جائے۔ مگر ڈاکٹر کلارک بوجہ بیماری پہاڑ پر جانا چاہتا تھا اور اُسکو ڈر تھا کہ شاید اُس کا سب سے بڑا گواہ ورغلایا جائے۔ اسی واسطے اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ جہانتک جلد ممکن ہو عدالتی تحقیقات کیجائے۔ یہ معلوم ہوا کہ بطور تمہیدی کارروائی تحقیقات زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ مذکور چوان حالات کی رُو سے قائم ہوا اور جو اصل حقیقت پر پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے کیجائے لہذا جدید نوٹس غلام احمد کے نام جاری کیا گیا تاکہ وہ آنکر وجہ بیان کرے کہ کیوں اُس سے ضمانت نہ لیجائے۔ شہادت ڈاکٹر مارٹن کلارک سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۸۹۳ء میں اُس نے مابین عبداللہ آتھم عیسائی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مباحثہ کرایا تھا جسمیں ڈاکٹر کلارک موجود تھا اور دو موقعوں پر خود ڈاکٹر کلارک نے عیسائیوں کی

بقیہ حاشیہ

وہ مقام دکھلاویں۔ ہم محض ثالث کے طور پر یہ گواہی دیتے ہیں کہ اگر حضرت یسوع درحقیقت مصلوب ہوگئے ہیں۔ تو اس صورت میں یہود اُنکو لعنت ابدی اور جہنمی ہونے کا مصداق ٹھہرانے میں بلاشبہ حق پر ہیں * اور توریت میں ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جو تین دن کی لعنت کے بارے میں عیسائیوں کی تائید کرسکے۔ صلیب کے قبول کرنے کے بعد عیسائیوں کو کوئی بھی گریز کی جگہ

حاشیہ در حاشیہ

* یسوع کا جہنم میں جانا ان کتابوں سے ثابت ہوتا ہے۔ انجیل متی کی تفسیر خزانۃ الاسرار تالیف پادری عماد الدین صفحہ ۴۹۸ سطر بیس ۲۰ "خدا کا سارا غضب جو گناہ کے سبب سے ہے اُسپر آگیا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ غضب وہی چیز ہے جسکو دوسرے لفظوں میں جہنم کہتے ہیں۔ پھر اسی خزانۃ الاسرار کی بائیسویں سطر میں مسیح کی نسبت زبور ۸۸-۶ سے یہ پیشگوئی نقل کی ہے۔ "تو نے مجھے گڑھے کے اسفل میں ڈالا اندھیرے مکانوں میں گہراؤں میں"۔ اب ظاہر ہے

ص۲۹۷

طرف سے کارروائی کی تھی۔ مباحثہ کے اختتام پر مرزا غلام احمد نے پیشگوئی کی کہ عیسائی جو مباحثہ میں شامل ہیں، پندرہ مہینے کے اندر مر جائیں گے۔ اور ڈاکٹر کلارک بیان کرتا ہے کہ اس عرصہ کے دوران میں چار صاف حملے آتھم کی جان پر کئے گئے پیشگوئی بالآخر پوری نہیں ہوئی۔* اور ڈاکٹر کلارک نے غلام احمد کو پبلک میں جھوٹا پیغمبر ظاہر کیا۔ مباحثہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب کے دو مرید محمد یوسف خان جو مباحثہ میں اُسکا سکریٹری تھا اور محمد سعید جو بذریعہ نکاح رشتہ دار تھا عیسائی ہو گئے اور یہ امر بعجہ اُس نقصان شعبدہ بازی کے جو اسکی پیشگوئیوں کے خطا جانے کے پیدا ہوا۔ مرزا صاحب کے لئے باعث رنج عظیم ہوا۔ ڈاکٹر کلارک نے ایک انتخاب شہادۃ القرآن

نہیں رہی اور اقرار صلیب کے بعد یہ عذر کہ فلاں عورت یا فلاں مرد نے اُن کو آسمان پر چڑھتے دیکھا تھا۔ نہایت نکما اور فضول اور لغو عذر ہے۔ کاش یہ چڑھنا یہود کے علماء اور فقیہوں کو دکھلایا ہوتا اور اگر وہ دیکھتے بھی تو اس کا یہی نتیجہ ہوتا کہ وہ سمجھ لیتے کہ توریت منجانب اللہ نہیں ہے۔ مگر اب تو عیسائیوں نے خود یہود کا ہاتھ بلند کر دیا کیونکہ جب یسوع کو مصلوب مان لیا تو اب

کہ یہ اندھیرے کے مکان عیسائیوں کے نزدیک جہنم ہے۔ پھر کتاب جامعۃ الفرائض مطبوعہ امریکن مشن پریس لودھیانہ ۱۸۶۲ء صفحہ ۶۳ سطر ۱۶-۱۷ میں مسیح کی نسبت یہ عبارت ہے "کیونکہ کوئی گناہ ایسا نہیں جس کو اُس کا خون صاف نہ کر سکے اور کوئی گناہ ایسا نہیں جس کا اُس نے بدلہ نہ دیا ہو اور کوئی سزا گناہ ایسی نہیں جو اُس نے نہ اُٹھائی ہو"۔ اور ظاہر ہے کہ گنہگاروں کی خاص سزا جہنم ہے جس کا اٹھانا پوری سزا اُٹھانے کیلئے ضروری ہے

* ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک کا یہ بیان صحیح نہیں ہو کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور ہم بارہا بیان کر چکے ہیں کہ پیشگوئی دو پہلو رکھتی تھی۔ ایک یہ کہ آتھم میعاد کے اندر عیسائیت پر استقلال دکھلا کر یعنے پیشگوئی سے خوفزدہ نہ ہونے کی حالت میں ضرور پندرہ مہینے تک فوت ہو جائیگا۔ دوسرے یہ کہ خوفزدہ ہونے کی حالت میں جبکہ پیشگوئی کی عظمت سے خوف ہو ہرگز میعاد کے اندر فوت نہ ہوگا۔ سو چونکہ آتھم ڈرا اسلئے دوسرے پہلو کے موافق پیشگوئی پوری ہو گئی اور پھر اخفائے شہادت سے دوسرے الہام کے موافق فوت بھی ہو گیا۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ عیسائی فریق کا سرگروہ صرف آتھم ٹھہرایا گیا تھا اور یہ امر بھی صحیح نہیں کہ مباحثہ کے اثر سے دو مرید ہمارے عیسائی ہو گئے تھے بلکہ یہ دونوں سخت نادان دنیا پرست جاہل تھے جن کو ہم نے اپنی جماعت سے نکالدیا تھا۔ یہ بھی کس قدر جھوٹ ہو کہ احمد بیگ کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ احمد بیگ پیشگوئی کی میعاد میں فوت ہو گیا اور بڑی صفائی سے پیشگوئی پوری ہوئی۔ منہ

سے جو ایک رسالہ مصنفہ مرزا صاحب ہے جسمیں مرزا صاحب نے تین مختلف مذاہب کے تین نامی آدمیوں عبداللہ آتھم احمد بیگ اور لیکھرام کی موت کی نسبت پیشگوئی کی تھی پیش کیا۔ آتھم اور احمد بیگ کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی لیکن لیکھرام حال ہی میں میعاد مقررہ کے اندر بُری طرح سے کسی نامعلوم شخص کے ہاتھ سے قتل کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر کلارک نے بیان کیا کہ غلام احمد کی یہ پالیسی ہو کہ اپنے مخالفوں کے دلوں میں اُنکی ہلاکت کی پیشگوئی کرکے خوف بٹھانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اسکا سلوک اُسکے یعنے ڈاکٹر کلارک کی نسبت مابعد مباحثہ لگاتار کینہ ور رہا ہے۔ زیادہ تر خاصکر کے آتھم کی وفات کے روز سے ڈاکٹر کلارک بجائے اُس کے عیسائی سرگروہ سمجھا جاتا ہو۔ ایک انتخاب اُس رسالہ سے پیش کیا گیا ہو جسکو انجام آتھم کہتے ہیں اور جسکو غلام احمد نے شائع کیا ہے جس میں بموجب تصریح ڈاکٹر کلارک یہ بیان ہو کہ وہ ایک سال کے اندر مرجائے گا۔ اور

بقیہ حاشیہ

ابدی لعنت کو ماننا انہیں لازم آگیا۔ اور یہ کہنا کہ ابدی لعنت یسوع پر نہیں پڑسکتی یہ ایک نیا دعویٰ ہے جس کا ثبوت ابتک عیسائیوں نے توریت کے رو سے نہیں دیا۔ درحقیقت عیسائی لوگ بڑی مصیبت میں ہیں۔ کیونکہ اگر فرض محال کے طور پر بلا دلیل یہ بھی مان لیا جائے کہ اوروں پر تو ابدی لعنت صلیب سے پڑتی ہے مگر یسوع پر صرف تین دن تک پڑی تو اس سے بھی عیسائی جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۹۲ سطر ۱۴-۱۵ میں سزا کی تشریح یہ لکھی ہے۔" دیندار لوگ مرتے وقت ہی آرام کی جگہ میں داخل ہوتے ہیں اور بیدین اُسی وقت دوزخ میں گرتے ہیں۔" اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہو کہ یسوع نے سب گناہ اپنے پر لیکر ضرور جہنّم کی سزا اُٹھائی۔ اور رسالہ معمودیۃ البالغین کے صفحہ ۲۹۱ سطر ۱۰ میں یسوع کی نسبت عیسائیوں کا عقیدہ یہ لکھا ہے۔"صُلِب ومات وقُبِر ونزل الی الجحیم۔ ✤" یعنے یسوع مصلوب ہُوا اور مرگیا اور قبر میں داخل ہُوا اور جہنّم میں اترا۔ اب ان تمام عبارتوں سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہو کہ مسیح جہنم میں گیا اور اُس نے ساری سزائیں اٹھائیں۔ عیسائی اس بات کے بھی قائل

✤ حال کے بعض عیسائی کتابوں میں بجائے جہنم ہادِس لکھا ہے جو ایک یونانی لفظ ہے جسکے معنے ہاویہ ہے جسکو عبرانی میں ہاوِث کہتے ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں لفظ ہادِس اور ہاوِث عربی کے لفظ ہاویہ سے لئے گئے ہیں۔ منہ

یہ میعاد ۴ استمبر ۹۷ء کو ختم ہو گی۔ ڈاکٹر کلارک بیان کرتا ہو کہ ۱۸۹۴ء سے اُس نے غلام احمد سے
خط و کتابت بند کر دی ہے اور یہ کہ اکثر رسالجات جنمیں اُس کا ذکر ہوتا ہو قادیاں سے اُسکے پاس آتے رہے
ہیں۔ لیکن تھوڑے عرصہ سے وہ لگاتار سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ جس سے وہ استدلال کرتا ہے کہ تا وہ
حفاظت سے بے فکر ہو جائے۔ ڈاکٹر کلارک نے پیشگوئیوں کی ایک فہرست پیش کی ہے۔ جو وقتاً فوقتاً
منجانب مرزا غلام احمد شائع ہوتی رہیں جن میں بہت سے اشخاص کی نسبت موت اور نقصان کی
پیش از وقت اطلاع دی گئی ہے۔ ۱۶ر جولائی ۹۷ء کو ایک اٹھارہ سالہ نوجوان ڈاکٹر کلارک کے
پاس امرتسر میں آیا اور کہا کہ اس کا نام عبد المجید ہے اور وہ عیسائی ہونا چاہتا ہے وہ جنم سے برہمن تھا۔
اسکا نام رلیا رام ولد راجچند سکنہ کھجوری دروازہ شہر بٹالہ ہے۔ وہ غلام احمد کے ہاتھ سے مذہب اسلام
میں داخل ہوا۔ جب وہ پندرہ برس کا تھا۔ وہ سات برس تک قادیاں میں رہا اور غلام احمد کو بُرا آدمی سمجھ کر
چلا آیا اور اب وہ عیسائی مذہب میں اصطباغ لینا چاہتا ہو۔ ڈاکٹر کلارک کو شبہات فوراً پیدا ہوئے اسکو
تعجب ہوا کہ اِس قصہ کی مشابہت اُس قصے سے ہی جو لیکھرام کے قاتل نے بیان کیا تھا۔ اُس نے نوجوان

۲۲۹

بقیہ حاشیہ

کیونکہ لُغت کے رُو سے خود لعنت ایک ایسا لفظ ہے جو دل سے متعلق ہے اور لعین اُس حالت میں
کسی کو کہا جاتا ہے کہ جب شیطان کی تمام خصلتیں اُس کے اندر آجاتی ہیں اور وہ مردود اور دشمن خدا
ہو جاتا ہے تو کیا ایک دم کے لئے بھی یہ حالتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تجویز کر سکتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

ہیں کہ صلیب کی سزا تو صرف چند گھنٹے تھی لعنت موت کے بعد تین دن تک رہی۔ اب ظاہر ہے کہ لعنت کے ایام
میں کسی قسم کا عذاب یسوع کے شامل حال ہوگا اور وہ عذاب بجز دوزخ کے اور کوئی نہیں اور نیز جبکہ یسوع
کا فرض تھا کہ وہ آپ سزا اُٹھا کر خدا تعالیٰ کا عدل پورا کرے تو پھر اگر صرف دنیا کا چند گھنٹوں کا دکھ اُس نے
دیکھا اور جہنم میں نہیں گیا تو اس صُورت میں خدا کا عدل کیونکر پورا ہوگا۔ حالانکہ انجیل متی کی تفسیر میں پادری
عماد الدین لکھتے ہیں کہ ”خدا مسیح کے دل کے سامنے سے ہٹ گیا تاکہ اپنی عدالت خوب پوری کرے“۔
یعنے بباعث لعنت یسوع کا دل تاریک ہو گیا۔ اور تفسیر کتاب اعمال ملقب بہ تذکرۃ الابرار مطبوعہ ۱۸۵۹ء
امریکن مشن پریس لودھیانہ میں مسیح کی نسبت یہ عبارت ہے کہ ”مسیح خداوند کا شکر ہو کہ اُس نے شریعت کی

کی حفاظت کی اُسنے اُس سے گفتگو کی اور اُسکی نسبت تحقیقات کرائی اس سے معلوم ہوُا کہ عبد الحمید (عُرف عبد المجید) کسی قدر عیسائیت سے واقف ہی۔ مؤخر الذکر نے بیان کیا کہ ایک سابق عیسائی سائیاں نامی سے بمقام قادیاں سیکھتا رہا تھا چند روز کے وقفے کے بعد ڈاکٹر کلارک نے اس نوجوان کو بیاس پر اپنے شفاخانے میں بھیجدیا۔ جب وہ وہاں تھا تو اُس نوجوان نے ایک چٹھی قادیان کو بنام نور الدین بھیروی بھیجی جو فی الحال غلام احمد کے مُریدوں کا سرگروہ ہے جسمیں اُسنے مولوی مذکور کو اطلاع دی کہ وہ عیسائی ہونے کیلئے فیصلہ کر چکا ہے۔ چٹھی مذکور بلا علم ڈاکٹر کلارک بھیجی گئی مگر اسکے اور عیسائی ماتحتوں کو جو بیاس میں رہتے ہیں علم تھا۔ اس اثناء میں ڈاکٹر کلارک کی تحقیقات دربارہ نوجوان جاری رہی عبد الرحیم ایک کرسٹان نو مہینے سے عیسائی ہی اور وہ غلام احمد سے ناآشنا ہے قادیاں کو گیا اُس وقت مرزا صاحب نے اُسے کہا کہ نوجوان مذکور قادیاں میں رہتا رہا اسکو یقین ہی کہ وہ عیسائی تھا وہ قادیاں سے اپنی ناپسندیدہ چال چلن کیوجہ سے نکالدیا گیا ہے اور یہ کہا کہ اگر اسکو کھانا اور کپڑا دیا جائے تو وہ غالباً (عبد الرحیم) کے ساتھ ٹھہر جائیگا۔ عبد الرحیم نے یہ بھی بیان کیا کہ مرزا صاحب کے ایک مُریدنے کہا تھا کہ صفحہ ۲۵۰

صفحہ ۲۵۰

[illegible]

تو پھر وہ لعنت جو صلیب کا نتیجہ تھا کیونکر یسوع پہ پڑ سکتی ہے۔ اور اگر نہیں پڑی تو یسوع مصلوب بھی نہیں ہوُا۔ اُس نے سچ کہا تھا کہ "مَیں یونس کی طرح تین دن قبر میں رہونگا" اور وہ خوب جانتا تھا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا تھا اور ممکن نہیں کہ اُسکے مُنہ کی مثال غلط نکلے۔

[illegible]

ساری لعنت کو اپنی صلیبی موت میں اپنے اوپر اُٹھا کے ہمیں جو اسپر ایمان لاتے ہیں شریعت کی لعنت سے آزاد کر دیا کہ وہ آپ ہمارے بدلے لعنتی ہوُا۔ ہم سب حقیقت میں لعنتی تھے اور یہ لعنت ابد تک ہمارے اوپر تھی۔ کبھی ہم اُسکے نیچے سے نکل نہ سکتے کیونکہ لاچار اور کمزور تھے پہ وہ ہمارے لئے لعنتی ہوُا کہ ہماری لعنت اُسنے اپنے اُوپر اُٹھائی اور ہمیں اُس سے مخلصی دی اور آپ بھی اُس لعنت کے نیچے سے تیسرے دن نکل آیا" اب اسجگہ عیسائیوں کے عدل کی حقیقت بھی کُھل گئی کہ اوروں کے لئے ابدی لعنت اور بیٹے کے لئے صرف تین دن۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایک منٹ کی لعنت بھی شیطان سیرت بنا دیتی ہی۔ چنانچہ کتاب جامعۃ الفرائض صفحہ ۲۹ میں لکھا ہی کہ "اُس بے ایمانوں کے لشکر کے ساتھ شیطان ہووینگے" بہرحال عیسائیوں کا یہی عقیدہ ہے

اس نوجوان نے جانے سے پہلے غلام احمد کو علانیہ گالیاں نکالی تھیں۔ اور تحقیقات سے ظاہر ہوا کہ نوجوان ایک مشہور خاندان مولویاں سکنہ جہلم سے ہی اُس کا ایک چچا جو برہان الدین غازی کے نام سے مشہور ہے مرزا صاحب کا مرید ہے۔ یہ پایا گیا کہ وہ گجرات اور پنڈی میں بطور متلاشی عیسائی کے رہتا رہا ہے مگر گجرات مشن سے زناکاری اور دروغگوئی کیوجہ سے نکالدیا گیا تھا۔ اسکا یہ بیان کہ وہ جنم سے برہمن ہے جھوٹا ہے۔ اسکا اصلی نام عبد الحمید ہی۔ وہ قادیان میں سات برس تک نہیں رہا بلکہ صرف چند روز رہا۔ عبد الرحیم قاصد نے جو قادیان بھیجا گیا تھا ڈاکٹر کلارک کی توجہ کو اس امر واقعہ کی طرف منتقل کیا کہ نوجوان کی آنکھ خونی معلوم ہوتی ہی اور چونکہ ڈاکٹر کلارک مجرمانہ علم قیافہ کا عالم ہی اُس نے اُسکی وضع قطع میں وہ خط و خال معلوم کئے جو اسکے قاتلانہ میلان کے شاہد تھے۔ مزید براں وہ ایک متعصب خاندان سے تعلق رکھتا ہے اُس نے خیال کیا کہ چونکہ قادیان میں عام طور سے گالیاں دی گئیں اور نیز اس خیال سے کہ عبد الحمید کو باوجود مولویوں کا رشتہ دار ہونے کے کمینہ کام کرنے کو دیا گیا ہی یہ مرزا صاحب کی طرف سے اسواسطے پیش بندی کے ص۲۵۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱

غرض اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ یسوع کا آسمان پر معہ جسم جانا ایک جھوٹا مسئلہ ہے جو عیسائیوں نے بنایا ہے۔ جس حالت میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ نعوذ باللہ یسوع جہنم میں جسم کے ساتھ نہیں گیا بلکہ محض روح گئی تھی، تو وہ جسم جو جہنم کی سزا پاکر لعنت سے ابھی پاک نہیں کیا گیا۔ وہ آسمان پر کیونکر چڑھ گیا۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کہ تین دن جو لعنت کے دن تھے یسوع جہنم کا عذاب بھگتتا رہا*۔ اور کتاب راہ زندگی مطبوعہ الہ آباد ۱۸۵۰ء صفحہ ۶۹ سطر ۹ میں لکھا ہی کہ "یہ سزا (یعنے گنہگار کی سزا) اکثر موت کے لفظ سے مذکور ہوتی ہی موت نہ صرف جسم کی بلکہ روح کی بھی نہ صرف دُنیاوی بلکہ ابدی"۔ اور اسی کتاب راہ زندگی میں جو تالیف ڈاکٹر ہاج ڈی ڈی باشندہ امریکہ ہی لکھا ہے کہ "لعنت اور موت اور غضب اور وہ سزا جو گنہگاروں کو ملے گی سب ایک چیز ہیں"۔ اور پھر یہی اس عقیدہ کی تائید میں لکھا ہی کہ "مسیح نے کہا ہی کہ گنہگار جہنم کی اُس آگ میں جو کبھی نہیں بجھے گی ڈالے جائینگے"۔ (مرقس ۹ باب ۴۱) منہ

* بعض نادان عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع ہادس یعنے جہنم میں تحت الثرے کے قیدیوں کو منادی کرنے گیا تھا مگر ایک دانا سوچ سکتا ہے کہ لعنت کے دنوں کا کیا تقاضا تھا۔ کیا سزا اُٹھانے کیلئے جانا یا نصیحت کیلئے۔ ایک ملعون دوسرے کو کیا نصیحت کر سکتا ہی اور پھر دوزخیوں کو نصیحت کیا فائدہ کریگی مرکر تو ہر ایک شخص راہ راست کو سمجھ جاتا ہے اور اگر اُس وقت کا سمجھنا کچھ چیز ہے تو پھر ایک بھی دوزخ میں نہیں رہ سکتا۔ منہ

طور پر انتظام کیا گیا کہ شبہ عائد نہ ہو۔ عبد الرحیم کا یہ خیال تھا کہ وہ نوجوان قادیاں سی اسکو قتل کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے مگر ڈاکٹر کلارک نے صورت حالات سے مطلع ہو کر یہ نتیجہ نکالا کہ میں ہی مقصود قربانی ہوں لہذا وہ بیاس کو گیا اور رُو برُوئے عبد الرحیم و پریماس و وارث الدین و نہالچند اور خود ڈاکٹر کلارک کے نوجوان عبد الحمید نے بعد انکار و عذرات اور نیز ڈاکٹر کلارک کے اُس وعدہ کے بعد کہ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچیگا یہ اقبال کیا کہ مرزا غلام احمد نے اس سے کہا تھا کہ جاؤ اور ڈاکٹر کلارک کو کسی مناسب موقعہ پر نقصان پہنچاؤ یعنے قتل کرو۔ اُس نے آخر کار بموجودگی اشخاص مذکورہ بالا یہ اقبال تحریر کیا۔ بعد ازاں اُس نے بیان کیا کہ اُس نے قادیان کو مولوی نور الدین کے نام اس غرض سے خط لکھا ہی کہ اُنکو پتہ معلوم ہو جائے کہ میں کہاں ہوں۔ اُس نے علانیہ مرزا صاحب کو لعنت بھیجی تا کہ مؤخر الذکر شخص کی طرف سے شبہ پیدا نہ ہو۔ اسپر ڈاکٹر کلارک عبد الحمید کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کے پاس لے گیا اور بعد اس کے اُس کا بیان قلمبند ہوا۔ بدرخواست ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈاکٹر مذکور نے نوجوان کو اپنی حفاظت میں لیا تا وقتیکہ اس کا آخری اظہار عدالت میں قلمبند نہ ہوا۔ ایک گواہ پریماس نامی نے بیان کیا کہ اُس نے بیاس پر دو آدمی دیکھے تھے جو عبد الحمید کو پوچھتے پھرتے تھے اور ڈاکٹر کلارک اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اندیشہ تھا کہ مبادا اُسے کچھ ضرر پہنچایا جائے۔ عبد الحمید کی شہادت سے جو اُسنے عدالت میں دی یہ ظاہر ہوا کہ وہ قادیاں میں دو دفعہ گیا ہی ایک دفعہ ماہ مئی میں پانچ روز کے لئے اور پھر ماہ جون میں قریب دس دن کے لئے وہ مرزا صاحب کو پہلے کبھی نہیں جانتا تھا اسکے دو چچوں میں سے ایک چچا برہان الدین مرزا صاحب

۲۵۳

حاشیہ در حاشیہ

اور یہ کیسا ظلم ہے کہ جہنم میں تو محض روح جائے اور خدا کے پاس جسم اور روح دونوں جائیں۔ کیا عیسائیوں کا یہ مذہب نہیں ہی کہ جہنم ایک جسمانی آتش خانہ ہی جسمیں گندھک کے بڑے بڑے پتھر ہیں پھر اُس آتش خانہ میں ایسا جسم کیوں نہیں جلایا گیا جسپر تمام دُنیا کی لعنتیں ڈالی گئی تھیں۔ اگر باپ نے عدل سے انحراف کر کے بیٹے کی یہ رعایتیں کیں کہ بجائے ابدی لعنت کے تین دن رکھا اور بجائے جسمانی جہنم کے صرف روح کو جہنم میں بھیجدیا تو کاش یہ رعایتیں مخلوق سے کیجاتیں کیونکہ اگر بیٹے

۲۵۲

کا مُرید ہے اور دُوسرا سلطان محمود مخالف ہے۔ اس کا گھر جہلم ہے۔ مگر وہ وہاں بہت ہی کم جاتا ہے کیونکہ اس کے خاندان کے لوگ اسکی قدر نہیں کرتے۔ اُس نے بیان کیا کہ اُسکے ارادے ونیت ڈاکٹر کلارک کے متعلق بدل گئے کیونکہ وہ اس کو نیک آدمی معلوم ہوا۔ اسکو گجرات مشن کے نکالے جانے کے بعد ایک شخص میراں بخش نامی نے جو مرزا صاحب کا معتقد ہے قادیاں میں جانے کی ہدایت کی تھی۔ اسکی شہادت نے عموماً اُس بیان کی تائید کی جو ڈاکٹر کلارک نے دیا ہے۔

تحقیقات ۱۰ اگست کو شروع ہوئی اور جس شہادت کا یہانتک ذکر آچکا ہے وہ ۱۳ اگست تک جاری رہی۔ عبد الحمید اسوقت تک بالکل بعض ماتحت عیسائیوں کی نگرانی میں رہا جو سکاچ مشن کے ملازم ہیں۔ خاصکر عبد الرحیم وارث الدین پر یمداس۔ ڈاکٹر کلارک کی یہ رائے کہ وہ اس سے زیادہ جانتا ہے جتناکہ اُس نے افشا کیا ہے۔ ہم نے بذاتِ خود اُسکے بیان کو جیساکہ ہے نہایت ہی بعید العقل خیال کیا۔ اُسکے اُس بیان میں جو اُس نے امرتسر میں لکھایا بمقابلہ اس بیان کے جو میرے سامنے لکھایا۔ اختلافات ہیں اور ہم اسکی وضع قطع سے جبکہ وہ شہادت دے رہا تھا مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ علاوہ اسکے ہم نے یہ معلوم کیا کہ جتنی دیر تک بٹالہ میں مشن کے ملازموں کی نگرانی میں رہا اتنا ہی اسکی شہادت مفصل اور طویل ہوتی گئی۔ اسکے پہلے بیان میں جو اُس نے ۱۲ تاریخ کو میرے سامنے لکھایا بہت سی باتیں تھیں۔ اُس بیان میں نہیں تھیں جو اُس نے اوّل ڈاکٹر کلارک کے سامنے کیا۔ یا جب اس کا اظہار ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر نے لیا۔ اور جب اُس نے دوبارہ ہمارے سامنے ۱۳ اگست کو اظہار دیا تو اُس نے بہت سی باتیں زائد بڑھادیں۔ اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ یا تو کوئی شخص اسکو یا اشخاص سکھلاتے پڑھاتے ہیں یا یہ کہ اسکو اس سے اور زیادہ علم ہے جتناکہ وہ ابتک ظاہر کرچکا ہے

۲۵۳

تتمہ حقیقۃ الوحی

کے ساتھ عدل سے انحراف کرنا جائز ہے تو اوروں کے ساتھ کیوں جائز نہیں؟ یہی تمام غلطیاں ہیں جنپر خدا تعالیٰ نے مجھے مطلع کیا تا میں گمراہوں کو متنبہ کروں اور انکو جو تاریکی میں رہتے ہیں روشنی میں لاؤں۔ اور میں نے نہ صرف یہ کیا کہ معقول بیان کے ساتھ عیسائیوں کی غلطیاں اُن پر کھولدوں بلکہ آسمانی نشانوں کے ساتھ بھی انکو ملزم کیا۔ اور ایسا ہی اُن مسلمانوں کو بھی جو اُن ہی خیالات

۲۵۳

لہذا میں نے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو کہا کہ آپ اسکو اپنی ذمہ داری میں لیں اور آزادانہ طور سے اس سے پوچھیں ۱۴ راگست کو مسٹر لیمارچنڈ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ کو بھیجا کہ وہ عبد الحمید کو سی ایم الیس کوارٹر انار کلی میں جاکر حفاظت کی جگہ سے یہاں لے آوے۔ اس کو محمد بخش سید ھا لیمارچنڈ کے پاس گاڑی میں لے گیا۔ اوّل الذکر شخص اسوقت پہلے سے کسی کام میں مصروف تھا اور کچھ عرصہ کے لئے اسکو جلال الدین انسپکٹر کے سپرد کیا۔ مؤخر الذکر نے کھلے میدان میں محمد بخش و دیگر اشخاص کی موجودگی میں اس سے پوچھا کچھ دیر کے بعد انسپکٹر مذکور نے مسٹر لیمارچنڈ کے پاس آکر بیان کیا کہ وہ لڑکا اپنے سابقہ بیان پر قائم ہے اور کچھ ایزاد نہیں کرتا اور وہ انار کلی واپس جانے کو چاہتا ہے۔ انسپکٹر مذکور نے مسٹر لیمارچنڈ کو اطلاع دی کہ اُس کو واپس بھیجدیں۔ مؤخر الذکر نے اس امر کو اپنا فرض سمجھا کہ جو کچھ نوجوان بیان کرے لکھ لیا جائے اسلئے اسکو بلا بھیجا۔ انہوں نے بیان کے دو تختے کم و بیش اُسی شہادت کے مطابق لکھے جو سابق میں عدالت کے سامنے دی گئی تھی کہ ناگہاں نوجوان زار زار رونے لگا اور مسٹر لیمارچنڈ کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ میں اس مقدمہ میں عبد الرحیم اور وارث الدین اور پریمداس ملازمان مشن کی سازش سے جنکی تحویل میں وہ رہا برابر جھوٹ بولتا رہا۔ وہ کئی روز تک پہرے میں رکھا گیا۔ وہ سخت مصیبت میں گرفتار رہا اور فی الحقیقت اُس نے خودکشی کا ارادہ کر لیا تھا۔ لہذا اُس نے مسٹر لیمارچنڈ کے سامنے پورا پورا بیان کر دیا۔ لیمارچنڈ صاحب نے شہادت میں بیان کیا کہ اسکے خیال میں جس طرز سے یہ دوسرا بیان ہوا ہے اُس سے یہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اُس نے نوجوان کو نہ تو دھمکایا اور نہ اُسے کوئی معافی کا وعدہ دیا۔ نوجوان کی صورتِ حال اور وضع قطع سے

ص۲۵۴

حقیقۃ الوحی

میں مقید تھے۔ اور ایک ایسے فرضی دجّال اور فرضی مسیح کے منتظر تھے جن کے ماننے سے نئے سرے اُس شرک کی بنیاد پڑتی ہے جس کی قرآن شریف بیخکنی کر چکا ہے۔ اور مسئلہ ختم نبوت بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا۔ تا میں اس خطرناک حالت کی اصلاح کروں اور لوگوں کو خالص توحید کی راہ بتاؤں۔ چنانچہ میں نے سب کچھ بتا دیا۔ اور نیز میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر

ص۲۵۴

ظاہر ہوتا تھا کہ وہ فی الحقیقت مصیبت اور تکلیف میں تھا۔ عبدالحمید کو عدالت نے ۲۰ اگست پر دوبارہ طلب کیا۔ اُس نے کہا کہ جو بیان وہ اب کرنے لگا ہے صحیح ہے اور اس بیان کے کرنے میں اسکو کسی نے نہیں سکھلایا۔ یہ بات سچ ہے کہ وہ قادیاں میں گیا تھا اور کل دو ہفتے رہا۔ اسکو بوجہ اسکے مُشتبہ چال چلن کے نکالدیا گیا۔ اُس نے مرزا صاحب کو کبھی گالیاں نہیں دیں مگر وہاں سے چلنے سے پیشتر اُسکے مریدوں میں سے ایک کے ساتھ جھگڑا ہوگیا تھا۔ وہ امرتسر چلا گیا۔ اور کسی شخص سے کسی عیسائی واعظ کے مکان کا پتہ دریافت کیا۔ وہ اتفاقاً ایک شخص نورالدین امریکن مشن کے پاس بھیجا گیا۔ اُس نے نورالدین کے آگے بیان کیا کہ وہ قادیاں سے آیا ہے۔ وہ فی الاصل ایک ہندو رلیا رام نامی تھا پھر مسلمان ہوگیا اب عیسائی ہونا چاہتا ہے۔ نورالدین نے اُسے مسٹر گرے کے پاس بھیجا جس نے صرف اس شرط پر اُسے لینا منظور کیا کہ وہ اپنا گذارہ آپ کرے اور کچھ گفتگو کے بعد اسکو نورالدین کے پاس واپس بھیجدیا مگر وہ اپنے ہی خرچ پر عیسائی ہونے پر طیار نہیں تھا نورالدین نے اُسکو صلاح دی کہ وہ ڈاکٹر کلارک کے پاس جائے کیونکہ وہ اچھا آدمی ہے (ان میں سے اکثر بیانات کی تائید بعدازاں ڈاکٹر گرے کی چٹھی کے مضمون اور نورالدین عیسائی کی شہادت سے ہوتی ہے) وہ ڈاکٹر کلارک کے پاس چلا گیا جس نے اُس کو عبدالرحیم کے حوالہ کر دیا۔ اور شہر کے شفاخانہ میں اُسے کام کرنے کو دیا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ عبدالرحیم نے اُسپر شبہ کیا کیونکہ اُس نے اُس سے اصرار اور تاکید سے پوچھا کہ وہ قادیاں سے مشن میں کس واسطے آیا ہے اور اُس نے ڈاکٹر کلارک کو بھی اسکے سامنے کہا کہ اُس کا یقین ہے کہ عبدالحمید کسی شخص کو قتل کرنے آیا ہے۔

حقیقۃ الوحی

ثابت کرکے دکھلاؤں۔ کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دُنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دُنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ حضرت مسیح نے اسی حالت میں یہود

۲۵۵

۲۵۵ص

جس بات کے متعلق ڈاکٹر کلارک عبدالرحیم کے سامنے اُسکے ساتھ ہنسی کرتا رہا بعدازاں ڈاکٹر کلارک نے اس کا فوٹو اتروایا۔ پھر اسی مطلب کے لئے جہاں پر وہ بھیجا گیا تھا امرتسر لایا گیا وہ اس موقعہ پر کتابیں لانے کے لئے ہسپتال میں بھیجا گیا اور عبدالرحیم نے پھر اُسے تنگ کرنا شروع کیا اور یاد دلایا کہ اُس کا فوٹو لیا جاچکا ہے وہ بھاگ نہیں سکتا اسکی رپورٹ پولیس میں کی جائیگی ورنہ بہتر ہے کہ وہ سچ سچ بیان کرے کہ وہ قتل کرنے کے ارادے پر آیا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد ڈاکٹر کلارک وعبدالرحیم ووارث الدین اور پریمداس سب کے سب بیاس میں آئے اُس سے تاکید سے پوچھا گیا۔ عبدالحمید معہ دیگر اشخاص کی جماعت میں فرش کے اوپر بیٹھا ہُوا تھا اور ڈاکٹر کلارک کچھ فاصلے پر ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ وہ استقلال سے انکار کرتا رہا کہ وہ کسی بُرے ارادے سے یہاں پر نہیں آیا مگر عبدالرحیم نے اُسکے کان میں کہا کہ بہتر ہے کہ وہ تسلیم کرلے کہ وہ ڈاکٹر کلارک کو مرزا صاحب کے کہنے پر ایک پتھر سے مار ڈالنے کے لئے آیا ہے ورنہ اسکے لئے زیادہ خرابی کا باعث ہوگا۔ اور ڈاکٹر کلارک اس بات کا ذمہ وار ہوگا کہ اسکو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اُس نے اسکو مان لیا اور اقبال لکھدیا پہلے اُس نے لفظ نقصان لکھا۔ اور عبدالرحیم نے اُسے کہا کہ بجائے اسکے لفظ مار ڈالنا درج کرو (الفاظ یہ ہیں "نقصان یعنے مار ڈالنا") بعدازاں انہوں نے کہا ہم تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں ہماری مراد پوری ہوگئی۔ عبدالرحیم و پریمداس اور وارث الدین بعدازاں مفصل جھوٹی شہادت تیار کرتے رہے جو مجبوراً انکے کہنے سے اُسے عدالت میں دینی پڑی۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ اُس نے اپنا نام عبدالمجید بجائے عبدالحمید کے بنایا تھا اور نیز اپنا ہندو جنم محض اسی خیال سے بتایا تھا کہ وہ پہلے گجرات مشن سے نکالا جاچکا تھا اور چاہتا تھا کہ امرتسر میں گرفت نہ ہو۔ اُس نے خیال کیا تھا کہ اغلب ہے کہ مشن کے لوگ اسکی بابت تفتیش کر

بقیہ حاشیہ نمبر ۱

کو پایا تھا۔ اور جیساکہ ضعف ایمان کا خاصہ ہے یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہوگئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ اب میرے زمانہ میں بھی یہی حالت ہے۔ سو مَیں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علّت غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین کے نزدیک ہوگا۔ بعد اسکے کہ

۲۵۶ص

بیٹھیں۔ اُس نے نورالدین مولوی کو قادیان میں اِس غرض سے چٹھی لکھی تھی تا انکو معلوم ہو کہ اس کا ارادہ عیسائی بننے کا ہے۔ نورالدین نے اُسے قادیاں تعلیم دی تھی اور اسکی بیماری کا علاج کیا تھا۔ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اُس نے بیرنگ چٹھی بھیجی تھی۔ نورالدین کہتا ہے کہ مَیں نے ایسی چٹھی کبھی نہیں لی۔ عبدالرحیم نے اُسے بٹالہ میں کہا تھا کہ وہ اس چٹھی بھیجنے کو کسی اور امر کی طرف منسوب کر دے یعنے یہ کہ اُسنے نورالدین کو اسلئے چٹھی لکھی تھی کہ مرزا صاحب کو اُس کا پتہ معلوم ہو جائے۔ عبدالرحیم نے بٹالہ میں اُسے یہ بھی کہا تھا کہ ٹھیک ہے کہ اُس نے مرزا صاحب کو جانے سے پہلے گالیاں دی تھیں حالانکہ اُس نے کوئی گالی نہیں دی تھی۔ امرتسر میں اسکو کہا گیا کہ تو یہ کہدینا کہ میرا دل اسواسطے بدل گیا کہ میں نے ڈاکٹر کلارک کو اچھا آدمی پایا۔ ۱۳ تاریخ کو بوقت جرح عبدالحمید نے پہلی ہی بار مرزا غلام احمد صاحب کے ایک مرید قطب دین نام کا ذکر کیا جو امرتسر میں رہتا ہے اور کہا کہ میں سب سے پہلے قادیاں سے امرتسر میں پہنچتے ہی اسی کے پاس گیا تھا اور قطب الدین نے ایک پتھر وزنی تیس سیر جسکے ساتھ ڈاکٹر کلارک کو مار ڈالنا تھا مہیّا کرنے کا ذمّہ لیا تھا اور بعد اس کام کے ختم ہونے کے اُس نے قطب الدین ہی کے پاس پناہ لینی تھی۔ عبدالحمید نے بیان کیا کہ یہ تمام تفصیل وارث الدین نے بٹالہ میں بتائی تھی اور اُس نے قطب الدین کو اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ عبدالحمید نے یہ بھی بیان کیا کہ ڈاکٹر کلارک کے وکیل رام بھج دت نامی نے اُس سے کئی دفعہ بٹالہ میں سوالات کئے۔ اور اسکے ایک ریمارک سے ہی قطب الدین کے ذکر کرنے کی ضرورت پڑی۔ وکیل نے اُسے کہا تھا کہ تو پرندہ نہیں ہے تو نے کس طرح امرتسر سے بھاگ کر جانے کا ارادہ کیا تھا۔ تمہارا ضرور اس جرم میں کوئی ساتھی ہوگا اور وہ کون ہے۔ عبدالحمید نے اس امر سے انکار کیا۔ اِسکے بعد وارث الدین

بقیہ حاشیہ

بہت دور ہو گیا تھا۔ سو مَیں اِن ہی باتوں کا مجدد ہوں اور یہی کام ہیں جن کے لئے مَیں بھیجا گیا ہوں۔ اور منجملہ ان اُمور کے جو میرے مامور ہونے کی علّت غائی ہیں مسلمانوں کے ایمان کو قوی کرنا ہے اور انکو خدا اور اسکی کتاب اور اسکے رسول کی نسبت ایک تازہ یقین بخشنا۔ اور یہ طریق ایمان کے تقویت کا دو طور سے میرے ہاتھ سے ظہور میں آیا ہے۔ اوّل قرآن شریف کی

اسکے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ تم قطب الدین کا نام لے لو اور اسکی رہائش کی جگہ کا پتہ بتلایا جب
وکیل واپس آیا تو اُس نے ایسا ہی بیان کر دیا اور یہ واقعہ ۱۳ اگست کو جرح میں ٹھیک ٹھیک
ظاہر ہوگیا۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ پیشتر اسکے کہ وہ عدالت میں گیا پر یداس نے قطب الدین
کا نام اسکی یعنے عبد الحمید کے ہاتھ کی ہتھیلی پر اسواسطے لکھدیا کہ وہ اُسے بھول نہ جائے۔ مزید ص ۲۵۷
سوالات کرنے پر اُس نے کہا کہ اس پنسل سے جو وکیل ڈاکٹر کلارک کے ہاتھ میں ہے اور پنسل مذکور
کی طرف اشارہ کرکے کہا یہی ہے اور یہ وارث الدین کی ہے۔ یہ تسلیم کیا گیا کہ ایسا ہی ہے۔
شہادت میں اول دفعہ تو بمقام بٹالہ بیان کیا گیا تھا کہ عبد الحمید مرزا صاحب کے پاؤں پبلک میں
دبایا کرتا تھا۔ عبد الحمید نے بیان کیا کہ یہ بات بھی وارث الدین کی ایجاد ہے۔ ڈاکٹر کلارک کا
دوبارہ اظہار اُسی کی درخواست پر لیا گیا۔ اُس نے اُن ترغیبوں کی بابت جو عبد الحمید کو بیاس
کے مقام پر اظہار لکھانے سے پیشتر دیگئی ہیں بیان کیا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ ایسی ترغیبیں
میرے علم کے بغیر دیگئی ہوں اور میں نے ہرگز نہیں دیکھا کہ کوئی اس قسم کی بات کی گئی ہو۔
خواہ عبد الحمید کا پہلا بیان سچا ہے یا دوسرا۔ تاہم یہ بات ظاہر ہے کہ اس میں وجوہات کافی
نہیں ہیں کہ مقدمہ ہذا میں مرزا غلام احمد کے برخلاف کارروائی کی جائے۔ عبد الحمید جو
بڑا گواہ ہے وہی شریکِ جُرم ہے اور اُس نے دو مختلف بیان لکھوائے ہیں۔ ہمارا میلان
اِس خیال کی طرف ہے کہ فی الجملہ دُوسرا بیان غالباً سچا ہے اور یہ کہ مرزا غلام احمد نے عبد الحمید کو
ڈاکٹر کلارک کے پاس نہیں بھیجا اور نہ اُس نے اُسکو ڈاکٹر کلارک کے مار ڈالنے کو سکھلایا ہے۔
وجوہات حسب ذیل ہیں۔ (۱) خود عبد الحمید ایسی جانبازی اور ذمہ واری کے کام کے لائق نہیں
وہ ایک لمبا بڑھا ہوا کمزور دل کا نوجوان ہے۔ اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ اسی کے خیالات بدکاری ص ۲۵۸

تعلیم کی خوبیان کرنی۔ اور اسکے اعجازی حقائق اور معارف اور انوار اور برکات کو ظاہر کرنے سے
جس سے قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میری کتابوں کو دیکھنے والے
اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ کتابیں قرآن شریف کے عجائب اسرار اور نکات سے پُر ہیں

کی طرف مائل ہیں اور نہ وہ ذرا بھی خبطی ہے۔ فی الواقع اسکے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نے اپنا وقت عیسائیت اور اسلام میں کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر کاٹا ہے۔ جہاں کہیں اُس کو روٹی کپڑے کے ملنے کا یقین ہوا تو وہ اپنی قسمت کو اسی طرح اختیار کرنے کو مستعد ہوگیا۔ مسٹر گرے بیان کرتا ہے کہ وہ اُسے معًا ایک مفتری معلوم ہوا۔ جہانتک کہ وہ اپنے معلومات عیسائیت کے متعلق ظاہر کرتا ہے۔ (۲) یہ تسلیم کیا گیا کہ غلام احمد نے صرف اسکو قریب دو ہفتہ کے دیکھا۔ بڑے سے بڑا وقت یہی ہے۔ وہ ایسے تھوڑے عرصہ میں کافی طور سے ایسی واقفیت پیدا نہیں کرسکتے تھے کہ ایسے نازک کام کے لئے اسپر بھروسہ کرتے۔ نہ یہ بات ہے کہ وہ اُسپر کوئی بڑا اثر پیدا کر سکے ہوں۔ (۳) جس طریق سے عبدالحمید نے اس کام کو بیان کیا ہے اسکی تدبیر بھی بالکل بھونڈی اور احمقانہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ امر قرین قیاس نہیں ہے کہ عبدالحمید کو اِس بات کے کہنے کی تعلیم دیگئی ہو کہ وہ بٹالہ کا ایک ہندو تھا۔ اور یہ ایسا بیان ہے جسکی تکذیب ڈاکٹر کلارک دو ایک گھنٹے میں کرسکتا۔ غلام احمد کے پچیس [۲۵] جولائی کے اس اقبال کے بعد کہ وہ نوجوان قادیان میں آیا تھا۔ اگر ڈاکٹر کلارک پر کوئی حادثہ پڑتا تو یہ یقینی امر تھا کہ مرزا صاحب کے خلاف اسکی جان کے بدلے میں کوئی عدالتی کارروائی کی جاتی۔ اور اس امر کی نسبت خود مرزا صاحب بھی قبل از وقت پیش بینی کرسکتے تھے۔ یہ بات کسی طرح بھی باور نہیں ہوسکتی کہ مرزا صاحب نے اپنے آپکو ایسے خطرہ میں ڈالا ہو۔ (۴) یہ ثابت ہے کہ وہ نوجوان اوّل ڈاکٹر گرے کے پاس امرتسر میں گیا اور اگر وہ اس کو کھانے پینے اور مکان کا وعدہ کرتے تو وہ اسکے پاس رہتا۔ اگر فی الاصل ڈاکٹر کلارک کے پاس بھیجا گیا تھا تو پھر اس امر کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ مسٹر گرے امریکن مشن کے عیسائی کے پاس وہ کیوں چلا گیا۔ یہ ظاہر ہوچکا ہے کہ وہ محض اتفاق سے ڈاکٹر کلارک کی طرف رستہ بتلایا گیا۔ (۵) اُس نے

۲۵۸

تتمہ حقیقۃ الوحی

اور ہمیشہ یہ سلسلہ جاری ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جسقدر مسلمانوں کا علم قرآن شریف کی نسبت ترقی کریگا اسیقدر اُنکا ایمان بھی ترقی پذیر ہوگا۔ اور دوسرا طریق جو مسلمانوں کا ایمان قوی کرنے کے لئے مجھے عطا کیا گیا ہے تائیدات سماوی اور دُعاؤں کا قبول ہونا اور

۲۵۸

نورالدین عیسائی امریکن مشن کو کہا تھا کہ وہ قادیان سے آیا ہے اور کہ وہ فی الاصل ہندو تھا۔
اور ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس کا یہ بیان کرنا نہ تو مرزا صاحب کی سازش ہے اور نہ لیکھرام کے
قاتل کے فعل سے مشابہت کیلئے ہے بلکہ بقول اسکے بیان کے اسواسطے ہے کہ مشنریوں سے
اس امر واقعہ کو پوشیدہ رکھے کہ وہ گجرات مشن سے نکالا گیا تھا۔ اسی وجہ سے اُس نے عبدالحمید
کی بجائے جھوٹا نام عبدالمجید بیان کیا۔ (۶) اگر عبدالحمید کا بیان جو بمقام بیاس اُس نے کیا ہے
سچا ہوتا تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں اُس نے بعد تسلیم کر لینے اس ضروری امر کے کہ وہ
ڈاکٹر مارٹن کلارک کے مارنے کے لئے آیا ہے تفصیلات کے بیان کرنے سے رکا رہا۔ یہ بات
ظاہر ہے کہ بہت سی تفصیلات اُسوقت ظاہر ہوئیں جبکہ وہ نوجوان وارث الدین اور پریمداس
اور عبدالرحیم کی حفاظت میں بٹالہ تھا۔ لہذا ہماری یہ رائے ہے کہ عبدالرحیم اور وارث الدین اور
پریمداس ہی صرف اس پہلی کہانی کے جوابدہ ہیں اور غالباً وہی اُس کو تمام وقت ورغلاتے رہے۔ صفحہ ۲۵۹
یہ تو طبعی امر ہے کہ اس نوجوان کے آنے پر مشن کے کبوتر خانہ میں بہت چرچا ہوا ہوگا خصوصاً جبکہ
اُس نے بیان کیا کہ وہ کسی اور جگہ سے نہیں بلکہ قادیاں ہی سے آیا ہے اور عیسائی ہونا چاہتا ہے۔
اسکی شکل وشباہت بعض عیسائی ماتحت ملازموں کے پاس اسکی سفارش نہ کر سکی اور اُسنے کہدیا
کہ وہ ہندو تھا۔ ایسا ہی لیکھرام کے قاتل نے کیا تھا۔ انہوں نے دونوں کو اکٹھے کر لیا۔ اور یہ
یقینی بات ہے کہ عبدالرحیم سے اکثر اس بارے میں پُوچھا گیا کہ اسکے آنے کے کیا وجوہ ہیں۔
ڈاکٹر کلارک بیان کرتا ہے کہ عبدالرحیم کو خود اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا تھا۔ یہ یاد رہے کہ یہ وہی
شخص ہے جس نے اوّل ہی اوّل ڈاکٹر کلارک کو کہا تھا کہ نوجوان قاتلانہ ارادہ سے آیا ہے اور جس نے

بقیہ حاشیہ

نشانوں کا ظاہر ہونا ہے۔ چنانچہ ابتک جو نشان ظاہر ہو چکے ہیں وہ اس کثرت سے ہیں جن کے
قبول کرنے سے کسی منصف کو گریز کی جگہ نہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا جو تاداں عیسائی ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور پیشگوئیوں سے انکار کرتے تھے اور آج وہ زمانہ ہے جو
تمام پادری ہمارے سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے۔ آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ صفحہ ۲۵۹

اسکی خُونی آنکھ کی طرف توجہ دلائی تھی۔ یہ ممکن ہے کہ اُس نے اور وارث الدین اور پریمداس نے فی الحقیقت ایسا یقین کر لیا ہو کہ نوجوان قتل کرنے کے ارادے سے آیا ہے اور اس سے اس امر کو تسلیم کرنے میں انکو خیال آیا ہو کہ وہ زبردستی صداقت کو نکال رہے ہیں۔ بعد ازاں اپنی غلطی پاکر اُنھوں نے اس جھوٹے قصّہ کو اور تفصیلات سے ارادہ کر لیا ہے کہ اس معاملہ کو برابر چلائیں گے درباب اُن ترغیبات کے جو ڈاکٹر کلارک کی موجودگی میں ہوئیں جنکی نسبت وہ بیان کرتا ہے کہ نہیں ہوسکتی ہیں یہ ممکن ہے کہ وہ اسوقت وقوع میں آئے ہوں جبکہ اسکی توجہ اور طرف مصروف تھی۔ وہ غالباً نوجوان کی نگرانی غور سے کر رہا تھا جسکو اردگرد سے عبدالرحیم وارث دین اور پریمداس گھیرے ہوئے تھے۔ اور ان تینوں میں سے میرا خیال ہے کوئی نہ کوئی عبدالحمید کے کانوں میں پھونک دیتا تھا اور اسکو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ خواہ کچھ ہی حقیقت ہو ہمیں بالکل یقین ہے کہ اگر عبدالحمید کو فی الحقیقت عبدالرحیم نے اپنے پہلے بیان کے کرنے میں ورغلایا۔ ڈاکٹر کلارک کو دوران کارروائی میں کامل طور سے دھوکا دیا گیا ہے اور اُسے انکی مصنوعی کارروائی سے بالکل اطلاع نہیں ہے۔ یہ بات بھی لکھنے کے قابل ہے کہ مرزا غلام احمد نے اس امر کو کشادہ پیشانی سے مان لیا ہے اور عدالت میں ڈاکٹر کلارک کو ہر ایک قسم کی شمولیت سے مبرّا قرار دیا ہے۔ شہادت میں بہت سی تحریری شہادت پیش کی گئی ہے جس میں سے کسی قدر متعلق سمجھی جاتی اگر اصل بیان جس کا اُوپر ذکر ہو چکا ہے ثابت ہو جاتا۔ مرزا غلام احمد زور سے اس بات کا انکار کرتا ہے کہ اُس نے کبھی ڈاکٹر کلارک کے ضرر دہی کیلئے صریحاً یا کنایتاً کبھی کوئی پیشگوئی کی ہو وہ اُسے ۱۸۹۳ء کی پیشگوئی میں جو مباحثہ

ص۲۶۰

پیشگوئیاں ظہور میں آرہی ہیں اور خوارق لوگوں کو حیرت میں ڈال رہے ہیں۔ پس کیا ہی وہ انسان نیک قسمت ہے کہ اب اُن انوار اور برکات سے فائدہ اُٹھائے اور ٹھوکر نہ کھائے !!!

اور وہ حوادث ارضی اور سماوی جو مسیح موعود کے ظہور کی علامات ہیں وہ سب میرے وقت میں ظہور پذیر ہو گئی ہیں۔ مدّت ہوئی کہ خسوف کسوف رمضان کے مہینے میں ہو چکا ہے اور ستارۂ ذوالسنین بھی نکل چکا۔ اور زلزلے بھی آئے اور مری بھی پڑی اور عیسائی

تتمہ حاشیہ

ص۲۶۰

کے بعد کی گئی تھی داخل نہیں سمجھتا اور نہ اس کا پیشگوئی میں کچھ اشارہ ہے جواب بیان کی جاتی ہے کہ وہ ابھی باقی ہے اور جس کا انجام آتھم سے حوالہ دیا گیا۔ ۱۸۹۳ء کی ابتدائی پیشگوئی اس طرح ہے۔ (وہ فریق جو دانستہ جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور ضعیف انسان کو خدا بنا رہا ہے ہلاک ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ اور (وہ شخص جو سچے خدا کو مان رہا ہے بڑی عزت پائے گا۔ لفظ "ضعیف آدمی کو خدا بنانا" صاف طور سے فریق کا تعلق عیسائی گروہ سے ظاہر کرتے ہیں جس فریق میں سے ڈاکٹر کلارک بھی ہے اور قیاساً وہ شخص" جس کا بعد ازاں ذکر ہے مرزا صاحب ہے۔ مرزا صاحب اِس سے انکار کرتے ہیں کہ الفاظ فریق اور شخص کا اطلاق کسی خاص شخص پر تھا۔ اور بیان کرتے ہیں کہ ہر صورت میں صرف ان کا اشارہ عبد اللہ آتھم سے تھا نہ ڈاکٹر کلارک سے*۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ وہ الفاظ جو انکی طرف سے استعمال کئے گئے ہیں اِس بات کی تائید نہیں کرتے۔

عیسائی مذہب بڑے زور شور سے دُنیا میں پھیل گیا۔ اور جیسا کہ آثار میں پہلے سے لکھا گیا تھا، بڑے تشدد سے میری تکفیر بھی ہوئی۔ غرض تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں اور وہ علوم اور معارف ظاہر ہو چکے ہیں جو دِلوں کو حق کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ قرآن شریف کی رو سے کوئی دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا اکمل اور اتم طور پر اس صورت میں ثابت ہو سکتا ہے کہ جبکہ تین[۳] پہلو سے اُس کا ثبوت

ص ۲۶۱

* یہ ضرور نہیں کہ الہامی پیشگوئیوں کے پہلو یکدفعہ معلوم ہو جائیں اسی لئے ہمارے خیال میں ابتدا سے یہی رہا کہ یہ پیشگوئی خاص آتھم کے متعلق ہے اور آتھم کے نام ہی بار بار اشتہار جاری ہوئے اور اُسی کو قسم کیلئے بلایا گیا۔ ہاں جبکہ بعض اور عیسائیان شریک بحث پر بھی اِس پیشگوئی کا اثر پڑا تو یہ سمجھا گیا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی اسمیں داخل ہونگے مگر دراصل ابتدا سے ہمارا علم یہی تھا کہ اس پیشگوئی کا مصداق صرف آتھم ہے ہماری نیت میں کبھی کوئی اور نہ تھا۔ ہاں دوسروں پر ہم نے اثر دیکھا۔ ورنہ ہم نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ جیسا کہ عبد اللہ آتھم اس پیشگوئی میں شریک ہے ایسا ہی دوسرے بھی شریک ہیں۔ اسی لئے ہماری پوری اور اصلی توجہ صرف آتھم کی طرف رہی اور ابتک اُسی کو اصلی مصداق پیشگوئی کا سمجھتے ہیں اور اُسی کے قسم نہ کھانے اور آخر پیشگوئی کے موافق اسی کے فوت ہو جانے سے ہم نے فائدہ اُٹھایا نہ کہ دُوسروں سے۔ منہ

مگر میعاد متعیّنہ گذر چکی ہے اور اب پیشگوئی غیر متعلق ہے۔ ایک اور پیشگوئی میں جس کی میعاد ستمبر ۱۸۹۷ء میں منقضی ہوگی غلام احمد (موٹے حروف میں) ڈاکٹر کلارک یا دیگر کسی پادری کو مباہلہ کے لئے طلب کرتے ہیں۔ وہ اپنے دل سے اُمید کرتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک منتخب ہوں اور وہ اُسے ذلیل سا بزدل آدمی کہتے ہیں۔ اگر ڈاکٹر کلارک شیطانی تدابیر کو اختیار کرکے بچنے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ خود اپنے طور سے جھوٹ کی بیخکنی کر دیگا۔ ڈاکٹر کلارک کہتا ہے کہ جھوٹ سے اسکی ہی ذات کی طرف اشارہ ہے اور یہاں جو جھوٹ کا لفظ ہے وہ اُس جھوٹ سے ملتا ہے جو ۱۸۹۳ء کی پیشگوئی میں درج ہے۔ مگر مرزا صاحب اس اتہام سے انکار کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئیاں ڈیلفک الہاموں کی طرح دو پہلو رکھتی ہیں اور اسی میں فائدہ ہے کہ وہ ایسی ہوں۔ مرزا صاحب کچھ مطلب بیان کرتے ہیں اور ڈاکٹر کلارک کچھ۔ اور اس صورت میں اس امر کا ثابت کرنا ناممکن ہے کہ ڈاکٹر کلارک کے معنے ٹھیک ہوں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے ڈاکٹر کلارک کی موت کی نسبت کبھی کوئی پیشگوئی نہیں کی اور جسقدر مطبوعہ شہادت پیش کی گئی ہے ہم منجملہ اُسکے کسی میں بھی کوئی صاف اور صریح امر نہیں پاتے جس سے مرزا صاحب کے بیان کی تردید ہوتی ہو۔ غلام احمد نے اپنے اظہار میں بیان کیا ہے کہ اُنکو اُن حملات کا کچھ بھی علم نہیں ہے جو آتھم کی جان پر کئے گئے۔ مگر کہا کہ لیکھرام کی نسبت اُسکو علم تھا کہ وہ مرجائے گا۔ اور نیز اُس نے دن اور گھنٹہ کی پیش از وقت اطلاع دیدی تھی۔ جہانتک ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ

۲۶۱

ظاہر ہو۔ اوّل یہ کہ نصوص صریحہ اُس کی صحت پر گواہی دیں یعنے وہ دعوےٰ کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ عقلی دلائل اُس کے مؤید اور مصدق ہوں۔ تیسرے کہ یہ آسمانی نشان اُس مدعی کی تصدیق کریں۔ سو اِن تینوں وجوہ استدلال کے رُو سے میرا دعویٰ ثابت ہے۔ نصوص حدیثیہ جو طالب حق کو بصیرت کامل تک پہنچاتی ہیں اور میرے دعوے کی نسبت اطمینان کامل بخشتی ہیں ان میں سے مسیح موعود اور مسیح بنی اسرائیلی کا اختلاف حلیہ ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کے صفحہ ۴۸۵ و ۸۷۶ و ۱۰۵۵ وغیرہ میں جو

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

سے تعلق ہے ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ غلام احمد سے حفظ امن کے لئے ضمانت لیجائے یا یہ کہ مقدمہ پولیس کے سپرد کیا جائے۔ لہٰذا وہ **بری کئے جاتے ہیں**۔* لیکن ہم اس موقعہ پر مرزا غلام احمد کو بذریعہ تحریری نوٹس کے جسکو انہوں نے خود پڑھ لیا اور اُسپر دستخط کر دیئے ہیں باضابطہ طور سے متنبہ کرتے ہیں کہ اُن مطبوعہ دستاویزات سے جو شہادت میں پیش ہوئی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُس نے اشتعال اور غصہ دلانیوالے رسالے شائع کئے ہیں جن سے اُن لوگوں کی ایذا متصور ہے۔ جنکے مذہبی خیالات اُسکے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں۔

ص ۲۶۲

مسیح موعود کے بارے میں حدیث ہے جسمیں یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو عالم کشف میں خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اسمیں اُس کا حلیہ یہ لکھا ہے کہ وہ گندم گوں تھا اور اُسکے بال گھونگر والے نہیں تھے بلکہ صاف تھے۔ اور پھر اصل مسیح علیہ السلام جو اسرائیلی نبی تھا اُسکا حلیہ یہ لکھا ہے کہ وہ سُرخ رنگ تھا جسکے گھونگر والے بال تھے۔ اور صحیح بخاری میں جا بجا یہ التزام کیا گیا ہے کہ آنیوالے مسیح موعود کے حلیہ میں گندم گوں اور سیدھے بال لکھدیا ہے اور حضرت عیسٰی کے حلیہ میں جا بجا سُرخ رنگ اور گھونگر والے بال لکھا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنیوالے مسیح موعود کو ایک علیحدہ انسان قرار دیا ہے اور اسکی صفت میں **اِمامکم منکم** بیان فرمایا ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو علیحدہ انسان قرار دیا ہے۔ اور بعض مناسبات کے لحاظ سے عیسٰی بن مریم کا نام دونوں پر اطلاق کر دیا ہے۔

اور ایک اور بات غور کرنے کے لائق ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

* یہ حکم بری کرنے کا جو ۲۳؍ اگست ۱۸۹۷ء کو مجسٹریٹ ضلع کی قلم سے نکلا اور یہ نوٹس جو بطور تہدید لکھا گیا یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جن سے ہماری جماعت کو فائدہ اُٹھانا چاہیئے کیونکہ اُن کو ایک مدت پہلے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر ان دونوں باتوں کی خبر دیگئی تھی۔ اب انہیں سوچنا چاہیئے کہ کیونکر ہمارے خدا نے یہ دونوں غیب کی باتیں پیش از وقت اپنے بندہ پر ظاہر کر دیں۔ جن لوگوں نے یہ نشان بچشم خود دیکھ لیا چاہیئے کہ وہ ایمان اور تقویٰ میں ترقی کریں اور خدا کے نشانوں کو دیکھ کر پھر غفلت میں زندگی بسر نہ کریں۔ منہ

جو اثر کہ اُسکی باتوں سے اُسکے بے علم مُریدوں پر ہوگا اسکی ذمہ داری اُنہی پر ہوگی اور ہم اُنہیں متنبہ کرتے ہیں کہ جبتک وہ زیادہ تر میانہ روی کو اختیار نہ کرینگے وہ قانون کے رُو سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ اُسکی زد کے اندر آجاتے ہیں۔ دستخط ایم ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء

۲۶۲ یہ تمام مقدمہ جو معہ رائے حاکم لکھا گیا ہے اسمیں غور کرنے سے ظاہر ہے کہ عیسائیوں کیطرف سے

جہاں مسیح موعود کا ذکر کیا ہے اسجگہ صرف اسی پر کفایت نہیں کی کہ اُس کا حلیہ گندم گوں اور صاف بال لکھا ہے بلکہ اُسکے ساتھ دجّال کا بھی جابجا ذکر کیا ہے۔ مگر جہاں حضرت عیسٰے علیہ السلام بنی اسرائیلی کا ذکر کیا ہے وہاں دجّال کا ساتھ ذکر نہیں کیا۔ پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں عیسٰی بن مریم دو تھے۔ ایک وہ جو گندم گوں اور صاف بالوں والا ظاہر ہونے والا تھا جسکے ساتھ دجّال ہے۔ اور دوسرا وہ جو سُرخ رنگ اور گھونگر یالے بالوں والا ہے اور بنی اسرائیلی ہے جسکے ساتھ دجال نہیں اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام شامی تھے اور شامیوں کو آدم یعنے گندم گون ہرگز نہیں کہا جاتا مگر ہندیوں کو آدم یعنے گندم گون کہا جاتا ہے۔ اِس دلیل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ گندم گون مسیح موعود جو آنے والا بیان کیا گیا ہے وہ ہرگز شامی نہیں ہے بلکہ ہندی ہے۔ ۲۶۳

اسجگہ یاد رہے کہ نصاریٰ کی تواریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی گندم گوں نہیں تھے بلکہ عام شامیوں کی طرح سُرخ رنگ تھے۔ مگر آنے والے مسیح موعود کا حلیہ ہرگز شامیوں کا حلیہ نہیں ہے۔ جیساکہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

اور منجملہ اُن دلائل کے جو نصوص حدیثیہ سے صحت و صدق دعویٰ اِس راقم پر قائم ہوئے ہیں وہ حدیث بھی ہے جو مجدّدوں کے ظہور کے بارے میں ابوداؤد اور مستدرک میں موجود ہے یعنے یہ کہ اس اُمت کے لئے ہر ایک صدی کے سر پر مجدّد پیدا ہوگا اور ان کی ضرورتوں

یہ ایک بناوٹ تھی جسکو صاحب مجسٹریٹ ضلع نے بخوبی دریافت کرلیا اور ہر ایک شخص جو اس تحریر پر غور کریگا اور اس مقدمہ کو اوّل سے آخر تک غور سے پڑھیگا وہ دلی یقین سے سمجھ لیگا کہ ان لوگوں نے جو مسیح کے خون سے پاک ہو جانے کا دعویٰ کرتے ہیں کیونکر ایک ناحق کے خون کیلئے پختہ سازش کی تھی۔ یہ ظاہر ہے اور ڈاکٹر کلارک کو اس بات کا اقرار ہے کہ جب انہوں نے ایک عیسائی

۲۶۳

کے موافق تجدید دین کریگا۔ اور فقرہ یجدّد لھا جو حدیث میں موجود ہے یہ صاف بتلا رہا ہے کہ ہر ایک صدی پر ایسا مجدّد آئے گا جو مفاسد **موجودہ** کی تجدید کریگا۔ اب جب ایک منصف غور سے دیکھے کہ چودھویں صدی کے سر پر کون سے سخت خطرناک مفاسد موجود تھے جن کی تجدید کے لئے مجدّد میں لیاقتیں چاہئیں۔ تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا فتنہ جس سے لاکھوں انسان ہلاک ہوگئے پادریوں کا فتنہ ہے۔ اور اس سے کوئی عقلمند اور دردخواہ اسلام کا انکار نہیں کریگا کہ اس صدی کے مجدّد کا بڑا فرض یہی ہونا چاہیئے کہ وہ کسر صلیب کرے اور عیسائیوں کی حجتوں کو نابود کر دیوے۔ اور جبکہ چودھویں صدی کے مجدّد کا کسر صلیب فرض (کام) ہوا تو اس سے ماننا پڑا کہ وہی مسیح موعود ہے۔ کیونکہ حدیثوں کی رُو سے مسیح موعود کی بھی یہی علامت ہے کہ "وہ صدی کا مجدّد ہوگا اور اس کا کام یہ ہوگا کہ کسر صلیب کرے"۔ بہرحال اسوقت کے مولوی اگر دیانت اور دین پر قائم ہو کر سوچیں تو انہیں ضرور اقرار کرنا پڑے گا کہ چودھویں صدی کے مجدّد کا کام کسر صلیب ہے۔ اور چونکہ یہ وہی کام ہے جو مسیح موعود سے مخصوص ہے اسلئے بالضرورت یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چودھویں صدی کا مجدّد مسیح موعود چاہیئے۔ اور اگرچہ چودھویں صدی میں فسق و فجور بھی مثل شراب خوری و زناکاری وغیرہ بہت پھیلے ہوئے ہیں مگر بغور نظر معلوم ہوگا کہ ان سب کا سبب ایسی تعلیمیں ہیں جن کا یہ مدعا ہے کہ ایک انسان کے خون نے گناہوں کی بازپرس سے کفایت کردی ہے۔ اسی وجہ سے ایسے جرائم کے ارتکاب میں یورپ سب سے

۲۶۴

حاشیہ در حاشیہ

عبدالرحیم نام کو عبدالحمید کا حال دریافت کرنے کے لئے میرے پاس بھیجا تو مَیں نے اسکی نسبت
۲۶۴ کچھ بھی اخفا نہیں کیا بلکہ ظاہر کر دیا کہ وہ اچھا آدمی نہیں اور جو اپنا نام رلیارام بیان کرتا ہے
یہ بیان سراسر جھوٹ ہے۔ اب عقلمند اسی بات سے سمجھ سکتا ہے کہ اگر میں نے درحقیقت عبدالحمید کو
خون کرنے کے لئے بھیجا تھا تو پھر مَیں اسکی چال چلن سے کیونکر ڈاکٹر کلارک کو متنبہ کرتا۔ ماسوا

بڑھا ہوا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کی مجاورت کے اثر سے عموماً ہر ایک قوم میں بے قیدی اور
آزادی بڑھ گئی ہے۔ اگرچہ لوگ بیماریوں سے ہلاک ہو جائیں۔ اور اگرچہ وبا اُنکو کھا جائے
مگر کسی کو خیال بھی نہیں آتا کہ یہ تمام عذاب شامت اعمال سے ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے؟
یہی تو ہے کہ **خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو گئی ہے**۔ اور اُس ذوالجلال کی
عظمت دلوں پر سے گھٹ گئی ہے۔ غرض جیسا کہ **کفارہ** کی بیقیدی نے یورپ کی
قوموں کو شراب خواری اور ہر ایک فسق و فجور پر دلیر کیا۔ ایسا ہی اُن کا نظارہ دوسری
قوموں پر اثر انداز ہوا۔ اس میں کیا شک ہے کہ فسق و فجور بھی ایک بیماری متعدی ہے۔
ایک شریف عورت کنجریوں کی دن رات صحبت میں رہ کر اگر صریح بدکاری تک نہیں پہنچے گی تو
کسی قدر گندے حالات کے مشاہدہ سے دل اُسکا ضرور خراب ہوگا۔ غرض **صلیبی عقیدہ** ہی
تمام **بیقیدیوں اور آزادیوں کی جڑ** ہے اور اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ وہ عقیدہ
ان ملکوں میں نہایت خطرناک طور پر پھیل رہا ہے اور کئی لاکھ تک اُن لوگوں کا شمار پہنچ گیا
ہے کہ جو پادریوں کے دام میں آکر جوہر ایمان کھو بیٹھے ہیں اور یا پوشیدہ مرتد ہو کر متلاشیوں
کے رنگ میں پھرتے ہیں اسلئے خدا تعالیٰ کی غیرت اور رحمت نے چاہا کہ صلیبی عقیدے
کے زہرناک اثر سے لوگوں کو بچاوے اور جس دجالیت سے انسان کو خدا بنایا گیا ہے۔
۲۶۵ اُس دجالیت کے پردے کھول دیوے اور چونکہ چودھویں صدی کے شروع تک یہ بلا کمال
تک پہنچ گئی تھی۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور عنایت نے چاہا کہ چودھویں صدی کا مجدد

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اسکے عدالت میں یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ عبد الحمید براہ راست ڈاکٹر کلارک کے پاس نہیں گیا تھا بلکہ اوّل نورالدین عیسائی کی چٹھی لیکر پادری گرے کے پاس گیا تھا۔ اگر اصل مقصد اُس کا ڈاکٹر کلارک کو قتل کرنا ہوتا تو پادری گرے کے ساتھ اُس کا کیا کام تھا۔ عدالت میں

کسر صلیب کرنیوالا ہو۔ کیونکہ مجدد بطور طبیب کے ہے اور طبیب کا کام یہی ہے کہ جس بیماری کا غلبہ ہو اُس بیماری کی قلع قمع کی طرف توجہ کرے۔ پس اگر یہ بات صحیح ہے کہ کسر صلیب مسیح موعود کا کام ہے تو یہ دوسری بات بھی صحیح ہے کہ چودھویں صدی کا مجدد جس کا فرض کسر صلیب ہے مسیح موعود ہے۔

لیکن اسجگہ طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو کیونکر اور کن وسائل سے کسر صلیب کرنا چاہیئے؟ کیا جنگ اور لڑائیوں سے جس طرح ہمارے مخالف مولویوں کا عقیدہ ہے؟ یا کسی اور طور سے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی لوگ (خدا اُنکے حال پر رحم کرے) اس عقیدہ میں سراسر غلطی پر ہیں۔ مسیح موعود کا منصب ہرگز نہیں ہے کہ وہ جنگ اور لڑائیاں کرے بلکہ اُس کا منصب یہ ہے کہ حجج عقلیہ اور آیات سماویہ اور دعا سے اس فتنہ کو فرو کرے۔ یہ تین ہتھیار خدا تعالیٰ نے اُس کو دیئے ہیں اور تینوں میں ایسی اعجازی قوت رکھی ہے جس میں اُس کا غیر ہرگز اُس سے مقابلہ نہیں کر سکیگا۔ آخر اسی طور سے صلیب توڑا جائے گا۔ یہانتک کہ ہر ایک محقق نظر سے اسکی عظمت اور بزرگی جاتی رہے گی اور رفتہ رفتہ توحید قبول کرنے کے وسیع دروازے کھلیں گے۔ یہ سب کچھ تدریجًا ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے سارے کام تدریجی ہیں۔ کچھ ہماری حیات میں اور کچھ بعد میں ہوگا۔ اسلام ابتدا میں بھی تدریجًا ہی ترقی پذیر ہوا ہے اور پھر انتہا میں بھی تدریجًا اپنی پہلی حالت کی طرف آئیگا۔

بعض نادان مولوی کہتے ہیں کہ "ابتک تم نے کونسی کسر صلیب کی؟" پس انکو یاد رہے

بقیہ حاشیہ

یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عبد الحمید نے جو اپنا نام بدلا یا صرف اس غرض سے تھا کہ گجرات کے مشن سے وہ بوجہ بدچلنی نکالا گیا تھا۔ اور اسکو اندیشہ تھا کہ اگر میں اصل نام بیان کروں تو پھر مجھے نہیں لینگے اور اُس کا عیسائی ہونا محض کھانے پینے کے لئے تھا۔ اور عدالت میں یہ بھی ثابت ہوگیا کہ

کہ نشان ظاہر ہوئے اور پیشگوئیاں ظہور میں آئیں اور پادریوں کا مُنہ بند کیا گیا اور اگر وہ حیا سے کام لیں تو آیندہ اعتراض کی اُنکو جگہ نہ رہے۔ اور قرآن کی اعلیٰ تعلیم نے جو میری طرف سے بیان کی گئی بڑے بڑے جلسوں میں لوگوں کا سر جُھکا دیا۔* اور عیسائی مذہب کے اصول کو ایسے طور سے توڑا گیا کہ کبھی کسی کو پہلے اس سے میسر نہ آیا۔ بھلا اگر یہ صحیح نہیں ہے تو ہمارے مخالف مولوی پادری صاحبوں کی طرف سے وکیل بنکر کوئی ایک سوال اُن کا تو ایسا پیش کریں جسکو ہم نے براہین قطعیہ سے کالعدم نہیں کر دیا۔ یا یہی دکھاویں کہ ہم سے پہلے اس تحقیقی طور سے کبھی کسی نے جواب دیا تھا۔ ان لوگوں کو خدا تعالےٰ سے شرم کرنی چاہیئے۔ کہانتک اور کبتک سچائی سے لڑینگے؟!!

از انجملہ نصوص حدیثیہ میں ایک دلیل مسیح موعود کے زمانہ کی یہ لکھی ہے کہ اُسکے ظہور سے پہلے زمین ظلم اور جور سے بھری ہوئی ہوگی اور پھر وہ مہدی موعود عدل اور انصاف سے زمین کو پُر کریگا اور وہ روشن پیشانی اور اونچی ناک والا ہوگا۔ کذا فی المشکوٰۃ رواہ ابوداؤد والحاکم ایضاً۔ اب ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں ہر ایک قسم کے ظلم یعنے معصیت اور افراط اور تفریط اور فسق اور فجور سے زمین بھری ہوئی ہے اور زمین کی تمام تاریکیاں زور کے ساتھ جوش مار رہی ہیں اکثر دلوں پر دُنیا اور دُنیا کی خواہشیں اس درجہ پر غالب ہیں کہ گویا انہیں خدا تعالیٰ کی جگہ کچھ بھی باقی نہیں رہی نہ زبانوں میں تقویٰ باقی

* دانشمند لوگ اُس مضمون کو پڑھیں جو مہوتسو کے جلسہ میں میری طرف سے پڑھا گیا تھا جو تمام قوموں کی تقریروں کے ساتھ کتاب کے طور پر شائع ہوچکا ہے تا معلوم ہو کہ کیسے کیسے معارف قرآنی و نکات فرقانی اس میں لکھے گئے ہیں جو بطور اعجاز مانے گئے۔ منہ

اُسکے بیان میں بہت تناقض تھا اور یقینی طور پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر روز اُسکو سکھلایا جاتا ہے۔
اِن ہی تمام وجوہات اور خود اسکے اقرار سے مقدمہ کی اصلیت یہ ثابت ہوئی کہ عبدالرحیم اور وارث دین وغیرہ عیسائیوں کی تعلیم سے یہ مقدمہ کھڑا کیا گیا تھا لیکن اللہ جل شانہ، کا شکر ہے کہ اُس نے اُسکی

صفحہ ۲۶۶

ہے نہ آنکھوں میں نہ کانوں میں اور نفسانی جذبات کا سیلاب زور سے بہہ رہا ہے نہ ایمانی حالتیں درست ہیں نہ عملی۔ اخلاقی بصیرتیں گم ہیں۔ فراستیں مفقود ہیں۔ محبت الٰہی اور وہ اُنس اور وہ ذوق اور وہ غربت اور انکسار اور تقویٰ اور خوف اور خشوع اور صدق اور راستبازی جو قرآن نے سکھلائی تھی۔ معدوم کی طرح ہوگئی ہے۔ مخلوق پرست شرک پھیلانے میں سرگرم ہیں۔ اور فاسق لوگ جابجا فسق کی دوکانیں کھولے بیٹھے ہیں اور ایمان ایک ایسی چیز ہوگئی ہے جو صرف زبانوں میں اس کا دعویٰ رہ گیا ہے۔ اِلّا قلیل مِّن العباد۔ سو درحقیقت یہ وہی زمانہ ہے جو حدیث کے منشاء کے موافق ہے یعنے جسمیں ہر ایک قسم کا گناہ اور ہر ایک قسم کی بدکاری اور ہر ایک قسم کی بداعتقادی پھیل گئی ہے اور شرک جو ظلم عظیم ہے اس کا جھنڈا نہایت زور سے کھڑا کیا گیا ہے۔ اور یہ حدیث نہایت وضاحت سے بیان کر رہی ہے کہ حالت موجودہ کا ظلم اور جور جس طرز کا ہوگا اُسی کی اصلاح کے لئے وہ مہدی موعود آئے گا۔ اور یہ جو روشن پیشانی✱ اور اونچی ناک والا اسکو لکھا ہے یہ علامت صرف ظاہری حلیہ تک محدود نہیں کیونکہ اس ظاہری حلیہ میں تو ہزاروں انسان شریک ہیں بلکہ اسجگہ علاوہ اس ظاہری علامت کے ایک باطنی حقیقت بھی مراد ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ اُسکی پیشانی میں ایک نور صدق رکھدیگا جو دلوں کو اپنی طرف کھینچے گا اور اُسکی ناک میں کبریائی کی ایک علامت ہوگی جو بلندی ناک سے مشابہ ہے۔ اور کبریائی یہ ہے کہ اس کا رُعب اور اُس کی عظمت دلوں میں خدائی سیاست ڈالیگی۔ اور اگرچہ یہ دونوں علامتیں خدا تعالیٰ کے ہر ایک خاص بندے میں ہوتی ہیں مگر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مہدی موعود میں نہایت قوت سے اور نمایاں طور پر پائی جائیں گی۔ اُسکی پیشانی کا نور کثرت سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچے گا۔ یہانتک کہ نادان خیال کرینگے کہ شاید یہ شخص ساحر ہے۔ ایسا ہی اُس کا رُعب بشدت مخالفوں پر پڑیگا۔ اور کبریائی کی علامت جس کا مظہر ناک ہے۔ نہایت

صفحہ ۲۶۷

✱ یہ دونوں علامتیں ظاہری طور پر بھی میرے ہادی جناب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمال پُر انوار کی رونق اور حُسن کو دوبالا کر رہی ہیں۔ فداہ امی وابی۔ خاکسار کاتب۔

۲۶۷

اصلیت حکام پر کھولدی اور مجھے پہلے سے بذریعہ الہام اطلاع دیدی تھی کہ ایسا مقدمہ ہوگا اور آخر تمہیں بری کیا جائیگا۔ اور وہ الہامات اسوقت میں نے اپنی جماعت میں شائع کئے جبکہ

بقیہ حاشیہ

جلال سے ظاہر ہوگی۔ وہ اپنی کبریائی کے استغنا کے سبب سے بلند مزاجی دکھلائیگا اور شریروں کے آگے تذلّل نہیں کریگا اور آخر شریر خود تذلّل ظاہر کرینگے۔

اسجگہ یاد رہے کہ آج سے اٹھارہ برس پہلے براہین احمدیہ میں ان دونوں علامتوں کیطرف الہام الٰہی میں اشارہ کیا گیا ہے۔ جیساکہ ایک الہام یہ ہے کہ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ یعنے میں نے اپنی طرف سے کشش محبت کا نشان تجھ میں رکھدیا ہے کہ جو شخص تعصب سے خالی ہوکر تجھے دیکھے گا وہ بالطبع تجھ سے محبت کریگا اور تیری طرف کھینچا جائیگا۔ اور دوسرا یہ الہام ہے کہ نُصِرْتَ بِالرُّعْب یعنے تجھ میں ایک علامت رُعب بھی رکھدی ہے۔ اور سوچنے والے اور موجودہ حالات کو دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ دونوں علامتیں اس بندہ حضرت عزّت میں پوری ہوتی جاتی ہیں۔ اکثر نیک دل آدمی کھینچے جارہے ہیں اور مخالفوں پر دن بدن رُعب زیادہ ہورہا ہے، وہ اپنے ارادوں سے نومید ہوتے جاتے ہیں اور بعض توبہ کرتے جاتے ہیں۔

۲۶۸

اور منجملہ نصوص حدیثیہ کے ایک وہ دلیل ہے جو مسلم نے لکھی ہے یعنے یہ کہ لَوْ کَانَ الدِّیْنُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَذَھَبَ بِہٖ رَجُلٌ مِّنْ فَارِس یعنے اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تب بھی ایک مرد فارس میں سے اُسکو لے آئیگا۔ یہ حدیث صاف دلالت کرتی ہے کہ اسلام پر ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ جب دین اور علم اور ایمان میں ضعف آجائے گا۔ اور جور اور ظلم زمین پر پھیل جائے گا اور اُسوقت ایک شخص فارسی الاصل پیدا ہوگا جو اُسکو پھر زمین پر واپس لائے گا۔ اور ابھی گذشتہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ شخص جس کے ہاتھ سے ہر ایک قسم کے ظلم اور فسق زوال پذیر ہونگے وہی مہدی موعود ہے اور حدیث لَا مَھْدِیَ اِلَّا عِیْسٰی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی مسیح موعود ہے اور اب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

۲۶۹

مقدمہ کا ابھی نام ونشان نہ تھا۔ ہماری جماعت کا غالباً دو سَو کے قریب ایسا آدمی ہوگا جن کو
پیش از وقت اُن الہامات کی خبر مل گئی تھی۔ سو وہ مقدمہ اور وہ ابتلا تو ختم ہوگیا اور اُس کا نتیجہ
ایک عظیم الشان پیشگوئی اور نصرت الٰہی کا نشان رہ گیا جو ہمیشہ بطور یادگار رہیگا۔ اسجگہ ہمیں اپنی

وہ مسیح موعود فارسی الاصل ہوگا۔ سو غور کرنے والے کے لئے اس مقام میں نہایت بصیرت
حاصل ہوتی ہے اور تمام حدیثیں ہر ایک قسم کے تناقض سے صاف ہو کر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ
وہ شخص جو پھر آسمان سے ایمان اور دین اور علم کو واپس لائیگا یعنے دوبارہ دُنیا کو طرح طرح کے
نشانوں سے خدا پر سچا یقین بخشے گا اور ایمانوں کو قوی کریگا اور عقائد کی تصحیح کریگا اور قرآن کے
حقائق و معارف سمجھائے گا وہ فارسی الاصل ہوگا اور وہی مسیح موعود ہوگا۔ اور حدیث بخاری اور
ابو داؤد سے ثابت ہو چکا ہے کہ اُس کا زمانہ وہ ہوگا کہ جب دُنیا میں سب سے زیادہ نصاریٰ کی سلطنت
کی شوکت و شان بڑھی ہوئی ہوگی اور اکثر ملک اُنکے تصرف میں ہونگے۔ اور صحیح بخاری اور مسلم میں
یہ حدیث بھی ہے کہ وہ نہ ہتھیار اُٹھائے گا اور نہ لڑائی کریگا بلکہ حجج سماویہ یعنے نشان اور
براہین عقلیہ سے غیر ملتوں کو ہلاک کر دیگا۔ اور اُس کا حربہ آسمانی ہوگا نہ زمینی۔ سو شکر کرو کہ
تمہارے وقت میں اور تمہارے ملک میں خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پُورا ہُوا۔ اُن لوگوں کو کیا ایمان
نفع دیگا جو پوری روشنی کے بعد آئینگے۔ حدیث میں اُسی فارسی الاصل کیطرف اشارہ ہے جس کا ذکر
آج سے اٹھارہ برس پہلے براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ کے الہام نے کر دیا ہے اور وہ یہ ہے۔ اِنّا فتحنا
لک فتحًا مبینًا۔ فتح الولی فتح وقرّبناہ نجیّا۔ اشجع الناس۔ ولو کان الایمان معلّقًا
بالثریا لنالہ انار اللّٰہ برہانہ۔ یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک ... انّی رافعک الیّ
والقیت علیک محبۃ منّی .... خذوا التوحید یا ابناء الفارس۔ وبشّر الذین
اٰمنوا ان لھم قدم صدقٍ عند ربّھم۔ واتل علیھم ما اوحی الیک من ربّک ولا
تصعّر لخلق اللّٰہ ولا تسئم من الناس۔ اصحاب الصفہ وما ادراک ما اصحاب

۲۶۹

محسن گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ باوجودیکہ مقدمہ پادریوں کی طرف سے تھا مگر مجسٹریٹ ضلع نے جو ایک انگریز تھا ہرگز روا نہ رکھا کہ ایک ذرہ پادریوں کی رعایت کی جائے اور جو کچھ انصاف کا تقاضا تھا وہی کیا اور اس کی بصیرت اور فراست نے فی الفور دریافت کر لیا کہ

الصفّۃ۔ تریٰ اعینھم تفیض من الدمع۔ یصلون علیک۔ ربّنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان وداعیا الی اللہ وسراجًا منیرا۔ املوا۔ دیکھو صفحہ ۲۴۱-۲۴۲ براہین احمدیہ۔

ترجمہ۔ ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے یعنے دینگے۔ ولی کی فتح ایک بزرگ فتح ہے اور ہم نے اُسے اپنا مقرب اور راز دار بنایا ہے وہ سب سے زیادہ بہادر ہے۔ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو وہاں سے لے آتا۔ خدا اُس کے بُرہان کو روشن کریگا۔ اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری ہے۔ مَیں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور اپنی محبت تیرے پر ڈالونگا۔ یعنے لوگ ایک رُوحانی کشش سے تجھ سے محبت کرینگے اور تیری طرف کھینچے جائینگے۔ توحید کو پکڑو۔ توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ اور اُنکو خوشخبری دے جو تجھ پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا کے نزدیک صادق ٹھہر گئے اور اُنکا صدق قدم ثابت ہوا تو انکو میرے الہامات سُنا۔ اور مخلوق اللہ سے مونہہ مت پھیر اور انکی ملاقات سے مت ملول ہو یعنے وہ وقت آتا ہے کہ وہ کثرت سے اور فوج در فوج تیرے پاس آئینگے سو خلق اور برداشت سے اُنکی ملاقات کرنا۔ اور پھر فرمایا کہ انمیں سے ایک گروہ ہوگا (جو اکثر حاضر رہینگے) جن کا نام خدا تعالیٰ کے نزدیک اصحاب الصُفہ ہے اور تو کیا جانتا ہے کہ اصحاب الصفہ کیا چیز ہیں یعنے انکی شان بہت بڑی ہے۔ تو دیکھے گا کہ اکثر اوقات اُنکی آنکھوں سے آنسو جاری ہونگے اور تجھ پر درود بھیجیں گے یعنے جبکہ وہ کوئی حکمت کے کلمے اور معارف اور حقائق سینگے یا نشان دیکھیں گے یا انشراح اور یقین کی حالت اُنپر غلبہ کرے گی تو وہ محبت اور تودّد کے جوش سے تجھ پر درود بھیجیں گے اور تیرے حق میں دُعا کرینگے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے رب ہمنے ایک منادی کرنیوالے کی آواز سُنی جو ایمان کیلئے منادی کرتا ہے اور خدا کی طرف بُلاتا ہے اور چراغ روشن ہے۔ (لکھ لو)

ان الہامات میں صاف طور پر بتلادیا کہ بڑا کام تمہارا ایمان کی منادی ہے۔ اور حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ اُس فارسی الاصل کو یہی سخت ضرورت پیش آئیگی کہ لوگوں کا ایمان تازہ ہو اور اُسکو قدرت دیجائیگی کہ اگر ایسا زمانہ بھی ہو کہ ایمان بکلی زمین پر سے معدوم ہو جائے تب بھی وہ ایمان کو آسمان سے

۲۷۱

بہ سراسر عیسائیوں کی بناوٹ ہے۔ ایساہی کپتان لیمارچنڈ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور نے اپنی عقلمندی سے فی الفور سمجھ لیا کہ یہ تمام منصوبہ بے اصل اور جھوٹا ہے۔ اور باوجودیکہ مقدمہ ایک مذہبی رنگ میں تھا مگر انہوں نے نہ چاہا کہ انصاف کو ہاتھ سے دیکر اور مذہبی تعصب سے کام لیکر کسی پر ظلم کریں لیکن افسوس کہ شیخ محمد حسین بٹالوی نے مسلمان کہلا کر اس جھوٹے مقدمہ کی تائید کی اور خود بڑے جوش سے ڈاکٹر کلارک کا گواہ بنکر عدالت میں آیا لیکن عدالت نے اسکے بیان کو ایک ذرہ عزت کی نگاہ سے نہ دیکھا بلکہ کُرسی کی درخواست پر سخت جھڑکیاں دیں اور نہایت ناراضگی ظاہر کی کہ تو نے اپنی حیثیت سے بڑھکر کُرسی ملنے کا کیوں سوال کیا۔ پس یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان تھا کہ ایک ایسا شخص جو میری ذلّت کی خواہش رکھتا تھا اسکو عین عدالت میں سخت ذلّت پیش آ گئی گویا دردانگیز مار پڑی۔ اسجگہ یہ بات بھی دوبارہ بیان کرنیکے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک کے یکطرفہ بیان کیوجہ سے عدالت کو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ گویا ہماری طرف سے عیسائیوں کے مقابل پر سخت الفاظ استعمال ہوتے ہیں اسیوجہ سے عدالت نے آیندہ کے لئے بذریعہ نوٹس یہ ہدایت کی تھی کہ ایسے الفاظ پھر استعمال نہ ہوں میں نے اُسی وقت صاحب مجسٹریٹ ضلع کو یہ کہا تھا کہ میری طرف سے کوئی سختی ابتدائی طور پر نہیں ہوئی بلکہ پادری صاحبوں کیطرف سے سختی ہوئی ہے۔ اور میں نے یہ بھی کہا کہ اِسوقت کئی بستے ایسے عیسائی کتابوں کے میرے پاس موجود ہیں جن میں

واپس لائیگا۔ ان حدیثوں میں یہ بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اُسکے اوائل زمانہ میں ایمانی حالت لوگوں کی نہایت ہی گری ہوئی ہوگی اور وہ اسلئے آئیگا کہ پھر دوبارہ بڑی طاقت اور قوت اور نشانوں کے ساتھ اس حالت کو دلوں میں قائم کرے تب نہ بُت رہیں گے نہ صلیب رہیگی اور سمجھدار دلوں پر سے اُنکی عظمت اُٹھ جائیگی اور یہ سب باتیں باطل دکھائی دینگی اور سچے خدا کا پھر چہرہ نمایاں ہو جائیگا۔ مگر یہ نہیں کہ دنیا کی جنگوں کی طرح مسیح موعود کوئی جنگ کریگا یا دنیا کے ہتھیاروں کی طرف حاجت پڑیگی بلکہ خدا اپنے بزرگ نشانوں کے ساتھ اور اپنے نہایت پاک معارف کیساتھ اور نہایت قوی دلائل کیساتھ دلوں کو اسلام کیطرف پھیر دیگا اور وہی منکر رہ جائینگے جنکے دل مسخ شدہ ہیں۔ خدا ایک ہوا چلائیگا جس طرح موسم بہار کی ہوا چلتی ہے اور ایک رُوحانیت آسمان سے نازل ہوگی اور مختلف بلاد اور ممالک میں بہت جلد پھیل جائیگی اور جس طرح بجلی مشرق اور مغرب میں اپنی چمک ظاہر کر دیتی ہے ایسا ہی اُس رُوحانیت کے ظہور کے وقت ہوگا۔ تب جو

عیسائی صاحبان نے نہایت زیادتی کی ہے۔ لیکن چونکہ صاحب مجسٹریٹ ضلع اسوقت مقدمہ ختم کر چکے تھے اسلئے میرے جواب کا وقت نہیں رہا تھا۔ اسی لئے میں نے مناسب سمجھا کہ محض حکام کی آگاہی کیلئے اور سراسر نیک نیتی سے نمونہ کے طور پر وہ سخت الفاظ جو اسلام کے مقابل پر پادری صاحبان اور آریہ صاحبان استعمال کرتے ہیں اس کتاب میں کسی قدر لکھوں مگر میں اسوقت بطور نصیحت اپنی جماعت کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً کہتا ہوں کہ وہ اس طریق سخت گوئی سے اپنے تئیں بچاویں اور غیر قوموں کی باتوں پر پورے حوصلہ کیساتھ صبر کر کے اپنی نیک اخلاق درگذر اور صبر کو گورنمنٹ پر ظاہر کریں اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے مجتنب رہیں۔ ہاں معقول اور نرم الفاظ میں بیجا حملوں کا

نہیں دیکھتے تھے وہ دیکھیں گے اور جو نہیں سمجھتے تھے وہ سمجھیں گے اور امن اور سلامتی کیساتھ راستی پھیل جائیگی۔

یہی روح اور مغز اُن پیشگوئیوں کا ہے جو مسیح موعود کے بارے میں ہیں۔ حدیثوں میں بہت صفائی سے بتلایا گیا ہے کہ اُسکی تلوار اُسکے انفاس طیبہ ہیں یعنے کلمات حکمیہ سو اُن انفاس سے ملل باطلہ ہلاک ہو جائینگی جن جن مقامات تک اُسکی نظر پہنچے گی یعنے جن جن مذاہب پر وہ اپنی توجہ مبذول کریگا اُنہیں پیس ڈالیگا اور دلوں کو حق کی طرف پھیر دیگا۔ وہ کسی اہل مذہب کو نقصان نہیں پہنچائیگا بلکہ لطف اور نرمی کے ساتھ جھوٹ کا جھوٹ ہونا ظاہر کر دیگا۔ تب عموماً دلوں میں روشنی پیدا ہو جائیگی اور وہ سمجھ جائینگے کہ ہمارے یہ عقاید دراصل صحیح نہ تھے۔ جب تم دیکھو کہ اُس خدائے بزرگ اور مبارک کو سچا خدا سمجھنے کیلئے دل متحرک ہو گئے ہیں جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے یعنے وہی خدا جو تمام خوبیاں اپنی ذات میں رکھتا ہے جس کا ماننے والا کبھی شرمندہ نہیں ہو سکتا تب تم سمجھو کہ وہ وقت نزدیک ہے کہ جب یہ سب باتیں پوری ہونگی۔ موسم بہار کی ابتدا میں دیکھتے ہو کہ پہلے درختوں کی خشک اور بدنما لکڑی خوشرنگ اور تر و تازہ ہو جاتی ہے اور پھر ذرہ ذرہ پتے نکلتے ہیں اور پھر پھول آتا ہے اور آخر درخت پھلوں سے بھر جاتے ہیں۔ پس یقیناً سمجھو کہ اِن دنوں میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور یہ جو الہام الٰہی میں اصحاب الصُفّہ کی تعریف کی گئی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یقین میں محبت میں معرفت میں وہی لوگ زیادہ ترقی کرینگے جو اکثر پاس رہیں گے اور خدا اُن سے پیار کریگا۔ اور وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھائیں گے اور وہ ترقی کرینگے اور اُنکے دل رقت سے بھر جائینگے۔ غرض خدا کے نزدیک وہی خاص درجہ کے لوگ ہیں جنکو قُرب اور ہمسایگی اور ہم نشینی حاصل ہے۔

اسی طرح نصوص حدیثیہ میں متواتر بتلایا گیا ہے کہ وہ مسیح موعود عیسائیوں کی طاقت اور قوت کے وقت میں پیدا ہوگا۔ اُسکے وقت میں ریل گاڑی ہوگی اور تار ہوگی اور نہریں نکالی جائینگی اور پہاڑ چیرے

جواب دیں اور یقین رکھیں کہ گورنمنٹ ہر ایک مظلوم کی تائید کرنے کو طیار ہے۔ اسی مقدمہ کا نمونہ عقلمندوں کے لئے کافی ہے کہ کیونکر حکام کی عدالت اور انصاف پسندی نے پادریوں کی ایک کثیر جماعت کو اُنکے مقاصد سے محروم اور ناکام رکھا۔ سو یہی نصیحت ہے کہ اپنے طور پر کوئی اشتعال اور کوئی سختی ظاہر مت کرو اور کسی آزار اُٹھانے کے وقت حکام سے استغاثہ کرو۔ اور اگر معاف کرو اور درگذر اور صبر سے کام لو تو یہ تمہارے لئے استغاثہ کی نسبت بہتر طریق ہے۔ کیونکہ مقدمات اُٹھانا اور نالشیں کرتے پھرنا اُن لوگوں کی شان کے لائق نہیں ہے جو ایک بڑا حصہ اخلاق کا اپنے اندر رکھتے ہیں۔ فقط یکم رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

جائینگے اور بباعث ریل اونٹ بیکار ہو جائینگے*۔ اور نصوص الحکم میں شیخ ابن العربی اپنا ایک کشف یہ لکھتے ہیں کہ وہ خاتم الولایت ہے اور توام پیدا ہوگا۔ اور ایک لڑکی اُسکے ساتھ متولد ہوگی اور وہ چینی ہوگا یعنے اُسکے باپ دادے چینی ممالک میں بسے ہونگے سو خدا تعالےٰ کے ارادے نے ان سب باتوں کو پورا کر دیا۔ میں لکھ چکا ہوں کہ میں توام پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی اور ہمارے بزرگ سمرقند میں جو چین سے تعلق رکھتا ہے رہتے تھے۔

بالآخر یہ بھی لکھنے کے لائق ہے کہ ابتک جو کتابیں میں نے تالیف کرکے شائع کیں وہ بہ تفصیل ذیل ہیں:۔

براہین احمدیہ۔ سُرمہ چشم آریہ۔ شحنہ حق۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام۔ آسمانی فیصلہ۔ نشان آسمانی۔ آئینہ کمالات اسلام۔ تحفہ بغداد۔ اتمام الحجۃ۔ سر الخلافہ۔ انوار الاسلام۔ کرامات الصادقین۔ حمامۃ البشریٰ۔ برکات الدعا۔ نور الحق ضیاء الحق۔ نور القرآن۔ ست بچن۔ آریہ دھرم۔ انجام آتھم۔ شہادۃ القرآن۔ سراج منیر حجۃ اللہ۔ تحفہ قیصریہ۔ جواب سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا۔ رسالہ استفتاء۔ تقریر جلسہ مہوتسو۔ مباحثہ جنگ مقدس۔ دیگر مباحثات کی تقریریں۔ اشتہارات وغیرہ۔ منہ

* دیکھو منتخب کنز العمال جلد ششم صفحہ ۰ ۰ جو حاشیہ مسند امام احمد پر ہے بعد ابواب مہدی و عیسےٰ موعود وغیرہ۔ اور اگر یہ کتاب میسر نہ ہو۔ تو رسالہ چہل حدیث مولفہ اخوی مکرم مولوی محمد احسن صاحب کا مطالعہ کرو جو عنقریب طبع ہوگا۔ منہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جَلسۂ طاعُون

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ ایک جلسہ درباره ہدایات طاعون قادیاں میں منعقد ہو۔ اور اس جلسہ میں گورنمنٹ انگریزی کی اُن ہدایتوں کے فوائد جو طاعون کے بارے میں ابتک شائع ہوئی ہیں مع طبّی اور شرعی اُن فوائد کے جو اُن ہدایتوں کی مؤیّد ہیں اپنی جماعت کو سمجھائے جائیں۔ اسلئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ ہماری جماعت کے احباب حتی الوسع کوشش کریں کہ وہ اس جلسہ میں عید اضحیٰ کے دن شامل ہوسکیں۔ اصل امر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس بات پر اطمینان نہیں ہو کہ ان ایّام گرمی میں طاعون کا خاتمہ ہوجائیگا بلکہ جیساکہ پہلے اشتہار میں شائع کیا گیا ہے دو جاڑوں تک سخت اندیشہ ہے۔ لہذا یہ وقت ٹھیک وہ وقت ہے کہ ہماری جماعت بنی نوع کی سچی ہمدردی اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی ہدایتوں کی دل و جان سے پیروی کرکے اپنی نیک ذاتی اور نیک عملی اور خیراندیشی کا نمونہ دکھاوے۔ اور نہ صرف یہ کہ خود ہدایات گورنمنٹ کے پابند ہوں بلکہ کوشش کریں کہ دوسرے بھی اُن ہدایتوں کی پیروی کریں۔ اور بدبخت احمقوں کی طرح فتنہ انگیز نہ بنیں۔ افسوس ہمارے ملک میں یہ سخت جہالت ہے کہ لوگ مخالفت کی طرف جلد مائل ہوجاتے ہیں۔ مثلاً اب گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے یہ ہدایتیں شائع ہوئیں کہ جس گھر میں طاعون کی واردات ہو وہ گھر خالی کردیا جائے اسپر بعض جاہلوں نے ناراضگی ظاہر کی۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ کی طرف سے یہ حکم ہوتا کہ جس گھر میں طاعون کی واردات ہو وہ لوگ ہرگز اُس گھر کو خالی نہ کریں اور اُسی میں رہیں تب بھی نادان لوگ اُس حکم کی مخالفت کرتے اور دو تین واردات کے بعد اُس گھر سے نکلنا شروع کردیتے۔ سچ تو یہ ہو کہ نادان انسان کسی پہلو سے خوش نہیں ہوتا پس گورنمنٹ کو چاہیئے کہ نادانوں کی بیجا واویلا سے اپنی سچی خیرخواہی رعایا کو ہرگز نہ چھوڑے کہ یہ لوگ اُن بچوں کا حکم رکھتے ہیں کہ جو اپنی ماں کی کسی کارروائی کو پسند نہیں کرسکتے۔ ہاں ایسی ہمدردی کے موقعہ پر نہایت درجہ کی ضرورت ہے کہ ایسی حکمت عملی ہو جو رعب بھی ہو اور نرمی بھی ہو۔ اور نیز اس ملک میں رسوم پردہ داری کی غایت درجہ رعایت چاہیئے اور اس مصیبت میں جو طاعون زدہ لوگوں اور اُنکے عزیزوں کو جو مشکلات اوقات بسری کے پیش آئیں شفقت پدری کی طرح حتی الوسع اُن مشکلات کو آسان کرنا چاہیئے۔ بہتر ہے کہ اسوقت سب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تا انجام بخیر ہو۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

۲۲ اپریل ۱۸۹۸ء

الراقم خاکسار میرزا **غلام احمد** از قادیاں ضلع گورداسپور

نوٹ۔ یاد رہے کہ اگرچہ ہماری جماعت کا یہ ایک جلسہ ہے۔ لیکن اگر کوئی شریف نیک اندیش اس جلسہ میں شامل ہونا چاہے تو خوشی سے اُس کی شمولیت منظور کی جائے گی۔ منہ

میموریل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

بحضور نواب لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر بالقابہ

یہ میموریل اس غرض سے بھیجا جاتا ہے کہ ایک کتاب اُمّہات المومنین نام ڈاکٹر احمد شاہ صاحب عیسائی کی طرف سے مطبع آر پی مشن پریس گجرانوالہ میں چھپکر ماہ اپریل ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی تھی اور مصنّف نے ٹائٹل پیج کتاب پر لکھا ہے کہ "یہ کتاب ابوسعید محمد حسین بٹالوی کی تحدی اور ہزار روپیہ کے انعام کے وعدہ کے معاوضہ میں شائع کی گئی ہے۔" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل محرک اس کتاب کی تالیف کا محمد حسین مذکور ہے۔ چونکہ اس کتاب میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن کو کوئی مسلمان سُنکر رنج سے رُک نہیں سکتا۔ اسلئے لاہور کی انجمن حمایت اسلام نے اس بارے میں حضور گورنمنٹ میں میموریل روانہ کیا۔ تا گورنمنٹ ایسی تحریر کی نسبت جس طرح مناسب سمجھے کارروائی کرے۔ اور جس طرح چاہے کوئی تدبیر امن عمل میں لائے۔ مگر میں مع اپنی جماعت کثیر اور مع دیگر معزز مسلمانوں کے اِس میموریل کا سخت مخالف ہوں اور ہم سب لوگ اِس بات پر افسوس کرتے ہیں کہ کیوں اس انجمن کے ممبروں نے محض شتابکاری سے یہ کارروائی کی۔* اگرچہ یہ سچ ہے کہ کتاب امہات المومنین کے مؤلف نے نہایت دِل دُکھانے والے الفاظ سے کام لیا ہے اور زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ باوجود ایسی سختی اور بدگوئی کے اپنے اعتراضات میں اسلام کی معتبر کتابوں کا حوالہ بھی نہیں دے سکا۔ مگر ہمیں ہرگز نہیں چاہیئے کہ بجائے اسکے کہ ایک خطاکار کو نرمی اور آہستگی سے سمجھاویں اور معقولیت کے ساتھ اس کتاب کا جواب لکھیں۔ یہ حیلہ سوچیں

* انجمن کا ایسے وقت میں میموریل بھیجنا جبکہ ہزار کاپی امہات المومنین کی مسلمانوں میں مفت تقسیم کی گئی اور خدا جانے کئی ہزار اور قوموں میں شائع کی گئی بیہودہ حرکت ہے کیونکہ اشاعت جس کا بند کرنا مقصود تھا کامل طور پر ہو چکی ہے۔ منہ

کہ گورنمنٹ اس کتاب کو شایع ہونے سے روک لے۔ تا اس طرح پر ہم فتح پالیں۔ کیونکہ یہ فتح واقعی فتح نہیں ہے بلکہ ایسے حیلوں کی طرف دوڑنا ہمارے عجز اور درماندگی کی نشانی ہوگی اور ایک طور سے ہم جبر سے مُنہ بند کرنے والے ٹھہرینگے۔ اور گو گورنمنٹ اُس کتاب کو جلادے۔ تلف کردے کچھ کرے۔ مگر ہم ہمیشہ کے لئے اس الزام کے نیچے آجائیں گے کہ عاجز آکر گورنمنٹ کی حکومت سے چارہ جوئی چاہی اور وہ کام لیا جو مغلوب الغضب اور جواب سے عاجز آجانے والے لوگ کیا کرتے ہیں۔ ہاں جواب دینے کے بعد ہم ادب کے ساتھ اپنی گورنمنٹ میں التماس کرسکتے ہیں کہ ہر ایک فریق اس پیرایہ کو جو حال میں اختیار کیا جاتا ہے ترک کرکے تہذیب اور ادب اور نرمی سے باہر نہ جائے۔ مذہبی آزادی کا دروازہ کسی حد تک کُھلا رہنا ضروری ہے تا مذہبی علوم اور معارف میں لوگ ترقی کریں۔ اور چونکہ اس عالم کے بعد ایک اور عالم بھی ہے جس کے لئے ابھی سے سامان چاہیئے۔ اِس لئے ہر ایک حق رکھتا ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ ہر ایک مذہب پر بحث کرے اور اس طرح اپنے تئیں اور نیز بنی نوع کو نجات اُخروی کے متعلق جہاں تک سمجھ سکتا ہے اپنی عقل کے مطابق فائدہ پہنچاوے۔ لہٰذا گورنمنٹ عالیہ میں اس وقت ہماری یہ التماس ہے کہ جو انجمن حمایت اسلام لاہور نے میموریل گورنمنٹ میں اسبارے میں روانہ کیا ہے وہ ہمارے مشورہ اور اجازت سے نہیں لکھا گیا بلکہ چند شتاب کاروں نے جلدی سے یہ جرأت کی ہے جو درحقیقت قابل اعتراض ہے۔ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ ہم تو جواب نہ دیں اور گورنمنٹ ہمارے لئے عیسائی صاحبوں سے کوئی بازپُرس کرے یا اُن کتابوں کو تلف کرے۔ بلکہ جب ہماری طرف سے آہستگی اور نرمی کے ساتھ اُس کتاب کا ردّ شائع ہوگا تو خود وہ کتاب اپنی قبولیت اور وقعت سے گر جائیگی اور اس طرح پر وہ خود تلف ہو جائیگی۔ اِسلئے ہم بادب ملتمس ہیں کہ اُس میموریل کی طرف جو انجمن مذکور کی طرف سے بھیجا گیا ہے گورنمنٹ عالیہ کچھ توجہ نہ فرماوے٭۔ کیونکہ اگر ہم گورنمنٹ عالیہ سے یہ فائدہ اٹھاویں

صفحہ ۲

٭ہم دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ انجمن کا یہ میموریل بعد از وقت ہے کیونکہ مؤلف امہات المومنین کیطرف سے جو ضرر روکنے کے لائق تھا وہ ہمیں پہنچ چکا اور پورے طور پر پنجاب ہندوستان میں اس کتاب کی اشاعت ہوگئی سو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اب ہم اپنی گورنمنٹ محسنہ سے کیا مانگیں اور وہ کیا کرے۔ منہ

کہ وہ کتابیں تلف کی جائیں یا اور کوئی انتظام ہو تو اسکے ساتھ ایک نقصان بھی ہمیں اُٹھانا پڑتا ہے کہ ہم اس صورت میں دین اسلام کو ایک عاجز اور فرو ماندہ دین قرار دینگے کہ جو معقولیت سے حملہ کرنیوالوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ اور نیز یہ ایک بڑا نقصان ہوگا کہ اکثر لوگوں کے نزدیک یہ امر مکروہ اور نامناسب سمجھا جائیگا کہ ہم گورنمنٹ کے ذریعہ سے اپنے انصاف کو پہنچکر پھر کبھی اس کتاب کا ردّ لکھنا بھی شروع کردیں اور درحالت نہ لکھنے جواب کے اس کے فضول اعتراضات ناواقفوں کی نظر میں فیصلہ ناطق کی طرح سمجھے جائیں گے۔ اور خیال کیا جائیگا کہ ہماری طاقت میں یہی تھا جو ہم نے کرلیا۔ سو اس سے ہماری دینی عزّت کو اس سے بھی زیادہ ضرر پہنچتا ہے جو مخالف نے گالیوں سے پہنچانا چاہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس کتاب کو ہم نے عمداً تلف کرایا یا روکا۔ پھر اُسی کو مخاطب ٹھہرا کر اپنی کتاب کے ذریعہ سے پھر شائع کرنا نہایت نامعقول اور بیہودہ طریق ہوگا۔ اور ہم گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم دردناک دِل سے اُن تمام گندے اور سخت الفاظ پر صبر کرتے ہیں جو صاحب امہات مومنین نے استعمال کئے ہیں۔ اور ہم اس مؤلف اور اُسکے گروہ کو ہرگز کسی قانونی مواخذہ کا نشانہ بنانا نہیں چاہتے کہ یہ امر ان لوگوں سے بہت ہی بعید ہے کہ جو واقعی نوع انسان کی ہمدردی اور سچی اصلاح کے جوش کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

صـ۲

یہ بات بھی گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں عرض کردینے کے لائق ہے کہ اگرچہ ہماری جماعت بعض امور میں دوسرے مسلمانوں سے ایک جزئی اختلاف رکھتی ہے مگر اس مسئلہ میں کسی سمجھدار مسلمان کو اختلاف نہیں کہ دینی حمایت کے لئے ہمیں کسی جوش یا اشتعال کی تعلیم نہیں دیگئی بلکہ ہمارے لئے قرآن میں یہ حکم ہے وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ[1] اور دوسری جگہ یہ حکم ہے ادع الٰی سبیل ربّك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن[2] اور اسکے معنے یہی ہیں کہ نیک طور پر اور ایسے طور پر جو مفید ہو عیسائیوں سے مجادلہ کرنا چاہیئے۔ اور حکیمانہ طریق اور ایسے ناصحانہ طور کا پابند ہونا چاہیئے کہ انکو فائدہ بخشے۔ لیکن یہ طریق کہ ہم گورنمنٹ کی مدد سے یا نعوذ باللہ خود اشتعال ظاہر کریں ہرگز ہمارے اصل مقصود کو مفید نہیں ہے۔ یہ دنیاوی جنگ و جدل کے نمونے ہیں اور سچے مسلمان اور اسلامی طریقوں کے عارف ہرگز انکو

[1] العنکبوت: ۴۷ [2] النحل: ۱۲۶

پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ ان سے وہ نتائج جو ہدایت بنی نوع انسان کیلئے مفید ہیں پیدا نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حال میں پرچہ مخبر دکن میں جو مسلمانوں کا ایک اخبار ہے ماہ اپریل کے ایک پرچہ میں اسی بات پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ رسالہ امہات مومنین کے تلف کرنے یا روکنے کیلئے گورنمنٹ سے ہرگز التجا کرنی نہیں چاہیئے کہ یہ دوسرے پیرایہ میں اپنے مذہب کی کمزوری کا اعتراف ہے۔ جہانتک ہمیں علم ہے ہم جانتے ہیں کہ اخبار مذکور کے اس رائے کی کوئی مخالفت نہیں ہوئی۔ جس سے ہم سمجھتے ہیں کہ عام مسلمانوں کی یہی رائے ہے کہ اس طریق کو جسکا انجمن مذکور نے ارادہ کیا ہے ہرگز اختیار نہ کیا جائے کہ اسمیں کوئی حقیقی اور واقعی فائدہ ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔ اہل علم مسلمان اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف میں آخری زمانہ کے بارے میں ایک پیشگوئی ہے اور اسکے ساتھ خداتعالیٰ کی طرف سے وصیت کے طور پر ایک حکم ہے جسکو ترک کرنا سچے مسلمانوں کا کام نہیں ہے اور وہ یہ ہے لَتُبْلَوُنَّ فِی اموالکم و انفسکم و لتسمعن من الّذین اوتوا الکتاب من قبلکم و من الذین اشرکوا اذی کثیراً[1]۔ و ان تصبروا و تتقوا فانّ ذالك من عزم الامور۔ سورہ آل عمران۔ ترجمہ یہ ہے کہ خدا تمہارے مالوں اور جانوں پر بلا بھیجکر تمہاری آزمائش کریگا اور تم اہل کتاب اور مشرکوں سے بہت سی دُکھ دینے والی باتیں سنوگے۔ سو اگر تم صبر کروگے اور اپنے تئیں ہر ایک ناکردنی امر سے بچاؤگے تو خدا کے نزدیک اولوالعزم لوگوں میں سے ٹھہروگے۔ یہ مدنی سورۃ ہے اور یہ اُس زمانہ کیلئے مسلمانوں کو وصیت کی گئی ہے کہ جب ایک مذہبی آزادی کا زمانہ ہوگا کہ جو کچھ کوئی سخت گوئی کرنا چاہے وہ کرسکے گا جیساکہ یہ زمانہ ہے۔ سو کچھ شک نہیں کہ یہ پیشگوئی اسی زمانہ کیلئے تھی اور اسی زمانہ میں پوری ہوئی۔ کون ثابت کرسکتا ہے کہ جو اس آیت میں اذیً کثیرا کا لفظ ایک عظیم الشان ایذاء لسانی کو چاہتا ہے وہ کبھی کسی صدی میں اس سے پہلے اسلام نے دیکھی ہے؟ اس صدی سے پہلے عیسائی مذہب کا یہ طریق نہ تھا کہ اسلام پر گندے اور ناپاک حملے کرے بلکہ اکثر انکی تحریریں اور تالیفیں اپنے مذہب تک ہی محدود تھیں۔ قریباً تیرھویں صدی ہجری سے اسلام کی نسبت بدگوئی کا دروازہ کھلا۔ جسکے اول بانی ہمارے ملک میں پادری فنڈل صاحب تھے۔ بہرحال اس پیشگوئی میں مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ جب تم دلآزار کلمات سے دُکھ دیئے جاؤ اور گالیاں سنو تو اُسوقت صبر کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ سو قرآنی پیشگوئی کے مطابق ضرور تھا کہ ایسا زمانہ بھی آتا کہ ایک مقدس رسول کو جسکی اُمت سے ایک حصہ کثیر دُنیا کا پُر ہے عیسائی قوم جیسے لوگ جن کا

[1] آل عمران : ۱۸۷

تہذیب کا دعویٰ تھا گالیاں دیتے اور اُس بزرگ نبی کا نام نعوذ باللہ زانی اور ڈاکو اور چور رکھتے اور دنیا کے سب بدتروں سے بدتر ٹھہراتے۔ بیشک یہ اُن لوگوں کیلئے بڑے رنج کی بات ہے جو اُس پاک رسول کی راہ میں فدا ہیں۔ اور ایک دانشمند عیسائی بھی احساس کر سکتا ہے کہ جب مثلاً ایسی کتاب امہات المومنین میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ زناکار کے نام سے پکارا گیا اور گندے سے گندے تحقیر کے الفاظ آنجناب کے حق میں استعمال کئے گئے اور پھر عمداً ہزار کاپی اُس کتاب کی محض دلوں کے دُکھانے کیلئے عام اور خاص مسلمانوں کو پہنچائی گئی اس سے کس قدر دردناک زخم عام مسلمانوں کو پہنچے ہونگے اور کیا کچھ اُنکے دلوں کی حالت ہوئی ہوگی۔ اگرچہ بدگوئی میں یہ کچھ پہلی ہی تحریر نہیں ہے بلکہ ایسی تحریروں کی پادری صاحبوں کیطرف سے کروڑہا تک نوبت پہنچ گئی ہے مگر یہ طریق دل دکھانے کا ایک نیا طریق ہے کہ خواہ نخواہ غافل اور بیخبر لوگوں کے گھروں میں کتابیں پہنچائی گئیں۔ اور اسی وجہ سے اس کتاب پر بہت شور بھی اُٹھا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ پادری عماد الدین اور پادری ٹھاکرداس کی کتابیں اور نور افشاں کی پچیس سال کی مسلسل تحریریں سختی میں اس سے کچھ کم نہیں ہیں۔ یہ تو سب کچھ ہوا مگر ہمیں تو آیۃ موصوفہ بالا میں یہ تاکیدی حکم ہے کہ جب ہم ایسی بدزبانی کے کلمات سنیں جس سے ہمارے دلوں کو دکھ پہنچے تو ہم صبر کریں اور کچھ شک نہیں کہ جلد تر حکام کو اس طرف متوجہ کرنا بھی ایک بے صبری کی قسم ہے۔ اسلئے عقلمند اور دُور اندیش مسلمان ہرگز اس طریق کو پسند نہیں کرتے کہ گورنمنٹ عالیہ تک اس بات کو پہنچایا جائے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے قرآن میں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ دین اسلام میں اکراہ اور جبر نہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ[1]۔ اور جیسا کہ فرماتا ہے اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ[2]۔ لیکن اس قسم کے حیلے اکراہ اور جبر میں داخل ہیں جس سے اسلام جیسا پاک اور معقول مذہب بدنام ہوتا ہے۔

غرض اس بارے میں مَیں اور میری جماعت اور تمام اہل علم اور صاحب تدبر مسلمانوں میں سے اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ کتاب امہات المومنین کی لغوگوئی کی یہ سزا نہیں ہے کہ ہم اپنی گورنمنٹ محسنہ کو دست اندازی کے لئے توجہ دلاویں گو تحدوانا گورنمنٹ اپنے قوانین کے لحاظ سے جو چاہے کرے مگر ہمارا صرف یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ہم ایسے اعتراضات کا کہ جو درحقیقت نہایت نادانی یا دھوکہ دہی کی غرض سے کئے گئے ہیں خوبی اور شائستگی کے ساتھ جواب دیں اور پبلک کو اپنی حقیقت اور اخلاق کی روشنی دکھلائیں۔ اسی غرض کی بنا پر یہ میموریل روانہ کیا گیا ہے۔ اور تمام جماعت ہماری معزز مسلمانوں کی اسی پر متفق ہے۔

۴؍ ماہ مئی ۱۸۹۸ء

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیاں ضلع گورداسپور

---

[1] البقرۃ: ۲۵۷ [2] یونس: ۱۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
نحمدہٗ ونصلی
علیٰ رسولہ
الکریم

حسین کامی سفیر سلطان روم

پرچہ اخبار ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء ناظم الہند لاہور میں جو ایک شیعہ اخبار ہے سفیر مذکور العنوان کا ایک خط چھپا ہے جو بالکل گندہ اور خلاف تہذیب اور انسانیت ہے۔ اور اُس خط کے عنوان میں یہ لکھا ہے کہ سفیر صاحب متواتر درخواستوں کے بعد قادیان میں تشریف لے گئے اور پھر متاسف اور مکدر اور ملول خاطر واپس آئے۔ اور پھر یہی ایڈیٹر لکھتا ہے کہ یہ سُنا گیا تھا کہ سفیر صاحب کو اسلئے قادیان بُلایا تھا کہ انکے ہاتھ پر توبہ کریں۔ کیونکہ وہ نائب حضرت خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ان افتراؤں کا بجز اسکے کیا جواب دیں کہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ ہے کہ مجھے دُنیاداروں اور منافقوں کی ملاقات سے اس قدر بیزاری اور نفرت ہے جیساکہ نجاست سے۔ مجھے نہ سلطان رُوم کیطرف کچھ حاجت ہے، اور نہ اسکے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے۔ میرے لئے ایک سلطان کافی ہے جو آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ قبل اسکے کہ کسی دوسرے کیطرف مجھے حاجت پڑے اس عالم سے گذر جاؤں۔ آسمان کی بادشاہت کے آگے دُنیا کی بادشاہت اسقدر بھی مرتبہ نہیں رکھتی جیساکہ آفتاب کے مقابل پر ایک کیڑا مرا ہوا۔ پھر جبکہ ہمارے بادشاہ کے آگے سُلطان رُوم ہیچ ہے تو اُس کا سفیر کیا چیز۔

میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گذاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیرسایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آجکل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامتِ اعمال بھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اسکے زیرسایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ شاید بہت سے لوگ اِس فقرہ سے ناراض ہونگے مگر یہی حق ہے۔ یہی باتیں ہیں کہ

سفیر مذکور کے ساتھ خلوت میں کی گئیں تھیں جو سفیر کو بُری معلوم ہوئیں۔ سفیر مذکور نے خلوت کی ملاقات کے لئے خود التجا کی اور اگرچہ مجھکو اُسکی اوّل ملاقات میں ہی دُنیا پرستی کی بدبو آئی تھی اور منافقانہ طریق دکھائی دیا تھا مگر حُسن اخلاق نے مجھے بوجہ مہمان ہونیکے اُسکے اجازت دینے کیلئے مجبور کیا۔ نامبردہ نے خلوت کی ملاقات میں سُلطان روم کیلئے ایک خاص دُعا کرنیکے لئے درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آیندہ اُس کے لئے جو کچھ آسمانی قضاء قدر سے آنیوالا ہی اُس سے وہ اطلاع پاوے مَیں نے اُسکو صاف کہدیا کہ سلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہی اور مَیں کشفی طریق سے اُسکے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا۔ اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ یہی وہ باتیں تھیں جو سفیر کو اپنی بدقسمتی سے بہت بُری معلوم ہُوئیں۔ مَیں نے کئی اشارات سے اِس بات پر بھی زور دیا کہ رُومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہی اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہی اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہی توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔ مگر مَیں اُسکے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی بُرا مانتا تھا اور یہ ایک صریح دلیل اِس بات پر ہی کہ سلطنت رُوم کے اچھے دن نہیں ہیں۔ اور پھر اُسکا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہی کہ زوال کے علامات موجود ہیں۔ ماسوا اسکے میرے دعویٰ مسیح موعود اور مہدی معہود کے بارے میں بھی کئی باتیں درمیان آئیں۔ مَیں نے اُسکو بار بار سمجھایا کہ مَیں خدا کی طرف سے ہوں اور کسی خونی مسیح اور خونی مہدی کا انتظار کرنا جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے یہ سب بیہودہ قصّے ہیں۔ اسکے ساتھ مَیں نے یہ بھی اُسکو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہی کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہیگا وہ کاٹا جائیگا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کیطرح اُسکو لگتی تھیں اور مَیں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ فرمایا تھا وہی کہا تھا اور پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا۔ اور جیسا کہ میرا قدیم سے عقیدہ ہے مَیں نے اُسکو بار بار کہا کہ ہم اِس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکر گذار ہیں کیونکہ اسکے زیر سایہ اسقدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز اُمید نہیں کہ وہ امن حاصل ہو سکے کیا مَیں اسلام بول میں امن کے ساتھ اِس دعوے کو پھیلا سکتا ہوں کہ مَیں مسیح موعود اور مہدی معہود

ص ۲

ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روایتیں جھوٹ ہیں کیا یہ سُنکر اُسکے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کرینگے۔ اور کیا سُلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کریگا کہ انکی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سلطان رُوم سے کیا فائدہ۔ ان سب باتوں کو سفیر مذکور نے تعجب سے سُنا اور حیرت سے میرا مُنہ دیکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے میرا نام نمرود اور شدّاد اور شیطان رکھتا ہے اور مجھے جھوٹا اور مزوّر اور مورد غضب الٰہی قرار دیتا ہے۔ لیکن یہ سخت گوئی اُس کی جائے افسوس نہیں کیونکہ انسان نابینائی کی حالت میں سُورج کو بھی تاریک خیال کر سکتا ہے۔ اُس کے لئے بہتر تھا کہ میرے پاس نہ آتا۔ میرے پاس سے ایسی بدگوئی سے واپس جانا اُسکی سخت بدقسمتی ہے اور مجھے کچھ ضرور نہ تھا کہ مَیں اُسکی یاوہ گوئی کا ذکر کرتا۔ مگر اُس نے بپاداش نیکی ہر ایک شخص کے پاس بدی کرنا شروع کیا اور بٹالہ اور امرتسر اور لاہور میں بہت سے آدمیوں کے پاس وہ دِل آزار باتیں میری نسبت اور میری جماعت کی نسبت کہیں کہ ایک شریف آدمی باوجود اختلاف رائے کے کبھی زبان پر نہیں لا سکتا۔ افسوس کہ مَیں نے بہت شوق اور آرزو کے بعد گورنمنٹ رُوم کا نمونہ دیکھا تو یہ دیکھا۔ اور مَیں مکرّر ناظرین کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ مجھے اس سفیر کی ملاقات کا ایک ذرہ شوق نہ تھا بلکہ جب مَیں نے سُنا کہ لاہور کی میری جماعت اُس سے ملی ہے تو مَیں نے بہت افسوس کیا اور اُنکی طرف ملامت کا خط لکھا کہ یہ کارروائی میرے منشا کے خلاف کی گئی۔ پھر آخر سفیر نے لاہور سے ایک انکساری خط میری طرف لکھا کہ مَیں ملنا چاہتا ہوں۔ سو اُس کے الحاح پر مَیں نے اُس کو قادیان آنے کی اجازت دی۔ لیکن اللہ جلّشانہ جانتا ہے۔ جس پر جھوٹ باندھنا لعنت کا داغ خریدنا ہے کہ اُس عالم الغیب نے مجھے پہلے سے اطلاع دیدی تھی کہ اس شخص کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اَب مَیں سفیر مذکور کا انکساری خط جو میری طرف پہنچا تھا اور پھر اُس کا دُوسرا خط جو ناظم الہند میں چھپا ہے ذیل میں لکھتا ہوں۔ ناظرین خود پڑھ لیں اور نتیجہ نکال لیں۔

ص۲۱

اور ہماری جماعت کو چاہیئے کہ آیندہ ایسے اشخاص کے ملنے سے دستکش رہیں آسمانی سلسلہ سے دنیا پیار نہیں کر سکتی۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی۔

نقل اُس خط کی جو سفیر نے لاہور سے ہماری ملاقات کی درخواست کیلئے بھیجا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم جناب مستطاب معلی القاب قدوۃ المحققین قطب العارفین حضرت پیر دستگیر میرزا غلام احمد صاحب دام کراماتہ۔ چوں اوصاف جمیلہ و اخلاق حمیدہ آں ذات ملکوتی صفات در شہر لاہور بسمع ممنونیت واز مریدان سعادت انتسابان تقاریر و تصانیف عالیہ آں خجستہ مقام بدست احترام و ممنونیت رسید لہذا سودائے زیارتِ دیدار ساطع الانوار سویداے دل شناوری را لبریز اشتیاق کردہ است۔ انشاء اللہ تعالیٰ از لاھور بطریق امر تسر بہ خاکپائے رُوحانیت احتوای سامی خواہم رسید و دریں خصوص تلغراف بر حضور سراسر نور مقدس خواہم کشید فقط

حسین کامی سفیر

مہر: سلطان المعظم

نقل اُس خط کی جو سفیر کی طرف سے ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔

بحضور سید السادات العظام و فخر النجباء الکرام ✤ مولٰنا سید محمد ناظر حسین صاحب ناظم ادام اللہ فیوضہ وظل عاطفتہ۔ سیدی و مولائی؛ التفات نامہ ذات سامی شما بدست بتجیل و احترام مارسید الحق ممنونیت غیر مترقبہ عظمٰی بخشید۔ قدایت شوم کہ استفسار احوال غرائب اشتمال کادیان و کادیانی (قادیان و قادیانی) رافرمودہ بودید و اکنوں ما بجمال تمکین ذیلاً بخدمت والا نہمت و عالی بیان و افادہ میکنم کہ ایں شخص عجیب و غریب از صراط المستقیم اسلام برگشتہ قدم بر دائرہ علیہم و الضّالّین گذاشتہ و تزویر محبّت حضرت خاتم النبیّین را درپیش گرفتہ و بزعم باطل خویش باب رسالت را مفتوح دانستہ است شائستہ ہزاران خندہ است

۳۰

✤ نوٹ غور کرنے کے لائق ہے کہ یہ القاب کس مذہب کے شخص کے لئے لکھا ہے۔ منہ

کہ فرق درمین نبوت و رسالت پنداشتہ است و معاذ اللہ تعالیٰ میگوید کہ خداوند عالم رسول صلعم را گاہے در فرقان حمید و قرآن مجید بعنوان خاتم المرسلین مخاطب نکردہ است فقط بخطاب خاتم النبیین اکتفا فرمودہ است ۔ القصہ اینکہ اوّل خر ذراولی ملہم میگفت بعدہٗ مسیح موعود گشتہ آہستہ آہستہ بقول مجرد خود صعود بمرتبہ عالیہ مہدویت کردہ استعیذ باللہ تعالیٰ خود را از خود رائی بپائی معلائے رسالت رسانیدہ ست بنا بر علی ہذا ظن غالب ما بر آں است کہ ترقی پنجمین قدم بر سریر شریر شداد و نمرود نہادہ کلاہ الوہیت بر سر سرکش خود کہ کان خیالات فاسدہ و معدن مالیخولیا و ہذیانات باطلہ است میگذارد و عجب ست کہ شاعر معجز بیان در حق ایں ضعیف الاعتقاد و البنیان چندیں سال قبل ازیں گویا بطور پیشین گوئی تدوین ایں شعر در دیوان اشعار آبدار خود کردہ است ۔

سال اوّل مطرب آمد سال دویم خواجہ شد ؎ بخت گر یاری کند امسال سید میشود

خلاصہ ازیں سخنہا درگذرید و اورا بر شیطنتش بسپرید و مارا از پریشان نویسی معاف دارید عزیز اسلام مارا بجناب شریعت مدار مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب و جناب داروغہ عبد الغفور خان صاحب برسانید و سامٹمر پائی خود را گرفتہ بصوب ما روانہ کنید تا کہ از دار الخلافہ اسلامبول کفش مسجدے مطابق آں بطلبیم و در ہر خصوص بر ذات عالی شما تقدیم مراسم احترامکاری کردہ مسارعت بر استقبال طبع عالی می نمایم والسلام۔ الراقم حسین کامی ۔

فہرست کتب موجودہ مع قیمت

آئینہ کمالات اسلام عہ/ ازالہ اوہام ۳/ شحنۂ حق ۶/ نور القرآن حصہ اوّل ۴/ ” حصہ دوم ۸/ رسائل اربعہ یعنی انجام آتھم دعوت قوم خدا کا فیصلہ مکتوب عربی مع ترجمہ فارسی عہ/ ۱۲/ ست بچن مع آریہ دھرم عہ/ ۸/ انوار الاسلام ۴/ سراج منیر مع خط و کتابت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑان شریف ۴/ حجت اللہ عربی مع ترجمہ اردو ۸/ تحفہ قیصریہ ۲/ استغفار ۴/ برکات الدعاء ۲/ اتمام الحجۃ ۳/ تحفہ بغداد ۲/ کرامات الصادقین یعنی تفسیر سورۂ فاتحہ عہ/ سر الخلافہ ۸/ نور الحق عہ ۲/ حصہ چہارم براہین احمدیہ للحہ ۸/ درثمین ۲/ جنگ مقدس ۸/ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حضرت مولوی نور الدین صاحب ۔ تصدیق براہین احمدیہ مولانا موصوف)
عہ/ ۸/

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان ۲۴ مئی ۹۷ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ

کیا وہ جو خدا کی طرف سے ہے لوگوں کی بدگوئی اور سخت عداوت سے ضائع ہو سکتا ہے؟

تا دلِ مَرد خُدا نامد بدرد
ہیچ قومے را خدا رُسوا نکرد

یہ کچھ قضاو قدر کی بات ہے کہ بد اندیش لوگوں کو اپنے پوشیدہ کینوں کے ظاہر کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی بہانہ ہاتھ آجاتا ہے۔ چنانچہ آجکل ہمارے مخالفوں کو گالیاں دینے کے لئے یہ نیا بہانہ ہاتھ آگیا ہے کہ اُنہوں نے ہمارے ایک اشتہار کے اُلٹے معنے کرکے یہ مشہور کر دیا ہے کہ گویا ہم سلطان روم اور اُسکی سلطنت اور دولت کے سخت مخالف ہیں اور اُس کا زوال چاہتے ہیں۔ اور انگریزوں کی حد سے زیادہ خوشامد کرتے ہیں۔ اور انگریزی سلطنت کی دولت اور اقبال کے لئے دُعائیں کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر حصّوں میں بعض پُر افترا اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ سے یہ خیال بہت پھیلایا گیا ہے اور عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرّف اور مبدّل کرکے لکھی گئی ہیں۔ اور اِس طرح پر بے وقوفوں کے دلوں کو جوش دلانے اور اُبھارنے کے لئے کارروائی کی گئی ہے۔ اور ہم اگرچہ جعل سازوں اور دروغگوؤں کا مُنہ تو بند نہیں کر سکتے اور نہ اُن کی بدزبانی اور گالیوں اور ڈوموں کی طرح تمسخر اور ٹھٹھے کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی ظالمانہ بدزبانی کو خدا تعالیٰ کی غیرت کے حوالہ کرکے اُن کے اصل مُدعا کو جو دھوکہ دہی ہے نادانوں پر اثر ڈالنے سے روکا جائے۔ پس اِسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے۔

ہر ایک مسلمان عقلمند بھلا مانس نیک فطرت جو اپنی شرافت سے سچی بات کو قبول کرنے کے لئے طیار ہوتا ہے۔ اِس بات کو متوجہ ہو کر سُنے کہ ہم کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ ایسے شخص سے کینہ ہو جسکی ظل حمایت میں کروڑہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے۔ سُلطان کی شخصی حالت اور اُس کی ذاتیات کے متعلق نہ ہم نے کبھی کوئی بحث کی اور نہ اب ہے۔ بلکہ اللہ جلّ شانہٗ جانتا ہے کہ ہمیں اس موجود سُلطان کے بارے میں اُس کے باپ دادے کی نسبت زیادہ حُسن ظن ہے۔ ہاں ہم نے گذشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اُسکے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء کے نہ بلحاظ سُلطان کی ذاتیات کے ضرور اُس خداداد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو خود اُنکے مفہوم کے خوفناک اثر سے ہمارے دل پر ایک عجیب رقت اور درد طاری ہوتی ہے۔ سو ہماری وہ تحریر جیساکہ گندے خیال والے سمجھتے ہیں کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اُس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی جو رحمتِ الٰہی نے ہمیں بخشا ہے۔ اگر ہمارے تنگ ظرف مخالف بدظنی پر سرنگوں نہ ہوتے تو سلطان کی حقیقی خیرخواہی اِس میں نہ تھی کہ وہ چوہڑوں اور چماروں کی طرح گالیوں پر کمر باندھتے۔ بلکہ چاہیئے تھا کہ آیت وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ[1] پر عمل کرکے اور نیز آیت اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[2] کو یاد کرکے سُلطان کی خیرخواہی اسمیں دیکھتے کہ اُس کے لئے صدق دل سے دُعا کرتے۔ میرے اشتہار کا بجز اسکے کیا مطلب تھا کہ رومی لوگ تقویٰ اور طہارت اختیار کریں۔ کیونکہ آسمانی قضاء و قدر اور عذاب سماوی کے روکنے کے لئے تقویٰ اور توبہ اور اعمال صالحہ جیسی اور کوئی چیز قوی تر نہیں۔ مگر سلطان کے نادان خیرخواہوں نے بجائے اِسکے مجھے گالیاں دینی شروع کردیں۔ اور بعضوں نے کہا کہ کیا سارے گناہ سُلطان پر ٹوٹ پڑے۔ اور یورپ مقدس اور پاک

[1] بنی اسرائیل: ۳۷ [2] الحجرات: ۱۳

ہے جسکے عذاب کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں کی جاتی۔ مگر وہ نادان نہیں سمجھتے کہ سُنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ کفّار کے فسق و فجور اور بُت پرستی اور انسان پرستی کی سزا دینے کیلئے خدا تعالیٰ نے ایک دُوسرا عالم رکھا ہُوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئے گا۔ اور ایسی قوموں کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتیں اسی دُنیا میں مورد عذاب کرنا خدا تعالیٰ کی عادت نہیں ہے بجز اُس صورت کے کہ وہ لوگ اپنے گناہ میں حد سے زیادہ تجاوز کریں۔ اور خدا کی نظر میں سخت ظالم اور موذی اور مفسد ٹھہر جائیں۔ جیسا کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ مفسد قومیں متواتر بیباکیاں کر کے مستوجب سزا ہو گئی تھیں۔ لیکن خدا تعالےٰ مسلمانوں کی بیباکی کی سزا کو دُوسرے جہان پر نہیں چھوڑتا۔ بلکہ مسلمانوں کو ادنیٰ ادنیٰ قصور کے وقت اسی دُنیا میں تنبیہ کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے آگے اُن بچوں کی طرح ہیں جن کی والدہ ہر دم جھڑکیاں دیکر اُنہیں ادب سکھاتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ اپنی محبّت سے چاہتا ہے کہ وہ اس ناپائدار دُنیا سے پاک ہو کر جائیں۔ یہی باتیں تھیں کہ مَیں نے نیک نیتی سے سفیر روم پر ظاہر کی تھیں۔ مگر افسوس کہ بیوقوف مسلمانوں نے اُن باتوں کو اور طرف کھینچ لیا۔ ان نادانوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک حاذق ڈاکٹر کہ جو تشخیص امراض اور قواعد حفظ ما تقدم کو بخوبی جانتا ہے وہ کسی شخص کی نسبت کمال نیک نیتی سے یہ رائے ظاہر کرے کہ اُس کے پیٹ میں ایک قسم کی رسولی نے بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اور اگر ابھی وہ رسولی کاٹی نہ جائے تو ایک عرصہ کے بعد اُس شخص کی زندگی اُس کے لئے وبال ہو جائے گی۔ تب اُس بیمار کے وارث اِس بات کو سُنکر اُس ڈاکٹر پر سخت ناراض ہوں اور اُس ڈاکٹر کے قتل کر دینے کے درپئے ہو جائیں۔ مگر رسولی کا کچھ بھی فکر نہ کریں۔ یہانتک کہ وہ رسولی بڑھے اور پُھولے اور تمام پیٹ میں پھیل جائے اور اُس بیچارے بیمار کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ سو یہی مثال اُن لوگوں کی ہے جو اپنی دانست میں سُلطان کے خیر خواہ کہلاتے ہیں۔

۴۰

پھر یہ بھی سوچو کہ جس حالت میں مَیں وہ شخص ہوں جو اُس مسیح موعود ہونے کا دعویٰ رکھتا ہوں۔ جس کی نسبت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ ”وہ تمہارا امام اور خلیفہ ہے اور اُس پر خدا اور اُس کے نبی کا سلام ہے اور اُس کا دشمن لعنتی اور اُس کا دوست خدا کا دوست ہے۔ اور وہ تمام دُنیا کے لئے حَکَم ہو کر آئے گا۔ اور اپنے تمام قول اور فعل میں عادل ہوگا۔ تو کیا یہ تقویٰ کا طریق تھا کہ میرے دعویٰ کو سُنکر اور میرے نشانوں کو دیکھکر اور میرے ثبوتوں کا مشاہدہ کرکے مجھے یہ صلہ دیتے کہ گندی گالیاں اور ٹھٹھے اور ہنسی سے پیش آتے؟ کیا نشان ظاہر نہیں ہوئے؟ کیا آسمانی تائیدیں ظہور میں نہیں آئیں؟ کیا اُن سب وقتوں اور موسموں کا پتہ نہیں لگ گیا جو احادیث اور آثار میں بیان کی گئی تھیں؟ تو پھر اسقدر کیوں بیباکی دکھلائی گئی؟ ہاں اگر میرے دعوے میں اب بھی شک تھا یا میرے دلائل اور نشانوں میں کچھ شبہ تھا تو غربت اور نیک نیتی اور خدا ترسی سے اُس شبہ کو دُور کرایا ہوتا۔ مگر اُنہوں نے بجائے تحقیق اور تفتیش کے اسقدر گالیاں اور لعنتیں بھیجیں کہ شیعوں کو بھی پیچھے ڈالدیا۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جو کچھ مَیں نے رومی سلطنت کے اندرونی نظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہو اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہوں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غدّاری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں۔

پھر ماسوا اسکے میرے مخالف اپنے دِلوں میں آپ ہی سوچیں کہ اگر مَیں درحقیقت **وُہی** مسیح موعود ہوں جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا ایک بازو قرار دیا ہے اور جسکو سلام بھیجا ہے اور جس کا نام حَکَم اور عدل اور امام اور خلیفۃ اللہ رکھا ہے تو کیا ایسے شخص پر ایک معمولی بادشاہ کے لئے لعنتیں بھیجنا، اُس کو گالیاں دینا جائز تھا؟ ذرہ اپنے جوش کو تھام کے سوچیں نہ میرے لئے بلکہ اللہ اور رسول کے لئے کہ کیا ایسے مدّعی کے ساتھ ایسا کرنا روا تھا؟ میں زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میرا مقدمہ

ط

تم سب کے ساتھ آسمان پر ہے۔ اگر مَیں وُہی ہوں جس کا وعدہ نبیؐ کے پاک لبوں نے کیا تھا۔ تو تم نے نہ میرا بلکہ خُدا کا گناہ کیا ہے۔ اور اگر پہلے سے آثار صحیحہ میں یہ وارد نہ ہوتا کہ اُسکو دُکھ دیا جائے گا اور اُسپر لعنتیں بھیجی جائیں گی تو تم لوگوں کی مجال نہ تھی جو تم مجھے وہ دُکھ دیتے جو تم نے دیا۔ پر ضرور تھا کہ وہ سب نوشتے پُورے ہوں جو خدا کی طرف سے لکھے گئے تھے اور ابتک تمہیں ملزم کرنے کے لئے تمہاری کتابوں میں موجود ہیں۔ جن کو تم زبان سے پڑھتے اور پھر تکفیر اور لعنت کرکے مُہر لگا دیتے ہو کہ وہ بدعلما اور اُنکے دوست جو مہدی کی تکفیر کرینگے اور مسیح سے مقابلہ سے پیش آئینگے **وہ تم ہی ہو۔**

میں نے بار بار کہا کہ آؤ اپنے شکوک مٹالو۔ پر کوئی نہیں آیا۔ میں نے فیصلہ کیلئے ہر ایک کو بُلایا۔ پر کسی نے اِس طرف رُخ نہیں کیا۔ مَیں نے کہا کہ تم استخارہ کرو اور رو رو کر خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم پر حقیقت کھولے پر تم نے کچھ نہ کیا۔ اور تکذیب سے بھی باز نہ آئے۔ خُدا نے میری نسبت سچ کہا کہ "**دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خُدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچّائی ظاہر کر دے گا**" کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص درحقیقت سچّا ہو اور ضائع کیا جائے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے ہو۔ اور برباد ہو جائے؟ پس اے لوگو تم خدا سے مت لڑو۔ یہ وہ کام ہے جو خدا تمہارے لئے اور تمہارے ایمان کے لئے کرنا چاہتا ہے۔ اُسکے مزاحم مت ہو۔ اگر تم بجلی کے سامنے کھڑے ہو سکتے ہو مگر خدا کے سامنے تمہیں ہرگز طاقت نہیں۔ اگر یہ کاروبار انسان کیطرف سے ہوتا تو تمہارے حملوں کی کچھ بھی حاجت نہ تھی۔ خدا اِس کے نیست و نابود کرنے کیلئے خود کافی تھا۔ افسوس کہ آسمان گواہی دے رہا ہے اور تم نہیں سُنتے۔ اور زمین "**ضرورت ضرورت**" بیان کر رہی ہے اور تم نہیں دیکھتے! اَے بدبخت قوم اُٹھ اور دیکھ کہ اِس مصیبت کے وقت میں جو اسلام پیروں کے نیچے کُچلا گیا اور مجرموں کی طرح بے عزّت کیا

صلے

گیا۔ وہ جھوٹوں میں شمار کیا گیا۔ وہ ناپاکوں میں لکھا گیا تو کیا خدا کی غیرت ایسے وقت میں جوش نہ مارتی **اب سمجھ** کہ آسمان جھکتا چلا آتا ہے اور وہ دن نزدیک ہیں کہ ہر ایک کان کو "انا الموجود" کی آواز آئے۔

ہم نے کفار سے بہت کچھ دیکھا۔ اب خدا بھی کچھ دکھلانا چاہتا ہے۔ سو اب تم دیدہ و دانستہ اپنے تئیں مورد غضب مت بناؤ۔ کیا صدی کا سر تم نے نہیں دیکھا؟ جس پر چودہ برس اور بھی گذر گئے۔ کیا خسوف کسوف رمضان میں تمہاری آنکھوں کے سامنے نہیں ہوا؟ کیا ستارہ ذوالسنین کے طلوع کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟ کیا تمہیں اس ہولناک زلزلہ کی کچھ خبر نہیں جو مسیح کی پیشگوئی کے مطابق ان ہی دنوں میں وقوع میں آیا اور بہت سی بستیوں کو برباد کر گیا۔ اور خبر دیگئی تھی کہ اُسی کے متصل مسیح بھی آئیگا؟ کیا تم نے آتھم کی نسبت وہ نشان نہیں دیکھا جو ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشگوئی کے مطابق ظہور میں آیا جس کی خبر سترہ برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں دیگئی تھی؟ کیا لیکھرام کی نسبت پیشگوئی ابتک تم نے نہیں سُنی؟ کیا کبھی اس سے پہلے کسی نے دیکھا تھا کہ پہلوانوں کی کشتی کی طرح مقابلہ ہوکر اور لاکھوں انسانوں میں شہرت پاکر اور صدہا اشتہارات اور رسائل میں چھپ کر ایسا کھلا کھلا نشان ظاہر ہوا ہو جیسا کہ لیکھرام کی نسبت ظاہر ہوا؟ کیا تمہیں اُس خدا سے کچھ بھی شرم نہیں آتی جس نے تمہاری تیرھویں صدی کے غم اور صدمے دیکھکر چودھویں صدی کے آتے ہی تمہاری تائید کی؟ کیا ضرور نہ تھا کہ خدا کے وعدے عین وقت میں پورے ہوتے؟ بتلاؤ کہ ان سب نشانوں کو دیکھکر پھر تمہیں کیا ہوگیا؟ کس چیز نے تمہارے دلوں پر مُہر لگادی؟ اے کج دل قوم، خدا تیری ہر ایک تسلی کر سکتا ہے اگر تیرے دل میں صفائی ہو۔ خدا تجھے کھینچ سکتا ہے اگر تو کھینچے جانے کے لئے طیار ہو۔ دیکھو یہ کیسا وقت ہے۔ کیسی ضرورتیں ہیں۔ جو اسلام کو پیش آگئیں۔ کیا تمہارا دل گواہی نہیں دیتا کہ یہ وقت خدا کے رحم کا وقت

صٹ

ہے؟ آسمان پر بنی آدم کی ہدایت کے لئے ایک جوش ہے۔ اور توحید کا مقدمہ حضرت احدیت کی پیشی میں ہے۔ مگر اس زمانہ کے اندھے ابتک بیخبر ہیں۔ آسمانی سلسلہ کی اُن کی نظر میں کچھ بھی عزّت نہیں۔ کاش اُن کی آنکھیں کُھلیں اور دیکھیں کہ کس کس قِسم کے نِشان اُتر رہے ہیں اور آسمانی تائید ہو رہی ہے اور نُور پھیلتا جاتا ہے۔ مُبارک وہ جو اُس کو پاتے ہیں۔

افسوس کہ پرچہ چودھویں صدی ۱۵ جون ۱۸۹۷ء میں بھی بہت سی جزع فزع کے ساتھ سلطان روم کا بہانہ رکھکر نہایت ظالمانہ توہین و تحقیر و اِستہزاء اس عاجز کی نسبت کیا گیا ہے۔ اور گندے اور ناپاک اور سخت دھوکہ دینے والے الفاظ اِستعمال کئے گئے ہیں۔ اور سراسر شرارت آمیز افترا سے کام لیا گیا ہے۔ مگر کچھ ضرور نہیں کہ مَیں اُس کے ردّ میں تضیع اوقات کروں۔ کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جس کے ہاتھ میں حساب ہے۔ لیکن ایک عجیب بات ہے جس کا اِسوقت ذکر کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب یہ اخبار چودھویں صدی میرے رُوبرو پڑھا گیا تو میری رُوح نے اُس مقام میں بد دعا کیلئے حرکت کی جہاں لکھا ہے کہ "ایک بُزرگ نے جب یہ اشتہار (یعنے اِس عاجز کا اشتہار) پڑھا۔ تو بیساختہ اُن کے مونھ سے یہ شعر نکل گیا ؎ چُوں خُدا خواہد کہ پردۂ کس دَرَد۔ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد" مَیں نے ہر چند اُس رُوحی حرکت کو روکا اور دبایا اور بار بار کوشش کی کہ یہ بات میری رُوح میں سے نِکل جائے مگر وہ نکل نہ سکی۔ تب مَیں نے سمجھا کہ وُہ خدا کی طرف سے ہے۔ تب مَیں نے اُس شخص کے بارے میں دُعا کی جس کو بُزرگ کے لفظ سے اخبار میں لکھا گیا ہے۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ وہ دُعا **قبول ہوگئی** اور وہ دُعا یہ ہے کہ یاالٰہی اگر تُو جانتا ہے کہ مَیں کذّاب ہوں اور تیری طرف سے نہیں ہوں اور جیسا کہ میری نسبت کہا گیا ہے ملعون اور مردود ہوں اور کاذب ہوں۔ اور تجھ سے میرا تعلق اور تیرا مجھ سے نہیں تو مَیں تیری جناب میں عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ

ص۵

مجھے ہلاک کر ڈال۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور تیرا بھیجا ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوں تو اس شخص کے **پردے پھاڑ دے** جو بزرگ کے نام سے اس اخبار میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں آکر مجمع عام میں توبہ کرے تو اُسے معاف فرما کہ تو رحیم و کریم ہے۔

یہ دُعا ہے کہ میں نے اس بزرگ کے حق میں کی۔ مگر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ بزرگ کون ہے اور کہاں رہتے ہیں اور کس مذہب اور قوم کے ہیں جنہوں نے مجھے کذّاب ٹھہرا کر میری پردہ دری کی پیشگوئی کی۔ اور نہ مجھے جاننے کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر اس شخص کے اس کلمہ سے میرے دل کو دُکھ پہنچا اور ایک جوش پیدا ہوا۔ تب میں نے دُعا کر دی۔ اور **یکم جولائی ۱۸۹۷ء** سے **یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک** اس کا فیصلہ کرنا خدا تعالیٰ سے مانگا۔

اس دُعا میں شاید ایک یہ بھی حکمت ہوگی کہ چونکہ آجکل ایک فرقہ نیچریہ مسلمانوں کی گردش ایام سے اسلام میں پیدا ہو گیا ہے اور یہ لوگ قبولیت دُعا سے منکر اور اُس برتر ہستی کی بے انتہا قدرت سے انکاری ہیں جو عجائب کام دکھلاتا اور اپنے بندوں کی دعائیں قبول کر لیتا ہے۔ گویا نیم دہریہ ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ انکو پھر ایک استجابت دُعا کا نمونہ دکھلائے جس کا برکات الدعا کے ایک کشف میں وعدہ بھی ہو چکا ہے اور میرے صدق اور کذب کے لئے یہ ایک اور نشان ہوگا۔ اگر میں خدا تعالیٰ کی جناب میں درحقیقت ایسا ہی ذلیل اور دجّال اور کذّاب ہوں جو اس بزرگ نے سمجھا ہے تو میری دُعا بے اثر جائے گی۔ اور سال عیسوی کے گذرنے کے بعد میری ذلت ظاہر ہوگی اور رُوسیاہی ناقابل زوال مجھے اُٹھانی پڑیگی۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ کسی کے اہل اللہ ہونے میں اُسکی دُعا کا قبول ہونا شرط ہے۔ ہر ایک ولی مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور اُسکو وہ حالت میسّر آجاتی ہے جو استجابت دُعا کے لئے ضروری ہے۔ ہاں

صـ ۹

جب کبھی وہ حالت میسّر نہ ہو تب دُعا کا قبول ہونا ضروری نہیں۔ وہ حالت یہ ہے کہ کسی کی نسبت نیک دُعا یا بددُعا کے لئے اہل اللہ کا دل چشمہ کی طرح یکدفعہ پھُوٹتا ہے۔ اور فی الفور ایک شعلۂ نور آسمان سے گرتا اور اُس سے اتّصال پاتا ہے۔ اور ایسے وقت میں جب دُعا کی جاتی ہے تو ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ سو یہی وقت مجھے اس بزرگ کے لئے میسّر آیا۔ مَیں ان لوگوں کی روز کی تکذیبوں اور لعنت اور ٹھٹھے اور ہنسی کے دیکھنے سے تھک گیا۔ میری روح اب ربّ العرش کی جناب میں رو رو کر فیصلہ چاہتی ہے۔ اگر میں درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں مردود اور مخذول ہوں جیسا کہ ان لوگوں نے سمجھا۔ تو میں خود ایسی زندگی نہیں چاہتا جو لعنتی زندگی ہو۔ اگر میرے پر آسمان سے بھی لعنت ہے جیسا کہ زمین سے لعنت ہے۔ تو میری رُوح اُوپر کی لعنت کی برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر میں سچّا ہوں تو اس بزرگ کی خدا تعالیٰ سے ایسے طور سے پردہ دری چاہتا ہوں جو بطور نشان ہو۔ اور جس سے سچّائی کو مدد ملے۔ ورنہ لعنتی زندگی سے میرا مرنا بہتر ہے۔ میرے صادق یا کاذب ہونے کا یہ آخری معیار ہے جس کو فیصلہ ناطق کی طرح سمجھنا چاہیئے۔ مَیں خُدا سے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتا ہوں کہ اگر میں اُس کی نظر میں عزیز ہوں۔ تو وہ اس بزرگ کی ایسے طور سے پردہ دری کرے جو ابتک کسی کے خیال و گمان میں نہ ہو۔ مَیں جانتا ہوں کہ میرا خدا قادر اور ہر ایک قوّت کا مالک ہے۔ وہ اُن کے لئے جو اُسکے ہوتے ہیں بڑے بڑے عجائبات دکھلاتا ہے۔

ایڈیٹر چودھویں صدی کی جسقدر شوخی ہے اِس بزرگ کی حمایت سے ہے۔ اور اِس کی تمام توہین اور تحقیر کی تحریریں اِسی بزرگ کی گردن پر ہیں۔ وہ ہنسی سے لکھتا ہے کہ "میں مخالفت سے نہ کاٹا جاؤں"۔ خُدا سے ہنسی کرنا کسی نیک

صنا

انسان کا کام نہیں ۔ انسان ہر ایک وقت اُسکے قبضہ قدرت میں ہے۔

اور گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی کی نسبت جو میرے پر حملہ کیا گیا ہے یہ حملہ بھی محض شرارت ہے۔ سلطان روم کے حقوق بجائے خود ہیں۔ مگر اس گورنمنٹ کے حقوق بھی ہمارے سر پر ثابت شدہ ہیں اور ناشکر گذاری ایک بے ایمانی کی قسم ہے۔ اے نادانو! گورنمنٹ انگریزی کی تعریف تمہاری طرح میری قلم سے **منافقانہ** نہیں نکلتی۔ بلکہ مَیں اپنے اعتقاد اور یقین سے جانتا ہوں کہ درحقیقت خدا تعالےٰ کے فضل سے اس گورنمنٹ کی پناہ ہمارے لئے بالواسطہ خدا تعالےٰ کی پناہ ہے۔ اس سے زیادہ اس گورنمنٹ کی پُرامن سلطنت ہونے کا اور کیا میرے نزدیک ثبوت ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے یہ پاک سلسلہ اسی گورنمنٹ کے ماتحت برپا کیا ہے۔ وہ لوگ میرے نزدیک سخت نمکحرام ہیں جو حکّام انگریزی کے رُو برو اُن کی خوشامدیں کرتے ہیں۔ اُن کے آگے گرتے ہیں۔ اور پھر گھر میں آکر کہتے ہیں کہ جو شخص اس گورنمنٹ کا شکر کرتا ہے وہ کافر ہے۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ہماری یہ کارروائی جو اِس گورنمنٹ کی نسبت کیجاتی ہے منافقانہ نہیں ہے۔ وَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْمُنَافِقِيْن بلکہ ہمارا یہی عقیدہ ہے جو ہمارے دِل میں ہے۔

اور بزرگ مذکور جس نے ہماری پردہ دری کے لئے پیشگوئی کی اِس بات کو یاد رکھے کہ ہماری طرف سے اِس میں کچھ زیادت نہیں۔ اُنہوں نے پیشگوئی کی اور ہم نے بددُعا کی۔ آیندہ ہمارا اور اُن کا خدا تعالیٰ کی جناب میں فیصلہ ہے۔ اگر اُن کی رائے سچی ہے تو اُن کی پیشگوئی پوری ہو جائے گی۔ اور اگر جناب الٰہی میں اس عاجز کی کچھ عزت ہے تو میری دُعا قبول ہو جائے گی۔ تاہم مَیں نے اِس دُعا میں یہ شرط رکھ لی ہے کہ اگر بزرگ مذکور قادیان میں آکر اپنی بیباکی سے ایک مجمع میں توبہ کریں تو خدا تعالےٰ یہ حرکت اُن کو معاف کرے ورنہ اب

ص۱۱

یہ عظیم الشان مقدمہ مجھ میں اور اُس بزرگ میں دائر ہوگیا ہے۔ اب حقیقت میں جو رُوسیاہ ہے وُہی رُوسیاہ ہوگا۔ اس بزرگ کو روم کے ایک ظاہری فرمانروا کے لئے جوش آیا۔ اور خدا کے قائم کردہ سلسلہ پر تھوکا اور اُس کے مامور کو پلید قرار دیا۔ حالانکہ سُلطان کے بارے میں مَیں نے ایک لفظ بھی مونھ سے نہیں نکالا تھا۔ صرف اُس کے بعض ارکان کی نسبت بیان کیا تھا اور یا اُس کی گورنمنٹ کی نسبت جو مجموعہ ارکان سے مُراد ہے مُلہمانہ خبر تھی۔ سُلطان کی ذاتیات کا کچھ بھی ذکر نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اِس بزرگ نے وہ شعر میری نسبت پڑھا کہ شاید مثنوی کے مرحوم مُصنّف نے نمرود اور شدّاد اور ابوجہل اور ابولہب کے حق میں بنایا ہوگا۔ اور اگر مَیں سُلطان کی نسبت کچھ نکتہ چینی بھی کرتا تب بھی میرا حق تھا۔ کیونکہ اِسلامی دُنیا کے لئے مجھے خدا نے حَکَم کرکے بھیجا ہے جس میں سُلطان بھی داخل ہے۔ اور اگر سُلطان خوش قسمت ہو تو یہ اُسکی سعادت ہے کہ میری نکتہ چینی پر نیک نیّتی کے ساتھ توجہ کرے اور اپنے مُلک کی اصلاحوں کی طرف جدّ و جہد کیساتھ مشغول ہو۔ اور یہ کہنا کہ ایسے ذکر سے کہ زمین کی سلطنتیں میرے نزدیک ایک نجاست کی مانند ہیں۔ اِس میں سُلطان کی بہت بے ادبی ہوئی ہے یہ ایک دُوسری حماقت ہے۔ بیشک دُنیا خُدا کے نزدیک مُردار کی طرح ہے۔ اور خدا کو ڈھونڈنے والے ہرگز دُنیا کو عزّت نہیں دیتے۔ یہ ایک لا علاج بات ہے جو رُوحانی لوگوں کے دِلوں میں پَیدا کی جاتی ہے کہ وہ سچّی بادشاہت آسمان کی بادشاہت سمجھتے ہیں اور کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کرسکتے۔ البتہ ہم ہر ایک منعم کا شکر کرینگے۔ ہمدردی کے عوض ہمدردی دکھلائیں گے۔ اپنے محسن کے حق میں دُعا کرینگے۔ عادل بادشاہ کی خُدا تعالیٰ سے سلامتی چاہیں گے گو وہ غیر قوم کا ہو۔ مگر کسی سفلی عظمت اور بادشاہت کو اپنے لئے بُت نہیں بنائیں گے۔ ہمارے پیارے رسول سیّد الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

صفحہ ۱۲

اذا وقع العبد فی الٰھانیۃ الربّ و مھیمنیّۃ الصدیقین و رھبانیۃ الابرار لم یجد احدًا یأخذ بقلبہ۔ یعنی جب کسی بندہ کے دل میں خدا کی عظمت اور اُس کی محبت بیٹھ جاتی ہے اور خدا اُسپر محیط ہو جاتا ہے جیساکہ وہ صدیقوں پر محیط ہوتا ہے اور اپنی رحمت اور خاص عنایت کے اندر اُس کو لے لیتا ہے۔ اور ابرار کی طرح اُس کو غیروں کے تعلقات سے چھوڑا دیتا ہے تو ایسا بندہ کسی کو ایسا نہیں پاتا کہ اپنی عظمت یا وجاہت یا خوبی کیساتھ اُس کے دل کو پکڑ لے۔ کیونکہ اُسپر ثابت ہو جاتا ہے کہ تمام عظمت اور وجاہت اور خوبی خدا میں ہی ہے۔ پس کسی کی عظمت اور جلال اور قدرت اُس کو تعجب میں نہیں ڈالتی۔ اور نہ اپنی طرف جُھکا سکتی ہے۔ سو اُس کو دُوسروں پر صرف رحم باقی رہ جاتا ہے۔ خواہ بادشاہ ہوں یا شہنشاہ ہوں۔ کیونکہ اُس کو اُن چیزوں کی طمع باقی نہیں رہتی جو اُن کے ہاتھ میں ہیں۔ جس نے اُس حقیقی شہنشاہ کے دربار میں بار پایا جسکے ہاتھ میں ملکوت السمواۃ والارض ہے پھر فانی اور جھوٹی بادشاہی کی عظمت اُس کے دِل میں کیونکر بیٹھ سکے؟ مَیں جو اُس ملیک مقتدر کو پہچانتا ہوں تو اب میری رُوح اسکو چھوڑ کر کہاں اور کدھر جائے؟ یہ رُوح تو ہر وقت یہی جوش مار رہی ہے کہ اے شاہ ذوالجلال اَبدی سلطنت کے مالک سب ملک اور ملکوت تیرے لئے ہی مسلّم ہے۔ تیرے سوا سب عاجز بندے ہیں بلکہ کچھ بھی نہیں۔

آں کس کہ بتو رسد شہاں را چہ کند | با فرِ تو فرِ خسرواں را چہ کند
چوں بندہ شناخت بداں عزّ و جلال | بعد از تو جلال دیگراں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی | دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

الراقم میرزا غلام احمد از قادیان ۲۵ جون ۱۸۹۷ء

یہ وہ درخواست ہے جس کا ترجمہ انگریزی بحضور نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر بالقابہ روانہ کیا گیا ہے :-

(امید رکھتا ہوں کہ اس درخواست کو جو میرے اور میری جماعت کے حالات پر مشتمل ہے غور اور توجہ سے پڑھا جائے)

بحضور نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہٗ

چونکہ مسلمانوں کا ایک نیا فرقہ جس کا پیشوا اور امام اور پیر یہ راقم ہے پنجاب اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں زور سے پھیلتا جاتا ہے اور بڑے بڑے تعلیم یافتہ مہذب اور معزز عہدہ دار اور نیک نام رئیس اور تاجر پنجاب اور ہندوستان کے اس فرقہ میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ اور عموماً پنجاب کے شریف مسلمانوں کے نو تعلیم یاب جیسے بی اے اور ایم اے اس فرقہ میں داخل ہیں اور داخل ہو رہے ہیں اور یہ ایک گروہ کثیر ہو گیا ہے جو اس ملک میں روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ اس لئے میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ اس فرقہ جدیدہ اور نیز اپنے تمام حالات سے جو اس فرقہ کا پیشوا ہوں حضور لفٹنٹ گورنر بہادر کو آگاہ کروں۔ اور یہ ضرورت اسلئے بھی پیش آئی کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ ہر ایک فرقہ جو ایک نئی صورت سے پیدا ہوتا ہے گورنمنٹ کو حاجت پڑتی ہے کہ اسکے **اندرونی حالات** دریافت کرے۔ اور بسا اوقات ایسے نئے فرقہ کے دشمن اور خود غرض جن کی عداوت اور مخالفت ہر ایک نئے فرقہ کے لئے ضروری ہے گورنمنٹ میں **خلاف واقعہ** خبریں پہنچاتے ہیں۔ اور **مفتریانہ مخبریوں** سے گورنمنٹ کو پریشانی میں ڈالتے ہیں پس چونکہ گورنمنٹ عالم الغیب نہیں ہے اس لئے ممکن ہے کہ گورنمنٹ عالیہ ایسی مخبریوں کی کثرت کی وجہ سے کسی قدر بدظنی پیدا کرے یا **بدظنی** کی طرف مائل ہو جائے۔ لہذا گورنمنٹ عالیہ کی اطلاع کے لئے چند ضروری امور ذیل میں لکھتا ہوں :-

(۱) سب سے پہلے میں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں ایک ایسے خاندان میں سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اوّل درجہ پر

سرکار دولت مدار انگریزی کا خیر خواہ ہے۔ چنانچہ صاحب چیف کمشنر بہادر پنجاب کی چٹھی نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۵۸ء میں یہ مفصل بیان ہے کہ میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیاں کیسے سرکار انگریزی کے سچے وفادار اور نیکنام رئیس تھے اور کس طرح اُن سے ۱۸۵۷ء میں رفاقت اور خیر خواہی اور مدد دہی سرکار دولتمدار انگلشیہ ظہور میں آئی اور کس طرح وہ ہمیشہ بدل ہوا خواہ سرکار رہے۔ گورنمنٹ عالیہ اس چٹھی کو اپنے دفتر سے نکال کر ملاحظہ کر سکتی ہے۔ اور رابرٹ کسٹ صاحب کمشنر لاہور نے بھی اپنے مراسلہ میں جو میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ کے نام ہے چٹھی مذکورہ بالا کا حوالہ دیا ہے جسکو میں ذیل میں لکھتا ہوں۔

"تہوّر و شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضےٰ رئیس قادیاں بعافیت باشند۔ ازانجاکہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء از جانب آپکے رفاقت و خیر خواہی و مدد دہی سرکار دولتمدار انگلشیہ درباب نگاہداشت سواران و بہم رسانی اسپان بخوبی بمنصہ ظہور پہنچی اور شروع مفسدہ سے آجتک آپ بدل ہوا خواہ سرکار رہے اور باعث خوشنودی سرکار ہوا لہذا بجلدوی اس خیر خواہی اور خیر سگالی کے خلعت مبلغ دوصد روپیہ کا سرکار سے آپ کو عطا ہوتا ہے اور حسب منشاء چٹھی صاحب چیف کمشنر صاحب بہادر نمبری ۵۷۶ مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۵۸ء پروانہ ہذا باظہار خوشنودی سرکار و نیکنامی و وفاداری بنام آپکے لکھا جاتا ہے۔ مرقومہ تاریخ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء"

اور اسی بارے میں ایک مراسلہ سر رابرٹ ایجرٹن صاحب فنانشل کمشنر بہادر کا میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر کے نام ہے جو کچھ عرصہ سے فوت ہوگئے ہیں اور وہ یہ ہے۔

"مشفق مہربان دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہ۔ آپکا خط ۲۔ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گذرا۔ مرزا غلام مرتضےٰ صاحب آپکے والد کی وفات سے ہمکو بہت افسوس ہوا۔ مرزا غلام مرتضےٰ سرکار انگریزی کا اچھا خیر خواہ اور وفادار رئیس تھا۔ ہم آپکے خاندانی لحاظ سے اُسی طرح پر عزّت کرینگے جس طرح تمہارے باپ وفادار کی

کیجاتی تھی۔ ہمکو کسی اچھے موقعہ کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابجائی کا خیال رہے گا۔ المرقوم ۲۹ رجون ۱۸۷۶ء؁"

اسی طرح اور بعض چٹھیات انگریزی اعلیٰ افسروں کی ہیں جنکو کئی مرتبہ شائع کرچکا ہوں چنانچہ ولسن صاحب کمشنر لاہور کی چٹھی مرقومہ ۱۱ رجون ۱۸۴۹ء؁ میں میرے والد صاحب کو یہہ لکھا ہے۔

ہم بخوبی جانتے ہیں کہ بلاشک آپ اور آپکا خاندان ابتداء دخل اور حکومت سرکار انگریزی سے جان نثار اور وفا کیش اور ثابت قدم رہے ہیں۔ اور آپکے حقوق واقعی قابل قدر ہیں اور آپ بہر نہج تسلی رکھیں کہ سرکار انگریزی آپکے حقوق اور آپکے خاندانی خدمات کو ہرگز فراموش نہیں کریگی اور مناسب موقعوں پر آپکے حقوق اور خدمات پر غور اور توجہ کیجائیگی۔

اور سر لیپل گرفن صاحب نے اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ہمارے خاندان کا ذکر کرکے میرے بھائی مرزا غلام قادر کی خدمات کا خاصکر کے ذکر کیا ہے جو اُن سے تموّ کے پُل پر باغیوں کی سرزنش کے لئے ظہور میں آئیں۔

ان تمام تحریرات سے ثابت ہے کہ میرے والد صاحب اور میرا خاندان ابتدا سے سرکار انگریزی کے بدل و جان ہواخواہ اور وفادار رہے ہیں اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کے معزز افسروں نے مان لیا ہے کہ یہ خاندان کمال درجہ پر خیرخواہ سرکار انگریزی ہے۔ اور اس بات کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اُن کرسی نشین رئیسوں میں سے تھے کہ جو ہمیشہ گورنری دربار میں عزت کے ساتھ بلائے جاتے تھے اور تمام زندگی انکی گورنمنٹ عالیہ کی خیر خواہی میں بسر ہوئی۔

(۲) دوسرا امر قابل گذارش یہ ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اسوقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول رہا ہوں کہ تا مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور انکے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو انکو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے

ہیں اور اس ارادہ اور قصد کی اوّل وجہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بصیرت بخشی اور اپنے پاس سے مجھے ہدایت فرمائی کہ تا میں اُن وحشیانہ خیالات کو سخت نفرت اور بیزاری سے دیکھوں جو بعض نادان مسلمانوں کے دلوں میں مخفی تھے۔ جنکی وجہ سے وہ نہایت بیوقوفی سے اپنی گورنمنٹ محسنہ کے ساتھ ایسے طور سے صاف دل اور سچے خیر خواہ نہیں ہو سکتے تھے جو صاف دلی اور خیر خواہی کی شرط ہے بلکہ بعض جاہل ملاؤں کے ورغلانے کی وجہ سے شرائط اطاعت اور وفاداری کا پورا جوش نہیں رکھتے تھے۔ سو میں نے نہ کسی بناوٹ اور ریاکاری سے بلکہ محض اُس اعتقاد کی تحریک سے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل میں ہے بڑے زور سے بار بار اس بات کو مسلمانوں میں پھیلایا ہے کہ اُنکو گورنمنٹ برطانیہ کی جو درحقیقت اُنکی محسن ہے سچی اطاعت اختیار کرنی چاہیئے کہ وفاداری کے ساتھ اُسکی شکر گذاری کرنی چاہیئے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے گنہگار ہوں گے اور میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں پر میری تحریروں کا بہت ہی اثر ہوا ہے۔ اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

اور میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیونکر امن اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ایسی کتابوں کے چھاپنے اور شائع کرنے میں ہزارہا روپیہ خرچ کیا گیا مگر باایں ہمہ میری طبیعت نے کبھی نہیں چاہا کہ ان متواتر خدمات کا اپنے حکام کے پاس ذکر بھی کروں کیونکہ میں نے کسی صلہ اور انعام کی خواہش سے نہیں بلکہ ایک حق بات کو ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھا۔ اور درحقیقت وجود سلطنت انگلشیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے ایک نعمت تھی جو مدت دراز کی تکلیفات کے بعد ہم کو ملی۔ اسلئے ہمارا فرض تھا کہ اُس نعمت کا بار بار اظہار کریں۔ ہمارا خاندان سکھوں کے ایام میں ایک سخت عذاب میں تھا اور نہ صرف یہی تھا کہ انہوں نے ظلم سے ہماری ریاست کو تباہ کیا اور ہمارے صدہا دیہات اپنے قبضہ میں کئے بلکہ ہماری اور تمام پنجاب کے مسلمانوں کی دینی آزادی کو بھی روک دیا۔ ایک مسلمان کو بانگ نماز پر بھی

مارے جانے کا اندیشہ تھا چہ جائیکہ اور رسوم عبادت آزادی سے بجالا سکتے۔ پس یہ اِس گورنمنٹ محسنہ کا ہی احسان تھا کہ ہم نے اِس جلتے ہوئے تنور سے خلاصی پائی اور خدا تعالیٰ نے ایک ابر رحمت کی طرح اِس گورنمنٹ کو ہمارے آرام کے لئے بھیجدیا۔ پھر کسقدر بد ذاتی ہوگی کہ ہم اِس نعمت کا شکر بجا نہ لاویں۔ اِس نعمت کی عظمت تو ہمارے دل اور جان اور رگ و ریشہ میں منقوش ہو اور ہمارے بُزرگ ہمیشہ اِس راہ میں اپنی جان دینے کے لئے طیار رہے۔ پھر نعوذ باللہ کیونکر ممکن ہو کہ ہم اپنے دِلوں میں مفسدانہ ارادے رکھیں۔ ہمارے پاس تو وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ سے ہم اُس آرام اور راحت کا ذکر کرسکیں جو اِس گورنمنٹ سے ہم کو حاصل ہوئی۔ ہماری تو یہی دُعا ہے کہ خُدا اِس گورنمنٹ محسنہ کو جزاءِ خیر دے اور اُس سے نیکی کرے جیساکہ اُس نے ہم سے نیکی کی۔ یہی وجہ ہے کہ میرا باپ اور میرا بھائی اور خود میں بھی رُوح کے جوش سے اِس بات میں مصروف رہے کہ اِس گورنمنٹ کے فوائد اور احسانات کو عام لوگوں پر ظاہر کریں اور اِس کی اطاعت کی فرضیت کو دِلوں میں جمادیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ مَیں اٹھارہ برس سے ایسی کتابوں کی تالیف میں مشغول ہوں کہ جو مسلمانوں کے دِلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی محبت اور اطاعت کی طرف مائل کر رہے ہیں۔ گو اکثر جاہل مولوی ہماری اِس طرز اور رفتار اور ان خیالات سے سخت ناراض ہیں اور اندر ہی اندر جلتے اور دانت پیستے ہیں۔ مگر مَیں جانتا ہوں کہ وہ اسلام کی اُس اخلاقی تعلیم سے بھی بے خبر ہیں جسمیں یہ لکھا ہے کہ **جو شخص انسان کا شکر نہ کرے وہ خُدا کا شکر بھی نہیں کرتا** یعنے اپنے محسن کا شکر کرنا ایسا فرض ہے جیساکہ خدا کا۔

یہ تو ہمارا عقیدہ ہے مگر افسوس کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اِس لمبے سِلسلہ اٹھارہ[۱۸] برس کی تالیفات کو جنمیں بہت سی پُر زور تقریریں اطاعت گورنمنٹ کے بارے میں ہیں کبھی ہماری گورنمنٹ مُحسنہ نے توجہ سے نہیں دیکھا۔ اور کئی مرتبہ مَیں نے یاد دلایا مگر اُس کا اثر محسوس نہیں ہوا۔ لہذا مَیں پھر یاد دلاتا ہوں کہ مفصلہ ذیل کتابوں اور اشتہاروں کو توجہ سے دیکھا جائے اور وہ مقامات پڑھے جائیں جنکے نمبر صفحات مَیں نے ذیل میں لکھدیئے ہیں۔

ص۵

نمبر	نام کتاب یا اشتہار	تاریخ طبع	نمبر صفحات
۱	براہین احمدیہ حصہ سوم	سنہ ۱۸۸۲ء	الف سے ب تک (شروع کتاب)
۲	براہین احمدیہ حصہ چہارم	سنہ ۱۸۸۴ء	الف سے د تک ایضاً
۳	نوٹس درباره توسیع دفعہ ۲۹۸ درکتاب آریہ دھرم	۲۲ر ستمبر سنہ ۱۸۹۵ء	۵۷ سے ۶۴ تک آخر کتاب
۴	التماس درباره ایضاً ایضاً	ایضاً	تمام اشتہار ہر چہار صفحہ آخر کتاب
۵	درخواست درباره ایضاً ایضاً	ایضاً	۶۹ سے ۷۲ تک آخر کتاب
۶	خط درباره ایضاً	۲۱ر اکتوبر سنہ ۱۸۹۵ء	۱ سے ۸ تک تمام علیحدہ اشتہار
۷	آئینہ کمالات اسلام	فروری سنہ ۱۸۹۳ء	۱۷ سے ۲۰ تک اور ۵۱۱ سے ۵۲۸ تک
۸	اعلان درکتاب نورالحق	سنہ ۱۳۱۱ھ	۲۲ سے ۵۴ تک
۹	گورنمنٹ کی توجہ کے لائق۔ درکتاب شہادۃ القرآن	۲۲ر ستمبر سنہ ۱۸۹۳ء	الف سے ع تک آخر کتاب
۱۰	نورالحق حصہ دوم	سنہ ۱۳۱۱ھ	۴۹ سے ۵۰ تک
۱۱	سرّ الخلافہ	سنہ ۱۳۱۲ھ	۱۷ سے ۲۳ تک
۱۲	اتمام الحجہ	سنہ ۱۳۱۱ھ	۲۵ سے ۲۷ تک
۱۳	حمامۃ البشریٰ	ایضاً	۳۹ سے ۴۲ تک
۱۴	تحفہ قیصریہ	۲۵ر مئی سنہ ۱۸۹۷ء	تمام کتاب
۱۵	ست بچن	نومبر سنہ ۱۸۹۵ء	۱۵۳ سے ۱۵۴ تک اور ٹائیٹل پیج
۱۶	انجام آتھم	جنوری سنہ ۱۸۹۷ء	۲۸۳ سے ۲۸۴ تک آخر کتاب
۱۷	سراج منیر	مئی سنہ ۱۸۹۷ء	صفحہ ۴۷
۱۸	تکمیل تبلیغ معہ شرائط بیعت	۱۲ر جنوری سنہ ۱۸۸۹ء	صفحہ ۴ حاشیہ اور صفحہ ۶ شرط چہارم
۱۹	اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور عام اطلاع کے لئے	۲۷ر فروری سنہ ۱۸۹۵ء	تمام اشتہار یکطرفہ
۲۰	اشتہار درباره سفیر سلطان روم	۲۴ر مئی سنہ ۱۸۹۷ء	۱ سے ۳ تک
۲۱	اشتہار جلسہ احباب برجشن جوبلی بمقام قادیان	۲۳ر جون سنہ ۱۸۹۷ء	۱ سے ۴ تک
۲۲	اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی حضرت قیصرہ دام ظلہا	۷ر جون سنہ ۱۸۹۷ء	تمام اشتہار یک ورق
۲۳	اشتہار متعلق بزرگ اخبار چودھویں والہ	۲۵ر جون سنہ ۱۸۹۷ء	صفحہ ۱۰
۲۴	اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ معہ ترجمہ انگریزی	۱۰ر دسمبر سنہ ۱۸۹۴ء	تمام اشتہار ۱ سے ۷ تک

ان کتابوں کے دیکھنے کے بعد ہر ایک شخص اِس نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ جو شخص برابر اٹھارہ برس سے ایسے جوش سے کہ جس سے زیادہ ممکن نہیں گورنمنٹ انگلشیہ کی تائید میں ایسے پر زور مضمون لکھ رہا ہے اور اُن مضمونوں کو نہ صرف انگریزی عملداری میں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی شائع کر رہا ہے کیا اُسکے حق میں یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ اس گورنمنٹ محسنہ کا خیر خواہ نہیں؟ گورنمنٹ متوجہ ہو کر سوچے کہ یہ مسلسل کارروائی جو مسلمانوں کو **اطاعت گورنمنٹ برطانیہ** پر آمادہ کرنے کے لئے برابر اٹھارہ برس سے ہو رہی ہے اور غیر ملکوں کے لوگوں کو بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ ہم کیسے امن اور آزادی سے زیر سایہ گورنمنٹ ہذا زندگی بسر کرتے ہیں۔

یہ کارروائی کیوں اور کس غرض سے ہے اور غیر ملک کے لوگوں تک ایسی کتابیں اور ایسے اشتہارات کے پہنچانے سے کیا مدعا تھا؟ گورنمنٹ تحقیق کرے کہ کیا یہ سچ نہیں کہ ہزاروں مسلمانوں نے جو مجھے کافر قرار دیا اور مجھے اور میری جماعت کو جو ایک گروہ کثیر پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہے ہر ایک طور کی بدگوئی اور بد اندیشی سے ایذا دینا اپنا فرض سمجھا۔ اِس تکفیر اور ایذا کا ایک مخفی سبب یہ ہے کہ ان نادان مسلمانوں کے پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل و جان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکر گذاری کے لئے ہزارہا اشتہارات شائع کئے گئے اور ایسی کتابیں بلاد عرب و شام وغیرہ تک پہنچائی گئیں؟ یہ باتیں بے ثبوت نہیں اگر گورنمنٹ توجہ فرماوے تو نہایت بدیہی ثبوت میرے پاس ہیں۔ میں زور سے کہتا ہوں اور میں دعوے سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ باعتبار مذہبی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ اوّل درجہ کا وفادار اور جان نثار **یہی نیا فرقہ** ہے جسکے اصولوں میں سے کوئی اصول گورنمنٹ کیلئے خطرناک نہیں۔ ہاں اِس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ میں نے بہت سی مذہبی کتابیں تالیف کر کے عملی طور پر اِس بات کو بھی دکھلایا ہے کہ ہم لوگ سکھوں کے عہد میں کیسے مذہبی امور میں مجبور کئے گئے اور فرائض دعوت دین اور تائید اسلام سے روکے گئے تھے۔ اور پھر اِس گورنمنٹ محسنہ کے وقت میں کسقدر مذہبی آزادی بھی ہمیں حاصل ہوئی کہ ہم پادریوں کے

ص ۷

ص ۷

مقابل پر بھی جو گورنمنٹ کی قوم میں داخل ہیں پورے زور سے اپنی حقانیت کے دلائل پیش کرسکتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسی کتابوں کی تالیف سے جو پادریوں کے مذہب کے ردّ میں لکھی جاتی ہیں گورنمنٹ کے عادلانہ اصولوں کا اعلیٰ نمونہ لوگوں کو ملتا ہے۔ اور غیر ملکوں کے لوگ خاصکر اسلامی بلاد کے نیک فطرت جب ایسی کتابوں کو دیکھتے ہیں جو ہمارے ملک سے اُن ملکوں میں جاتی ہیں تو انکو اس گورنمنٹ سے نہایت اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔ یہانتک کہ بعض خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ گورنمنٹ در پردہ مسلمان ہے۔ اور اِس طرح پر ہماری قلموں کے ذریعہ سے یہ گورنمنٹ ہزاروں دِلوں کو فتح کرتی جاتی ہے۔ مد

دیسی پادریوں کے نہایت دِل آزار حملے اور توہین آمیز کتابیں درحقیقت ایسی تھیں کہ اگر آزادی کے ساتھ اُن کی مدافعت نہ کی جاتی اور اُن کے سخت کلمات کی عوض میں کسی قدر مہذبانہ سختی استعمال میں نہ آتی تو بعض جاہل جو جلد تر بدگمانی کی طرف جُھک جاتے ہیں شاید یہ خیال کرتے کہ گورنمنٹ کو پادریوں کی خاص رعایت ہے۔ مگر اب ایسا خیال کوئی نہیں کرسکتا۔ اور بالمقابل کتابوں کے شائع ہونے سے وہ اشتعال جو پادریوں کی سخت تحریروں سے پیدا ہونا ممکن تھا۔ اندر ہی اندر دب گیا ہے۔ اور لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ نے ہر ایک مذہب کے پیرو کو اپنے مذہب کی تائید میں عام آزادی دی ہے جس سے ہر ایک فرقہ برابر فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ پادریوں کی کوئی خصوصیت نہیں۔ غرض ہماری بالمقابل تحریروں سے گورنمنٹ کے پاک ارادوں اور نیک نیتی کا لوگوں کو تجربہ ہو گیا۔ اور اب ہزارہا آدمی انشراح صدر سے اِس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ درحقیقت یہ اعلیٰ خوبی اِس گورنمنٹ کو حاصل ہے کہ اُسنے مذہبی تحریرات میں پادریوں کا ذرہ پاس نہیں کیا۔ اور اپنی رعایا کو حق آزادی برابر طور پر دیا ہے۔

مگر تاہم نہایت ادب سے گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں عرض ہے کہ اس قدر آزادی کا بعض دِلوں پر اچھا اثر محسوس نہیں ہوتا۔ اور سخت الفاظ کی وجہ سے قوموں میں تفرقہ اور

نفاق اور بغض بڑھتا جاتا ہے اور اخلاقی حالات پر بھی اُس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ مثلاً حال میں جو اِسی ۱۸۹۷ء میں پادری صاحبوں کی طرف سے مشن پریس گوجرانوالہ میں اسلام کے ردّ میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام یہ رکھا ہے "اُمّہات المومنین یعنی دربار مصطفائی کے اسرار"* وہ ایک تازہ زخم مسلمانوں کے دلوں کو پہنچانے والی ہے۔ اور یہ نام ہی کافی ثبوت اس تازہ زخم کا ہے۔ اور اُسمیں اشتعال دہی کے طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی ہیں اور نہایت دل آزار کلمے استعمال کئے ہیں۔ مثلاً اُسکے صفحہ ۸۰ سطر ۱۲ میں یہ عبارت ہے۔ "ہم تو یہی کہتے ہیں کہ محمد صاحب نے خدا پر بہتان باندھا۔ زنا کیا اور اُسکو حکم خدا بتلایا"۔ ایسے کلمات کسقدر مسلمانوں کے دِلوں کو دُکھائیں گے کہ اُنکے بزرگ اور مقدس نبی کو صاف اور صریح لفظوں میں زانی ٹھہرایا۔ اور پھر دل دکھانے کے لئے ہزار کاپی اِس کتاب کی مسلمانوں کی طرف مفت روانہ کی گئی ہے۔ چنانچہ آج ہی کی تاریخ جو ۱۵ فروری ۱۸۹۸ء ہے ایک جلد مجھ کو بھی بھیجدی ہے** حالانکہ مَیں نے طلب نہیں کی اور اس کتاب میں اپنے صفحہ ۵ میں لکھ بھی دیا ہے کہ "اِس کتاب کی ایک ہزار جلدیں مفت بصیغہ ڈاک ایک ہزار مسلمانوں کی نذر کرتے ہیں"۔ اب ظاہر ہے کہ جب ایک ہزار مسلمان کو خواہ نخواہ یہ کتاب بھیجکر اُن کا دِل دُکھایا گیا تو کس قدر نقض امن کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ پہلی تحریر ہی نہیں بلکہ اِس سے پہلے بھی پادری صاحبوں نے بار بار بہت سی فتنہ انگیز تحریریں شایع کی ہیں اور بے خبر مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے وہ کتابیں اکثر مسلمانوں میں تقسیم کی ہیں جن کا ایک ذخیرہ میرے پاس بھی موجود ہے جن میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدکار۔ زانی۔ شیطان۔ ڈاکو۔ لٹیرا۔ دغاباز۔ دجّال وغیرہ دلآزار ناموں سے یاد کیا ہے۔ اور

---

* اس کتاب کو پرسوتم داس عیسائی نے گوجرانوالہ شعلہ طور پریس سے شائع کیا ہے۔

** ہمارے بہت سے معزز دوستوں کے بھی اِس بارے میں خطوط پہونچے ہیں کہ ان کو مفت بلا طلب یہ کتاب بھیجی گئی ہے۔

گو ہماری گورنمنٹ محسنہ اِس بات سے روکتی نہیں کہ مسلمان بالمقابل جواب دیں لیکن اسلام کا مذہب مسلمانوں کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی مقبول القوم نبی کو بُرا کہیں بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو پاک اعتقاد عام مسلمان رکھتے ہیں اور جس قدر محبت اور تعظیم سے انکو دیکھتے ہیں وہ ہماری گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں۔ میرے نزدیک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کے روکنے کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مخالف کو ہدایت فرماوے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف اُن کتابوں کی بناء پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلّم اور مقبول ہوں۔ اور اعتراض بھی وہ کرے جو اپنی مسلّم کتابوں پر وارد نہ ہوسکے۔ اور اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کرسکتی تو یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ یہ قانون صادر فرماوے کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے۔ مَیں دِل سے چاہتا ہوں کہ ایسا ہو۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ قوموں میں صلحکاری پھیلانے کے لئے اِس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ کچھ عرصہ کے لئے مخالفانہ حملے روک دیئے جائیں۔ ہر ایک شخص صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیاں کرے اور دوسرے کا ذِکر زبان پر نہ لاوے۔ اگر گورنمنٹ عالیہ میری اِس درخواست کو منظور کرے تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ چند سال میں تمام قوموں کے کینے دُور ہو جائیں گے۔ اور بجائے بغض محبت پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ کسی دُوسرے قانون سے اگرچہ مجرموں سے تمام جیلخانے بھر جائیں مگر اُس قانون کا اُن کی اخلاقی حالت پر نہایت ہی کم اثر پڑیگا۔

(۳) تیسرا امر جو قابل گذارش ہے یہ ہے کہ مَیں گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ فرقہ جدیدہ جو برٹش انڈیا کے اکثر مقامات میں پھیل گیا ہے جس کا میں پیشوا اور امام ہوں گورنمنٹ کے لئے ہرگز خطرناک نہیں ہے اور اِس کے اصول ایسے پاک اور صاف اور امن بخش اور صلحکاری کے ہیں کہ تمام اسلام کے موجودہ فرقوں میں اِس کی نظیر گورنمنٹ کو نہیں ملے گی۔ جو ہدایتیں اس فرقہ کے لئے مَیں نے مرتب کی ہیں جن کو مَیں نے اپنے ہاتھ سے لکھکر اور چھاپ کر ہر ایک مُرید کو دیا ہے کہ

اُن کو اپنا دستور العمل رکھے وہ ہدایتیں میرے اُس رسالہ میں مندرج ہیں جو ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں چھپکر عام مُریدوں میں شائع ہُوا ہے جس کا نام **تکمیل تبلیغ مع شرائط بیعت*** ہے جس کی ایک کاپی اُسی زمانہ میں گورنمنٹ میں بھیجی گئی تھی۔ اُن ہدایتوں کو پڑھکر اور ایسا ہی دوسری ہدایتوں کو دیکھکر جو وقتاً فوقتاً چھپکر مُریدوں میں شائع ہوتی ہیں۔ گورنمنٹ کو معلوم ہوگا کیسے امن بخش اصولوں کی اِس جماعت کو تعلیم دیجاتی ہے اور کس طرح اُنکو بار بار تاکیدیں کی گئی ہیں کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کے سچے خیرخواہ اور مطیع رہیں اور تمام بنی نوع کے ساتھ بلا امتیاز مذہب و ملّت کے انصاف اور رحم اور ہمدردی سے پیش آویں۔ یہ سچ ہے کہ میں کسی ایسے مہدی ہاشمی قرشی خونی کا قائل نہیں ہوں جو دُوسرے مسلمانوں کے اعتقاد میں بنی فاطمہ میں سے ہوگا اور زمین کو کفّار کے خون سے بھر دیگا۔ میں ایسی حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتا اور محض ذخیرہ موضوعات جانتا ہوں۔ ہاں مَیں اپنے نفس کے لئے اُس مسیح موعود کا ادّعا کرتا ہوں جو حضرت عیسٰے علیہ السلام کی طرح غربت کے ساتھ زندگی بسر کریگا اور لڑائیوں اور جنگوں سے بیزار ہوگا۔ اور نرمی اور صلحکاری اور امن کے ساتھ قوموں کو اُس سچے ذوالجلال خُدا کا چہرہ دکھلائیگا جو اکثر قوموں سے چُھپ گیا ہے میرے اصولوں اور اعتقادوں اور ہدایتوں میں کوئی امر جنگجوئی اور فساد کا نہیں۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مُرید بڑھیں گے، ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائینگے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔ میں بار بار اعلان دے چکا ہوں کہ میرے بڑے بڑے اصول پانچ ہیں۔

ص۱۱

* شرائط میں سے چند شرطوں کی یہاں نقل کیجاتی ہے۔ شرط دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشوں کیوقت اُنکا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔ شرط چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔ شرط نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا۔ اور جہانتک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک اور ہر ایک منقصت موت اور بیماری اور لاچاری اور درد اور دُکھ اور دوسری نالائق صفات سے پاک سمجھنا۔ دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کے سلسلہ نبوّت کا خاتم اور آخری شریعت لانے والا اور نجات کی حقیقی راہ بتلانے والا حضرت سیّدنا و مولانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین رکھنا۔ تیسرے یہ کہ دین اسلام کی دعوت محض دلائل عقلیہ اور آسمانی نشانوں سے کرنا۔ اور خیالات غازیانہ✠ اور جہاد اور جنگجوئی کو اِس زمانہ کے لئے قطعی طور پر حرام اور ممتنع سمجھنا۔ اور ایسے خیالات کے پابند کو صریح غلطی پر قرار دینا۔ چوتھے یہ کہ اِس گورنمنٹ محسنہ کی نسبت جس کے ہم زیر سایہ ہیں یعنے گورنمنٹ انگلشیہ کوئی مفسدانہ خیالات دِل میں نہ لانا۔ اور خلوص دِل سے اُسکی اطاعت میں مشغول رہنا۔ پانچویں یہ کہ بنی نوع سے ہمدردی کرنا اور حتی الوسع ہر ایک شخص کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کے لئے کوشش کرتے رہنا۔ اور امن اور صلحکاری کا مؤیّد ہونا اور نیک اخلاق کو دنیا میں پھیلانا۔ یہ پانچ اصول ہیں جن کی اس جماعت کو تعلیم دیجاتی ہے۔ اور میری جماعت جیسا کہ میں آگے بیان کرونگا۔ جاہلوں اور وحشیوں کی جماعت نہیں ہے۔ بلکہ اکثر ان میں سے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور علوم مروّجہ کے حاصل کرنے والے اور سرکاری معزز عہدوں پر سرفراز ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے چال چلن اور اخلاق فاضلہ میں بڑی ترقی کی ہے۔ اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ تجربہ کے وقت سرکار انگریزی اُن کو اوّل درجہ کے خیر خواہ پائے گی۔

صـ۱۲

(۴) چوتھی گذارش یہ ہے کہ جس قدر لوگ میری جماعت میں داخل ہیں اکثر اُن میں سے سرکار انگریزی کے معزز عہدوں پر ممتاز اور یا اِس مُلک کے نیک نام رئیس اور اُنکے

✠ اِس جہاد کے برخلاف نہایت سرگرمی سے میرے پیرو فاضل مولویوں نے ہزاروں آدمیوں میں تعلیم کی ہے اور کر رہے ہیں جس کا بہت بڑا اثر ہوا ہے۔ منہ ✠

خدام اور احباب اور یا تاجر اور یا وکلاء اور یا نو تعلیم یافتہ انگریزی خوان اور یا ایسے نیکنام علماء اور فضلاء اور دیگر شرفاء ہیں جو کسی وقت سرکار انگریزی کی نوکری کر چکے ہیں یا اب نوکری پر ہیں یا اُن کے اقارب اور رشتہ دار اور دوست ہیں جو اپنے بزرگ مخدوموں سے اثر پذیر ہیں اور یا سجادہ نشینان غریب طبع۔ غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیکنامی حاصل کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہیں۔ اور یا وہ لوگ جو میرے اقارب یا خدام میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد علماء کی ہے، جنہوں نے میری اتباع میں اپنے وعظوں سے ہزاروں دلوں میں گورنمنٹ کے احسانات جما دیئے ہیں اور میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اُن میں سے اپنے چند مُریدوں کے نام بطور نمونہ آپ کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھدوں۔

(۵) میرا اِس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں۔ مُدّعا یہ ہے کہ اگرچہ مَیں اُن خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو مَیں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہیں **عنایت خاص** کا مستحق ہوں۔ لیکن یہ سب امور گورنمنٹ عالیہ کی توجہات پر چھوڑ کر بالفعل **ضروری استغاثہ** یہ ہے کہ مجھے متواتر اِس بات کی خبر ملی ہے کہ بعض حاسد بد اندیش جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے دوستوں کے دشمن ہیں میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت **خلاف واقعہ** امور گورنمنٹ کے معزز حکام تک پہنچاتے ہیں اسلئے اندیشہ ہے کہ اُن کے ہر روز کی مُفتریانہ کارروائیوں سے گورنمنٹ عالیہ کے دِل میں بدگمانی پیدا ہو کر وہ **تمام جانفشانیاں** پچاس سالہ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضیٰ اور میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی جن کا تذکرہ سرکاری چٹھیات اور سر لیپل گرفن کی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور نیز میری قلم کی وہ خدمات جو

۱۳

میرے اٹھارہ سال کی تالیفات سے ظاہر ہیں۔ سب کی سب ضائع اور برباد نہ جائیں اور خدانخواستہ سرکار انگریزی اپنے ایک قدیم وفادار اور خیر خواہ خاندان کی نسبت کوئی تکدّر خاطر اپنے دل میں پیدا کرے۔ اِس بات کا علاج تو غیر ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کا مُنہ بند کیا جائے جو اختلاف مذہبی کی وجہ سے یا نفسانی حسد اور بُغض اور کسی ذاتی غرض کے سبب سے جھوٹی مخبری پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولتمدار ایسے خاندان کی نسبت جسکو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جسکی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکّے خیر خواہ اور خدمت گذار ہیں۔ اِس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اِس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھکر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔ لہذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ سے سرکار دولتمدار کی پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں تا ہر ایک شخص بے وجہ ہماری آبرو ریزی کے لئے دلیری نہ کرسکے۔ اب کسی قدر اپنی جماعت کے نام ذیل میں لکھتا ہوں:۔

۱ خانصاحب جناب محمد علی خانصاحب رئیس مالیر کوٹلہ جن کے خاندان کی خدمات گورنمنٹ عالیہ کو معلوم ہیں۔

۲ مولوی سید محمد عسکری خانصاحب رئیس کڑا ضلع الہ آباد پنشنر ڈپٹی کلکٹر و نائب مدار المہام ریاست بھوپال جنکی نمایاں خدمات پر سرکار سے لقب عطا ہؤا۔ اور چٹھیات خوشنودی ملیں۔

۳ مرزا خدا بخش صاحب ایچ پی سابق مترجم چیف کورٹ پنجاب حال تحصیلدار علاقہ نواب محمد علی خان صاحب ریاست مالیر کوٹلہ

۴ منشی نبی بخش صاحب ہیڈ دفتر اگزیمنر ریلوے لاہور

۵ بابو عبدالرحمن صاحب کلرک دفتر لوکو محکمہ ریلوے لاہور

۶ مولوی سید تفضل حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر علی گڈہ ضلع فرخ آباد

۷ میاں چراغ الدین صاحب پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ پنجاب رئیس لاہور

نمبر	نام
۸	قاضی غلام مرتضیٰ صاحب پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ مظفر گڑھ
۹	منشی عبد العزیز صاحب ملازم محکمہ بندوبست ضلع گورداسپور
۱۰	ڈاکٹر سید منصب علی صاحب پنشنر الہ آباد۔
۱۱	منشی حمید الدین صاحب ملازم محکمہ پولیس ضلع لودیانہ
۱۲	منشی تاج الدین صاحب اکونٹنٹ محکمہ ریلوے لاہور
۱۳	بابو محمد صاحب ہیڈ کلرک دفتر سپرنٹنڈنگ انجینئر محکمہ انہار انبالہ
۱۴	ڈاکٹر نور محمد خانصاحب ایل ایم ایس انچارج شفاخانہ قصور
۱۵	محمد افضل خانصاحب } سواران رسالہ نمبر ۱۲ ترب ۸
۱۶	گامے خانصاحب } جوانب سرحدی خدمات پر
۱۷	امام بخش خانصاحب } مامور ہیں۔
۱۸	خواجہ جمال الدین صاحب بی اے پرنسپل سری رنبیر کالج جموں
۱۹	ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ایل ایم ایس متعینہ خدمات خاص بندر عباس ملک ایران
۲۰	ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب ایم بی اسسٹنٹ سول سرجن ریاست پٹیالہ
۲۱	ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب ایل ایم ایس سول سرجن جکراتہ متعینہ خدمات خاص
۲۲	ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خانصاحب متعینہ خدمات خاص مشرقی افریقہ
۲۳	منشی محمد علی صاحب صوفی ملازم دفتر ریلوے لاہور
۲۴	ماسٹر غلام محمد صاحب بی اے سیالکوٹ
۲۵	منشی قائم الدین صاحب بی اے سیالکوٹ
۲۶	منشی محمد اسمٰعیل صاحب نقشہ نویس کالکا ریلوے
۲۷	قاضی یوسف علی صاحب ملازم پولس ریاست جیند
۲۸	میاں محمد خاں صاحب ملازم ریاست کپورتھلہ
۲۹	منشی فیاض علی صاحب محرر ریاست "
۳۰	منشی گوہر علی صاحب سب پوسٹماسٹر جالندھر
۳۱	ڈاکٹر عبد الشکور صاحب سرسہ
۳۲	مولوی محمد علی صاحب ایم اے پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور
۳۳	سید فضیلت علی شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر ضلع گوجرانوالہ
۳۴	میاں محمد نواب خاں صاحب تحصیلدار جہلم
۳۵	میاں عبد اللہ صاحب پٹواری ریاست پٹیالہ
۳۶	سید امیر علی شاہ صاحب ملازم پولیس سیالکوٹ
۳۷	سید ناصر شاہ صاحب سب اوورسیر کشمیر
۳۸	پیرزادہ قمر الدین صاحب تحصیلدار راولپنڈی
۳۹	سید عبد الہادی صاحب سب اوورسیر ملٹری ورکس سولن
۴۰	ماسٹر قادر بخش صاحب مدرس لودیانہ
۴۱	منشی عزیز اللہ صاحب پوسٹماسٹر نادون ضلع کانگڑہ
۴۲	سید رمضان علی صاحب پنشنر ڈپٹی انسپکٹر پولیس الہ آباد
۴۳	منشی گلاب دین صاحب مدرس رہتاس ضلع جہلم
۴۴	منشی محمد نصیر الدین صاحب پیشکار ریونیو بورڈ ریاست حیدر آباد دکن
۴۵	چودھری نبی بخش صاحب سارجنٹ پولیس سیالکوٹ
۴۶	حافظ محمد اسحاق صاحب اوورسیر یوگنڈا ریلوے
۴۷	منشی احمد الدین صاحب نقشہ نویس ملٹری آفس پشاور
۴۸	محمد الدین صاحب ملازم پولیس سیالکوٹ
۴۹	بابو غلام محمد صاحب سٹیشنری کلارک ریلوے آفس لاہور
۵۰	منشی عطا محمد صاحب سب اوورسیر فیلڈ فوسٹ فرانٹیر
۵۱	بابو غلام محی الدین صاحب گڈز کلرک پھلور
۵۲	بابو نور احمد صاحب سٹیشن ماسٹر ٹانی پور
۵۳	منشی نور الدین صاحب ڈرافسمین گوجرانوالہ
۵۴	بابو چراغ دین صاحب سٹیشن ماسٹر لیتہ
۵۵	مرزا غلام رسول صاحب ٹیلیگراف آفس کراچی
۵۶	مرزا امین بیگ صاحب سوار ریاست جے پور

نمبر	نام
۵۷	منشی عبدالرحمٰن صاحب ملازم ریاست کپور تھلہ
۵۸	مرزا اکبر بیگ سارجنٹ درجہ اوّل حصار
۵۹	سید جیون علی صاحب اکونٹنٹ محکمہ پولیس الہ آباد
۶۰	سید فرزند علی صاحب ملازم پولیس الہ آباد
۶۱	سید دلدار علی صاحب اکونٹنٹ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس الہ آباد
۶۲	میاں عبدالقادر خانصاحب مدرس ضلع لودیانہ
۶۳	مرزا نیاز بیگ صاحب پنشنر ضلعدار رئیس کلانور
۶۴	مولوی سلطان محمود صاحب اکونٹنٹ میلاپور مدراس
۶۵	مولوی عبدالرحمٰن صاحب ملازم دفتر جھنگ
۶۶	منشی مولا بخش صاحب کلارک ریلوے لاہور
۶۷	بابو محمد افضل صاحب کلارک ممباسہ یوگنڈا ریلوے
۶۸	منشی روشن دین صاحب سٹیشن ماسٹر ڈنڈوت جہلم
۶۹	میاں کریم اللہ صاحب سارجنٹ پولیس جہلم
۷۰	حبیب اللہ صاحب مرحوم محافظ دفتر پولیس جہلم
۷۱	حافظ فضل احمد صاحب اگزیمینر آفس لاہور
۷۲	منشی اروڑا صاحب نقشہ نویس مجسٹریٹی ریاست کپور تھلہ
۷۳	مولوی وزیرالدین صاحب مدرس کانگڑہ
۷۴	منشی نواب الدین صاحب ہیڈ ماسٹر دینا نگر
۷۵	منشی شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر دینا ضلع جہلم
۷۶	مولوی احمد جان صاحب مدرس گوجرانوالہ
۷۷	منشی فتح محمد صاحب بزدار اسسٹنٹ پوسٹماسٹر ڈیرہ اسمٰعیل خاں
۷۸	میر ذوالفقار علی صاحب ضلعدار نہر سنگرور
۷۹	منشی وزیر خانصاحب سب اوورسیر بلب گڈھ
۸۰	منشی گلاب خاں صاحب سب اوورسیر ملٹری ورکس
۸۱	صادق حسین صاحب وکیل مرحوم اٹاوہ
۸۲	مولوی عزیز بخش صاحب بی اے ریکارڈ کیپر ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں
۸۳	ڈاکٹر فیض قادر صاحب ویٹرنیری اسسٹنٹ ریاست کپور تھلہ
۸۴	مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر مہندر کالج ریاست پٹیالہ
۸۵	مولوی مرزا صادق علی بیگ صاحب معتمد مصارف ریاست حیدر آباد دکن و اُستاد مدارالمہام صاحب بہادر ریاست مذکور
۸۶	مولوی محمد صادق صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل ملازم ہائی سکول جموں
۸۷	منشی غلام محمد صاحب دفتر پولیٹیکل ایجنٹ گلگت
۸۸	ڈاکٹر رحمت علی صاحب ممباسہ یوگنڈا ریلوے
۸۹	شیخ محمد اسمٰعیل صاحب نقشہ نویس محکمہ ریلوے دہلی
۹۰	شیخ فتح محمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر کشتواڑ
۹۱	مولوی صفدر علی صاحب مہتمم محکمہ تعمیرات ریاست حیدر آباد دکن
۹۲	حافظ محمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریاست جموں
۹۳	شیخ عبدالرحمٰن صاحب بی اے مترجم ڈویژنل کورٹ ملتان
۹۴	مولوی ابو عبدالعزیز محمد صاحب دفتر پنجاب یونیورسٹی
۹۵	ڈاکٹر ظہور اللہ احمد صاحب سول سرجن ریاست حیدر آباد دکن
۹۶	ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ہوس سرجن ہسپتال
۹۷	منشی غلام حیدر صاحب ڈپٹی انسپکٹر نارووال ضلع سیالکوٹ
۹۸	منشی جلال الدین صاحب پنشنر میر منشی رجمنٹ نمبر ۱۲
۹۹	مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست
۱۰۰	شیخ عبدالرحیم صاحب سابق لیس دفعدار رسالہ نمبر ۱۲

نمبر	نام
۱۰۱	سید میر ناصر نواب صاحب پنشنر نقشہ نویس
۱۰۲	سید حامد شاہ صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ دفتر ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ
۱۰۳	چودھری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر دہلی
۱۰۴	ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب نائب سپرنٹنڈنٹ لیونٹک اسائیلم لاہور
۱۰۵	ڈاکٹر محبوب علی صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ
۱۰۶	منشی اللہ داد صاحب کلرک دفتر رجسٹرار چھاؤنی شاہپور
۱۰۷	بابو محمد عظیم صاحب کلرک دفتر ریلوے لاہور
۱۰۸	منشی زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجینئر بمبئی
۱۰۹	بابو علی احمد صاحب ریلوے آفس لاہور
۱۱۰	منشی محمد الدین صاحب پٹواری بلانی تحصیل کھاریاں
۱۱۱	میاں مولاداد صاحب سرویر ریلوے
۱۱۲	مولوی سید محمد احسن صاحب سابق منشی واسرپگل باڈیگارڈ و مہتمم مصارف ریاست بھوپال رئیس امروہہ
۱۱۳	منشی عطا محمد صاحب اوورسیر میونسپل کمیٹی سیالکوٹ
۱۱۴	میاں جان محمد صاحب مرحوم قادیان
۱۱۵	منشی محمد سعید صاحب ٹیلیگراف ماسٹر از خاندان حکماء شاہی
۱۱۶	حکیم محمد حسین صاحب کوچہ کندیگران لاہور
۱۱۷	حکیم محمد حسین صاحب بھاٹی دروازہ لاہور
۱۱۸	میر مردان علی صاحب مہتمم دفتر اکونٹنٹ جنرل ریاست حیدرآباد
۱۱۹	منشی عبد العزیز صاحب محافظ دفتر نہر جمن غربی دہلی
۱۲۰	بابو مہتاب الدین صاحب ریلیونگ سٹیشن ماسٹر نارتھ ویسٹرن ریلوے
۱۲۱	مولوی فتح محمد صاحب اول مدرس مدرسہ خانقاہ ڈوگران
۱۲۲	منشی محمد یوسف صاحب نائب تحصیلدار کوہاٹ
۱۲۳	منشی رجب علی صاحب پنشنر ساکن جہونسی کہنہ الہ آباد
۱۲۴	منشی قادر علی صاحب کلرک مدراس
۱۲۵	منشی سراج الدین صاحب ترمل کھیڑی کلرک مدراس
۱۲۶	مولوی عبد القادر صاحب مدرس جمال پور لودیانہ
۱۲۷	شیخ کرم الٰہی صاحب کلرک ریلوے پٹیالہ
۱۲۸	منشی امانت خانصاحب نادون کانگڑہ
۱۲۹	مولوی عنایت اللہ صاحب مدرس مانانوالہ
۱۳۰	خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر
۱۳۱	منشی صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ
۱۳۲	مولوی ابو الحمید صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن
۱۳۳	مولوی سید محمد رضوی صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن
۱۳۴	محمد یعقوب صاحب معلم یورپین ڈیرہ دون
۱۳۵	مرزا افضل بیگ صاحب مختار عدالت قصور ضلع لاہور
۱۳۶	منشی محمد الدین صاحب اپیل نویس سیالکوٹ
۱۳۷	منشی ظفر احمد صاحب اپیل نویس کپورتھلہ
۱۳۸	سید مولوی ظہور علی صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن
۱۳۹	چودھری شہاب الدین صاحب بی اے۔ ایل ایل بی کلاس لاہور
۱۴۰	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل فتح گڈھ ضلع فرخ آباد
۱۴۱	سردار محمد جلال الدین خان صاحب آنریری مجسٹریٹ گوجرانوالہ
۱۴۲	مولوی غلام حسین صاحب سب رجسٹرار پشاور
۱۴۳	راجہ پاینده خانصاحب رئیس دارا پور ضلع جہلم
۱۴۴	میاں سراج الدین صاحب رئیس کوٹ سراج الدین گوجرانوالہ

صـ۱۵

۱۴۵ سردار محمد باقر خانصاحب قزلباس خلف الصدق
سردار محمد اکبر خانصاحب مرحوم سابق تحصیلدار کانگڑہ

۱۴۶ راجہ عبداللہ خانصاحب رئیس ہریانہ برادر
محمد نواب خانصاحب تحصیلدار جہلم

۱۴۷ میاں معراج الدین صاحب رئیس لاہور از خاندان
میاں محمد سلطان صاحب مرحوم رئیس اعظم لاہور

۱۴۸ مفتی محمد صادق صاحب رئیس بھیرہ

۱۴۹ مرزا محمد یوسف بیگ صاحب رئیس سامانہ پٹیالہ

۱۵۰ مولوی حکیم نورالدین صاحب رئیس بھیرہ
سابق طبیب شاہی ریاست جموں و کشمیر

۱۵۱ نواب سراج الدین صاحب از خاندان ریاست لوہارو

۱۵۲ سردار عبدالعزیز خاں صاحب قزلباش خلف الرشید
جرنیل عبدالرحمٰن خانصاحب قزلباش ملازم سردار ایوب خانصاحب

۱۵۳ راجہ عطاء اللہ خانصاحب رئیس یاڑی پور کشمیر

۱۵۴ مفتی فضل الرحمٰن صاحب رئیس بھیرہ

۱۵۵ صاحبزادہ سراج الحق صاحب جمالی نعمانی رئیس سرساوہ

۱۵۶ حافظ فتح الدین صاحب نمبردار مہار ریاست کپورتھلہ

۱۵۷ میاں شرف الدین صاحب نمبردار کوٹلہ فقیر ضلع جہلم

۱۵۸ میاں محمد خانصاحب نمبردار جستروال ضلع امرتسر

۱۵۹ مخدوم محمد صدیق صاحب رئیس ضلع شاہ پور

۱۶۰ سید محمد انوار حسین خانصاحب رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی

۱۶۱ حاجی حافظ مولوی فضل الدین صاحب رئیس بھیرہ و تاجر

۱۶۲ حکیم سید حسام الدین صاحب رئیس سیالکوٹ

۱۶۳ منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور۔ کپورتھلہ

۱۶۴ مرزا رسول بیگ صاحب رئیس کلانور

۱۶۵ حکیم فضل الٰہی صاحب رئیس کوٹ بھوا اینڈ اس

۱۶۶ چودھری نبی بخش صاحب رئیس بٹالہ

۱۶۷ شہزادہ عبدالمجید خاں صاحب لودیانہ

۱۶۸ مولوی برہان الدین صاحب گکھڑ جہلم

۱۶۹ میاں غلام دستگیر صاحب سلوتری میلاپور مدراس

۱۷۰ مولوی عبدالکریم صاحب خلف الرشید میاں محمد سلطان
صاحب میونسپل کمشنر لودیانہ

۱۷۱ منشی قمرالدین صاحب مدرس آریہ سکول لدھیانہ

۱۷۲ منشی رحیم بخش صاحب میونسپل کمشنر لودیانہ

۱۷۳ پیرجی خدابخش صاحب مرحوم تاجر ڈیرہ دون

۱۷۴ شیخ چراغ علی صاحب نمبردار تہہ غلام نبی گورداسپور

۱۷۵ مرزا ایوب بیگ صاحب خلف الرشید مرزا نیاز بیگ
صاحب کلانور۔

۱۷۶ شبیر محمد خاں صاحب رئیس بھکر محمڈن کالج علی گڈھ

۱۷۷ حافظ عبدالعلی صاحب محمڈن کالج علی گڈھ

۱۷۸ مولوی محمود حسن خانصاحب مدرس پٹیالہ

۱۷۹ منشی عبدالرحمٰن صاحب سنوری پٹواری پٹیالہ

۱۸۰ شیخ رحمت اللہ صاحب جنرل مرچنٹ مالک بمبئی ہوس

۱۸۱ حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب حاجی اللہ رکھا ساجن کمپنی

۱۸۲ خلیفہ رجب الدین صاحب تاجر لاہور

۱۸۳ چودھری محمد سلطان صاحب تاجر و میونسپل کمشنر سیالکوٹ

۱۸۴ سیٹھ صالح محمد صاحب تاجر مدراس

۱۸۵ میاں محمد اکبر صاحب ٹھیکیدار چوب بٹالہ

۱۸۶ سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب امبریلا مرچنٹ بمبئی

۱۸۷ میاں نبی بخش صاحب تاجر پشمینہ و رفوگر امرتسر

۱۸۸ سیٹھ اسحٰق حاجی محمد صاحب تاجر مدراس

۱۸۹ قاضی خواجہ علی صاحب ٹھیکیدار شکرم لدھیانہ

نمبر	نام
۱۹۰	منشی محمد جان صاحب تاجر وزیر آباد
۱۹۱	سیٹھ وال جی لال جی صاحب جنرل مرچنٹ مدراس
۱۹۲	سیٹھ موسیٰ صاحب جنرل مرچنٹ اینڈ کمیشن ایجنٹ
۱۹۳	جلال الدین، امام الدین، خیر الدین تاجران سیکھواں
۱۹۴	شیخ کرم الٰہی صاحب ایجنٹ شیخ محمد رفیع برادر جنرل مرچنٹ لاہور۔
۱۹۵	حاجی مہدی بغدادی صاحب انڈیگو مرچنٹ مدراس
۱۹۶	خواجہ عزیز الدین صاحب تاجر لاہور
۱۹۷	سیٹھ احمد عبد الرحمٰن صاحب فرم آف ساجن کمپنی مدراس
۱۹۸	خواجہ غلام محی الدین صاحب سوداگر پشمینہ کلکتہ کولوٹولہ
۱۹۹	شیخ نور احمد صاحب سوداگر چرم مدراس
۲۰۰	شیخ مولا بخش صاحب سوداگر چرم ڈنگہ
۲۰۱	خلیفہ نور الدین صاحب تاجر جموں
۲۰۲	میاں جیون بٹ صاحب سوداگر پشمینہ امرتسر
۲۰۳	میاں محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر پشمینہ امرتسر
۲۰۴	سید فضل شاہ صاحب ٹھیکہ دار دومیل سڑک کشمیر
۲۰۵	میاں محمد عمر صاحب تاجر و رئیس شوپیاں کشمیر
۲۰۶	ڈاکٹر مراد بخش صاحب پروپرائیٹر یونو میڈیکل ہال کمرشیل بلڈنگ لاہور
۲۰۷	میاں سلطان بخش صاحب تاجر روب میکر پنجاب یونیورسٹی کمرشیل بلڈنگ لاہور
۲۰۸	میاں امام الدین صاحب پروپرائیٹر و تاجر
۲۰۹	سیٹھ علی محمد صاحب حاجی اللہ رکھا جنرل مرچنٹ بنگلور
۲۱۰	میاں محمد دین صاحب تاجر و پروپرائٹر شو میکنگ جموں
۲۱۱	احمد دین و محمد بخش تاجران ملتان
۲۱۲	میاں قطب الدین صاحب مس گر امرتسر
۲۱۳	تاج محمد خاں صاحب کلرک میونسپل کمیٹی لودیانہ
۲۱۴	میاں چراغ الدین صاحب ٹھیکہ دار گجرات
۲۱۵	منشی عطا محمد صاحب تاجر و اسٹامپ فروش چنیوٹ
۲۱۶	میاں عبد الخالق صاحب دوکاندار امرتسر
۲۱۷	میاں محمد امین صاحب تاجر کتب جہلم
۲۱۸	شیخ غلام نبی صاحب تاجر راولپنڈی
۲۱۹	منشی محمد ابراہیم صاحب تاجر گبرون لدھیانہ
۲۲۰	سیٹھ محمد یوسف صاحب حاجی اللہ رکھا مدراس
۲۲۱	ڈاکٹر نور محمد صاحب پروپرائٹر شفاخانہ و ایڈیٹر رسالہ ہمدرد صحت لاہور
۲۲۲	مولوی حکیم نور محمد صاحب مالک شفاخانہ نوری رئیس موکل ضلع لاہور
۲۲۳	شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم قادیاں
۲۲۴	مولوی عبد الحق صاحب ایڈیٹر نسیم صبا بنگلور
۲۲۵	شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند امرتسر
۲۲۶	مولوی قطب الدین صاحب واعظ اسلام بدوملی
۲۲۷	مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب چھاؤنی سیالکوٹ
۲۲۸	حکیم مولوی سید حبیب شاہ صاحب خوشاب
۲۲۹	صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لودیانہ خلف الرشید اخویم حضرت منشی حاجی احمد جان صاحب مرحوم
۲۳۰	صاحبزادہ منظور محمد صاحب سابق اہلمد پولیس دفتر کونسل جموں۔
۲۳۱	قاضی زین العابدین صاحب خانپور ریاست پٹیالہ
۲۳۲	شاہ رکن الدین احمد صاحب سجادہ نشین کڑہ ضلع الہ آباد

نمبر	نام
۲۳۳	مولوی عبدالرحیم صاحب بنگلور
۲۳۴	مولوی عبدالحکیم صاحب دہاروار علاقہ بمبئی
۲۳۵	مولوی غلام امام صاحب عزیز الواعظین منی پور آسام۔
۲۳۶	رحمٰن شاہ صاحب ناگپور ضلع چاندہ
۲۳۷	حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم لودیانہ
۲۳۸	مولوی محمد حسین صاحب ریاست کپورتھلہ
۲۳۹	شیخ مولوی فضل حسین صاحب احمد آبادی جہلم
۲۴۰	قاضی محمد یوسف صاحب قاضی کوٹ گوجرانوالہ
۲۴۱	حافظ عبدالرحمٰن صاحب وکیل مدرسہ انوار الرحمٰن ملتان ساکن بٹالہ
〃	مولوی رحیم اللہ صاحب مرحوم لاہور
۲۴۲	مستری حاجی عصمت اللہ صاحب لودیانہ
۲۴۳	حاجی محمد امیر خان صاحب مہتمم گاڑی شکرم سہارنپور
۲۴۴	مولوی محمد افضل صاحب ساکن کملہ ضلع گجرات
۲۴۵	مولوی محمد اکرم صاحب فرزند رشید ایضاً
۲۴۶	مولوی خان ملک صاحب موضع کھیوال ضلع جہلم
۲۴۷	مولوی عبدالرحمٰن صاحب خلف الرشید ایضاً
۲۴۸	سید احمد علی شاہ صاحب سفید پوش ضلع سیالکوٹ
۲۴۹	سید احمد حسین صاحب طبیب گوالیار
۲۵۰	حکیم محمد حسین صاحب طبیب ریاست گوالیار
۲۵۱	بابو نور الدین صاحب نقشہ نویس پبلک ورکس گوجرانوالہ
۲۵۲	شیخ ہدایت اللہ صاحب تاجر پشاور
۲۵۳	میاں فضل الٰہی صاحب نمبردار فیض اللہ چک گورداسپور
۲۵۴	احمد علی صاحب نمبردار وزیر چک 〃
۲۵۵	مولوی غلام مصطفےٰ صاحب پروپرائٹر شعلہ نور پریس بٹالہ۔
۲۵۶	شیخ حامد علی صاحب زمیندار تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور
۲۵۷	مولوی محمد فضل صاحب چنگوی ضلع راولپنڈی
۲۵۸	ڈاکٹر فیض احمد صاحب ویکسی نیٹر ضلع ہزارہ
۲۵۹	حافظ علاء الدین صاحب کامل پور راولپنڈی
۲۶۰	میاں غلام حسین صاحب رہتاسی قادیاں
۲۶۱	مولوی عبدالقادر صاحب لودیانہ
۲۶۲	حکیم محمد حسین صاحب مدرس اسلامیہ سکول راولپنڈی
۲۶۳	خوشحال خاں صاحب رئیس باریکاب ضلع راولپنڈی
۲۶۴	منشی خادم حسین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ 〃
۲۶۵	قاضی غلام حسین صاحب کلرک دفتر اگزیمینر ریلوے لاہور
۲۶۶	حافظ حکیم قادر بخش صاحب احمد آباد ضلع جہلم
۲۶۷	میاں قطب الدین صاحب ساکن کوٹلہ فقیر جہلم
۲۶۸	قاضی عبدالوہاب خان صاحب نائب قاضی ضلع بلاسپور ممالک متوسط۔
۲۶۹	حافظ حاجی احمد اللہ خاں صاحب مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیاں
۲۷۰	غلام محی الدین صاحب عرضی نویس جہلم
۲۷۱	عبدالرحمٰن پٹواری سنام ریاست پٹیالہ
۲۷۲	منشی ہاشم علی برنالہ 〃
۲۷۳	عبدالحق صاحب ٹیچر بٹالہ
۲۷۴	منشی کرم الٰہی صاحب مدرس نصرت اسلام لاہور
۲۷۵	خطیب نعمت علی صاحب اپیل نویس بٹالہ
۲۷۶	میاں کرم الٰہی صاحب کنسٹبل پولس لودیانہ
۲۷۷	منشی امام الدین صاحب پٹواری لوچیپ
۲۷۸	منشی رحیم الدین صاحب حبیب والا ضلع بجنور
۲۷۹	امام الدین صاحب کمپونڈر شفاخانہ لالہ موسیٰ

نمبر	نام
۲۸۰	شیخ عبداللہ دیوانچند ناظم شفاخانہ حمایت اسلام لاہور
۲۸۱	حافظ نور محمد صاحب فیض اللہ چک گورداسپور
۲۸۲	حافظ غلام محی الدین صاحب بھیروی قادیاں
۲۸۳	مسیح اللہ خان صاحب ملازم اگزکٹو انجینئر صاحب ملتان
۲۸۴	مولوی سردار محمد صاحب برادر زادہ مولوی صاحب حکیم نور الدین صاحب بھیرہ
۲۸۵	منشی اللہ دتا صاحب یورپین ٹیچر سیالکوٹ
۲۸۶	راجہ غلام حیدر خانصاحب رئیس پاڑی پور کشمیر
۲۸۷	مولوی نظام الدین صاحب رنگ پور ضلع مظفر گڑھ
۲۸۸	مولوی جمال الدین صاحب سید والہ منٹگمری
۲۸۹	میاں عبداللہ صاحب زمیندار ٹھٹھہ شیر کا "
۲۹۰	میاں سراج الدین صاحب عطار سرہند
۲۹۱	محمد حیات صاحب سارجنٹ پولس سیالکوٹ
۲۹۲	منشی نیاز علی صاحب " "
۲۹۳	محمد الدین صاحب کنسٹبل " "
۲۹۴	حکیم احمد الدین صاحب نقل نویس "
۲۹۵	ڈاکٹر کریم بخش ہاسپٹل اسسٹنٹ . . . .
۲۹۶	حافظ محمد قاری صاحب جہلم
۲۹۷	میاں نجم الدین صاحب تاجر کتب بھیرہ
۲۹۸	مستری جمال مالک کارخانہ روئی "
۲۹۹	مولوی فضل محمد صاحب موضع ہرسیاں گورداسپور
۳۰۰	محمد علی شاہ مدرس غوطہ سیالکوٹ
۳۰۱	عبدالمجید صاحب محرر لوکل فنڈ پٹھانکوٹ
۳۰۲	محمد خان صاحب محرر جیل راولپنڈی
۳۰۳	محمد اکبر خانصاحب سنور پٹیالہ
۳۰۴	مولوی محمد یوسف صاحب مدرس سنور "
۳۰۵	محمد حسن خان صاحب رئیس سنور "
۳۰۶	میاں کریم بخش صاحب مرحوم جمال پوری سابق مرید گلاب شاہ مجذوب پیشگوئی والہ در کتاب نشان آسمانی
۳۰۷	ملا نظام الدین صاحب کتب فروش لودیانہ
۳۰۸	میاں اللہ دیا صاحب واعظ لودیانہ
۳۰۹	میاں شہاب الدین صاحب پنشنر باجہ والہ لودیانہ
۳۱۰	احمد جان صاحب خیاط پشاور
۳۱۱	میاں محمد اسمٰعیل صاحب سرساوہ
۳۱۲	غلام محی الدین خانصاحب خلف الرشید ڈاکٹر بوڑیخاں صاحب قصور
۳۱۳	میاں غلام قادر صاحب پٹواری مرحوم سنور
۳۱۴	مولوی غلام حسین صاحب لاہور
۳۱۵	مولوی حسن علی صاحب مرحوم مسلم مشنری صاحب رسالہ نور الاسلام سابق ہیڈ ماسٹر پٹنہ سکول۔ بھاگلپوری
۳۱۶	سید مظاہر الحق صاحب رئیس اٹاوہ ۔

راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیاں ضلع گورداسپور

۲۴ ؍ فروری ۱۸۹۸ء

ضیاء الاسلام پریس قادیاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی

پنجاب اور ہندوستان کے مشائخ اور صلحاء اور اہل اللہ باصفا سے حضرت عزت اللہ جلّ شانہ کی قسم دے کر ایک

درخواست

اے بزرگانِ دین و عباد اللہ الصالحین میں اسوقت اللہ جلّ شانہ کی قسم دیکر ایک ایسی درخواست آپکے سامنے پیش کرتا ہوں جسپر توجہ کرنا آپ صاحبوں پر دفع فتنہ وفساد کے لئے فرض ہے۔ کیونکہ آپ لوگ فراست اور بصیرت رکھتے ہیں۔ اور نہ صرف اٹکل سے بلکہ نور اللہ سے دیکھتے ہیں اور اگرچہ ایسے ضروری امر میں جس میں تمام مسلمانوں کی ہمدردی ہے اور اسلام کے ایک بڑے بھاری تفرقہ کو مٹانا ہے قسم کی کچھ بھی ضرورت نہیں تھی مگر چونکہ بعض صاحب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اپنے بعض مصالح کی وجہ سے خاموش رہنا پسند کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ سچی شہادت میں عام لوگوں کی ناراضگی مقصود ہے اور جھوٹ بولنے میں معصیت ہے اور نہیں سمجھتے کہ اخفاءِ شہادت بھی ایک معصیت ہے اُن لوگوں کو توجہ دلانے کیلئے قسم دینے کی ضرورت پڑی۔

اَے بزرگانِ دین وُہ امر جس کے لئے آپ صاحبوں کو اللہ جلّ شانہ کی قسم دے کر اُس کے کرنے کیلئے آپ کو مجبور کرتا ہوں یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے عین ضلالت اور فتنہ کے وقت میں اس عاجز کو **چودھویں صدی** کے سر پر اصلاح خلق اللہ کے لئے **مجدّد** کر کے بھیجا۔ اور چونکہ اِس صدی کا بھارا فتنہ جس نے اسلام کو نقصان پہنچایا تھا، عیسائی پادریوں کا فتنہ تھا۔ اِس لئے خدا تعالےٰ نے اِس عاجز کا نام **مسیح موعود** رکھا۔ اور یہ نام یعنے مسیح موعود وہی نام ہے جس کی ہمارے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیگئی تھی اور خدا تعالےٰ سے وعدہ مقرر ہو چکا تھا کہ تثلیث کے غلبہ کے زمانہ میں اِس نام پر ایک مجدّد آئیگا جسکے ہاتھ پر کسر صلیب مقدّر ہے۔ اِسلئے صحیح بخاری میں اُس مجدّد کی یہی تعریف لکھی ہے کہ وہ اُمّت محمدیہ میں سے اُن کا ایک امام ہوگا اور صلیب کو توڑے گا۔ یہ اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ صلیبی مذہب کے غلبہ کیوقت آئیگا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے موافق ایسا ہی کیا اور اس عاجز کو چودھویں صدی کے سر پر بھیجا اور وہ آسمانی حربہ مجھے عطا کیا جس سے مَیں صلیبی مذہب کو توڑ سکوں۔ مگر افسوس کہ اِس ملک کے کوتہ اندیش علما نے مجھے قبول نہیں کیا۔ اور نہایت بیہودہ عذرات پیش کئے جنکو ہر ایک پہلو سے توڑا گیا۔ انہوں نے یہ ایک لغو خیال پیش کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر منارہ دمشق کے پاس آخری زمانہ میں اُتریں گے۔ اور وہی مسیح موعود ہوں گے۔ پس ان کو جواب دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر چلے جانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ ایک حدیث بھی جو صحیح مرفوع متصل ہو ایسی نہیں ملیگی جس سے اُن کا زندہ آسمان پر چلے جانا ثابت ہوتا ہو۔ بلکہ قرآن شریف صریح ان کی وفات کا بیان فرماتا ہے۔ اور بڑے بڑے اکابر علماء جیسے ابن حزم اور امام مالک رضی اللہ عنہما اُن کی وفات کے قائل ہیں۔ پھر جبکہ نصوص قطعیہ سے اُن کا وفات پانا ثابت ہوتا ہے۔ تو پھر یہ اُمید رکھنا کہ وہ کسی وقت دمشق کے شرقی منارہ کے پاس نازل ہوں گے۔ کس قدر غلط خیال ہے۔ بلکہ اس صورت میں دمشقی حدیث کے وہ معنی کرنے چاہئیں جو قرآن اور دُوسری حدیثوں سے مخالفت نہ رکھتے ہوں اور وہ یہ ہے کہ مسیح موعود کا نزول اجلال و اکرام جو ایک رُوحانی نزول ہے دمشق کے مشرقی منار تک اپنے انوار دکھلائے گا۔ چونکہ دمشق تثلیث کے خبیث درخت کا اصل منبت ہے اور اسی جگہ سے اس خراب عقیدہ کی پیدائش ہوئی ہے اس لئے اشارہ

ص۲

فرمایا گیا کہ مسیح موعود کا نور نزول فرما کر اس جگہ تک پھیلے گا جہاں تثلیث کا مسقط الراس ہے۔ مگر افسوس کہ علماء مخالفین نے اِس صاف اور صریح مسئلہ کو قبول نہیں کیا۔ پھر یہ بھی نہیں سوچا کہ قرآن شریف اسلئے آیا ہے کہ تا پہلے اختلافات کا فیصلہ کرے۔ اور یہود اور نصاریٰ نے جو حضرت عیسیٰ کے رفع الی السماء میں اختلاف کیا تھا جس کا قرآن نے فیصلہ کرنا تھا۔ وہ رفع جسمانی نہیں تھا۔ بلکہ تمام جھگڑا اور تنازع رُوحانی رفع کے بارے میں تھا۔ یہود کہتے تھے کہ نعوذ باللہ عیسیٰ لعنتی ہے۔ یعنے خدا کی درگاہ سے ردّ کیا گیا اور خدا سے دُور کیا گیا اور رحمتِ الٰہی سے بے نصیب کیا گیا جس کا رفع اِلی اللہ ہرگز نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ مصلوب ہوا۔ اور مصلوب توریت کے حکم کے رُو سے رفع الی اللہ سے بے نصیب ہوتا ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں لعنتی کہتے ہیں۔ توریت کا یہ منشاء تھا کہ سچا نبی کبھی مصلوب نہیں ہوتا۔ اور جب مصلوب جھوٹا ٹھہرا تو بلاشبہ وہ لعنتی ہوا جس کا رفع الی اللہ غیر ممکن ہے۔ اور اسلامی عقیدہ کی طرح یہود کا بھی عقیدہ تھا کہ مومن مرنے کے بعد آسمان کی طرف اُٹھایا جاتا ہے اور اسکے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کے کافر ٹھہرانے کیلئے یہود کے ہاتھ میں یہ دلیل تھی کہ وہ سُولی دیا گیا ہے۔ اور جو شخص سُولی دیا جائے اُس کا توریت کے رُو سے رفع الی السما نہیں ہوتا یعنے وہ مرنے کے بعد آسمان کی طرف نہیں اٹھایا جاتا۔ بلکہ ملعون ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اُس کا کافر ہونا لازم آیا اور اس دلیل کے ماننے سے عیسائیوں کو چارہ نہ تھا کیونکہ توریت میں ایسا ہی لکھا ہوا تھا۔ تو انہوں نے اِس بات کے ٹالنے کیلئے دو بہانے بنائے۔ ایک یہ کہ اس بات کو مان لیا کہ بیشک یسوع جس کا دُوسرا نام عیسیٰ ہے مصلوب ہو کر لعنتی ہوا۔ مگر وہ لعنت صرف تین دن تک رہی پھر بجائے اسکے رفع الی اللہ اسکو حاصل ہوا۔ اور دُوسرا یہ بہانہ بنایا گیا کہ چند ایسے آدمیوں نے جو حواری نہیں تھے

۳۱

گواہی بھی دیدی کہ ہم نے یسوع کو آسمان پر چڑھتے بھی دیکھا ہے گویا رفع الی اللہ ہوگیا۔ جس سے مومن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ گواہی جھوٹی تھی جو نہایت مشکل کے وقت بنائی گئی۔ بات یہ ہے کہ جب یہود نے حواریوں کو ہر روز دِق کرنا شروع کیا کہ بوجہ مصلوبیت یسوع کا لعنتی ہونا ثابت ہوگیا یعنے رفع الی اللہ نہیں ہوا۔ تو اِس اعتراض کے جواب سے عیسائی نہایت تنگ آگئے اور اُنکو یہودیوں کے سامنے مُنہ دِکھلانے کی جگہ نہ رہی تب بعض مفتری حیلہ سازوں نے یہ گواہی دیدی کہ ہمنے یسوع کو آسمان پر چڑھتے دیکھا ہے پھر کیونکر اُس کا رفع نہیں ہوا" مگر اِس گواہی میں گو بالکل جھوٹ سے کام لیا تھا مگر پھر بھی ایسی شہادت کو یہودیوں کے اعتراض سے کچھ تعلق نہ تھا کیونکہ یہودیوں کا اعتراض رفع رُوحانی کی نسبت تھا جسکی بنیاد توریت پر تھی اور رفع جسمانی کی کوئی بحث نہ تھی۔ اور ماسوا اِسکے جسمانی طور پر اگر کوئی بفرض محال پرندوں کی طرح پرواز بھی کرے اور آنکھوں سے غائب ہوجائے توکیا اس سے ثابت ہوجائیگا کہ وہ درحقیقت کسی آسمان تک جا پہنچا ہے؟ عیسائیوں کی یہ سادہ لوحی تھی جو انہوں نے ایسا منصوبہ بنایا۔ ورنہ اسکی کچھ ضرورت نہ تھی۔ ساری بحث رُوحانی رفع کے متعلق تھی جس سے لعنت کا مفہوم روکتا تھا۔ افسوس انکو یہ خیال نہ آیا کہ توریت میں جو لکھا ہے جو مصلوب کا رفع الی اللہ نہیں ہوتا تو یہ سچے نبیوں کی عام علامت رکھی گئی تھی اور یہ اِس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صلیبی موت جرائم پیشہ کی موت ہے اور سچے نبیوں کے لئے یہ پیشگوئی تھی کہ وہ جرائم پیشہ کی موت سے نہیں مرینگے۔ اِسی لئے حضرت آدم سے لیکر آخر تک کوئی سچا نبی مصلوب نہیں ہوا۔ پس اس امر کو رفع جسمانی سے کیا علاقہ تھا۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ ہر ایک سچا نبی معہ جسم عنصری آسمان پر گیا ہو۔ اور جو جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر نہ گیا ہو وہ جھوٹا ہو۔ غرض تمام جھگڑا رفع رُوحانی میں تھا۔ جو چھ سو برس تک فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر

صہ

قرآن شریف نے فیصلہ کر دیا اسی کی طرف اللہ جل شانہ نے اشارہ فرمایا ہے:۔
یا عیسٰی انی متوفیک و رافعک الیّ[1] یعنے اے عیسٰی میں تجھے طبعی وفات دونگا
اور اپنی طرف تیرا رفع کرونگا یعنے تو مصلوب نہیں ہوگا۔ اس آیت میں یہود کے اِس
قول کا ردّ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ عیسٰی مصلوب ہوگیا اسلئے ملعون ہے۔ اور خدا کی طرف
اُس کا رفع نہیں ہوا۔ اور عیسائی کہتے تھے کہ تین دن لعنتی رہ کر پھر رفع ہوا۔ اور اِس
آیت نے یہ فیصلہ کیا کہ بعد وفات بلا توقف خدا تعالیٰ کی طرف عیسٰی کا رفع رُوحانی ہوا اور
خدا تعالیٰ نے اِسجگہ رافعک الی السّماء نہیں کہا بلکہ رافعک الیّ فرمایا۔ تا
رفع جسمانی کا شبہ نہ گذرے۔ کیونکہ جو خدا تعالیٰ کی طرف جاتا ہے وُہ روح سے جاتا
ہے نہ جسم سے ارجعی الی ربّک[2] اسکی نظیر ہے۔ غرض اِس طرح پر یہ جھگڑا فیصلہ
پایا۔ مگر ہمارے نادان مخالف جو رفع جسمانی کے قائل ہیں وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ
جسمانی رفع امر متنازع فیہ نہ تھا۔ اور اگر اس بے تعلق امر کو بفرض محال قبول کرلیں تو پھر
یہ سوال ہوگا کہ جو رُوحانی رفع کے متعلق یہود اور نصاریٰ میں جھگڑا تھا۔ اس کا فیصلہ
قرآن کی کن آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ آخر لوٹ کر اسی طرف آنا پڑیگا کہ وہ آیات یہی ہیں۔

یہ تو نقلی طور پر ہمارا الزام مخالفین پر ہے۔ اور ایسا ہی عقلی طور پر بھی وہ ملزم ٹھہرتے
ہیں۔ کیونکہ جبسے دُنیا کی بنا ڈالی گئی ہے یہ عادت اللہ نہیں کہ کوئی شخص زندہ اِسی جسم
عنصری کے ساتھ کئی سو سال آسمان پر بود و باش اختیار کرے اور پھر کسی دُوسرے
وقت زمین پر اُتر آوے۔ اگر یہ عادت اللہ ہوتی تو دُنیا میں کئی نظیریں اِسکی پائی جاتیں۔
یہودیوں کو یہ گمان تھا کہ ایلیا آسمان پر گیا اور پھر آئیگا۔ مگر خود حضرت مسیح نے اِس گمان کو
باطل ٹھہرایا اور ایلیا کے نزول سے مُراد یوحنا کو لے لیا جو اسلام میں یحیٰ کے نام سے موسوم
ہے حالانکہ ظاہر نصّ یہی کہتا تھا کہ ایلیا واپس آئے گا۔ ہر ایک فوق العادۃ عقیدہ کی نظیر
طلب کرنا محققوں کا کام ہے تا کسی گمراہی میں نہ پھنس جائیں۔ کیونکہ جو بات خدا کی طرف سے

ﷺ

[1] آل عمران: ۵۶ [2] الفجر: ۲۹

ہو۔ اُسکے اور بھی نظائر پائے جاتے ہیں۔ اور یہ بات سچ ہے کہ اِس دُنیا میں واقعات صحیحہ کے لئے نظیریں ہوتی ہیں مگر باطل کیلئے کوئی نظیر نہیں ہوتی۔ اِسی اصول محکم سے ہم عیسائیوں کے عقیدہ کو ردّ کرتے ہیں۔ خدا نے دُنیا میں جو کام کیا وہ اسکی عادت اور سنت قدیم میں ضرور داخل ہونا چاہیئے۔ سو اگر خدا نے دُنیا میں ملعون اور مصلوب ہونے کے لئے اپنا بیٹا بھیجا تو ضرور یہ بھی اسکی عادت ہوگی کہ کبھی بیٹا بھی بھیجدیتا ہے۔ پس ثابت کرنا چاہیئے کہ پہلے اس سے اسکے کتنے بیٹے اِس کام کے لئے آئے۔ کیونکہ اگر اب بیٹا بھیجنے کی ضرورت پڑی ہے تو پہلے بھی اُس ازلی خالق کو کسی نہ کسی زمانہ میں ضرور پڑی ہوگی۔ غرض خدا تعالےٰ کے سارے کام سنت اور عادت کے دائرہ میں گھوم رہے ہیں اور جو امر عادت اللہ سے باہر بیان کیا جائے تو عقل ایسے عقیدہ کو دُور سے دھکے دیتی ہے۔

باقی رہی کشفی اور الہامی گواہی سو کشف اور الہام جو خدا تعالےٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ یہی بتلا رہا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں اور اُن کا دوبارہ دُنیا میں آنا یہی تھا کہ ایک خدا کا بندہ اُنکی قوّت اور طبع میں ہو کر ظاہر ہو گیا۔ اور میرے بیان کے صدق پر اللہ جل شانہ، نے کئی طرح کے نشان ظاہر فرمائے اور چاند سُورج کو میری تصدیق کے لئے خسوف کسوف کی حالت میں رمضان میں جمع کیا۔ اور مخالفوں سے کشتی کی طرح مقابلہ کرا کے آخر ہر ایک میدان میں اعجازی طور پر مجھے فتح دی۔ اور دوسرے بہت سے نشان دکھلائے جن کی تفصیل رسالہ سراج منیر اور دُوسرے رسالوں میں درج ہے۔ لیکن باوجود نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و شواہد عقلیہ و آیات سماویہ پھر بھی ظالم طبع مخالف اپنے ظلم سے باز نہ آئے۔ اور طرح طرح کے افتراؤں سے مدد لیکر محض ظلم کے رُو سے تکذیب کر رہے ہیں۔ لہٰذا اب مجھے اتمام حُجت کے لئے ایک اور تجویز خیال میں آئی ہے اور اُمید رکھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ اِس میں برکت ڈال دے اور یہ تفرقہ جس نے ہزارہا

مسلمانوں میں سخت عداوت اور دشمنی ڈالدی ہے رو باصلاح ہو جائے

اور وہ یہ ہے

کہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء اور مردان باصفا کی خدمت میں اللہ جل شانہٗ کی قسم دیکر التجا کی جائے کہ وہ میرے بارے میں اور میرے دعوے کے بارے میں دُعا اور تضرع اور استخارہ سے جناب الٰہی میں توجہ کریں۔ پھر اگر اُن کے الہامات اور کشوف اور رؤیا صادقہ سے جو حلفًا شائع کریں کثرت اس طرف نکلے کہ گویا یہ عاجز کذّاب اور مفتری ہے تو بیشک تمام لوگ مجھے مردود اور مخذول اور ملعون اور مُفتری اور کذّاب خیال کرلیں اور جس قدر چاہیں لعنتیں بھیجیں اُنکو کچھ بھی گناہ نہیں ہوگا۔ اور اس صورت میں ہر ایک ایماندار کو لازم ہوگا کہ مجھ سے پرہیز کرے۔ اور اس تجویز سے بہت آسانی کے ساتھ مجھ پر اور میری جماعت پر وبال آجائیگا۔ لیکن اگر کشوف اور الہامات اور رؤیاء صادقہ کی کثرت اس طرف ہو کہ یہ عاجز منجانب اللہ اور اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو پھر ہر ایک خدا ترس پر لازم ہوگا کہ میری پیروی کرے۔ اور تکفیر اور تکذیب سے باز آوے۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص کو آخر ایک دن مرنا ہے۔ پس اگر حق کے قبول کرنے کے لئے اس دُنیا میں کوئی ذلت بھی پیش آئے تو وہ آخرت کی ذلت سے بہتر ہے۔ لہذا مَیں تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء پنجاب اور ہندوستان کو اللہ جل شانہٗ کی قسم دیتا ہوں جس کے نام پر گردن رکھدینا سچے دینداروں کا کام ہے کہ وہ میرے بارے میں جناب الٰہی میں کم سے کم اکیس[۲۱] روز توجہ کریں یعنے اس صورت میں کہ اکیس[۲۱] روز سے پہلے کچھ معلوم نہ ہوسکے اور خدا سے انکشاف اس حقیقت کا چاہیں کہ مَیں کون ہوں؟ آیا کذّاب ہوں یا منجانب اللہ۔ مَیں بار بار بزرگان دین کی خدمت میں اللہ جل شانہٗ کی قسم دیکر یہ سوال کرتا ہوں کہ ضرور اکیس[۲۱] روز تک اگر اس سے

پہلے معلوم نہ ہو سکے۔ اِس تفرقہ کے دُور کرنے کے لئے دُعا اور توجّہ کریں۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی قسم سُنکر پھر التفات نہ کرنا راستبازوں کا کام نہیں*۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ اِس قسم کو سُنکر ہر ایک پاک دِل اور خدا تعالیٰ کی عظمت سے ڈرنے والا ضرور توجہ کریگا۔ پھر ایسی الہامی شہادتوں کے جمع ہونے کے بعد جس طرف کثرت ہوگی وہ امر منجانب اللہ سمجھا جائے گا۔

اگر مَیں حقیقت میں کذّاب اور دجّال ہوں تو اِس اُمّت پر بڑی مصیبت ہے کہ ایسی ضرورت کے وقت میں اور فتنوں اور بدعات اور مفاسد کے طوفان کے زمانہ میں بجائے ایک مصلح اور مجدّد کے چودھویں صدی کے سر پر دجّال پَیدا ہُوا۔ یاد رہے کہ ایسا ہر ایک شخص جس کی نسبت ایک جماعت اہل بصیرت مسلمانوں کی صلاح اور تقویٰ اور پاک دِلی کا ظنّ رکھتی ہے وہ اس اشتہار میں میرا مخاطب ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جو صلحاء شہرت کے لحاظ سے کم درجہ پر ہیں۔ مَیں اُن کو کم نہیں دیکھتا۔ ممکن ہے کہ وہ شہرت یافتہ لوگوں سے خدا تعالےٰ کی نظر میں زیادہ اچھے ہوں۔ اِسی طرح میں صالحہ عفیفہ عورتوں کو بھی مَردوں کی نسبت تحقیر کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ ممکن ہے کہ وہ بعض شہرت یافتہ صالح مَردوں سے بھی اچھی ہوں۔ لیکن ہر ایک صاحب جو میری نسبت کوئی رؤیا یا کشف یا الہام لکھیں، اُن پر ضروری طور پر واجب ہوگا۔ کہ وُہ حلفاً اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا ایسی تحریریں ایک جگہ جمع ہوتی جائیں اور پھر حق کے طالبوں کے لئے شائع کی جائیں۔

---

* مَیں علاوہ قسم کے مشائخ وقت کی خدمت میں اُن کے پیرانِ خاندان کا واسطہ ڈالتا ہوں کہ وہ ضرور میری تصدیق یا تکذیب کے لئے خدا تعالیٰ کی جناب میں توجّہ کریں۔ منہ

اِس تجویز سے انشاء اللہ بندگانِ خُدا کو بہت فائدہ ہوگا۔ اور مسلمانوں کے دِل کثرت شواہد سے ایک طرف تسلّی پاکر فتنہ سے نجات پا جائیں گے۔ اور آثار نبویّہ میں بھی اِسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اوّل مہدی آخر الزمان کی تکفیر کی جائے گی۔ اور لوگ اس سے دشمنی کریں گے۔ اور نہایت درجہ کی بدگوئی سے پیش آئیں گے۔ اور آخر خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کو اُس کی سچائی کی نسبت بذریعہ رؤیا و الہام وغیرہ اطلاع دیجائیگی۔ اور دُوسرے آسمانی نشان بھی ظاہر ہونگے۔ تب علماء وقت طوعًا و کرہًا اسکو قبول کرینگے۔ سو اَے عزیزو اور بزرگو برائے خدا اُس عالم الغیب کی طرف توجّہ کرو۔ آپ لوگوں کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم ہے کہ میرے اِس سوال کو مان لو۔ اُس قدیر ذوالجلال کی تمہیں سوگند ہے کہ اس عاجز کی یہ درخواست ردّ مت کرو۔

عزیزان مے دہم صد بار سوگند
بروئے حضرتِ دادار سوگند
کہ درکارم جواب از حق بجوئید
بہ محبوبِ دلِ ابرار سوگند

ھذا ما اَرَدْنا لازالۃ الدُّجٰے ـــ وَالسّلام علٰی مَنْ اتبع الھدٰے

الملتمس
خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان
ضلع گورداسپورہ۔ پنجاب
۱۵ر جولائی ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان